یک صد "احادیث انا" کا ایمان افروز مجموعہ

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"بلفظ انا"

تالیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

عطیہ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بالا و والا ہمارا نبی

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے
لفظ اَنَا سے شروع ہونے والی ایک سو احادیث مبارکہ کا ایمان افروز
مجموعہ جس میں بیشمار موضوعات پر بصیرت افروز ابحاث صرف
اسی کتاب میں ملیں گی علماءِ کرام و عوام الناس کے لیے یکساں مفید،
بالخصوص مقررین و واعظین کیلئے از حد مفید۔

از

مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ ”بلفظ انا“
تالیف	مفتی غلام حسن قادری حزب الاحناف لاہور
نظر ثانی	حافظ رضاء الحسن قادری
حسب فرمائش	الحاج قاری اصغر علی نورانی خطیب جامع مسجد قباباغوالی محلہ چومالہ اندرون بھاٹی گیٹ لاہور۔
ناشر	مشتاق احمد
باہتمام	سلمان خالد
ٹائٹل	خطاط الملک محمد علی زاہد، محمد ریاض
کمپوزنگ	گل گرافکس
پرنٹرز	اسلم عصمت پرنٹرز۔ لاہور
ہدیہ	400 روپے

استدعا

پروردگار عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ (ناشر)

فہرست عنوانات

نمبر شمار حدیث	عنوان	صفحہ نمبر
	انتساب	29
	بنگاہِ رحمت	30
	بفیضانِ کرم	30
	تقریظِ جلیل (علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب)	31
	تقریظِ جمیل (الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی صاحب)	33
	تقریظِ حسین (مفتی عبدالقیوم خاں صاحب)	35
	تقریظِ متین (سید شبیر حسین شاہ حسینی صاحب)	37
	تقریظِ عظیم (پروفیسر محمد اکرام صاحب)	39
	اظہارِ تشکر	41
	مختصر حالات زندگی مصنف کتاب	45
	پیش لفظ	53
	سببِ تالیف	55
	نقطہ آغاز	59
	عقیدت کے پھول	62
	تم پہ لاکھوں سلام	65
-1	**انا حبیب اللہ ولا فخر۔**	67

-2	انا حامل لواء الحمد یوم القیمة......ولا فخر۔	68
-3	انا اول من یحرک حلق الجنة......ولا فخر۔	69
-4	انا اکرم الاولین والآخرین علیٰ اللہ ولا فخر۔	70
-5	انا قائد المرسلین ولا فخر۔	74
❁	سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ	74
	حضرت آدم ومحمد علیہما السلام	76
	حضرت سلیمان اور فخر سلیمان علیہما السلام	78
	حضرت کلیم وحبیب علیہما السلام	80
	حسن یوسف وحسن مصطفیٰ علیہما السلام	83
	حضرت خلیل وحبیب علیہما السلام	86
	ایک اعتراض کے دو جواب	88
	حضرت عیسیٰ ومصطفیٰ علیہما السلام	89
	معراج مصطفےٰ ﷺ کی دلیل	91
	حضرت نوح ومحمد علیہما السلام	91
❁	ختمِ نبوّت	93
-6	انا خاتم النبیین ولا فخر۔	93
-7	انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔	93
	خاتم کا معنیٰ ومفہوم	94
❁	مِرزائیت	94
-8	انا سددت موضع اللبنة و انا خاتم النبیین۔	95

9-	انا اللبنة و انا خاتم النبین۔	95
	لطیفہ	99
	ایک سوال کے دو مفصل جواب	101
10-	انا دعوة ابراهیم و بشارة عیسیٰ۔	103
11-	انا احمد۔	103
12-	انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی۔	104
✿	مرزا قادیانی کے کفریات	104
	مرزا کی بکواسات	105
	اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرزہ سرائی	105
	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین	106
	حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین	107
	صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین	108
	توہین قرآن	108
	توہین حدیث	108
	مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی توہین	109
	مسلمانوں کو گالیاں	109
✿	اے عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم!	109
✿	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا فتویٰ	110
13-	انا اول شافع و اول مشفع یوم القیمة ولا فخر۔	111

❁	**شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم**	111
	شفاعت کی اقسام	114
	احادیث شفاعت	115
	نکات شفاعت	117
	ضروری بات	119
14-	**انا اول الناس خروجا اذا بعثوا۔**	121
15-	**انا قائدھم اذا وفدوا۔**	122
16-	**انا خطیبھم اذا انصتوا۔**	123
17-	**انا مستشفعھم اذا احبسوا۔**	125
18-	**انا مبشرھم اذا یئسوا۔**	126
19-	**انا اکرم ولد اٰدم......**	127
20-	**انا سید ولد اٰدم یوم القیمۃ ولا فخر۔**	129
21-	**انا اول من تنشق عنہ الارض ولا فخر۔**	131
22-	**انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیمۃ۔**	133
23-	**انا اول شفیع فی الجنۃ۔**	134
	فضائل امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور احادیث نبویہ	134
	نکات فضائل امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)	137
	تورات میں امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے تذکرے	141
	ایک ایمان افروز مکالمہ	142
	تنبیہہ اور بشارت	146

24-	انا اول من يقرع باب الجنة۔	148
25-	انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب۔	149
26-	انا خير هم نفسا و خير هم بيتا۔	151
27-	انا هو۔	152
28-	انا محمد و انا احمد	154
	لفظ محمد کا معنی	155
	لفظ اللہ اور محمد میں مناسبت	155
	فضائل اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	156
	نبیوں کے نام	158
	نکتہ عجیبہ۔	158
	بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	160
	جنت کی ہر شے پہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	162
	نکات اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	163
29-	انا الماحي الذى يمحو الله بى الكفر۔	170
30-	انا الحاشر الذى يحشر الناس على قدمى۔	172
31-	انا العاقب والعاقب الذى ليس بعده نبى۔	173
32-	انا نبى الرحمة و نبى التوبة۔	174
	نکات رحمۃ للعالمین	176
33-	انا المقفى۔	178
34-	انا اجود بنى آدم۔	179

	سخاوت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)	181
-35	انا اٰخذ بحجز كم عن النار۔	185
-36	انا قاسم واللّٰه يعطى۔	187
	علمی لطیفہ	188
	نکتہ	188
-37	انا فرطهم على الحوض۔	190
	ایک وضاحت	190
	حوض کوثر	191
-38	انا اول من يوذن له بالسجود يوم القيمة۔	192
-39	انا اول من يوذن له ان يرفع راسه۔	193
-40	انا لكم مثل الوالد لولده۔	195
	نکتہ	196
-41	انا اولى الناس بعيسى بن مريم فى الاولىٰ والاخرة۔	197
-42	انا اشبه ولده۔	199
-43	انا اولىٰ بكل مومن من نفسه۔	200
-44	انا اولىٰ به فى الدنيا والاخرة۔	203
-45	انا مولىٰ من لا مولىٰ له۔	204
-46	انا وارث من لا وارث له۔	205
-47	انا شهيد عليكم۔	206
	ایک سوال کا جواب	207

❁	**حاضر و ناظر کی بحث**	208
	حاضر و ناظر پر سوالات و جوابات	208
	اہم نکتہ	209
-48	**انا نائم رایتنی اتیت بمقاتیح خزائن الارض۔**	212
	ایک قرض خواہ یہودی کا دلچسپ واقعہ	212
-49	**انا فرط امتی لن یصابوا بمثلی۔**	216
	ایک حسین واقعہ	217
-50	**انا اول من قال بلیٰ فی المیثاق۔**	220
-51	**انا الخازن اضع حیث امرت۔**	223
	اختیاراتِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم)	223
	اختیارات کی چند مثالیں	227
	عام حکم کو خاص اور خاص کو عام فرما دیا	228
	ایک سوال اور اس کا جواب	229
-52	**انا اعظمکم اجرا یوم القیٰمۃ۔**	232
-53	**انا اسیر فی الجنۃ اذا انا بنھر......۔**	234
-54	**انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب۔**	236
❁	**طاقتِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم)**	237
	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو دبا دیا	238
	ولی کی طاقت یہ ہے تو نبی کی کیا ہوگی؟	239
	حضور علیہ السلام کی جسمانی طاقت	242

	رکانہ سے کشتی	243
	ابوالاسود الجمعی سے مقابلہ	244
	طاقت اتنی اور حوصلہ	244
	رحمت عالم ﷺ اور مصائب و آلام	245
✿	**شبِ اسریٰ کا دولہا طائف میں**	247
	تین کافروں کی بدتمیزی	248
	طائف میں آپ کی حسین دعا کے الفاظ	249
	ایک غلام کا واقعہ	249
	طائف سے مکہ واپسی	250
	احسان کا بدلہ احسان	251
	مشکل ترین دن	251
	جب پہاڑوں کا فرشتہ آیا	252
	قانون قدرت	253
-55	**انا والساعة کھاتین۔**	255
	ایک بزرگ کا واقعہ	256
	عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی	257
	مسلمانو! ہوش کرو	259
	قرآن کی فریاد	261
	وقت کی قدر کرو	262
-56	**انا رحمة مهداة۔**	264
-57	**انا بشر اغضب کما یغضبون......**	266

	بشریت مصطفےٰ ﷺ۔	267
	آپ ﷺ کی ہر چیز بے مثال ہے۔	268
	احکام شرع اور حضور ﷺ۔	269
	حضور علیہ السلام کا کھانا پینا	269
	فضلات مبارکہ	270
	حضور علیہ السلام کا بھولنا	273
	انما انا بشر مثلکم	273
	اللہ تعالیٰ نے بشر مثلکم کے اعلان کا حکم کیوں فرمایا؟	274
	کس کس نے نبیوں کو بشر کہا؟	276
	نورانیت و بشریت	277
	مسئلہ بشریت کے متعلق علمی و تقریری نکتے	278
	آخری بات	284
58-	**انا اوّل من یّدخل الجنة و معی......۔**	287
59-	**انا لها۔**	290
60-	**انا اعربكم عربية و انا قرشي۔**	292
❁	**فصاحتِ نبوة**	292
	جوامع الکلم	295
	چند جامع کلمات	296
61-	**انا ابن العواتک من سلیم۔**	298
❁	حضرت ثویبہ	298
	حدیث ثویبہ	299

	حدیث ثویبہ پر سوالات	300
❁	**حضرت حلیمہ سعدیہ** رضی اللہ عنہا	305
	حضرت حلیمہ کے گھر آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	308
	حضور علیہ السلام کا پہلا کلام	310
	علامت نبوت کا ظہور	311
	حضرت حلیمہ پر حضور علیہ السلام کا کرم	316
-62	**انا رسول اللہ الذی ان اصابک......**	318
	سلام کے مروّجہ غلط طریقے۔	319
	اخلاقیات کی تعلیم (گالی دینا)	321
	تکبر دوزخی کی علامت	322
	حسنِ خُلق	322
	پردہ پوشی	324
	صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت کی چند مثالیں	325
	ایک اور انداز اطاعت	325
	حضور علیہ السلام کی دعا کا اثر	326
❁	**دعا کی اہمیت و افادیت**	330
	دعا کے چند آداب	332
	ایک جامع دعا	333
-63	**انا و ہو ہکذا و ضمّ اصابعہ۔**	335
	دحیہ کلبی کا واقعہ	337

۞	**اِنقلابِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم اور خواتین**	340
	آج کی عورت	341
	اولاد کی تربیت پر ایک لطیفہ	343
	فرق صاف ظاہر ہے	343
	عورت کی قبر پر حضور (علیہ السلام) کی دعا	344
	عورت اور پردہ	344
	عبرت	346
	پردہ عورت کی عزت ہے	347
	شریعت نے گناہوں کے اسباب سے کیوں روکا ہے؟	347
	غیرت کا جنازہ	349
	علامہ اقبال کی عورت کو نصیحت	350
	پردہ کے بارے میں چند واقعات	352
	سوچنے کی باتیں	353
	ناشکری اچھی نہیں	354
	عورت کے بارے میں نکات	354
	لطائف نسواں	355
	آخری گذارش	356
-64	**انا وامراة سعفاء الخدين كهاتين يوم القيمة۔**	357
-65	**انا وهو فى الجنة كهاتين و قرن بين اصبعيه۔**	359
-66	**انا و كافل اليتيم له و لغيره فى الجنة هكذا......۔**	361
-67	**انا ابن امراة من قريش تاكل القديد۔**	363

68-	انا حجیجه یوم القیمة۔	365
69-	انا النبی الامّی الصادق الزّکی......۔	367
	لفظ امی کا معنی ومفہوم	367
	ایک سوال کا جواب	370
	اکتسابی اور وہبی ولدنی علم	372
70-	انا عبدالله ورسوله لن اخالف امره......۔	373
71-	انا اقول ذٰلک انت احد هم۔	375
72-	انا کفیل علی قومی۔	377
73-	انا والله احبکم انا والله احبکم انا والله احبکم۔	380
74-	انا انظر الیه۔	382
	رفتار نبوت	384
	نگاہ نبوت بمعہ مسائل خمسہ	385
	ایک سوال کا الزامی اور تحقیقی جواب	390
75-	انا و امتی علیٰ تل و یکسونی ربی حلّة خضراء......۔	392
76-	انا اول من تنفلق الارض عن جمجمته ولا فخر۔	394
77-	انا اریدان اؤخر دعوتی شفاعة لامتی یوم القیمة۔	395
	حضور علیہ السلام کی قبولیت دعا کے چند مناظر	395
78-	انا رسول الرحمة و رسول الراحة و رسول الملاحم۔	402
	رسول رحمت وراحت	402
	رحمت کا لازمی نتیجہ	405

	رسول الملاحم	406
❁	**لمحۂ فکریہ! عالمِ اسلام کے قدرتی وسائل اور بے حسی و بے بسی کی انتہا**	408
	جہاد اور قرآن پاک	411
	ایک نظر اپنے اعمال کی طرف	412
	ایک سبق آموز اور عبرت ناک واقعہ	413
	ہماری ذمہ داری	414
	شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے	415
	جہاد احادیث کی روشنی میں	417
-79	**انا قیم (والقیم الجامع الکامل)۔**	422
-80	**انا امنۃ لا صحابی۔**	425
-81	**انا احب اسامۃ بن زید۔**	433
	حضرت اسامہ بن زید کا ایمان افروز واقعہ	433
-82	**انا اولھا والمھدی و سطھا والمسیح اخرھا۔**	436
❁	**اِصلاحِ احوال**	437
	ہماری حالت کیا ہے؟	438
	خدا سے دوری کا سبب	438
	نفس و شیطان کا علاج	440
	عمر اک دن ہو کہ سو سال گذر جاتی ہے	441
	شکر اور شکوہ	443
-83	**انا اخر الانبیاء و انتم اخر الامم۔**	446

	حضرت خضر علیہ السلام اور بچھو کا واقعہ	448
-84	انا حظکم من الانبیا و انتم حظّی۔	450
-85	انا آکل کما یاکل العبد۔	451
-86	انا امر کم بخمس امرنی اللّٰہ بھنّ......	453
-87	انا ابن الذبیحین۔	455
-88	انا ابو القاسم، اللّٰہ یرزق و انا اقسم۔	458
	تقسیم مصطفےٰ ﷺ کی چند جھلکیاں حدیث کی روشنی میں	460
-89	انا احرّم المدینۃ۔	463
	یعفور گدھے کا واقعہ	466
	اے خنک شہرے کہ دروے دلبر است	469
	لا تشدوا الرحال الیٰ ثلثۃ مساجد۔	472
	مکہ و مدینہ	474
	مثال (میزاب رحمت)	476
	علامہ اقبال اور حاضری مدینہ	478
	حضرت ایوب انصاری ؓ کا حجاج کو جواب	479
	مدینہ میں رحمت ہی رحمت	480
	مکہ اور بکہ کا معنی	481
	مکہ اور مدینہ کی نماز	482
	نبی کا جس جگہ پر آستاں ہے زمین کا اتنا ٹکڑا آسماں ہے	483
	جب پتھر کی مثل پتھر نہیں تو نبی کی مثل بشر کیسے؟	484
	مکہ جلال والا مدینہ جمال والا	486

	مدینہ کی جدائی	488
✿	**بزرگانِ دین وملت اوراحترام مدینہ منورہ**	490
	حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	490
	امام مالک علیہ الرحمۃ	491
	امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ	491
	قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ	492
	حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمۃ	492
	اعلیٰ حضرت امام محمد احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	492
	حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ	496
	اولیاء اللہ اور سگان مدینہ	496
	گنبد خضریٰ	499
	اسمائے مدینہ	500
	مدینہ منورہ احادیث کی روشنی میں	501
	مدنی احادیث	501
	صدقے اس انعام کے	510
	قربان اس اکرام کے	511
90-	**انا اقتلک ان شاء اللہ تعالیٰ۔**	514
91-	**انا اعلمکم بحدود اللہ و اتقاکم۔**	516
	علم نبوت کی وسعتیں	517
	چند احادیث علم مصطفوی کے متعلق	518
	علمی لطیفہ نمبر 1	524

	علمی لطیفہ نمبر 2	524
	سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ	528
	بعض باتیں حضور علیہ السلام نے کیوں نہ بتائیں؟	528
	اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علم میں اضافے کی دعا سکھائی	530
	ایک سوال کے دو جواب	531
	ایک مثال علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر	532
	ایک دلچسپ شیطانی مکالمہ	533
❁	**عقیدۂ اہلِ سنّت اور علمِ غیب**	536
	ایک علمی نکتہ	539
	دین و دنیا کی بھلائی پر ایک ایمان افروز مکالمہ (25 مسائل کا حل)	541
	مشرکین مکہ کی ایک خطرناک سازش اور علمِ نبوت	544
	علمِ نبوت اور علامات الساعۃ (قیامت کی نشانیاں)	548
92-	**انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابہا۔**	551
	اہلِ علم آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں	552
	علماء حق احادیث نبویہ کی روشنی میں	558
	مقام غور و فکر	560
	علماء حق کی قربانیاں	562
	علماء کی ضرورت	563
	علماء حق کا مذاق اڑانے والوں کے لئے لمحۂ فکریہ!	564
	ایک بادشاہ اور ایک عالم ربانی	565
	امام مالک علیہ الرحمۃ اور ہارون الرشید	565

	بزرگانِ دین اور علم شریعت	567
	لطیفہ	570
	حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کا تقویٰ	571
	ایک ایمان افروز حدیث	572
	ایک عظیم نکتہ	573
	ایک ضروری بحث	574
	ائمہ مساجد اپنے آپ کو احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچائیں	589
	علما سے دوری اور نفرت کا نتیجہ	591
	لطائف	593
	علماءِ سوء	599
	دین کا مذاق اڑانا کفار اور مشرکین کا کام ہے	600
	طالب علم کے لئے	601
	اہل علم کے لئے ایک علمی بحث	602
	مذاق (تمسخر) اور مزاح میں فرق	605
	جب اسلام مسلمان کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا تو پھر مسلمان کیوں اسلام کا مذاق اڑاتا ہے؟	607
	کتے کی پسندیدہ خصلتیں	608
	قیامت کے دن! کون کس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا؟	611
	لواء الحمد کیسا ہوگا؟	613
-93	**انا اعرفکم باللہ و اشد کم لہ خشیۃ۔**	616
	معرفت الٰہی	616

	دل کی امیری	619
	علم ومعرفت	620
	خوف خدا	623
	زندگی کا ماحصل	624
94-	**انا من نور الله والخلق كلهم من نورى۔**	626
	چند روایات ملاحظہ ہوں	627
	امام ابن جوزی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	632
	مولوی اشرف علی تھانوی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	634
	تین روایات نور محمدی ﷺ کے بیان میں	635
	حضور علیہ السلام نور ہیں، نظر آتے ہیں مگر کس کو......؟	639
	نور تھے تو کھاتے کیوں تھے؟	639
	نور تھے تو شادی کیوں کی؟	640
	کیا بشر نور نہیں ہوسکتا؟	641
	ایک اہم نکتہ	642
	ایک علمی نکتہ	645
	ایک غلط فہمی کا ازالہ	649
	احادیث در بیان بدعت	654
	بدعت کا لغوی معنی	658
	بدعت کی تعریف	658
	بدعت کی اقسام	658
	اچھی بدعت کی اقسام	661

	1- بدعت واجبہ	661
	2- بدعت مستحبہ	661
	بری بدعت کی اقسام	661
	1- بدعت محرمہ	661
	2- بدعت مکروہہ	662
	بدعت مباحہ	662
	قیام تعظیمی (کسی کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہونا)	667
	ایک اعتراض کا جواب	670
	باادب بیٹھنا	674
95-	**انا اغیر منه والله اغیر منّی۔**	675
	غیرت نبوی	676
	غیرت ایمانی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان	679
96-	**انا بین خیر تین۔**	682
	علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بارے میں سوالات و جوابات	685
97-	**انا امین من فی السّماء یا تینی خبر السماء۔**	698
	گستاخ رسول کو قتل نہ کرنے کی وجوہات	700
	ایک غلط فہمی کا ازالہ	702
98-	**انا وضعت الرّکن بیدی۔**	705
	کعبۃ اللہ	705
	حضور علیہ السلام کی حکمت و بصیرت اور راہنمایان عالم	710
	کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے؟	714

	حکمت و دانائی جہاں سے ملے حاصل کرلو	717
	یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو	718
	حضور علیہ السلام ہی معیار حق ہیں	722
	دین اسلام کسی کا مرہون منت نہیں ہے	724
	تاتاریوں کا قبول اسلام	725
	پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے	726
✿	**چند مسلمان بادشاہ**	730
	اسلام کا دامن رحمت ہی آخری سہارا ہے	738
	وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے	741
	اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لے پھر ساری خدائی تیری ہے	741
	اسلام کی خیر خواہی کی عبادت میں چند مثالیں	744
-99	**انا رعیتها لاهل مكة بالقراريط۔**	746
	قراریط کی تحقیق	747
	انبیاء کرام علیہم السلام کے بکریاں چرانے میں کارفرما حکمت	750
	محنت کی عظمت اور حضور علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ	752
	تعمیر ملت، اصلاح امت، تعمیل سنت اور تکمیل ہدایت و نعمت کیلئے چند مفید باتیں	755
	حکایت	761
	قابل رشک ایمان	761
	ہمارے ایمان کی خامیاں	762
	ایمان کامل کی ایک مثال	763
	ایمان کامل کا ایک معیار	764

کمزور اور ناقص ایمان کے نتائج 764
قبول اسلام کا ایک انقلاب آفرین واقعہ 766
اصلاح احوال کے لئے علم و حکمت کے چند درخشندہ موتی 772
بہترین عمل 772
شکر 772
علم دین 772
جنت کی چابی 773
نفاق 773
بدعت 773
قرآن پر عمل کرنا 773
تکلم نبوی 774
علم وعلماء 774
خیر وشر 744
تعصب 776
شرم وحیاء 777
چار چیزیں چار چیزوں سے ملتی ہیں 778
قبر کے چار پیغامات 778
حضور علیہ السلام کی نماز 779
وفاداری 779
قیامت کے دن انسان کے چار گواہ 779

❁	**توحید ورسالت کی گواہی اور ایک گنہگار**	780
	حضرت ابراہیم اور عزرائیل علیہما السلام	782
	اقسام ہدایت بمعہ امثلہ	782
	گانے سننا منافقت ہے	783
	رحمت حق بہانہ می جوید۔ بہا، نہ می جوید	783
100-	**انا وھو کنا الیٰ غیر ھذا منک احوج یا عمر۔**	785
	زید بن سعنہ کا عجیب ترین واقعۂ قبول اسلام	786
	آخری نبی اور آخری امت کی شان بزبان اشعیاء علیہ السلام	788
	کعب بن لوئی اور شوق دیدار نبی ﷺ	790
❁	**صاحب خلق عظیم نبی ﷺ**	793
	گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں	795
	جود وسخا	795
	تیرے رب کی عطا، رَبُّکَ	798
	حضور ﷺ کی شجاعت وبہادری	801
	حضور ﷺ کی حیا اور چشم پوشی	802
	حسن معاشرت وحسن اخلاق	803
	شفقت ورحمت	805
	وعدہ وفائی اور صلہ رحمی	806
	عاجزی وانکساری	809
	عدل وامانت، عفت وصداقت	811
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف	814

	وقار، خاموشی، نیک بختی	815
	زہد وتقویٰ	817
	خوفِ خدا اور مشقت عبادت	819
	حسن وجمال	822
	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری	826
	عاشقانِ اوز خوباں خوب تر	828
	آپ کا چہرہ کھلا قرآن ہے	831
	کیا حضور علیہ السلام ہم جیسے تھے؟ استغفر اللہ	834
	نکات بہ متعلقہ حسن مصطفےٰ ﷺ	837
	سِرَاجاً مُّنِیْراً	838
	سوالات وجوابات	841
	سراج کے دو معنی	843
	نور مصطفےٰ ﷺ کی مثال	844
	آفتاب نبوت کا فیض	845
	لفظ سِرَاجاً مُّنِیْراً کی مزید وضاحت	846
	فضل وکمال	851
❁	**خاتمۃ الکتاب سراپائے اقدس کے بیان میں**	855
	قد مبارک اور جسم بے سایہ	855
	سرِ انور	860
	موئے مطہر	862
	موئے مبارک کا ایک حسین واقعہ	866

	چہرۂ اقدس	867
	سُرمگیں آنکھیں	872
	یہ شان ہے ان کے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا؟	881
	گوش مبارک	884
	دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان	887
	حضور علیہ السلام درود شریف سنتے ہیں	888
	مردے بھی سنتے ہیں	893
	کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام	897
	اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام	900
	لبہائے مبارکہ	901
	دندان مبارک	904
	دہن مبارک	906
	لعاب دہن شریف	908
	اِنکی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود	914
	وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں	915
	خطابت نبوی کی جلوہ سامانیاں	920
	داڑھی مبارک	927
	ریش خوش معتدل مرہم ریش دل	929
	گردن مبارک	933
	کندھے مبارک	933
	پشت مبارک	935

	مہرِ نبوت	937
	بغل مبارک	939
	دست و بازو	940
	کفِ دست رحمت میں ہے سارا جہاں	942
	دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں	946
	سینۂ اقدس	949
	قلب مبارک	950
	شکم مبارک	951
	زانوئے مقدس اور قدم مبارک	952
	ختنہ اور ناف مبارک	959
	فضلات مبارکہ	959
	پسینہ مبارک	960
	چودہ صدیاں بعد بھی بول و براز کی خوشبو	962
	لباس مبارک	964
	عمامہ شریف	964
	چادر مبارک	965
	قمیص مبارک	966
	جبہ مبارکہ	967
	حالیہ دور کا ایک ایمان افروز واقعہ	968
	تہبند مبارک	969
	لحاف مبارک	70

	چارپائی مبارک	970
	پیالہ مبارک	970
	عصاء مبارک	972
	نعلین مبارک	972
	کبھی عرش پر کبھی فرش پر	973
	نعلین محمد ﷺ کی مٹی کی برکت	974
	صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کامیابی کا راز	975
❀	**صحابۂ کرامؓ اور تبرکاتِ نبویؐ**	977
	ایک کافر کی گواہی	977
	ابو محذورہ کے بال	978
	ابن منکدر کی عقیدت	978
	منبر شریف کا ادب	978
	حضور ﷺ کے نام مبارک کا ادب	979
	حضور علیہ السلام کے تبرکات اور عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ	980
	حضور علیہ السلام سے منسوب ہر چیز قابل تعظیم ہے	981
	کمان مبارک کا ادب	981
	تبرکات کی بے ادبی کی سزا	982
	درود شریف	985
	دعائے صدیق اکبر بدرگاہِ رب اکبر	986
	ماخذ و مراجع	988

* * *

اِنتساب

اپنے والدِ گرامی **محمد حسین بھٹی** ولد **علی محمد** رحمۃ اللہ علیہما کے نام
جن کا وصالِ باکمال کتاب لکھنے کے دوران
یعنی ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲ نومبر ۲۰۰۳ء کو
پیر کی بابرکت رات تقریباً دس بجے میو ہسپتال لاہور میں ہوا۔
اور اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے نام جو نصف صدی قرآنی تعلیمات
کو عام کرتی رہیں اور جن کا انتقالِ پُرملال والد صاحب کی وفات حسرتِ آیات کے
تقریباً آٹھ ماہ بعد ۵ جولائی ۲۰۰۴ء بروز پیر
بوقت گیارہ بجے دن چک کھرل میں ہوا۔
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔
انہی کی دُعاؤں کے صدقے
احقر یہ کتاب لکھنے کے قابل ہوا۔
قارئینِ کرام سے التماس ہے کہ
جو بھی اس کتاب کا مطالعہ فرمائے
میرے والدین ماجدین کی رُوح پُرفتوح کے لیے
دُعا فرما کر مجھ حقیر پر احسان فرمائے۔
اللہ تعالیٰ والدین کریمین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں
اپنے محبوب (علیہ السلام) کے بابرکت قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔
آمین ثم آمین ، بجاہِ النبی الکریم الامین

؎ ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بنگاہِ رحمت

سُلطانُ العارفین، بُرھانُ الواصلین، حُجۃُ الکاملین، قُدوۃ السّالکین،
زبدۃُ العارفین، سُلطانُ الفقراء، حضرت سخی
سُلطان باہُو۔ فنا فی عین ذاتِ یاھُو
قَدَّسَ اللہُ سِرَّہٗ

اللہ بس ما سوی اللہ ہوس
ایں قالِ من، بر حالِ من

؎ نام فقیر تنہاں دا باہُو قبر جنہاں دی جیوے ہُو

◎

بفیضانِ کرم

قطبُ العالَم، مُرشدِ یگانہ، فنا فی اللہ
حضرت حافظ **سُلطان غلام باھُو** رحمۃ اللہ علیہ
جمعہ شریف۔ ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد)

مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

تقریظِ جلیل

شرفِ ملت، محسن اہل سنت، رومیٔ وقت، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا

محمد عبدالحکیم شرف قادری

دامت فیوضہ القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب سے بڑی ہستی اور سب سے زیادہ محبوب ذات اللہ کریم جل مجدہ کی ہے، اذان، تکبیر اور نماز میں کتنی بار ہم کہتے ہیں **اللہ اکبر** اللہ سب سے بڑا ہے، لیکن ہم اس کی کبریائی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اسے مستحضر نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قل ای شیئی اکبر شہادۃ** گواہی میں کون سب سے بڑا ہے؟ پھر خود ہی فرماتا ہے: **قل اللہ شہید بینی و بینکم** آپ فرما دیجئے کہ اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان۔ کہیں ارشاد فرماتا ہے: **والذین آمنوا اشد حبا للہ** اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے عظیم ہستی اور محبوب ترین شخصیت حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ محبت کا فطری تقاضا یہ ہے کہ محبوب کا عزت وتکریم کے ساتھ کثرت سے ذکر کیا جائے اور محبوب کی اطاعت کی جائے۔ قابل صد رشک ہیں وہ لوگ جن کے شب و روز قرآن وحدیث پڑھنے اور ان کے احکام پر عمل کرنے میں صرف ہوتے ہیں۔

فاضل نوجوان مولانا علامہ قاری غلام حسن زید مجدہ مدرس ومفتی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور، امام وخطیب جامع مسجد مولانا روحی اندرونی بھاٹی گیٹ لاہور ان جواں سال فضلاء میں سے ہیں جن کی تلاوت، گفتگو، نشست و برخاست اور مہمان نوازی سے اسلاف کی

مہک آتی ہے، انہوں نے نبی اکرم شفیع محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت، رفعت و منزلت پر دلالت کرنے والی وہ احادیث جمع کر دی ہیں جو کلمۂ ''انا'' سے شروع ہوتی ہیں، ایسے جملوں کی تعداد سو ہے عام ازیں کہ وہ مستقل حدیث ہوں یا حدیث کا حصہ ہوں۔

گویا یہ نثر میں ''نعتِ نبی'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بہترین انتخاب ہے، یہ وہ نعت ہے جو زبانِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوئی، علامہ غلام حسن نے احادیث کی روشنی میں عقائد، مسائل اور اخلاق بھی بیان کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۲۔ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۵ھ

۹۔ اگست ۲۰۰۴ء

* * *

امان یا فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تقریظِ جمیل

از قلم حقیقت رقم: پاسبانِ مسلکِ رضا، نباضِ قوم، نائب محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا الحاج

ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

دامت برکاتہ العالیہ

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ وخطیب مرکزی جامع مسجد زینۃ المساجد، گوجرانوالہ

مولانا علامہ حافظ قاری مفتی غلام حسن صاحب مدظلہ، کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی بڑی صفات سے متصف فرمایا ہوا ہے۔ جب کہ انہوں نے کتاب ہذا تصنیف فرما کر ایک اور بہت بڑی سعادت حاصل فرمائی ہے۔

''شانِ مصطفےٰ بزبانِ مصطفےٰ''

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

سبحان اللہ! کتاب کیا ہے۔ ایک ایمان افروز، روح پرور، معلومات افزا، شان رسالت وعظمتِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سدا بہار مہکتا ہوا گلستان ہے۔ اور اہل عشق ومحبت، عوام وخواص کے لئے ایک دائمی، تاریخی، علمی وایمانی روحانی ذخیرہ وسرمایہ ہے۔ اور کتاب کا نام بھی کیا علمی وتحقیقی منتخب فرمایا ہے۔

''شانِ مصطفےٰ بزبانِ مصطفےٰ''

ورنہ بعض کم علم وکم فہم لوگوں نے اپنی بعض کتب کا نام

"شانِ مصطفےٰ بزبانِ خدا"

رکھا اور شائع کیا ہے — اور اتنا بھی نہیں سمجھا — کہ خدا تعالیٰ جسم و زبان وغیرہ اعضاء سے پاک ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔

فقیر اس عظیم کتاب کی اشاعت پر حضرت مصنف مدظلہ اور تمام اہل محبت اہل سنت کو صدہا مبارکباد پیش کرتا ہے۔

المخلص: ابوداؤد محمد صادق

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

۱۳۔اگست ۲۰۰۴ء

* * *

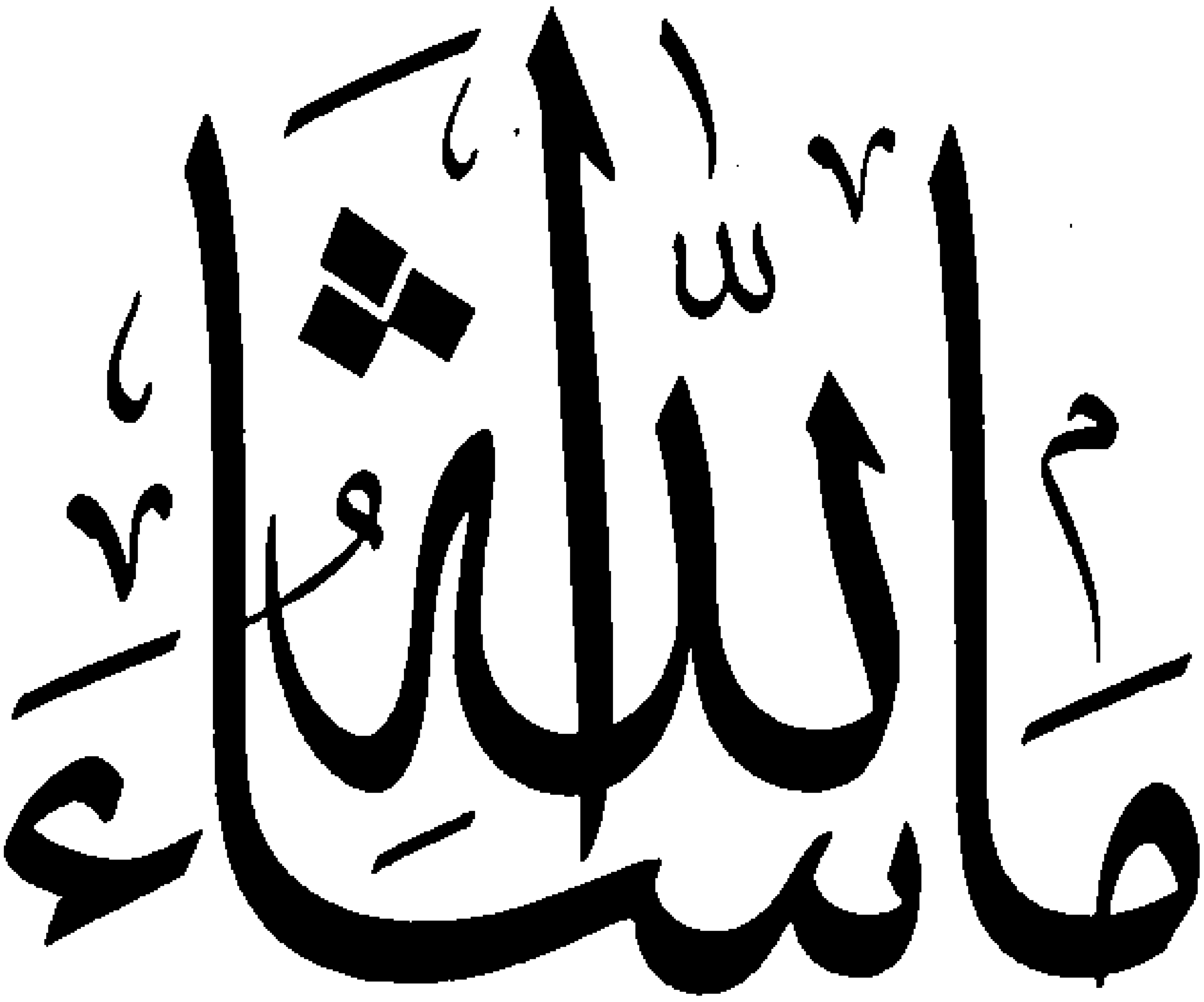

تقریظِ حسین

از رشحات قلم فقیہہ دوراں، محقق العصر استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا

مفتی عبدالقیوم خاں

مدظلہ العالی، مفتی اعظم منہاج القرآن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسّلمًا.

فاضل جلیل، عزیزم محترم علامہ حافظ قاری مُقری، مفتی غلام حسن قادری عم فیوضہٗ ان معدودے چند فضلائے کرام میں سے ایک ہیں، جن پر علم وتقویٰ کو ناز ہے اللہ پاک نے حسین و جمیل شخصی وجاہت کے ساتھ ساتھ، علم قرآن وسنت، فنِ کتابت وخطابت، فن تجوید وقراۃ، وسعتِ قلب ونظر، جُود وسخاء، مہمان نوازی، حسن اخلاق، قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت، جہد مسلسل، درس وتدریس میں مہارت، جذب وشوق، درد وسوز، ہر ایک سے خیر خواہی کے جذبات رکھنے، حسد، کینہ، نخوت وتکبر سے پاک، نفع رسانی کے جذبہ سے سرشار، فہم وفراست سے مالا مال، تواضع ومنکسر المزاجی سے متصف، اور بہت سی خوبیوں سے اس نوجوان فاضل کو مزین فرمایا ہے۔

درس وتدریس، افتاء، افہام وتفہیم، وعظ وتلقین، کتابت، خطابت وارشاد اور دیگر مصروفیات کو نبھانے کے ساتھ ساتھ تحریری کام بھی بڑی محنت سے کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت یہ عظیم وضخیم کتاب ہے، جس میں عام وخاص سبھی کے لیے کارآمد مسائل ومباحث کو آسان وشستہ

زبان میں بیان کیا گیا ہے، جس سے ان شاء اللہ کم اور زیادہ علم رکھنے والا ہر شخص مستفید ہوگا۔ عربی عنوانات کے ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا جائے تو افادیت میں اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کے علم وعمل میں برکت دے۔ صحت وسکون کے ساتھ زندگی بسر کریں اور دین وملت کی یونہی تادیر خدمات انجام دیتے رہیں، آمین۔

ایں دعا از من، و از جملہ جہاں آمین باد۔

ناکارۂ خلائق: عبدالقیوم خاں، جامعہ المنہاج، لاہور۔

۲۴ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ء

۱۱۔ اگست ۲۰۰۴ء

* * *

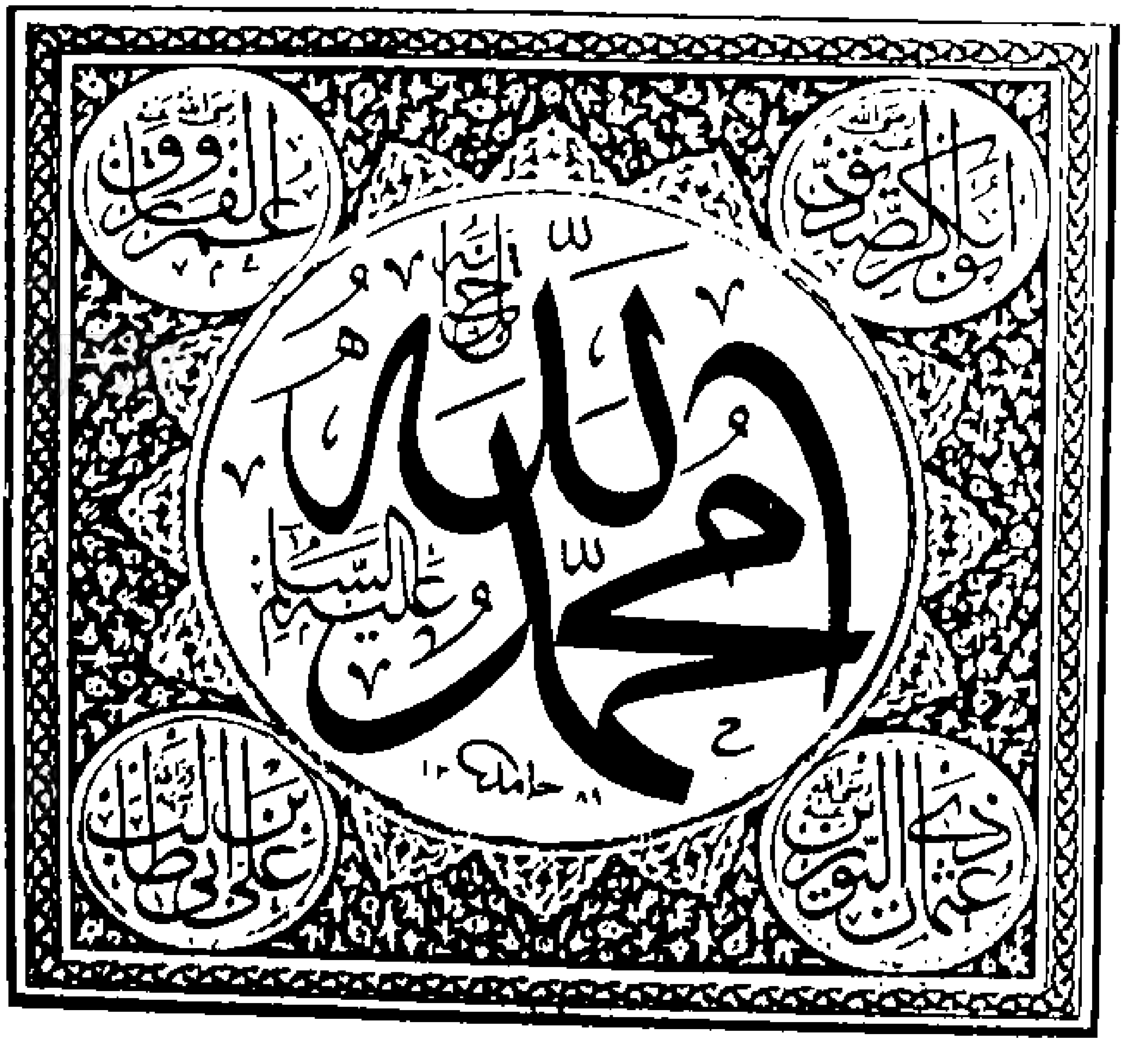
محمد رسول اللہ
علیہ السلام
ابوبکر الصدیق
عمر الفاروق
عثمان ذوالنورین
علی بن ابی طالب

تقریظِ متین

خطیبِ زماں، مقبول جہاں، مفسرِ قرآں حضرت صاحبزادہ پیر

سید شبیر حسین شاہ حسینی

عم فیوضہٗ حافظ آبادی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف، مرکزی امیر مجلس تاجدارِ ختم نبوت پاکستان، مہتمم جامعہ تبلیغ الاسلام، خطیب مرکزی جامع مسجد الفاروق۔ حافظ آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ" میری نظر سے گزری اگرچہ وقت کی کمی کے باعث لفظ بلفظ تو نہیں پڑھ سکا مگر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ مولانا غلام حسن قادری صاحب کی یہ ایک اچھی کوشش ہے جو اُن کی عقیدہ میں پختگی، محنت، اخلاص اور سب سے بڑھ کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی وہ سوچ ہے جو اِس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ ایسے دورِ قحط الرّجال میں ایسے لوگ مسلک کے لیے قیمتی اثاثہ اور امید کی کرن ہیں اور یہ یقین بڑھ جاتا ہے کہ مسلک اہل سنت جس کا اثاثہ یہی تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے، کی شمع اللہ کے فضل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے ہمیشہ روشن رہے گی اور ایسے عالمِ دین یقیناً لائق صد احترام ہیں جن کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ مقدس ہے۔ مجھے خاص طور پر اس لیے بھی مولانا پر ناز ہے کہ یہ میرے ہی علاقے کے رہنے والے ہیں۔

اِس کتاب میں جہاں دعوت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہاں موجودہ دور کی بدعقیدگی اور فتنوں سے آگاہی کے ساتھ اخلاقی تربیت کے حوالے سے بھی کافی رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان کے علم، عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔
آمین!

صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ
حافظ آباد
۱۔ رجب ۱۴۲۵ھ
۱۸۔ اگست ۲۰۰۴ء

* * *

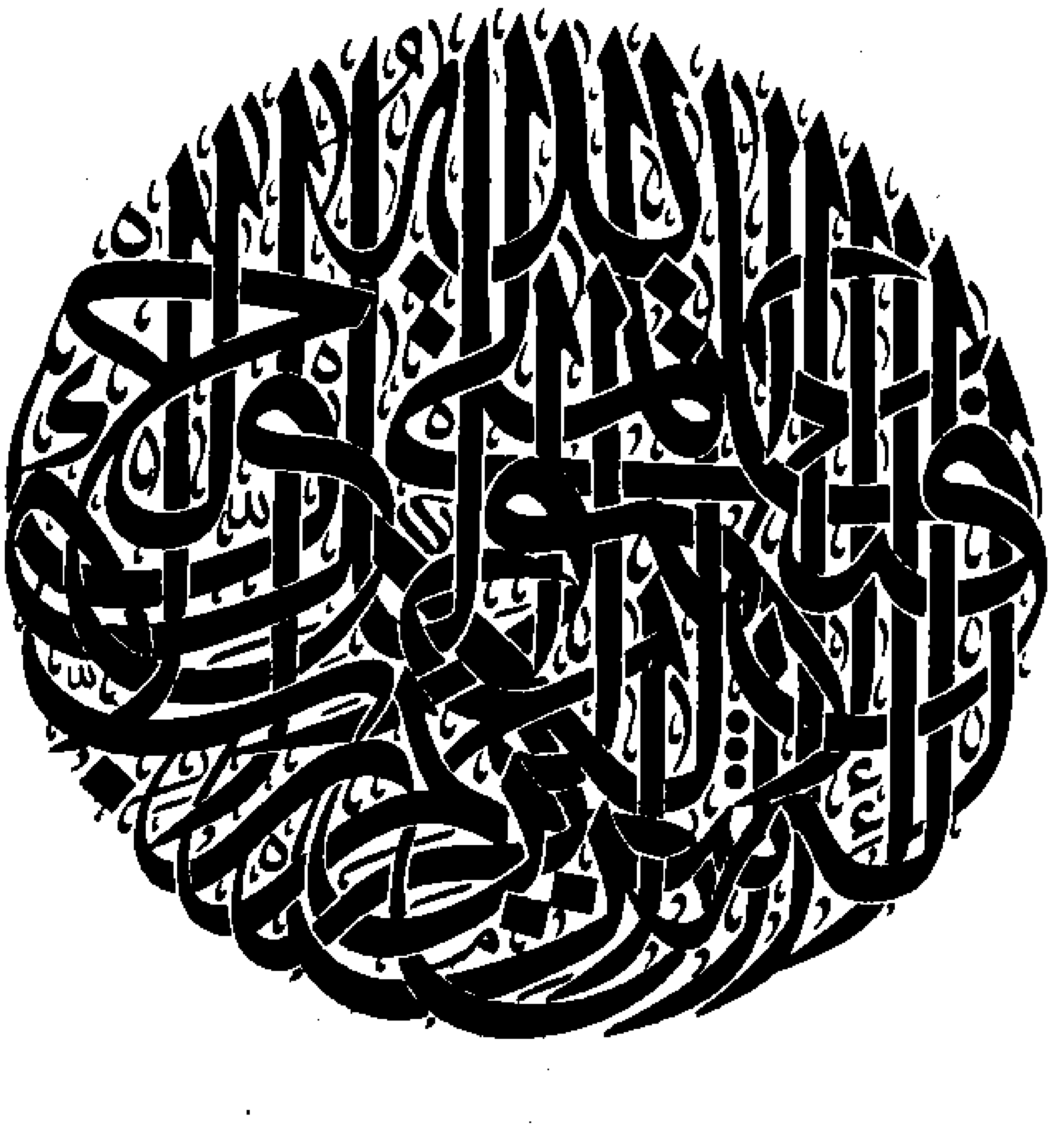

تقریظِ عظیم

محترم المقام، واجب الاحترام پروفیسر

محمد اکرام قادری، رضوی، اشرفی، برکاتی

سابق صدر شعبہ زوالوجی اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور۔

ادارہ قاضی پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان۔ امریکہ

الصلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یاحبیب اللہ

کتاب مستطاب ''شان مصطفیٰ ﷺ بزبان مصطفیٰ ﷺ'' مولانا غلام حسن قادری صاحب کی عظیم کاوش ہے اگرچہ موصوف میرے لیے ویسے ہی قابل صد احترام ہیں کیوں کہ میرے مرشد و مربی مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری علیہ الرحمۃ کے ادارے میں آپ ہی کی جگہ فریضۂ تدریس سرانجام دے رہے ہیں، موصوف کو بھی میری طرح سارا فیض قبلہ سید صاحب کے قدموں سے حاصل ہوا ہے، انہوں نے درس نظامی کا نصاب از اوّل تا آخر دارالعلوم حزب الاحتاف سے ہی مکمل کیا ہے ازاں بعد عرصہ تقریباً بیس سال سے اہل سنت کے اس عظیم مرکزِ طریقت و شریعت میں مصروف کار ہیں۔

زیرِ نظر کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اگرچہ فضائل کی کتاب ہے تاہم مصنف نے اس میں دیگر بیسیوں ضمنی موضوعات پہ بھی قلم اُٹھایا ہے اور ماشاء اللہ خوب لکھا ہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

الغرض یہ کتاب اہل علم حضرات کے لئے عظیم سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے لئے اس میں عقائد و نظریات کی پختگی کا کافی سامان موجود ہے بالخصوص مقررین اور طلباء کے

لئے مذہبی موضوعات پہ تقاریر کرنے کے سلسلہ میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے مفید بنائے اور مصنف محترم کی اس کوشش کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔ امین

ثم امین بحرمة سید المرسلین علیه و علیٰ اله و اصحابه افضل الصلوة و التسلیم.

پروفیسر محمد اکرام قادری

۲۰۔ جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

۷۔ اگست ۲۰۰۴ء

* * *

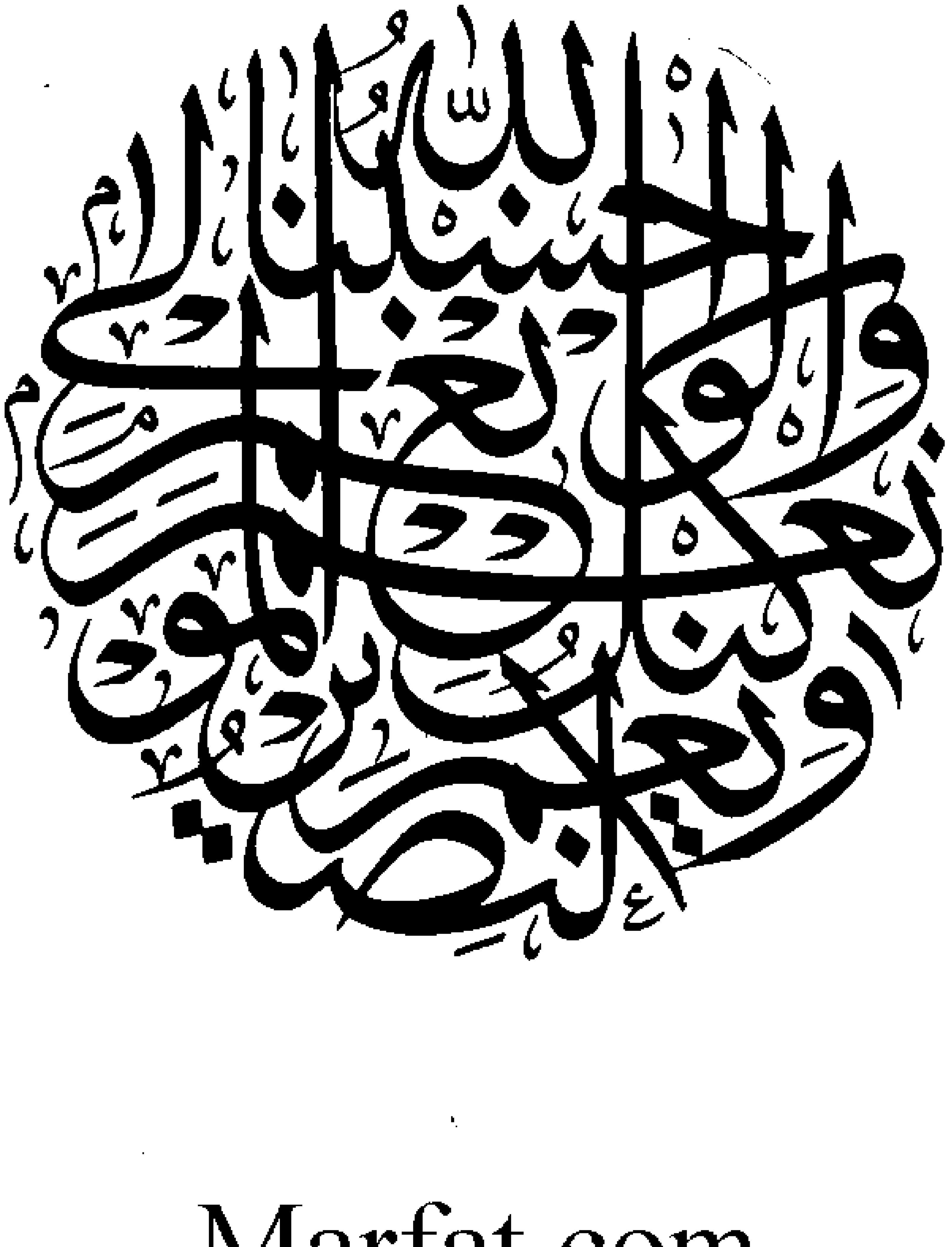

اظہارِ تشکّر

اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں بہت سارے احباب نے کسی نہ کسی انداز میں اپنی محبتوں سے نوازا، ان سب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ بالخصوص شیخ الحدیث محسنِ اہل سنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب دام ظلہ، پاسبانِ مسلک رضا الحاج مولانا ابو داؤد محمد صادق رضوی صاحب دامت برکاتہٗ، مفتی اعظم منہاج القرآن استاذی المکرم مفتی عبدالقیوم خان صاحب مد اللہ ظلہ العالیٰ، مقبول عرب وعجم، خطیب بے بدل صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی مدظلہ العالیٰ ما دامت الایام واللیالی اور پیکرِ خلوص وشرافت محترم المقام واجب الاحترام پروفیسر محمد اکرام قادری رضوی برکاتی صدیقی صاحب کا کہ جنھوں نے بڑی محبت کے ساتھ تقاریظ لکھ کر اس حقیر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

استاذ الخطاطین مجسمۂ اخلاص ومحبت بین الاقوامی ایوارڈ یافتہ جناب محمد علی زاہد صاحب نے بڑا ہی خوبصورت ٹائیٹل اور پشتہ لکھ کر میری پشت پناہی فرمائی۔ پیکرِ شرافت محترم محمد ریاض صاحب، مخلص ومہربان حافظ محمد اصغر القادری صاحب، عزت مآب محمد ارشد سلیم قادری صاحب (سیالکوٹ) اور معلّٰی القاب جناب محمد شریف صابری صاحب ارباب علم وفن اور فکر ودانش کا ممنونِ احساس ہوں کہ ان تمام احباب نے خطاطی کے حوالے سے میرے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا۔ اور زائر مکہ ومدینہ اخی فی الاسلام جناب حافظ محمد زبیر مجددی صاحب (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) نے میرے حالات زندگی کسی حد تک مبالغے کے ساتھ لکھے اور مجھ پر احسان فرمایا (فجزاھمُ اللہ احسن الجزاء الیٰ یوم الجزاء)۔

ٹائیٹل کی ڈیزائننگ کے سلسلہ میں محترم محمد نعیم صاحب نے خوب محنت فرمائی اللہ تعالیٰ

ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مندرجہ ذیل حضرات کا تہہِ دل سے مشکور ہوں کہ انھوں نے آغازِ کتاب سے لے کر اختتام کتاب تک مسلسل میری حوصلہ افزائی کا سلسلہ جاری رکھا۔

استاذی المکرم مفسر قرآن حضرت قاری محمد طیب صاحب نقشبندی (لندن) استاذ المدرسین مولانا حافظ محمد یعقوب نقشبندی (لاہور)' استاذ الاساتذہ مصنف کتب کثیرہ علامہ محبت علی قادری صاحب (مدرس جامعہ حنفیہ قصور)، استاذ العلماء علامہ محمد شریف سعیدی صاحب (صدر مدرس حزب الاحناف' لاہور)، صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی صاحب (جگر گوشۂ شارح بخاری و ناظم اعلیٰ حزب الاحناف' لاہور)، صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی صاحب (جگر گوشۂ مفتی اعظم پاکستان)، مناظر اسلام علامہ قاری محمد یوسف سیالوی صاحب (شیخوپورہ)، علامہ صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ نقشبندی صاحب (جامعہ رسولیہ شیرازیہ' لاہور)، علامہ صاحبزادہ اشفاق المصطفیٰ صاحب (لنڈا بازار' لاہور)، مولانا صاحبزادہ محمد وجہ اللہ قادری صاحب (شیخوپورہ) صاحبزادہ محمد فیض رسول قادری صاحب (شیخوپورہ)، پروفیسر محمد یار سیالوی صاحب (شیخوپورہ)، زینت القراء قاری خدا بخش بصری صاحب، (لاہور) برادرِ اصغر الحاج قاری اصغر نورانی صاحب (لاہور)' علامہ مولانا قاری غلام مرتضیٰ نقشبندی صاحب (لاہور)، مولانا عابد عمران صاحب (متعلم بھیرہ شریف)، حافظ قاری اعجاز حسین صاحب (لاہور)' قاری حافظ محمد ریاض فریدی صاحب (متعلم جامعہ ہجویریہ)، جناب قاری محمد ریاض فاروقی سیوطی صاحب، مولانا محمد اقبال حجروی صاحب، محترم قاری عبدالرزاق نقشبندی صاحب (حافظ آباد)، حضرت قاری محمد جمال الخیری صاحب (مدرس حزب الاحناف' لاہور)، قاری محمد عظیم جان صاحب، قاری محمد فاروق عباسی صاحب (لاہور)، مولانا شباب القادری صاحب (لندن)، محترم ابو محمد خلیفہ محمد انجم سعید بیگ صاحب (لاہور)، عزیز القدر رانا ساجد محمود قادری (بسطامی پریس' لاہور)، محترم شیخ تجمل حسین صاحب' عزیزم قاری عاشق حسین نقشبندی صاحب (سکھیکی)، مولانا محمد افضل صاحب (منڈی سکھیکی)، اور اپنے استاذ بھائی اور ہم سبق دوستوں میں سے حضرت مفتی سعادت علی قادری صاحب (ناظم اعلیٰ جامعہ حنفیہ قصور)، حضرت مفتی محمد نعیم اختر نقشبندی صاحب (کاموکے)، مولانا مسعود احمد رضا صاحب (چھانگا مانگا)، حضرت سید نور الحسن گیلانی صاحب اور اپنے برخوردار حافظ محمد رضاء الحسن قادری، متعنا اللہ بطول حیاتھم۔ اللہ تعالیٰ

ان تمام حضرات کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ادھوری رہ جائے گی، اور انتہائی ناشکری ہوگی کہ اس میں "مشتاق بک کارنر" کا ذکرِ خیر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ دینوی واخروی انعامات سے نوازے محترم مشتاق بٹ صاحب کو جنھوں نے میری خواہش کے مطابق کتاب کی اشاعت فرما کر میری کاوش کی قدر فرمائی۔ اور بڑی زیادتی ہوگی اگر کتاب کی کمپوزنگ کرنے والے محمد بابر صاحب (گل گرافکس کمپوزنگ سنٹر' اردو بازار' لاہور) کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ جنھوں نے بڑی جاں فشانی اور محنت سے کتاب کو کمپوز کیا۔ بلاشبہ وہ قابلِ صد مبارک باد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب۔ کے اس نذرانہ محبت کو اپنے محبوب علیہ السلام کی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

بجاہ حبیبہ الکریم الامین صلی اللہ علیہ و علیٰ اصحابہ الراشدین و الہ الطاھرین و ازوجہ المطھرات امھات المؤمنبن و علی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ و سائر امتہ اجمعین اِلیٰ یوم الدین. یا رب العالمین۔

غلام حسن قادری

* * *

نعتِ نبیؐ ہے نُور کا دریا، حرف و بیاں ہے جگمگ جگمگ
خلوتِ دل ہے مہکی مہکی، قریۂ جاں ہے جگمگ جگمگ

چشمِ تصور کے میں صدقے، دل اُجیارے مہجوروں کے
نُور کی چوکھٹ، نُور کی جالی، سارا سماں ہے جگمگ جگمگ

صلِّ علیٰ ہے نُور کا دھارا، جِس پر مدارِ زیست ہے سارا
نظمِ فلک ہے جگمگ جگمگ، نظمِ جہاں ہے جگمگ جگمگ

ماتھے پر وہ دُھول سجا لو، شمس و قمر سے آنکھ مِلا لو
اُن کی گلی تو اُن کی گلی ہے خاک جہاں ہے جگمگ جگمگ

آئے آئے شافعِ محشر نائبِ داور، ساقیٔ کوثر
دیکھو دیکھو نجمِ نصیبِ خُشک لباں ہے جگمگ جگمگ

نظرِ کرم نے اُن کی اُتارے نطق پہ میرے نعت کے تارے
اُن کی نظر ہے اُن کا کرم ہے حُسنِ زباں ہے جگمگ جگمگ

اسرار اعظمی

۱۲۔ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

کتبہ محمد علی زاہد، لاہور

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا۔

مختصر حالات زندگی مصنفِ کتاب

رب ذوالجلال والاکرام کا کروڑہا شکر ہے کہ جس نے کائنات کی تخلیق فرمائی۔ اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ کرم بالائے کرم کہ انسان کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیاء ورسل مبعوث فرمائے جو اپنے اپنے وقت پر ایک مخصوص علاقے میں توحید ورسالت کا پرچار فرما کر لوگوں کو دعوت اسلام دے کر، ضلالت و گمراہی سے نکال کر ایمان کی دولت سے سرفراز فرماتے رہے۔ انبیاء ورسل کا سلسلہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہو کر حضور آقائے نامدار، مدنی تاجدار، حبیب کردگار، نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ جیسا کہ قرآن وحدیث سے اس کا واضح ثبوت مل جاتا ہے۔ "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" اور "وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین" اس پر شاہد ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آخری نبی ہیں۔

آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا کہ جس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔ لیکن جب سورہ رعد کے ان جملوں پر نظر پڑتی ہے کہ "لکل قوم ھاد" کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں تو رب کا یہ کہنا کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے اس کا کیا مطلب؟ تو اس کے دو جواب ہیں وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی قیامت تک بنی نوع انسان کے لئے ہادی بن کر تشریف لائے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ کہ حضور کا فرمان عالی شان ہے کہ "العلماء ورثۃ الانبیاء" کہ علمائے کرام ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

تو یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فیضان اور عطا ہے۔ فی الحقیقت علماء ہی انبیائے

کرام کے وارث ہوتے ہیں۔

اور اگر علمائے کرام کے کارہائے نمایاں کا بنظرِ غور مطالعہ کیا جائے تو خدا کی قسم ان کے کارہائے نمایاں کو آب زر سے لکھنے کو جی چاہتا ہے کہ اس قدر محنت شاقہ کے بعد رب کائنات ان کو اس مقام پر فائز فرماتے ہیں کہ لوگ ان سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

ان ہی نفوس قدسیہ میں مصنف کتاب ہذا عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسن قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی حیات مقدسہ کے چیدہ چیدہ احوال قارئین کرام کی ضرورت عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ولادت:۔

آپ تین اکتوبر انیس سو باسٹھ (1962ء) کو میاں محمد حسین ابن میاں علی محمد بھٹی رحمہما اللہ کے ہاں چک کھرل ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے بچپن ہی سے آپ کے چہرے پر سعادت مندی و خوش بختی کے آثار نمایاں تھے۔

ابتدائی تعلیم:۔

آپ کی والدہ ماجدہ چونکہ عرصہ پچاس (50) برس سے اپنے گاؤں چک کھرل کے ساتھ ساتھ قریبی دیہات کے طلبہ و طالبات کو قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی خدمت سر انجام فرما رہی تھیں اس لئے ناظرہ قرآن کریم ختم کرنے کی سعادت اپنی والدہ ماجدہ سے ہی حاصل کی۔ اللہ کریم آپ کی والدہ محترمہ کی بخشش و مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پھر پرائمری تک تعلیم بھی اپنے گاؤں چک کھرل کے پرائمری سکول میں ہی حاصل کی جب کہ چھٹی کلاس میں داخلے کے لئے ہیڈ قادر آباد کے قریب قصبہ سوئیاں والا کے ہائی سکول میں رجوع کیا۔ چھٹی اور ساتویں تک اسی سکول میں تعلیم حاصل کرتے رہے سکول چونکہ گھر سے بہت دور تھا اور پھر سفر بھی سائیکل پر کرنا پڑتا تو موسم کی شدت وحدت کے سبب آپ کو بخار کا عارضہ لاحق ہو گیا جس کے باعث آپ کو سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ صحت یابی کے بعد کچھ عرصہ اپنے والد گرامی کے ساتھ دکان داری کرتے رہے پھر سلسلہ تعلیم شروع کیا۔

حفظ القرآن:

قرآن کریم حفظ کرنے کا شوق بھی مچل رہا تھا اپنے گاؤں چک کھرل میں ہی حفظ قرآن شروع کر دیا ابھی آپ نے ڈیڑھ پارہ ہی حفظ کیا کہ ایک مخلص عزیز کے مشورہ پر یکم رمضان المبارک (1977ء) کو تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران جامعہ حنفیہ رضویہ غلہ منڈی شیخوپورہ میں داخل ہو گئے۔ اس قدر ذوق وشوق کا مظاہرہ فرمایا کہ ڈیڑھ سال میں قرآنِ کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ پھر اُسی سال نماز تراویح میں مکمل قرآن کریم سنا دیا۔ الحمدللہ آج تک آپ نماز تراویح میں بائیس (22) مرتبہ قرآن کریم سنانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو متعدد بار نماز تراویح میں آپ سے قرآن کریم سماعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ انتہائی عمدہ انداز میں تلاوت کلام اللہ فرماتے ہیں۔

جامعہ حنفیہ رضویہ غلہ منڈی شیخوپورہ اور چک کھرل کے جن اساتذہ سے آپ نے قرآن کریم کی دولت حاصل کی ہے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حافظ بشیر احمد صاحب۔ قاری امانت علی صاحب۔

قاری محمد بنیامین صاحب۔ قاری سعید الرحمٰن صاحب۔

حافظ فتح محمد صاحب مرحوم۔ اور حافظ محمد اکرم صاحب۔

جب کہ جامعہ حنفیہ رضویہ کے مہتمم اور ناظم حضرت مولانا غلام رسول قادری سروری المعروف فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ **فجزاھم اللہ خیر الجزاء** آمین۔

درسِ نظامی:-

جس دن حضرت قبلہ سید ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا سالانہ عرس مبارک تھا اسی دن حضرت فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ نے مہربانی فرماتے ہوئے بذات خود ساتھ آکر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ کی کلاس میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ سات سال میں درس نظامی کا مکمل کورس دار العلوم حزب الاحناف میں ہی کیا اور سند فراغت حاصل کی جن اساتذہ کرام سے آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مہر دین رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حزب الاحناف۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی مدظلہ العالی شیخ الحدیث منہاج القرآن لاہور۔

حضرت علامہ حافظ محمد یعقوب نقشبندی اور حضرت مفتی احمد دین توگیروی۔

علوم وفنون کی جو کتب رہ گئیں وہ بعد نماز ظہر جامعہ جماعتیہ پاپڑ منڈی میں حضرت مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی صاحب سے پڑھیں۔

امامت وخطابت:۔

آپ انیس سو بیاسی (**1982**ء) سے تا حال اندرون بھاٹی گیٹ جامع مسجد مولانا روحی رحمۃ اللہ علیہ میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام فرما رہے ہیں اور اسی دوران ہی دورہ تفسیر القرآن مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سعادت حرمین شریفین:

آپ شب وروز حرمین شریفین کی حاضری کے لئے ماہی بے آب کی طرح بے تاب رہا کرتے تھے بالآخر ستارۂ قسمت طلوع ہوا۔ بیت اللہ شریف اور دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور عمرہ کی سعادت بھی آپ کو (**1989**ء) میں حاصل ہوگئی۔

خوش نویسی:۔

زمانہ قدیم میں علمائے کرام جہاں دیگر علوم وفنون میں کمال اور مہارت حاصل کرتے وہاں علم طب اور علم خطاطی بھی ضرور حاصل کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان ہی نفوس قدسیہ کے قلمی نسخے لے کر کتب کو نیا انداز دیا جا رہا ہے۔

علمائے قدیم کی اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے بھی علم خطاطی سیکھا۔ امام الخطاطین حضرت صوفی عبدالمجید پرویں رقم (جو پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے) آپ کے شاگرد رشید استاذ الخطاطین حضرت الحاج محمد اعظم منور رقم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے خط نستعلیق میں مہارت اور کمال حاصل کیا۔ خط کوفی میں مفردات سے لے کر بیل وغیرہ تک محترم جناب استاد غلام رسول صاحب سے مہارت اور کمال حاصل کیا۔

خط نسخ۔ ثلث۔ اجازہ۔ رقعہ۔ دیوانی اور طغریٰ میں زینت الخطاطین حضرت صوفی خورشید عالم خورشید رقم رحمۃ اللہ علیہ سے عرصہ دو سال میں کمال حاصل کیا۔ اور خطوط میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لئے بالخصوص خطِ ثلث میں مہارت حاصل کرنے کے لئے آج کل آپ مایہ ناز خطاط محترم جناب محمد علی زاہد صاحب سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ماشاء اللہ حضرت مفتی غلام حسن قادری صاحب کا خط اتنا مضبوط ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے راقم الحروف کا نام خط نستعلیق اور خط طغریٰ میں تحریر فرمایا جس کو دیکھ کر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ محمد اشرف مجددی (مہتمم مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ) جو خود بھی کاتب ہیں اور کتابت کیا کرتے تھے، وہ فرمانے لگے بہت عمدہ اور مضبوط لکھا ہے یہ کس نے لکھا؟ فقیر نے مصنف ساب ہذا کا تعارف کرایا۔ تو بے حد خوش ہوئے۔

تجوید و قرأت:۔

بچپن ہی سے آپ کے دل میں قرآن کریم تجوید و قرأت کے عین مطابق پڑھنے کی آرزو مچل رہی تھی اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے آپ کو جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں داخلہ لینے کی سعادت ملی۔ جہاں استاد القراء محترم جناب قاری محمد طیب صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا موقع میسر آیا قبلہ قاری محمد طیب صاحب سے آپ نے روایت حفص مکمل پڑھی اور سبعہ میں مشہور و معروف کتاب شاطبیہ کا مکمل درس لے کر اس فن میں بھی کمال حاصل کیا۔ پھر تو آپ کی تلاوت کلام اللہ کا انداز ہی کچھ اور تھا بس یہی جی چاہتا ہے کہ آپ تلاوت کلام اللہ فرماتے جائیں اور سامعین سماعت کرتے جائیں۔ لاہور کی مشہور و معروف شخصیت عمدۃ المحققین، استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نماز مغرب اور کبھی نماز عشاء فقط اس لئے مولانا مفتی غلام حسن قادری کی اقتداء میں پڑھنے آتا ہوں کہ آپ کی تلاوت کلام اللہ کا انداز بڑا دلکش ہوتا ہے۔ سامع کو ایک کیف اور سرور حاصل ہوتا ہے جب کہ آپ کے پیر و مرشد قطب وقت حضرت حافظ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے مولوی صاحب آپ سے قرآن سنتا ہوں تو بڑی خوشی ہوتی ہے اس لئے کہ

حرمین شریفین کا منظر سامنے آجاتا ہے کیوں کہ آپ اسی انداز میں تلاوت کرتے ہو۔

(اسی طرح کے خیالات کا اظہار ایک مرتبہ آپ کے استاذ محترم خطاط الملک صوفی خورشید عالم خورشید محمور سدیدی علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا)

مزید تعلیم:-

آپ نے **1987**ء میں مسلم ماڈل ہائی سکول اُردو بازار لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا چونکہ تنظیم المدارس میں حزب الاحناف شامل نہیں تھا اس لئے تنظیم المدارس کا امتحان اپنی مدد آپ کے تحت جامعہ نعیمیہ کی طرف سے دیا۔ امتحان دینے والے چار ساتھی تھے۔ جن میں تین تو ناکام ہو گئے جب کہ مصنف کتاب ہذا اللہ کے فضل وکرم سے کامیاب ہو کر سند فراغت حاصل کر گئے۔

تدریسی خدمات:-

1987ء میں ہی مرکزی دار العلوم حزب الاحناف میں تدریس کا آغاز کیا جو تا حال جاری ہے۔ دورانِ تدریس موقوف علیہ تک کی کتابیں متعدد بار پڑھانے کا آپ کا اتفاق ہوا۔ درسی کتب کے ساتھ ساتھ شعبہ تجوید وقرأت بھی آپ کے ذمہ ہے یعنی تجوید کی کلاس بھی آپ ہی لیتے ہیں۔

درس قرآن وحدیث:-

جامع مسجد مولانا روحی رحمۃ اللہ علیہ میں ربیع الاول (**1983**ء) میں آپ نے بعد نماز فجر درس قرآن کا سلسلہ شروع فرمادیا جب کہ جون (**1987**ء) میں آپ نے درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

جمعہ، ہفتہ اور رمضان المبارک کے علاوہ بلاناغہ ایک دن درس قرآن اور ایک دن درس حدیث آپ ہی دیتے ہیں۔

درس حدیث کے لئے آپ نے مشکوۃ المصابیح کا انتخاب فرمایا۔

تقریبا ایک سال میں ایک ہی پارہ قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے۔ اب چھبیسواں **(26)** پارہ چل رہا ہے اور مشکوۃ شریف کا باب الاستیذان چل رہا ہے دعا ہے کہ اللہ کریم قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کو اس اہم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

فتویٰ نویسی:-

(1995ء) سے مرکزی دار العلوم حزب الاحناف میں دار الافتاء کی تمام تر ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔ (1995ء) سے تاحال ہزاروں سوالات اندرون اور بیرون ممالک سے آتے ہیں جن کے شافی ووافی جوابات آپ دیتے ہیں۔

بیعت:-

علم چونکہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک علم سفینہ اور ایک علم سینہ۔ علم سفینہ تو آپ نے مدارس میں اساتذہ سے حاصل کر لیا مگر علم سینہ جو کسی اہل نظر کی وساطت سے ہی حاصل ہوتا ہے علم سینہ سے پیاس بجھانے کے لئے انعام یافتگان کی راہ پہ چلنے کے لئے اور اپنے اس روحانی مشن کی تکمیل کے لئے قطب وقت حضرت حافظ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ راقم الحروف کو بھی ان بزرگوار کی زیارت و معیت کا شرف حاصل ہوا۔ قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب نے آپ کے دستِ حق پر بیعت کی اور سلوک کی منازل آپ ہی سے طے کیں۔ یہ وہ ہی ہستی ہیں جو غازی کشمیر حضرت سلطان غلام دستگیر علیہ الرحمۃ اور ابیات باہو کے شارح پروفیسر سلطان الطاف علی مدظلہ العالی کے برادر اکبر اور مناظر اسلام فاضل جلیل عالم نبیل حضرت صاحبزادہ نور سلطان مدظلہ العالی آف بھکر کے آپ والد گرامی ہیں۔

اخلاق و کردار:-

یوں تو بے شمار علماء اور فضلاء نظر آتے ہیں مگر وہ علماء اور فضلا جو علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق اپنے اخلاق و کردار کو ڈھالتے ہیں وہ کم ہیں۔

مہمان کی تواضع اور اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنا اخلاق ہی کہلاتا ہے فقیر کو اچھی طرح یاد ہے کہ مکۃ المکرمہ کے مشہور و معروف عالم دین الشیخ محمد علی الصابونی نے نمازِ تراویح پر کتاب لکھی جس میں بیس تراویح ہونے کے عقلی و نقلی دلائل تھے کتاب چونکہ عربی میں تھی اس کا ترجمہ استاذی و استاذ العلماء حضرت علامہ حافظ محمد اکرم مجددی مدظلہ العالی نے کیا تھا جب کمپوزنگ مکمل ہو گئی تو فقیر اس کی طباعت کے لئے لاہور آیا اور قبلہ والد گرامی حضرت علامہ حافظ محمد اکرم مجددی (مہتمم دار العلوم مجددیہ مجدد آباد (چرنڈ) کے حکم کے مطابق قبلہ مفتی غلام حسن

قادری صاحب کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا کہ کل اس کو چھپوانا ہے لہٰذا رات ہی رات میں نظر ثانی فرما دیں تو آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود رات ہی رات میں کتاب پر نظر ثانی فرما دی اور فرمایا کہ بہت عمدہ ترجمہ ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کی تواضع فرمانے کا واقعہ بھی یاد آ رہا ہے کہ گذشتہ رمضان المبارک میں فقیر راقم الحروف لاہور میں حاضر ہوا تو جانشین حسان پاکستان حضرت صاحبزادہ محمد ارشاد اعظم چشتی صاحب اور معروف نعت خواں حضرت الحاج حافظ ثناء اللہ بٹ صاحب سے ملاقات ہوئی۔

فقیر نے عرض کیا کہ آؤ آپ کو ایک درویش کی زیارت کراؤں قبلہ حافظ ثناء اللہ بٹ صاحب اور صاحبزادہ محمد ارشاد اعظم چشتی صاحب دونوں تیار ہو گئے فقیر بغیر اطلاع کے ان دونوں بزرگوں کو قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کے دولت کدے پر لے آیا بس ان دونوں کا قبلہ مفتی صاحب کی لائبریری میں داخل ہونا ہی ہوا تو قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر میرے لیے سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ ایک حسان پاکستان الحاج محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں اور ایک ان کے بے مثال شاگرد رشید ہیں۔ نماز تراویح کے بعد ملاقات ہوئی پر تکلف چائے کا انتظام ہو گیا بس پھر مختصر سی محفل نعت کے بعد حضرت حسان پاکستان الحاج محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ جن علماء و مشائخ سے ملنے جلتے تھے اور جو علماء و مشائخ ان سے محبت فرمایا کرتے تھے ان کا تذکرہ چھڑ گیا حتی کہ سحری کا وقت ہو گیا۔ موسم سرما کی طویل رات نہ سردی کا احساس نہ نیند کا احساس صبح سحری تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہ تمام معاملات اخلاق، کردار، گفتار اور مہمان نوازی میں آئے ہیں، رب کائنات نے جہاں حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کو مختلف علوم و فنون سے نوازا ہے وہاں اعلیٰ اخلاق و کردار اور اچھی گفتار جیسی نعمتوں سے بھی مالا مال کیا ہے۔ اللہ کریم آپ کی عمر میں، علم میں، عمل میں، اخلاق و اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

حقیر فقیر محمد زبیر مجددی

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن کا باب تو اتنا وسیع ہے مگر جنہوں نے اس گلشن کی سیاحی میں زندگیاں گذار دیں ان کو بھی آخر کار یہی کہنا پڑا

؎ دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ام

یعنی

؎ زندگیاں ختم ہوئیں قلم داں ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

کسی نے سینکڑوں کتابیں اپنے آقا کی شان میں لکھ کر یوں اپنے عجز کا اعتراف کیا

؎ جو کچھ کہا حضور کے شایانِ شاں نہیں

حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے ساری عمر حضور کی عظمت کے ڈنکے بجا کر آخر کار یوں عرض کر دیا

؎ سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

کوئی یوں کہتا ہوا نظر آیا ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اپنے لفظوں میں یوں بیان فرمایا

؎ سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے

باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اور سرکار کی تعریف کرنے والے تمام خوش نصیبوں کے سردار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

جس کا ترجمہ حسانِ پاکستان اعظم چشتی مرحوم نے یوں فرمایا ۔

اعظم میری زبان کہاں اور کہاں وہ ذات
نام اپنا ان کے ذکر سے چمکا رہا ہوں میں

جب ان آسمانِ توصیف ونعت کے ماہتابوں کی یہ حالت ہے تو میں کس کھیت کی مُولی ہوں کہ ان کی کماحقہٗ ثناخوانی کا دعویٰ کرسکوں۔ لیکن

جب بھی نعتِ حضور کہتا ہوں ذرے ذرے کو طور کہتا ہوں
بوریا جو تری عنایت ہے اس کو تختِ سمور کہتا ہوں
رند اور مدحت نبی یارو شانِ ربِ غفور کہتا ہوں
ایک اُمّی نبی کو اے ساغر تاجدارِ شعور کہتا ہوں

اللهم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد املح من نظرت الیه العیون و اوّل من حققت لدیه الظنون و افضل من نطق بذکره الناطق و اجلّ من خلقه فی الوجود الخالق۔

* * *

سببِ تالیف

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا صرف ایک گوشہ اس کتاب میں عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے جن احادیث میں لفظ ''اَنَا'' کے ساتھ اپنی فضیلت خود اپنی زبان اقدس سے بیان فرمائی۔ ان احادیث میں سے صرف سو احادیث کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے اگرچہ کچھ دیگر الفاظ سے شروع ہونے والی احادیث کے اندر بھی یہی مفہوم پایا جاتا ہے (مثلاً اِنِّی. اُوْتِیْتُ، اُعْطِیْتُ، کنت نبیا، وغیرہ) مگر میں نے اپنے شوق کے مطابق صرف لفظ انا سے شروع ہونے والی احادیث اور وہ بھی صرف وہ جو عظمت مصطفیٰ سے تعلق رکھتی ہیں، کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اس کی کچھ وجوہات بھی ہیں مثلاً یہ کہ بعض لوگ ''میں'' کا لفظ بولنا تکبر کی علامات جانتے ہیں اور اس ضمن میں کئی واقعات بھی سنائے جاتے ہیں کہ شیطان نے ''میں'' کہا تو مردود ہو گیا، فلاں بزرگ نے ساری عمر ''میں'' نہ کہا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح بعض لوگ ایک حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ پر قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا فدققت الباب فقال من ذا فقلت انا فقال انا انا كانه كرهها (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۴۰۰) میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے پوچھا کون؟ میں نے کہا ''میں'' آپ نے فرمایا میں میں کیا ہوا؟ گویا کہ حضور علیہ السلام نے ناپسند فرمایا۔ حالانکہ اس حدیث سے یہ استدلال بہت کمزور ہے لان كلمة انا عند المشاهدة لا عند الغيبة و كان حق الجواب ان يقول جابر او انا جابر ۔ کیوں کہ بندہ سامنے ہو تو میں کہنا درشت ہے اور سامنے نہ ہو تو نام بتانا چاہیے کہ میں کے اندر تو سب ہی شامل ہو جاتے ہیں اس سے تعارف و پہچان کما حقہ حاصل نہیں ہوتی لہٰذا اس موقع پر حضرت جابر کو انا جابر یا پھر

صرف جا بو کہنا چاہیے تھا۔ گویا یہ تو مسئلہ ہی اور ہے۔ ایسے لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جائے گی کہ تکبر کی نیت سے تو کچھ بھی کہا جائے یا نہ بھی کہا جائے بہر حال خالی نیت کر لی جائے تو مذموم ہے۔

لیکن تحدیث نعمت کے لئے اگر اَنَا (میں) بھی کہہ لیا جائے اور پھر اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی عطاؤں کا ذکر بھی کر لیا جائے تو یہ بھی سرکار علیہ السلام کی سنت مبارکہ کے ضمن میں آ جاتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ فضائل کے ہزاروں گوشے سہی مگر بلفظ اَنَا جو حضور علیہ السلام نے اپنی تعریف فرمائی ہے اس کی رفعتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ حضور علیہ السلام نے جو دیگر انبیاء کرام بالخصوص حضرت یونس علیہ السلام پر اپنی ذات کو فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے، اس کا وہ مطلب نہیں جو منکرین شان رسالت، توحید کی آڑ میں، تنقیص رسالت کر کے بیان کرتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو مفسرین و علماء حق نے بیان فرمایا ہے کہ انبیاء کرام نبوت و رسالت کے لحاظ سے برابر ہیں اور فضیلت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا

تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ (القرآن)

ہم نے بعض (نبیوں) رسولوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی۔

لہٰذا اس طرح کسی نبی کو کسی پر فضیلت دینا ناجائز ٹھہرا کہ مفضول کی تنقیص کا پہلو نکلے، یا کسی نبی کی تعریف میں اتنا غلو کیا جائے کہ من گھڑت اور موضوع روایات کو بیان کیا جائے، اگر ایسی بات نہ ہو تو صرف درست ہی نہیں بلکہ سنت خدا و مصطفیٰ ہے (جل جلالہ، علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سارے نبیوں، رسولوں پر امام الانبیاء کی فضیلت بیان فرمائی ہے، تو پھر ہم کیوں نہ کہیں ۔

لیتا ہوں نام خلد کا طیبہ نگر کے بعد
کعبے کو چومتا ہوں تیرے سنگ در کے بعد
دستور مصطفیٰ پہ کرو ناز دوستو
منزل ہمارے ساتھ ہے اس راہبر کے بعد
ساغر وہ غلغلہ ہے نبی کے درود کا
نکلا ہے آج چاند بھی خوف و خطر کے بعد

ان احادیث کو کتابی شکل دینے کے محرّک میرے برادرِ اصغر حاجی الحرمین الشریفین مولانا قاری اصغر علی نورانی زید مجدہ بنے ہیں جو عشق مصطفیٰ کا سچا جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں وہ مجھ سے بار بار محبت بھرا اصرار کرتے رہے تا آنکہ ان کی کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں اور میں نے اس خاص موضوع پر احادیث کو جمع کر کے گلدستہ بنا کر عاشقانِ مصطفیٰ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ان احادیث کے ضمن میں بیسیوں موضوعات پر تفصیلاً اور سینکڑوں موضوعات پر اجمالاً روشنی ڈالی گئی ہے، فیصلہ قارئین کرام فرمائیں گے کہ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

اس موضوع پر کوئی اور بھی طبع آزمائی کرنا چاہے تو میدان کُھلا ہے اور خود میرے ریکارڈ میں سینکڑوں احادیث اسی موضوع کی ان احادیث کے علاوہ بھی ہیں لیکن ؎ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

اگرچہ حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ صحیح احادیث کو ہی شامل کتاب کیا جائے تاہم جیسا کہ محدثین کا اصول ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر سمجھی گئی ہے، ویسے بھی اکثر محدثین کے نزدیک ایک حدیث صحیح ہو اور ایک دو کے نزدیک ضعیف ہو تو اس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لہٰذا بعض جگہ اس رعایت سے بھی فائدہ اُٹھایا گیا ہے تفصیلی موضوعات میں جید علماء سے خود سُنے ہوئے نکات بھی کہیں کہیں شامل کیے گئے ہیں (اگرچہ علماء کرام کی تقاریر کے اقتباسات و نکات کا ایک معتد بہ ذخیرہ میرے پاس موجود ہے جس کی الگ کتاب مرتب کرنے کا پروگرام ہے (انشاء اللہ) تاہم اس کتاب میں بھی حضرت سیدی ابوالبرکات سے لے کر علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا سردار احمد صاحب، علامہ عبدالغفور ہزاروی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک کی تقاریر کے اقتباسات (جو زمانۂ طالب علمی سے لے کر آج تک اپنی ڈائری میں محفوظ کرتا رہا کہیں کہیں آپ کو دکھائی دیں گے) کوئی اگر کمزور بات نظر آئے تو اس کو میری خطا سمجھا جائے، بزرگوں کی طرف منسوب نہ کیا جائے کہ میں نے ہی اخذ کرنے میں غلطی کی ہوگی اور ان کے فرمودات عالیہ کو کما حقہٗ نہیں سمجھ سکا ہوں گا۔

حصولِ برکت اور تکمیلِ موضوع کے لئے قرآن مجید کی اسی موضوع سے متعلقہ ایک آیت کو بھی شامل کیا گیا ہے جس کا آخری جملہ بھی لفظ اَنَا سے شروع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ ہیچمداں کی اس سعی ناتمام کو اپنی بارگاہِ بےکس پناہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر میرے گناہوں کا کفارہ بنائے۔

؎ ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

آمین ثم آمین بحرمۃ طٰہٰ و یٰسٓ، سید الانبیاء والمرسلین.

دعا گو و طالب دعا: غلام حسن قادری۔

* * *

فروتنی است دلیل رسیدگان بکمال
کتبہ محمد علی زاہد
کہ سوار چوں بمنزل رسد پیادہ شود

• کمال تک پہنچنے والوں کی علامت عاجزی و انکساری ہے کیونکہ سوار جب منزل پر پہنچتا ہے تو پیادہ ہو جاتا ہے

نقطہ آغاز

ارشاد باری تعالیٰ ہے: آپ فرمادیں بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا ہے تمام جہان والوں کا نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔

و انا اول المسلمین o (الانعام، نمبر ۱۶۳)

اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں (ترجمہ کنز الایمان)۔

اس آیہ کریمہ میں اس حقیقت کو صراحۃً بیان فرمایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ سے پہلے جو انبیاء کرام تشریف لائے کیا وہ آپ سے پہلے مسلمان نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے حضور معنیً چونکہ اول الخلق ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم (دنیا میں آنے کے لحاظ سے) آخری ہیں اور قیامت کے دن سابق (پہلے) ہوں گے۔

(کنزالعمال ج ۱۱ حدیث نمبر ۳۲۱۲۶، کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۳۰۹، صحیح مسلم ۸۵۵،۹۔ صحیح بخاری ج ۱ حدیث ۸۷۶)

قال قتادة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت اول الانبیاء فی الخلق و اخرھم فی البعث۔ (قرطبی)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تخلیق میں سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

علماء دیوبند میں سے مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے

ہیں "عموماً مفسرین **و انا اول المسلمین** کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے اعتبار سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اول المسلمین ہیں، لیکن جامع ترمذی کی حدیث **کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد** کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اولیت زمانی مراد نہ ہو بلکہ رتبی مراد ہو یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں اول نمبر اور سب سے آگے ہوں (تفسیر عثمانی حاشیہ آیت نمبر ۱۶۳ سورۃ الانعام)

یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے میں سب سے اول ہیں اور آپ کے بعد آپ کی دعوت سے آپ کی امت اس شرف سے مشرف ہوئی۔ تاہم اس اولیت رتبی سے تو کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا جب کہ اولیت زمانی پر بھی دلائل بے شمار ہیں، منجملہ ان میں سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا! اس وقت کہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے (ترمذی حدیث نمبر ۳۶۲۹، دلائل النبوۃ لابی نعیم حدیث نمبر ۸) علاوہ ازیں بکثرت احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں **کما لا یخفیٰ علی اھل العلم**۔

کلیمے کہ چرخ فلک طور او ست
ہمہ نور ھا پر تو نور او ست
چوں عزمش بر آ ھیخت شمشیر بیم
بمعجز بیاں قمر زد دو نیم
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا
علیک السلام اے نبی الوریٰ
بلند آسمان پیش قدرت خجل
تو مخلوق و آدم ھنوز آب و گل
تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ھر چہ موجود شد فرع تست

ندانم کدامیں سخن گویمت
که والا تری زانچه من گویمت
ترا عزِ لولاک تمکیں بس است
ثنائے تو طٰهٰ و یٰسٓ بس است
چه وصفت کند سعدیٔ نا تمام
علیک الصلوٰة اے نبی والسلام

* * *

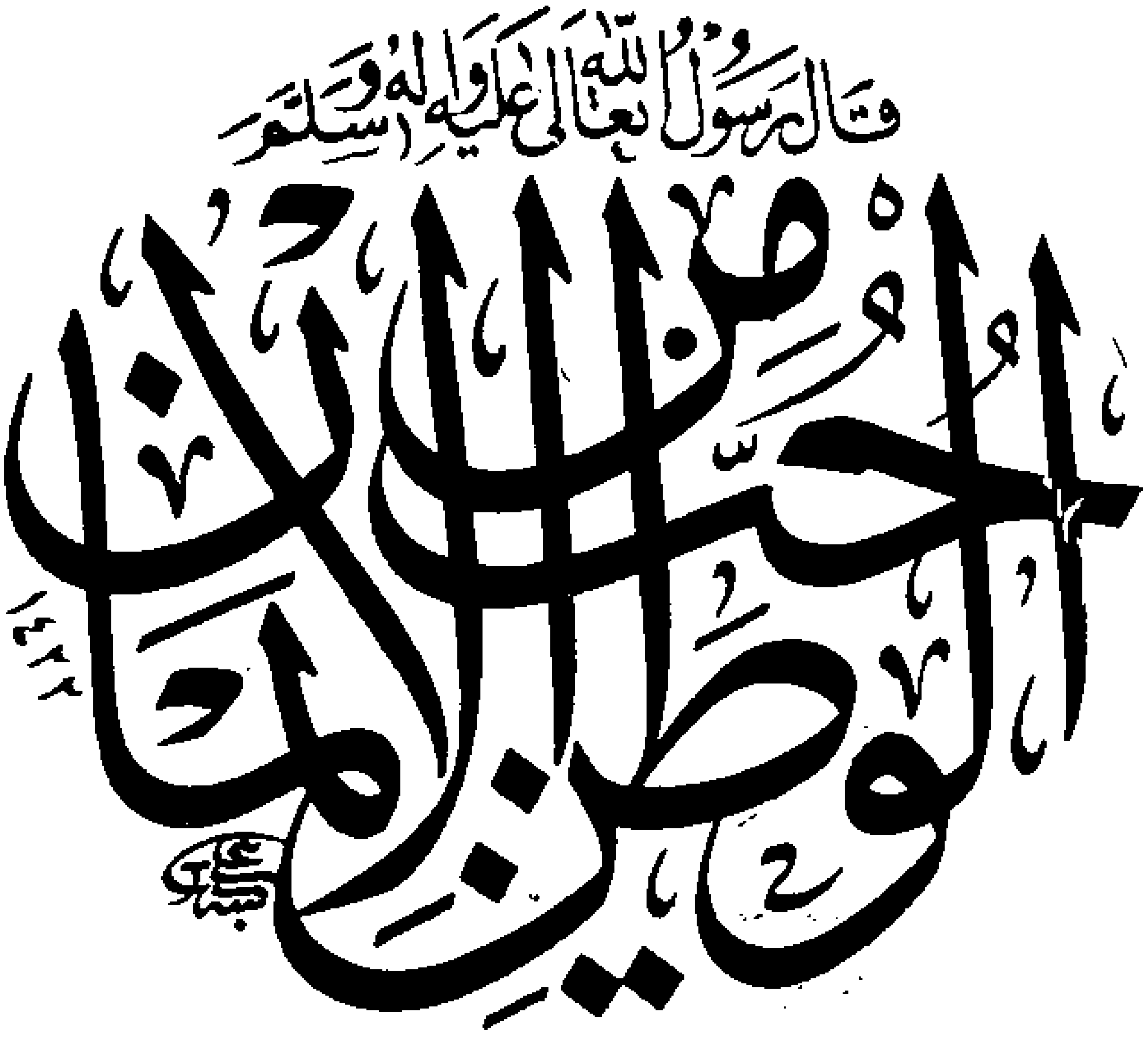
قال رسول الله تعالیٰ علیه واله وسلم
حب الوطن من الایمان
١٤٢٢

عقیدت کے پھول

بمطابقِ حروفِ تہجی

محبوبِ خدا، خواجۂ ہر دو سرا، شفیعِ روزِ جزا، پشتِ پناہِ ہر بے نوا، عمیمُ الجود والعطاء، عظیم الرجاء، نبیّ الانبیاء، حبیبِ کبریا، احمد مجتبیٰ، شبِ اسریٰ کے دولہا، تاجدارِ انبیاء، دو عالم کے داتا، بے کسوں کے حاجت روا، وسیلۃ العظمیٰ من آیات ربہ الکبریٰ، مطلوب ربّ الارض والسماء، علیہ الوف التحیۃ والثناء

فلکِ نبوّت کے آفتاب، حسنِ یوسف کے شباب، جنابِ رسالت مآب، منبعِ انوارِ ماہتاب، محبوبِ ربّ الارباب، افضل الخطاب المستطاب، سیّد السادات، مرکزِ دائرۂ موجودات، روح و جانِ کائنات، فاتحِ بابِ شفاعت، قاسمِ عزت، مقیمِ سنّت، شاہکارِ تخلیقِ قدرت، رازدارِ روزِ مشیّت، مربّیِ ملت، شفیعِ امّت (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات)

سیّد الاغیاث، انبیاء کے سرتاج، بے کسوں کی لاج، حدوث و قدم کے منہاج، صاحبُ التّاج والمعراج، السیّد الافصح، صاحب الم نشرح، نور الایضاح، مراقی الفلاح، امداد الفتّاح، فلکِ رسالت کے قوس و قزح۔ مختارِ شش جہات و چرخ، مشفّعِ اہلِ برزخ، انوارِ فطرتِ مریخ، مایۂ مورخ و تاریخ، برہانِ واجبُ الوجود، صاحبِ مقامِ محمود، منشائے ربِّ ودود، حامد و احمد و محمد و محمود۔

حضورِ پُرنور، شافعِ یوم النّشور، نورٌ علیٰ نور، حبیبِ ربِّ غفور، مخزنِ اسرار، منبعِ انوار، معدنِ اہلِ بیتِ اطہار، شبِ اسرا کے رازدار،

سیّدہ آمنہ کے دِلدار، دستِ قُدرت کے شاہکار، مطلوبِ اَحجار و اشجار، دستِ قدرت کے اعجاز، ملک و رُسل کے عِزّ و ناز، غیبِ لاہوت کے پوشیدہ راز، سایۂ قندیلِ مُقدّس، قبۂ فلکِ اَطلس، زیورِ ایُوب و یُونس، بے کسوں کے کَس، بے بسوں کے بَس، باعثِ شرفِ رُوح القدس، دبستانِ اُلوھیّت کے مُدرّس۔

زینتِ مناظرِ فرش، نُورِ تجلّیاتِ عرش، برقِ ظلمت کُش، سُلطانِ جہاتِ شش، مخزنِ اخلاص، مصدرِ خلوص، رسُولِ مخصوص، حاکمِ مخلص، نبیِ فیّاض، مکینِ روضۃٌ مّن ریاض، قلمِ ربِّ قدیر کے بیاض، نافع و دافع و شافع و رافع، رسُولِ مُطاع، عبدِ مطیع، عاصیوں کے شفیع، فصیح و بلیغ، کلمات اللہ کے مبلّغ، مولائے چشمِ مازاغ، صاحبُ السّیف، مختارِ کم و کیف، شاہدِ کائنات کمثَلِ کَف، مکمّلِ مکارم الاخلاق، راکبِ پُشتِ براق، صاحبِ صدّیق و عتیق، قلزمِ عرفانِ عمیق۔

عارفِ علم و ادراک، مصداقِ حدیثِ لولاک، کائناتِ شریعت کے فلکُ الافلاک

دانائے سُبل، مولائے کُل، ختمُ الرُسل، آبروئے قیل و قال، بوستانِ فصاحت کا جمال، قاسمِ کوثر و سلسبیل، حاضرِ بارگاہِ ربِّ جلیل، مقصُودِ وجُودِ عالَم، مطلوبِ قُلوبِ بنی آدم، نُورِ مجسّم، شفیعِ مُعظّم، خطیبِ اُمم، حبیبِ محتشم۔

کنزالایمان، صاحبِ بُرہان، نُورُالعینؑ، جدّالحسنؑ والحسینؑ،

سببِ کون و مکاں، مالکِ زمین و آسماں، ہژدہ ہزار عالم کی روحِ رواں، تتمۂ دوراں، بزمِ جاناں، رحمتِ یزداں، موجود ہر زمان و ہر مکاں، حاضرِ این و آں، مخدوم و سجدہ گاہ قدسیاں،

واقفِ اَسرار چہار سُو، غنچۂ رازِ وحدت کی خُوشبُو، دل موجودات کی آرزو، مقصودِ آیۃ صلّوا علیہ وسلّموا، معصُوم آمنہ

سیّد و ہادی، مولائے حجازی، مظہر کمالاتِ الٰہی، النبیّ المکیّ المدنیّ، ہاشمی و مُطّلبی۔ النبیّ الامّیّ، فداہ رُوحی و جدّی و اَبی و اُمّی و مالی و عِرضی، و اَقربائی و اَحبّائی و رُفقائی و سائرِ عشیرتی، صلّوا علیہ و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین کثیرًا کثیرًا کثیرًا کثیرًا۔

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

۱۳۵۸

تُم پہ لاکھوں سلام

آفتابِ ہُدیٰ۔ ماہتابِ عطا۔ دُرِّ بحرِ صفا۔ معدنِ اِتّقا۔ سیّدالاصفیا۔ جلوۂ حق نُما
عکسِ نورِ خُدا۔ صاحبِ ھل اَتیٰ۔ احمدِ مُجتبیٰ۔ تم پہ لاکھوں سلام
شرحِ اُمّ الکتاب۔ راستی کے نصاب۔ کذب کے سدِّ باب۔ دفترِ اکتساب
سارے نبیوں کے خواب۔ رحمتِ بے حساب۔ اے درِ مُستجاب۔
اے رسالت مآب۔ تم پہ لاکھوں سلام

عالمِ ہست و بُود۔ بزمِ غیب و شہود۔ زندگی کا وُجود۔ بندگی کی قیود۔ تم سے
سب کی نمود۔ اے امیرِ جُنود۔ اے قیام و قعود۔ اے رکوع و سجود۔
تم پہ لاکھوں درود۔ تم پہ لاکھوں سلام

نورِ شمس و قمر۔ ظلمتوں کی سحر۔ راکبِ بحر و بر۔ مالکِ خشک و تر۔ سطوتِ بام و در۔
راہ داں راہبر۔ صادق و معتبر۔ نطق شیریں اثر۔ ذاتِ والا گہر۔
تم پہ لاکھوں
سلام

ردِّ ہر قال و قیل۔ حق پہ مُحکم دلیل۔ دین کے سنگِ میل۔ عادلِ بے عدیل
کبریا کے وکیل۔ انبیاء کے کفیل۔ بے مثال و مثیل۔ باکمال و جمیل۔ تیرا
دشمن ذلیل۔ تم پہ لاکھوں سلام

مدحتِ خاص و عام۔ منّتِ ہر غلام۔ عاجزانہ پیام۔ ذکرِ خیر الانام
سب درود و سلام۔ ذاتِ والا کے نام۔ خود خدائے کرام
روز و شب صبح و شام۔ بھیجتا ہے مدام۔ تم پہ لاکھوں سلام

سیدِ نیک نام۔ ذو المنن ذو الکرام۔ ہر قدم اِک مقام۔ ہر نفس
اِک پیام۔ مرجعِ خاص و عام۔ اے ذوی الاحترام۔ ایک ادنیٰ غلام
کر رہا ہے سلام۔ شاہِ خیر الانام۔ تم پہ لاکھوں سلام

شہریارِ ارم۔ تاجدارِ حرم۔ شاہِ ذوالاحتشم۔ عارفِ کیف و کم۔
ذاتِ قدسی شیم۔ اے سپہرِ نعم۔ اے سحابِ کرم۔ تم کو ہر اِک کا
غم۔ تم شفیعِ امم۔ تم پہ لاکھوں سلام۔

فخرِ کون و مکاں۔ نکتہ و نکتہ داں۔ حق نگر حق رساں۔ رحمتِ ہر
زماں۔ دل بہ دل جاں بہ جاں۔ راحتِ عاشقاں۔ رافتِ عاصیاں
مونسِ بے کساں۔ تم پہ لاکھوں سلام۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

﴿۱﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا حَبِیْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ

میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر سے نہیں کہتا

(مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

* * *

﴿۲﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

أَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ وَدُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ

میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور اُن کے علاوہ (ساری مخلوق) ہوگی، فخر نہیں ہے

(مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

* * *

حب الوطن من الایمان

الحدیث

﴿۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ فَیَفْتَحُ اللّٰهُ لِیْ فَیُدْ خِلُنِیْهَا وَمَعِیْ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا فَخْرَ

میں ہی سب سے پہلے جنت کا زنجیر (دروازہ) کھٹکھٹاؤں گا اور (کسی اور کیلئے نہیں بلکہ صرف) میرے لیے ہی جنت کے دروازے کھولے جائیں گے، پس اللہ مجھے جنت میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہونگے، کوئی فخر نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۱۲)

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم
یا اللہ
محمد احمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کتبہ محمد اعظم منور رقم
۸۳-۲-۱
انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

﴿۴﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ

میں ہی اگلوں پچھلوں میں سے سب سے زیادہ اللہ کے ہاں عزت والا ہوں، فخر نہیں ہے

(ترمذی، داری، مشکوۃ ص ۵۱۳)

مذکورہ چاروں جملے ایک ہی حدیث سے لیے گئے ہیں جس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام مختلف انبیاء کرام کی عظمت وشان کے بارے میں تذکرہ فرمارہے تھے۔ کسی صحابی نے کہا کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا (واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا) ایک نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا (کلم اللہ موسی تکلیما) ایک بولے کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں (النساء ۱۷۱) اور ایک صحابی نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا (ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا)

اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سنی اور (انبیاء کرام کی عظمت وشان کے معاملہ میں) تمہارا تعجب کرنا بھی ملاحظہ کیا یقیناً جیسا تم کہہ رہے تھے وہ (انبیاء کرام) ایسے ہی تھے مگر سنو!

میں اللہ کا محبوب ہوں فخر نہیں

میں قیامت کے دن لواء الحمد اُٹھانے والا ہوں۔

میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا ہوں۔ الخ

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی آپس میں گفتگو اتنی بابرکت اور پاکیزہ ہوتی کہ اس میں ذکر خدا ہوتا یا ذکر انبیاء بلکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی جب آپس میں ملاقات ہوتی تو ان کے کلام کا آغاز ہی عظمت مصطفیٰ کے حوالے سے ہوتا چنانچہ ایمان افروز

حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن عطاء بن یسار قال لقیت عبداللہ بن عمرو بن العاص قلت اخبرنی عن صفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوارة قال اجل واللہ انہ لموصوف فی التوارة ببعض صفتہ فی القرآن یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و حرز اللامیین انت عبدی و رسولی سمیتک المتوکل لیس بفظ ولاغلیظ ولاصخاب فی الاسواق ولایدفع بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویغفر ولن یقبضہ اللہ حتیٰ یقیم بہ الملة العوجاء بان یقولوا لا الہ الا اللہ ویفتح بھا اعیناً عمیا وا ذانا صما و قلوبا غلفا۔ (بخاری ج۱ص۲۸۵)

حضرت عطار بن یسار (مشہور تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ملاقات کی اور ان سے (پہلا سوال ہی یہ) عرض کیا کہ مجھے حضور کی وہ شان سنائیں جو تورات میں بیان فرمائی گئی (آپ چونکہ تورات کے بڑے عالم تھے کہ قرآن والی شان تو ہم پڑھتے ہی رہتے ہیں) فریایا ہاں کیوں نہیں اللہ کی قسم انکی شان تورات میں بیان کی گئی جس کی ایک جھلک قرآن میں بھی ہے **یا ایھا النبی انا ارسلنک** الخ اور آپ امّی (ان پڑھ اہل مکہ) کے لیے پناہ گاہ ہیں (اللہ نے اپنے حبیب کو تورات میں یہ بھی فرمایا کہ اے میرے محبوب!) تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے (ان الفاظ میں جو چاشنی ہے وہ کوئی صاحب محبت ہی جانے کہ ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ ہم تیرے بندے ہیں یہ نہیں پتہ کہ اس کو قبول بھی ہے کہ نہیں مگر ان کو اللہ خود فرماتا ہے کہ محبوب تو میرا بندہ ہے خالی عبد عبد کی رٹ لگا کر ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہ بھی دیکھیں کہ وہ صرف عبد نہیں عبدی ہیں عبدنا ہیں عبدہٖ ہیں اور عبدہٗ ہیں

؎ عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر
(اقبال)

عبد اور عبدہٗ کا فرق سمجھ نہ آئے تو ان سے پوچھ لو جو ھُو ھُو کرتے سلطان باھُو بن گئے آپ نے فرمایا وہ ایسے عبدہٗ ہیں

؎ نال شفاعت سرور عالم چھٹسی عالم سارا ھُو

ہر کوئی کہے حضور میرے رسول جانوروں نے کہا ہمارے رسول فرشتوں نے کہا ہمارے رسول نبیوں نے کہا ہمارے رسول خدا نے فرمایا تم سب کے بھی رسول اور ولکن رسول اللہ میرے بھی رسول) میں نے آپ کا نام متوکل رکھا نہ بد اخلاق ہیں نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں شور شرابا کرنے والے نہ بُرائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ

؎ گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں

معاف کرنے والے درگذر فرمانے والے اور اللہ تعالیٰ انکو اس وقت تک اپنے پاس نہیں بلائے گا جب تک کہ ایک بگڑی ہوئی قوم کو انکے ذریعے سیدھا نہیں کر دے گا کہ ہر طرف سے آوازیں آئیں گی لا الٰہ الا اللہ اس کلمہ کے ساتھ وہ نبی اندھی آنکھوں کو روشن بہرے کانوں کو قوت سماعت اور مردہ دلوں کو زندگی عطا فرمائے گا۔

معلوم ہوا جنت کا افتتاح حضور علیہ السلام ہی فرمائیں گے۔ ہمارے دفتروں کا افتتاح وزراء کرتے ہیں اللہ نے جنت بنائی بھی حضور علیہ السلام کے لیے اور اس کا افتتاح بھی آپ ہی کے ہاتھوں ہوگا اور جنت جس کو بھی ملے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل ملے گی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا جنت میرے لیے ہی کھولی جائے گی۔

کیسا انصاف والا کلام فرمایا کسی کی شان کا انکار نہیں موجودہ دور کے نام نہاد توحید پرست سب کو رگڑا لگا کر بس اللہ ہی اللہ کہہ کر سب کی شانوں کا انکار کر کے کس توحید کی بات کرتے ہیں جب کہ محبوب خدا سب کی شانوں کا اظہار فرما رہے ہیں حضور علیہ السلام تو آئے ہی سب کی شانوں کو ظاہر کرنے کے لیے ہیں۔ کسی نے اعلیٰ حضرت کے سامنے ایک مصرعہ پڑھا

؎ شان یوسفی بھی گھٹی تو اسی در پہ گھٹی

آپ سخت ناراض ہوئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی شان کو گھٹانے نہیں سب کی شانوں کو بڑھانے آئے ہیں لہٰذا یوں کہیے ؎ شان یوسفی بھی بڑھی تو اس در سے بڑھی۔

اس حدیث میں بار بار ''ولا فخر'' کیوں فرمایا گیا اس میں ایک حسین نکتہ علماء بیان کرتے

ہیں کہ فخر میں کیوں کروں فخر تو وہ کریں جن کو میری سیادت و امامت ملی۔ میں موسیٰ و عیسیٰ و سلیمان علیہم السلام پہ بھلا کیوں فخر کروں فخر وہ کریں جن کو میرے جیسا امام مل گیا اور کہتے پھریں

؎ مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

جیسے ہر دن کا مالک اللہ ہے لیکن بالخصوص فرمایا **مالک یوم الدین**۔ کیوں کہ آج اگر چہ کوئی انکار کر بھی سکتا ہے لیکن قیامت کے دن تو کوئی نہیں کر سکے گا جب اعلان ہوگا **لمن الملک الیوم** (القران) مگر وہاں ماننے کا ان کو فائدہ نہ ہوگا ایسے ہی آج کئی عظمت رسالت کا انکار کرتے ہیں اس دن جب اپنی آنکھوں سے سارا کچھ دیکھ لیں گے تو انکار کی گنجائش تو نہیں ہوگی مگر وہاں کا ماننا فائدہ نہ دے گا لہٰذا امام اہل سنت کی آواز پہ کان دھرو۔

؎ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

حدیث نمبر ۲ کا ترجمہ: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے سلام میں تمام و کمال دیکھیں فرماتے ہیں

؎ جس کے زیرِ لِوا آدم و مَن سوا
اس سزائے سعادت پہ لاکھوں سلام

نوٹ: ترجمہ میں ہر جگہ "میں ہی" کلمۂ حصر اس لیے استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ نحو کا اصول ہے جب مبتداء ضمیر ہو تو جملہ میں حصر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں بالخصوص جب خبر معرّف باللّام ہو جیسے۔ **ھو اللہ** "وہی اللہ" **ھو الاول والاخر والظاھر والباطن و ھو بکل شئی علیھم**۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہی ہر شئے کو جاننے والا ہے۔ (الحدید ۳)

* * *

﴿۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ

میں ہی تمام رسولوں کا قائد (سردار) ہوں گا فخر نہیں ہے

(مشکوٰۃ ص ۵۱۴' عن جابر)

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبوت ورسالت کے لحاظ سے لا نفرق بین احد من رسلہ ۔ مگر عظمت وشان کے لحاظ سے خود اللہ نے بعض کو بعض پہ فضیلت عطا فرمائی تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض ۔ لہٰذا اسی حدیث کے ضمن میں دیگر انبیاء کرام پہ اپنے آقا کی فضیلت ملاحظہ فرمائیں۔

جتنے کمالات' محاسن ومعجزات از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کیے وہ تمام کے تمام (اور ان کے علاوہ بھی) حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات میں بطریق اتم موجود ہیں۔ (۱) ہر نبی نے خدا کی وحدانیت کی گواہی جبریلؑ امین سے سُن کر دی ہمارے آقا نے دیکھ کر گواہی دی۔ (۲) ہر نبی کسی خاص علاقے' قوم' بستی کی طرف تشریف لایا مگر اپنے حبیب کو فرمایا میں رب العالمین ہوں تو رحمۃ اللعالمین ہے جہاں جہاں تک میری خدائی ہے وہاں وہاں تک تیری مصطفائی ہے کوئی ذرہ کائنات میری ربوبیت سے باہر نہیں تیری رسالت ونبوت سے باہر نہیں۔ (۳) دوسرے انبیاء اور انکی امتوں کے لیے عبادت کرنے کو خاص مقامات متعین کیے گئے کہ ان جگہوں کے علاوہ عبادت قبول نہیں، حضور نے زمین پہ قدم رکھا تو پہلا انعام اس اُمت کو یہ دیا گیا جعلت لی الارض مسجدا و طھورا (بخاری جلد ا ص ۶۲) یعنی ۔ ہر کجا باشد نمازی کنی گویا۔ ہزاروں بن گئے کعبے جبیں تو نے جہاں رکھ دی۔

(۴) بعض کو بعض پر فضیلت دینے کا مطلب اگر چہ یہی ہوتا ہے ایک کو افضل دوسرے

کو مفضول بنا کر ایک کو زیادہ شان دی دوسرے کو کم، مگر اللہ نے یہ نہیں فرمایا بعض کو بعض سے کم رتبہ بنایا کیوں کہ اللہ کی غیرت کو یہ گوارہ ہی نہیں ہے کہ کسی کو خود نبی بنائے اور پھر اس کی طرف کمی کی نسبت فرمائے جب مولیٰ ایسا نہیں کرتا تو مولوی کو کس نے اختیار دیا ہے کہ امام الانبیاء کی ذات میں کمیاں تلاش کرتا پھرے۔ (۵) انبیاء کرام میں سے ہر نبی کو کچھ نہ کچھ معجزات عطا فرمائے کسی کو ایک کسی کو دو حضرت موسیٰ کو سب سے زیادہ اور وہ بھی نو تھے (تفسیر نعیمی **ولقد اتینا موسیٰ تسع ایات بینت** ج ۳ ص ۸) سب کے معجزات ملا دیں تو پھر بھی حد ہے مگر **ورفع بعضھم درجت** جمع کثرت سے معلوم ہوا کہ محبوب کے معجزات کی حد ہی نہیں

؎ اللہ نے نبیوں کو دیے معجزے ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

تین تین نبیوں کو ایک ایک گاؤں کی طرف بھیجا گیا **اذا رسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث** (سورۃ یٰسین) مگر حضور کے حوالے ساری کائنات کر دی فرمایا **قل یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً**۔ فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں پھر کیا ہوا۔

؎ کچھ ان کے خُلق نے کچھ ان کے پیار نے کرلی
مُسخّر ساری دنیا سیّد اَبرار نے کرلی

بعض نبیوں کی ذمہ داری صرف تبلیغ تھی جیسے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیھما السلام اور بعض کی تبلیغ بھی اور ساتھ ساتھ فرعونوں نمرودوں سے ٹکر بھی جیسے حضرت موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام اور بعض کو ساتھ ساتھ اقتدار و حکومت بھی ملی جیسے حضرت سلیمان، حضرت داؤد، حضرت یوسف علیھم السلام مگر حضور کی زندگی کا مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا **انی جاعلک للناس اماما**۔ میں آپ کو لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں۔ بنانے والا فرمایا بنا کر بھیجا نہیں فرمایا اور پھر لوگوں کے لیے عالمین کے لئے نہیں، حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا **انی جاعل فی الارض خلیفة** زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا **یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض**۔ زمین میں خلیفہ بنانے کی بات کی مگر حضور علیہ السلام کے لیے نہ تو یہ فرمایا بنانے والا ہوں اور نہ ہی صرف زمین کی قید، بلکہ ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ مبشر بنا کر بھیجا نذیر

بنا کر بھیجا۔ داعی الی اللہ بنا کر بھیجا اور چمکتا ہوا سورج بنا کر بھیجا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد (صلی اللہ علیہ وسلم)

الغرض سب کو بھیج کر بنایا اور مصطفیٰ کو بنا کر بھیجا وہ کمالات جو سارے نبیوں میں متفرق تھے حضور میں یکجا کر دیے انکو بکھیرو تو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش بنیں اور جمع کرو تو سراپائے مصطفیٰ بنے

خلق سے اولیاء سے رسل
سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

(۶) آیت میثاق میں فرمایا **لتؤمنن به و لتنصرنه** کہ تم ضرور ضرور میرے نبی پہ ایمان لانا اور ضرور ضرور انکی مدد فرمانا اگر نہیں کرو گے **فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون** (جو عہدے سے پھر جائے گا وہ نافرمانوں میں سے ہوگا۔ ال عمران ۸۲) یہ کن کو فرمایا جا رہا ہے جو خطا سے بھی معصوم ہیں اور جنکی اپنی اپنی امتیں ہیں تو امتوں کو حکم تھا کہ جب تک تمام نبیوں کو نہیں مانو گے تم مسلمان نہیں ہو سکتے اور نبیوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب تک میرے حبیب کو نہیں مانو گے تم نبی نہیں ہو سکتے۔

باقی انبیاء کرام خود معجزات دکھاتے رہے کہ یہ دیکھو معجزہ میں اللہ کا نبی ہوں حضور نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا **سلونی عما شئتم** تم مانگتے جاؤ میں دکھاتا جاتا ہوں۔

آدم و محمد علیہما السلام

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے ایک بار سجدہ کیا ہمارے آقا پر قیامت تک سارے فرشتے درود پڑھتے رہیں گے اور یہی حضرت آدم قیامت کے دن میرے سرکار کے جھنڈے کے نیچے ہونگے بلکہ فرمایا۔ **ما من نبی یومئذ ادم فمن سواه الا تحت لوائی** (ترمذی، مشکوٰۃ)۔

حضرت آدم اور تمام انبیاء کرام اور انکی اُمتیں بروز قیامت میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (**وان جبریل علیہ السلام اخذ برکاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ المعراج وھذا اعظم من السجود الملائکہ**) (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۰۱) کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے معراج کی رات حضور علیہ السلام کے براق کی رکاب تھامی اور یہ اعزاز فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے بڑا ہے۔ اور سرکار نے حضرت آدم علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا **کنت نبیا و ادم بین الماء والطین** کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں تھے بلکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی علت بھی بیان فرمادی "**ان الملائکۃ امروا بالسجود لاجل ان نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی جبھۃ آدم**" کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ اس لیے کیا کہ نورِ محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر تھا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام بتائے "**وعلم ادم الاسماء کلھا**" اور اپنے محبوب کو ابتداء سے انتہا تک ازل سے ابد تک جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونا تھا سب کا سب قرآن میں رکھ کر **الرحمن علم القرآن** سارا کچھ ہی سکھا دیا رحمٰن پڑھانے والا ہو اور رسول ذیشان پڑھنے والا ہو تو کیا کوئی کلی اور جزئی اس کے علم سے باہر رہ جاسکتی ہے گویا خدا نے سب کچھ قرآن میں بند کر کے محبوب کی جھولی میں ڈال دیا اور فرمایا **وعلمک مالم تکن تعلم** سب کچھ ہی آپ کو سکھا دیا، **وکان فضل اللہ علیک عظیما**۔ ساری دنیا کو قلیل فرمایا اور محبوب پر جو فضل فرمایا اس کو عظیم فرمایا یعنی ساری دنیا قلیل ہے اور حبیب کا خلق عظیم ہے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت آدم علیہ السلام کیلئے **کلھا** مان لیتے ہیں اور جب فخرِ آدم کی بات آتی ہے تو کلی ماننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

گر نہ نبودے ذات حق اندر وجود
آب و گل را کے ملک کردے سجود

الغرض آدم صفی اللہ علیہ السلام کو تمام انسانوں کا باپ بنایا اور اپنے حبیب علیہ السلام کو آدم کی بھی اصل بنایا۔

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کو یاد کرتے تو فرماتے **یا ابنی صورۃ و ابائی معنی** اسی کا ترجمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مندرجہ بالا شعر میں فرمایا ہے۔

حضرت سلیمان اور فخرِ سلیمان علیہما السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنوں انسانوں اور پرندوں کا لشکر عطا فرمایا

و حشر لسلیمن جنوده من الجن والانس والطیر فهم یوزعون. (النمل ۱۷)

"اور سلیمان کیلئے جنوں۔ انسانوں اور پرندوں کا بھاری لشکر جمع کر دیا گیا"۔

لیکن بدر میں اپنے حبیب کے صحابہ کے لشکر میں ہزاروں فرشتوں کو سپاہی بنا کر شامل کر دیا گیا۔

انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین.

یہاں ایک ہزار فرشتوں کا لشکر بھیجنے کی بات کہی۔ (الانفال)

کہیں **بثلثة الاف** تین ہزار کی کہیں **بخمسة الاف** پانچ ہزار کی، کہیں **مسومین** فرمایا اور کہیں **منزلین** اور پھر فرمایا **انی معکم** بے شک اے فرشتو! تم بھی چلو اور میں بھی تمہارے ساتھ ہوں ۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔ اگرچہ ایک فرشتہ بھی کافی تھا مگر ہزاروں کیوں بھیجے امام زمخشری کے بقول تا کہ حضور علیہ السلام کی تمام نبیوں پر فضیلت ثابت ہو جائے کہ دوسروں کی مدد کے لئے ایک ایک فرشتہ اور حضور کی مدد کو ہزاروں اور پھر **انی معکم**۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائی گئیں (النمل نمبر ۱۶) لیکن ہمارے آقا کو درختوں۔ پتھروں اور گونگوں کے ساتھ کلام کرنے کا کمال عطا کیا گیا فرمایا

انی لا عرف حجر بمکة کان یسلم علی قبل ان ابعث.

(مسلم شریف۔ ترمذی)

میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھا کرتا تھا۔

کہیں پتھر سلام پڑھیں اور کہیں مفسر فتوے لگائیں ۔ ہر کسے بر خلقت خودمی کند

حضرت علی فرماتے ہیں میں حضور علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے باہر جا رہا تھا جو پہاڑ یا درخت راستہ میں آیا

وھو یقول السلام علیک یا رسول اللّٰہ۔ (مسلم شریف)

لکڑی کا بنا ہوا منبر حضور کی جدائی میں رو رہا ہے اور ابوجہل کی مٹھی میں کنکریاں کلمہ پڑھ رہی ہیں۔ زہر آلود بکری، بھُنی ہوئی بول رہی ہے۔ پرندے فریادیں لے کر آ رہے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوا پر حکومت، حضور علیہ السلام کے حکم سے بادل برسیں۔ چاند ٹکڑے ہو۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

تخت سلیمانی سے براق محمدی کہیں افضل کہ وہ ہوا میں اڑے آسمان سے نیچے اور براق محمدی آسمانوں کے اوپر پرواز کرتا نظر آئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل دور چیونٹی کی آواز سُن لی اور ہمارے آقا نے ماں کے بطن میں لوح محفوظ پر چلتے قلم کی آواز کو سُن لیا ۔ فرش کیا عرش پر جاری ہے حکومت تیری۔ ان کو ہوا پہ حکومت دی حضور نے فرمایا میرے دو وزیر آسمانوں پہ ہیں دو زمین پہ آسمانوں کے جبریل و میکائیل علیہما السلام زمین کے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما، وزیر وہیں ہوتے ہیں جہاں حکومت ہو یہ نہیں کہ حکومت پاکستان میں ہو اور وزیر بھارت جا کر بیٹھ جائے۔ ثابت ہوا آپ کی حکومت آسمانوں پہ بھی ہے زمینوں پہ بھی ۔ فرش کیا عرش پے جاری ہے حکومت تیری۔

وزیرای فی السماء و وزیرا ی فی الارض
ظاہر ہے اس حدیث سے حکومت رسول کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(غلام حسن)

کلیم وحبیب علیہما السلام

جتنا ذات کلیم وذات حبیب میں فرق ہے اتنا ہی ان کے کلام میں فرق، کلیم عرض کرتے ہیں۔ انا معی ربی بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے۔ پہلے اپنا ذکر پھر رب کا اور حبیب فرماتے ہیں ان اللّٰہ معنا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اپنا ذکر بعد میں اللہ کا پہلے۔

حضرت موسیٰ سے قوم نے پانی مانگا تو پتھروں سے چشمے جاری کر دیے اور ادھر

؎ انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(اعلیٰ حضرت)

اگر چہ وہ بھی معجزہ ہے لیکن پتھروں سے پھر بھی پانی کا نکلنا ممکن ہے حبیب کو فرمایا تو حبیب ہے تیرے غلاموں کو ضرورت پڑی ہے تو تجھے اُٹھاؤں پتھر کے پاس بھیجوں پھر کہوں ڈنڈا مار اتنی تکلیف کیوں دوں پیالے میں ہاتھ رکھ دے یہاں ہی چشمے جاری کر دوں گا۔ پینے والے لاکھوں بھی ہوتے تو ختم نہ ہوتا یہ تو پندرہ سو تھے۔

فجعل الماء یفور بین اصابعه کامثال العیون

پانی انگلیوں سے چشموں کی طرح بہہ رہا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈا مار کر دریا کا سینہ چاک کر دیا حضور نے اشارہ کر کے چاند کو ٹکڑے فرما دیا ان کو زمین والی چیزوں میں اختیار دیا گیا ان کو آسمان والی چیزوں میں بھی

؎ فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

اُن کا ڈنڈا کام کرتا ہے ان کی انگلی کام کر رہی ہے اور روز قیامت ہم گنہ گاروں کی اسی انگلی کے ؎ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی۔

موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا حالانکہ ساتھ ہارون علیہ السلام بھی تھے لیکن عرض کیا انا نخاف ان یفرط علینا ڈر لگتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا کو جس قوم کی طرف بھیجا اس میں موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے بڑے فرعون تھے مگر ڈرے نہیں سب کو ڈھیر کر دیا۔

ان کو طور پر بلایا حکم دیا فاخلع نعلیک جوتے اتار کر آؤ اُن کو عرش پہ بھی بلایا تو بھی

جوتے اتارنے کا حکم نہ دیا۔

وہ چالیس دن کیلئے قوم سے جدا ہوئے قوم گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوگئی یہاں صدیاں بیت گئیں فرمایا مجھے کوئی خطرہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے۔ (بخاری)

جہاں موسیٰ علیہ السلام کے قدم لگیں وہ جگہ مرکز تجلی بنے جہاں ابراہیم کے قدم لگیں وہ جائے مصلی بنے اور جہاں سرکار کے قدم لگیں وہ جگہ عرش معلی بنے اُن سے صرف کلام کیا دیدار کی حسرت ہی رہی ان سے کلام بھی کیا دیدار بھی کرایا۔

جاگنے والے کو محروم تمنا رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

شاہ عبدالرحیم نے خواب میں سرکار کی زیارت کی پوچھا کہ حضرت موسیٰ نے تجلی دیکھی تو پردہ کرنے لگے کوئی دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا آپ نے سب کچھ دیکھا مگر پردہ نہ کیا فرمایا جمالی مستور میرے حسن کو اللہ نے لوگوں کی نگاہوں سے پردے میں رکھا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا خدا جلال میں تھا اور میں نے جب دیکھا جمال میں تھا۔ اس لیے وہ جلالی ہو گئے میں جمال والا ہو گیا اور ایسا کہ ے کشف الدجیٰ بجمالہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے رہے رب اشرح لی صدری ادھر خود ہی حکم ہوا الم نشرح لک صدرک اور ایک بار نہیں بلکہ تین بار۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون کہ ہارون علیہ السلام کو میرا بوجھ اُٹھانے والا بنادے ادھر فرمایا ووضعنا عنک وزرک ہم نے خود تیرا بوجھ اُٹھالیا۔

ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی سوال کیا اے اللہ! میں تیرا کلیم ہوں محمد تیرا حبیب ہے فما الفرق بین الکلیم والحبیب کلیم وحبیب میں کیا فرق ہے فرمایا کلیم وہ ہے جو خود چل کر طور پر آئے ثم یناجی رب ارنی پھر کہے اے اللہ! مجھے اپنا جلوہ دکھا اور میں کہوں لن ترانی اور حبیب بستر پر آرام کر رہا ہو تو میں جبریل کو حکم دیتا ہوں جا میرے محبوب کے قدم چوم کے جگا اور کہہ ان اللہ قد اشتاق الیٰ لقائک یا رسول اللہ کلیم میرے دیکھنے کا مشتاق ہے اور میں حبیب کے دیکھنے کا مشتاق ہوں کلیم میری رضا چاہے میں حبیب کی

رضا چاہوں۔

کلیم وہ ہے جو چھٹے آسمان پہ بار بار حبیب کی زیارت کر کے خوش ہو رہا ہے اور حبیب وہ ہے جو بار بار خدا کی زیارت کر رہا ہے۔

کلیم کے لئے حکم ہے کتاب لینی ہے تو طور پر آؤ حبیب جدھر جاتا ہے جبریل قرآن لے کر ادھر جا رہا ہے کبھی بدر میں کبھی سفر میں کبھی حضر میں کبھی غار میں۔

کلیم کی رازداری حبیب کو بتا دی اور حبیب کی کسی کو نہ بتائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زیادتی علم کا سوال کیا تو خضر علیہ السلام کے حوالے کر دیا گیا اور حضور کو اپنے دامن رحمت میں لے کر کہا کہ یوں دعا کیا کرو رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

ابن کثیر کہتے ہیں **لم یزل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی زیادۃ حتی توفہ اللّٰہ** کہ حضور کا علم دن بدن بڑھتا رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام علم کی تلاش میں خضر علیہ السلام کو ملنے جا رہے ہیں حضور خدا کو ملنے جا رہے ہیں۔ وہ ہارون کو خلیفہ بناتے ہیں حضور نے فرمایا **اللّٰہ خلیفی علی امتی**۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بلایا تو جلدی جلدی آتے اللہ نے پوچھا اتنی جلدی کیوں آئے ہو عرض کیا **عجلت الیک رب لترضی** یا اللّٰہ میں جلدی آیا کہ تو راضی ہو جائے اور حبیب کو فرمایا **ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ**۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ چمکتا تھا مگر حضور جس چھڑی کو ہاتھ لگاتے وہ چمکنے لگتی اور گلیوں بازاروں کو روشن کر دیتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی کی نوعیت بدلی اور سانپ بن گئی حضور نے لکڑی کو تلوار بنا دیا صحابی آخری عمر تک اس سے تلوار کا کام لیتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا **واحلل عقدۃ من لسانی** اے اللہ! میری زبان کی گرہ کھول دے حضور کو فرمایا **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ** زبان تیری ہوگی کلام میرا ہوگا

؎ اے تیری آواز خدا
اور خاموشی تیری راز خدا

؎ طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں
ان سے پردہ تھا خدا کا آپ سے پردہ نہیں

کلیم ایک تجلی کی تاب نہ لا سکے خر موسیٰ صعقا حبیب عین ذات کو ایسے دیکھتے رہے کہ ما زاغ البصر وما طغی۔ اور پھر یہ بھی تو دیکھو

؎ اپنا جانا اور ہے، ان کا بلانا اور ہے

؎ عصائے کلیم ازدھائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حُسن یوسف وحسن مصطفیٰ علیہما السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر حسن عطا فرمایا کہ آپ کے مبارک قصے کو قرآن نے احسن القصص فرمایا جن کا قصہ تمام قصوں سے حسین ہے ان کی ذات میں حُسن کے کیسے کیسے جلوے ہوں گے مگر حضرت میاں محمد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جناب یوسف بھی حضور کی بارگاہ میں عرض کرتے نظر آتے ہیں

؎ بے شک حسن زیادہ میرا کل جہاناں نالوں
نہیں زیادہ قیمت میری تیریاں زلفاں نالوں
تن مینے رتی خلقت دیکھ یوسف کنعانی
جہاں نبی محمد دیکھیا رج گے دوئیں جہانی

یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بھوک مٹتی ہے اور حضور کو دیکھنے کی کیا عظمت ہے فرمایا لا تمس النار مسلما رانی اورای من رانی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس کو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۵۴)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

ے حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

ادھر حسن یوسف ادھر نام محمد۔ ادھر مصر کی عورتیں ادھر عرب کے جوان۔ اُدھر انگلیاں خود کٹ رہی ہیں ادھر ارادۃً سر کٹائے جا رہے ہیں ادھر ایک بار کٹیں ادھر تا قیامت کٹاتے جا رہے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب کی بینائی واپس کر رہی ہے اور حضور علیہ السلام کی نعلین پاک کی خاک سے یہودی کو آنکھیں مل رہی ہیں۔

صحابہ فرماتے ہیں ''ہم نے چہرۂ مصطفیٰ دیکھا تو گویا کھلا قرآن تھا''۔ قرآن کی ایک ایک سورت میں اللہ کی صفات کا جزوی حسن نظر آتا ہے اگر اس کی ذات وصفات کا کلی حسن دیکھنا ہو تو صرف ایک صورت مصطفیٰ کو دیکھ لو ے یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری۔

ے مصطفیٰ آئینہ روئے خدا
منعکس در وے ہمہ خوئے خدا

تفسیر مظہری زیر آیت **فلما سمعت بمکرھن** قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام جس گلی سے گذرتے اتنی روشن ہو جاتی جیسے دن چڑھ گیا ہے اور حضور علیہ السلام کے صحابی فرماتے ہیں **فاذا ھو عندی احسن من القمر** (ترمذی) حضور کا چہرہ چاند سے زیادہ حسین تھا۔ اس حسن کو دیکھ کر انگلیوں کے ٹکڑے ہو گئے آپ کی انگلی دیکھ کر چاند کے ٹکڑے ہو گئے۔ اُن کا حسن دیکھ کر گلیاں جگمگا جاتی تھی سرکار کا حسن دیکھنے والوں کے دونوں جہاں جگمگا اُٹھے

ے حُسن یوسف سے کہیں بڑھ کر تھا حسن مصطفیٰ
بات یہ تھی اس کا کوئی دیکھنے والا نہ تھا

مولائے روم فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور نے جبرئیل سے کہا اپنا سارا حسن دکھا، تو انہوں نے چھ سو پروں کو پھیلایا حضور علیہ السلام نے دیکھا، پھر انہوں نے مطالبہ کیا آپ بھی اپنا سارا حسن دکھائیں فرمایا اے جبریل تو نہیں دیکھ سکتا۔ فرماتے ہیں

؎ احمد ار بکشاید آں پرِ جلیل
تا ابد بے ہوش ماند جبرئیل

اسی لیے تو معراج کی رات ساری کائنات کو سُلا کر اللہ نے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلایا کہ کسی میں تاب نہ تھی دیکھ سکتا۔

یہاں تو جبریل بھی کہنے پر مجبور ہیں قلبت مشارقها و مغاربها میں نے مشرق و مغرب کو چھان مارا۔ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔

؎ شب فراق میں نور سحر کی بات کرو
علی کے گھر کی محمد کے در کی بات کرو
نبی کے حسن کو دیکھے گا بو لہب کیسے
کبھی بلال کے حُسن نظر کی بات کرو
حُسن یوسف کی ہو یا مصر کے بازار کی بات
ہے حقیقت میں محمد کے در بار کی بات

ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن اور معجزات کو حضور علیہ السلام کی نبوت کی دلیل بنا کر نہ بھی بھیجا جاتا تو ان کا رُخِ انور ہی دلیل کے طور پر کافی تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے پہلی نظر دیکھ کر اسلام قبول کر لیا اور فرمایا عرفت ان وجهه ليس بوجه كذاب دیکھنے والوں سے پوچھو تو کوئی کہتا ہے۔

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

اور مدینہ کے لوگوں نے پہلی نظر دیکھ کر کہا۔ طلع البدر علینا ہم پہ چودھویں رات کا چاند طلوع ہو گیا۔ کان الشمس تجری فی وجهه گویا سورج آپ کے چہرے پہ چل رہا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں حضور علیہ السلام فتح مکہ کے دن دشمنوں کو معاف کر رہے ہیں یہ باب تو بہت وسیع ہے ان شاء اللہ اس پر ایک علیحدہ کتاب لکھی

جائے گی۔ یہاں تو صرف اشارات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے صرف اس لیے کہ طوالت کا اندیشہ ہے۔

خلیل وحبیب علیہما السلام

حضرت خلیل علیہ السلام کی شان یہ ہے **وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض** ایک پتھر پہ کھڑا کر کے تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک سب کچھ دکھادیا گیا اور حبیب کو معراج کی رات عرش معلیٰ پر کھڑا کر کے ساری کائنات دکھادی۔ ثابت ہوا کہ جہاں ابراہیم علیہ السلام کی نظر پہنچی اس سے آگے ہمارے آقا علیہ السلام کے قدم پہنچ گئے (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۱۱۶) خلیل کی دعا سے مکہ میں جتنی برکت ڈالی گئی حبیب کی دعا سے اس سے دُگنی برکت مدینہ میں ڈال دی گئی۔

ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے تو دو گز جگہ کے بارے فرمایا **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی** اور حبیب کے قدم لگے تو **جعلت لی الارض مسجدا و طھورا** مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک ساری کائنات کو مسجد بنادیا گیا۔

ابراہیم علیہ السلام کے قدم نارِ نمرود میں لگے تو آگ گلزار ہوگئی حضور کے قدم زمین پہ لگے سینکڑوں سال سے جلنے والی فارس کی آگ بجھ گئی۔ حضور علیہ السلام کی امت کا مومن پل صراط سے گذرے گا تو دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہونے لگے گی۔ اور عرض کرے گی **جزیا مؤمن ان نورک اطفا لھبی** ۔ اے مؤمن جلدی گذر جا تیرے (ایمان کے) نور نے تو میری آگ بجھا دی ہے (تفسیر کبیر للرازی) ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے خلیل بنایا **واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا** اور حضور علیہ السلام نے فرمایا **لو کنت متخذا خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابا بکر خلیلا** حضور علیہ السلام نے خدا کو خلیل (جگری یار) بنالیا۔

ابراہیم علیہ السلام کیلئے نمرودی آگ کو گلزار بنایا اور حضور علیہ السلام کیلئے معراج کی رات پورے کرہ نار کو گلزار بنایا۔ خلیل کا قدم لگا آگ گلزار ہوئی حضور نے حضرت انس کے گھر رومال سے ہاتھ پونچھے تو آگ اس کو بھی نہ جلاسکی۔ خلیل نے عرش معلیٰ دیکھا حبیب نے **وجہ اللہ** دیکھا۔ خلیل کو بھوک لگے تو فرشتے کھانا لائیں اور حبیب فرماتے ہیں **یطعمنی ربی و یسقینی** میرا رب مجھے خود کھلاتا پلاتا ہے اُن کو لوگوں کا امام بنایا۔ **انی جاعلک للناس اماما**

ان کو نبیوں کا امام بنایا انہوں نے خود کہا حسبی اللہ ان کو رب نے کہا حسبک اللہ۔

خلیل نے عرض کیا واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم حبیب کو آپ فرمایا انا اعطینک الکوثر وہاں دعا کی جا رہی ہے واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام یہاں فرمایا جا رہا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت وہاں عرض ہو رہی ہے واجعل لی لسان صدق فی الاخرین "میرا ذکر باقی رہے" یہاں فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔ خلیل عطا کا منتظر اور حبیب کی ملاقات کا عرش پہ انتظار۔

خلیل خلّۃ سے بنا بمعنی حاجت، حبیب حُب سے بنا بمعنی محبت، خلیل وہ جو رب سے محبت کرے حاجت سے، حبیب رب سے محبت کرے بغیر کسی حاجت کے۔ خلیل طالب ہوتا ہے حبیب مطلوب۔ خلیل رب کی مغفرت کا امیدوار اطمع ان یغفرلی خطیئتی حبیب کو فرمایا گیا لیغفرلک اللہ۔ خلیل رب کی رضا چاہے حبیب کی رضا رب چاہے۔ خلیل عرض کرے لا تخزنی یوم یبعثون اور حبیب کو فرمایا یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا۔

خلیل نے نیکوں کو اپنے لیے چن لیا حبیب نے شفاعتی لاھل الکبائر من امتی کہہ کر کہا یا اللہ نیکوں کو ان کی نیکیوں کے طفیل بخش دے اور بُرے میری شفاعت کے حوالے کر دے۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

خلیل کا منصب خُلّت صرف ان کی ذات تک منحصر، حبیب کی جو بھی اتباع کرے گا وہ منصب محبوبیت پہ فائز ہو جائے فاتبعونی یحببکم اللہ۔ خلیل خدائی دیکھیں، حبیب خدا کو دیکھتے ہیں۔ خلیل کا آخری وقت آئے تو فرشتوں سے کہیں "کبھی خلیل بھی خلیل کی جان لیتا ہے" تو اللہ فرمائے ھل رایت خلیلا یکرہ لقاء خلیلہ کیا بھلا کوئی خلیل بھی اپنے دوست سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے مگر حبیب کو قیامت تک غلاموں میں رہنے کا اختیار بھی دیا جائے تو وہ کہتے ہیں اللھم بالرفیق الاعلیٰ (مشکوٰۃ)۔ میں تو اپنے رب کی ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔

اعتراض:

لفظ حبیب کو حضور علیہ السلام کی ذات کے لئے اور خلیل کو ابراہیم علیہ السلام کے لئے خاص کیا گیا حالانکہ خلیل صرف ابراہیم علیہ السلام ہیں جب کہ حبیب ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو حضور علیہ السلام کا متبع ہوگا جیسا کہ **فاتبعونی یحببکم اللّٰہ** سے ثابت ہے۔

جواب:

خلیل بروزن فعیل بمعنی فاعل (مسند ہے) جب کہ حبیب بمعنی فاعل ومفعول ہے یعنی حضور کی شان میں کہہ سکتے ہیں **محمد حبیب اللہ و اللہ حبیب محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلیل کی شان میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابراہیم خلیل اللہ **و اللّٰہ خلیل ابراھیم**۔

دوسرا جواب:

خلیل کو ہر تقرب الی اللہ بواسطہ حاصل ہے اور حبیب کو ہر تقرب بلاواسطہ حاصل۔

پھر خلیل کو جو کچھ بھی ملے مانگنے پر ملے اور حبیب کو سب کچھ بے مانگے ملے۔

اور آخری بات یہ کہ خلیل اپنے رب کی رضا کے لئے اپنے اکلوتے فرزند کی گردن پر چھری چلائے اور حبیب کی رضا کے لئے قبلہ بھی تبدیل کر دیا جائے **فلنولینک قبلۃ ترضھا**

؎ قبلہ بنتا ہے اس طرف ہی ریاضؔ
جس طرف رُخ وہ موڑ دیتے ہیں
جس طرف وہ نظر نہیں آتے
ہم وہ رستہ ہی چھوڑ دیتے ہیں
؎ ویکھو محبوباں دی مرضی تے قبلے بدلائے جاندے نیں

انہی وجوہات کی بنا پر لفظ حبیب کے ساتھ حضور کو خاص کیا گیا اور پھر **یحببکم اللّٰہ** میں محبوبیت کا درجہ مجازی اور حضور کے توسط سے ملے گا جب کہ محبوب حقیقی صرف حضور کی ذات ہے۔

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
ان کی امت بھی ہے اللہ کو پیاری ساری

ہزاروں گناہوں کے باوجود بھی سرکار کی امت کو خیر امت فرمایا گیا ہے صرف آپ کی نسبت کی وجہ سے کہ فرمایا تمہارے گناہوں کو دیکھوں کہ اپنے نبی کے ساتھ نسبت کو دیکھوں لہٰذا گناہوں کی بات چھوڑو کنتم خیر امت تم بہترین امت ہو کہ تمہیں بہترین نبی مل گیا ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

عیسیٰ و مصطفیٰ علیہما السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ فرمایا جن میں ایک عرصہ روح رہ چکی تھی جبکہ حضور علیہ السلام نے پتھروں لکڑیوں میں جان ڈالی دی فرمایا اُحد جبل یحبنا و نحبه (بخاری)۔ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔

روح اللہ کی ماں پہ تہمت لگے تو عیسیٰ علیہ السلام خود ان کی عصمت کی گواہی دیں اور حبیب اللہ کی بیوی پہ تہمت لگے تو خود ذات باری ان کی عصمت کا گواہ بن کر قرآن کی اٹھارہ آیات نازل کردے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمینی معجزات عطا فرمائے گئے اور حضور علیہ السلام کو آسمانی معجزات سے بھی نوازا گیا۔

ان کا ہاتھ لگے اندھے بینا ہو جائیں اور سرکار کے پاؤں کی خاک آنکھوں میں پڑ جائے اندھے یہودی کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و اذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذني فتنفخ فيها فتكون طيرا باذني و تبرئ الاكمه والابرص باذني و اذ تخرج الموتى باذني۔ (المائدہ آیت نمبر ۱۱۰)

یعنی اے عیسیٰ! تو نے مٹی کا پرندہ بنا کر میرے اذن سے اڑا دیا، لاعلاج مریض کو شفا دی میرے اذن سے، مردوں کو زندہ کیا میرے اذن سے۔

ہر کمال کے ساتھ باذنی کی قید لگائی اور بار بار لگائی۔ اور محبوب علیہ السلام کے

بارے فرمایا **و داعیا الی اللہ باذنہ** یعنی ایک ہی مرتبہ سارے اذن دے کر بھیج دیا۔ چاند توڑنے کے لئے علیحدہ اذن کی ضرورت نہیں اور ڈوبا ہوا سورج موڑنے کے لئے علیحدہ اذن کی ضرورت نہیں، ایک بار کے اذن میں ہی پتھر کلمہ پڑھتے جا رہے ہیں، درخت حکم مانتے جا رہے ہیں، اذن ایک ہے کام سارے ہوتے جا رہے ہیں۔

عیسیٰ خاک او سے دے در دی گھن تیم کردا
جبرئیل جہے جس چاکر نبیاں دا سر کردہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیمار کو ہاتھ لگاتے شفایاب ہو جاتا حضور کا ہاتھ جس کو لگتا وہ آگے جس کو چھولیتا وہ مریض بھی شفا پا جاتا **فکان لایمسح شیئا الا برء.**
(خصائص کبریٰ ۲/۷۴)

عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزوں نے مردے جلا دیے ہیں
محمد (علیہ السلام) کے معجزوں نے عیسی بنا دیے ہیں

ایک عیسائی نے کہا عیسیٰ علیہ السلام محمد عربی ﷺ سے افضل ہیں ان کو اللہ نے آسمان پہ اٹھایا ان کو زمین پر رکھا، کسی مسلمان نے اس کا جواب دیا۔ دیکھو ایک عورت کے دو بیٹے ہیں ایک چھوٹا بچہ جو لڑ نہیں سکتا دوسرا جوان اور بہادر ہے جو شیروں سے بھی لڑ جاتا ہے۔ اگر اس عورت کے گھر پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا ہو تو وہ اس وقت چھوٹے بچے کو لے کر چھت پر چڑھ جائے گی اور نوجوان بہادر بیٹے سے کہے گی کہ تلوار لے کر ڈاکوؤں کا مقابلہ کرو۔ یہی مثال حضرت عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ کفار نے دین پر حملہ کیا تو اللہ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پہ اٹھا لیا اور سید الانبیاء ﷺ سے فرمایا۔

یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین.

اے پیارے نبی ﷺ کفار و منافقین سے جہاد فرمائیں۔ (سورہ توبہ)

تو جو ایک بچے اور بہادر جوان کی قوت میں فرق ہے وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام الانبیاء ﷺ میں فرق ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہے ہمارا نبی

کسی عیسائی نے یہ شعر کہا تھا۔

فلک پر ابن مریم کا مکاں ہے
ملا رتبہ یہ احمد کو کہاں ہے

ایک مسلمان نے شعر ہی میں اس کا جواب دیا۔

ترازو کو پکڑ کر دیکھ ناداں
جو نیچے ہے وہی پلہ گراں ہے

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پہ ہونا نبی ﷺ سے افضل ہونے کی دلیل نہیں۔ کیوں کہ ترازو کا جو پلہ بھاری ہوتا ہے وہی جھکتا ہے۔

معراج مصطفےٰ ﷺ کی دلیل:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے اور آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر آئے۔ عیسیٰ علیہ السلام گئے لیکن ابھی آئے نہیں۔ آدم علیہ السلام آئے لیکن گئے نہیں۔ سیدالانبیاء ﷺ ایک ہی رات میں سرِ عرش گئے بھی اور آئے بھی۔

نوح ومحمد علیہما السلام

اگر نام محمد رانیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرماتے ہیں چالیس مرد چالیس عورتیں مسلمان ہوتے ہیں مگر ایک جنگ سے واپسی پر کوہ تنعیم کے دامن میں اسّی کافر چھپے ہوئے۔ حضور کی ایک نگاہ پڑتی ہے اسّی کے اسّی مسلمان ہو جاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام بددعا فرماتے ہیں رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا یا اللہ زمین میں کوئی کافر زندہ نہ رہے۔ حضور جانی دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم اذہبوا فانتم الطلقاء کہہ کر معاف فرما رہے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نظر نسلوں تک جاتی ہے * اور حضور علیہ السلام کی نظر خدا تک جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان پہ تیرتی ہے جبکہ حضور علیہ السلام اشارہ کرتے ہیں تو پتھر پانی پہ تیرتے ہوئے آتے ہیں **۔

---

* کیوں کہ آپ نے عرض کیا تھا۔ ''اے اللہ اگر تو ان کو زندہ چھوڑ دے گا تو ان کی نسلیں بھی تیری نافرمان ہی رہیں گی ''(انک ان تذرھم...... سورۂ نوح)۔

** امام رازی فرماتے ہیں ایک دن حضور پانی کے کنارے کھڑے ہیں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ کہنے لگا ان کنت صادقا فادع ذلک الحجر الذی فی الجانب الاخر اگر آپ سچے ہیں تو پانی کے دوسرے کنارے پہ جو پتھر ہے اس کو بلائیں وہ تیرتا ہوا آئے اور آ کر آپ کی نبوت کی گواہی دے فدعاہ الرسول الیہ فانقلع الحجر الذی من مکانہ و شھد بالرسالہ پس حضور نے اسے اشارہ فرمایا تو پتھر تیرتا ہوا آیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی فرمایا کافی ہے؟ کہنے لگا واپس بھی اسی طرح جائے چنانچہ پتھر تیرتا ہوا اپنی جگہ چلا گیا۔

ختم نبوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

﴿۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخَرَ

میں آخری نبی ہوں فخر یہ نہیں کہہ رہا

(مشکوٰۃ شریف)

﴿۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

(مشکوٰۃ۔ ترمذی)

اس حدیث میں مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ تین غیب کی خبریں بھی ارشاد فرمائی گئیں۔

نمبر۱۔ میرے بعد جھوٹے مدعین نبوت پیدا ہوں گے۔

نمبر۲۔ وہ جھوٹے میرا امتی ہونے کا بھی دعویٰ کریں گے نی امتی حدیث کے اگلے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیوں کہ اگر امتی نہ کہلائیں تو کوئی ان کے دھوکے میں نہ آئے گا۔

نمبر۳۔ ان میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے لہٰذا کسی کے دجال وکذاب ہونے کے لئے بھی کافی ہے کہ وہ دعوائے نبوت کرے اس لیے اس سے دلیل مانگنا اور بحث

مباحثہ فضول ہے کہ دعوائے نبوت کر کے وہ دجال و کذاب تو ہو چکا۔

خاتم کا مفہوم

تا کے فتح سے بھی اور کسرہ سے پڑھنا بھی ثابت ہے کسرہ سے ہو تو اسم فاعل ہوگا ختم کرنے والا۔ اور تا کے فتح سے اسم آلہ بمعنی (ما یختم بہ) انگوٹھی اور مہر ہوگا، دونوں صورتوں میں ختم نبوت کا مفہوم بڑی وضاحت سے اس لفظ میں موجود ہے زیادہ معروف روایت چونکہ تا کے فتح کی ہے لہٰذا اس پر تھوڑی سی بحث کرتے ہیں کہ جب کوئی چیز بند کر کے اوپر مہر لگائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس کے اندر سے کوئی شے باہر نہ آنے پائے اور باہر سے کوئی چیز اندر نہ جانے پائے، اگر رجسٹری شدہ خط کی مہر کو توڑنے والا تعزیرات پاکستان کے قانون کے مطابق سزا کا مستحق ہے تو پھر آقائے دو جہاں کی ختم نبوت کی مہر توڑنے والا کیوں سزا کا مستحق نہیں۔ ایک عام کاغذ ایک نوٹ والا کاغذ ہے مگر ان کی قدر و قیمت میں فرق ہے کیوں کہ نوٹ کی حفاظت ہوتی ہے عام کاغذ کو پھینک دیا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس پر حکومت کی مہر لگ چکی ہے تو جس کاغذ پر حکومت کی مہر لگ جائے وہ دوسرے کاغذوں سے افضل و اعلیٰ ہو جاتا ہے اگر کوئی حکومت کی مہر خود بنانا شروع کر دے تو مجرم و مستحق سزا ہے تو ختم نبوت کی مہر توڑنے والے کی کیوں سزا نہیں۔

مرزائیت

؎ تیرے بغیر ہو نہ سکی رونق چمن
پھولوں کو لاکھ بار سجایا بہار نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا میری اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک عمارت بنائے اور انتہائی خوبصورت ہو لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے اینٹ نہ لگے تو عمارت نامکمل ہے لگ جائے تو اس کا حسن اپنے کمال کو پہنچ جائے فرماتے ہیں دیکھنے والے اس عمارت کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں مگر خالی جگہ اس عمارت کے حسن میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

﴿۸﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

میں نے ہی اس جگہ کو مکمل کیا اور اس محل کی آخری اینٹ میں ہی ہوں
اور خاتم النبیین ہوں
(مشکوٰۃ ص ۵۱۱)

﴿۹﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا اللَّبِنَةُ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

میں ہی وہ اینٹ ہوں اور خاتم النبیین ہوں
(مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۱)

یہ احادیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث ہیں عقل سلیم رکھنے والا ہر شخص ختم نبوت کے لئے ان دلائل کو کافی و وافی سمجھے گا کہ جب قصر نبوت جس کی پہلی اینٹ آدم علیہ السلام اور آخری محمد رسول اللہ ہیں اب جو کوئی اس مکمل ہو جانے والے محل پر فالتو اینٹیں لگانے کی کوشش کرے گا تو دیکھنے والا سمجھ لے گا کہ یہ اینٹ معمار کی لگائی ہوئی نہیں کسی غدار کی لگائی ہوئی ہے جو محل کو بدصورت بنانا چاہتا ہے جب خدا نے قصر نبوت مکمل کر دیا جس کی آخری اینٹ محمد رسول اللہ ہیں تو اب مرزا قادیانی جو انگریز کی بنائی ہوئی گوبر و پاخانے کی بدبودار اینٹ ہے اس کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے کہ ایسے حسین نبی کے بعد ایک کانے دجال کو نبی مانا جائے" نہ منہ نہ متھا جن

پہاڑوں لتھا'' کہاں ابن مریم کہاں ابن گسیٹی۔ کیوں کہ ہمارا نبی دل نشیں ہے، ماہ جبیں ہے، بہتریں ہے، بالیقیں ہے، صادق دامیں ہے، جب کہ مرزا لعیں ہے، بے دیں ہے، بدتریں ہے، جہنم کا شوقیں ہے، جس کے مرنے کی جگہ لیٹریں ہے، مرزا نبی نہیں غبی ہے، ظلی نہیں شیخ چلی ہے، نگریز کی تلی ہے، بروزی نہیں موذی ہے، یک چشم گل ہے، بدشکل ہے، بے عقل ہے، نہ اس کی اصل ہے نہ نسل ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا

؎ اگر مرزا ہوتا خدا کا پیغمبر
تو ٹٹی میں گر کر نہ مرتا وہ کنجر

الحمدللہ ہمارے ملک پاکستان میں تو ایک بتی والے ٹرک کو نہیں چلنے دیا جاتا تو ایک آنکھ والے کی نبوت یہاں کیسے چلے گی۔

- جب کسی دفتر میں جس کے دروازے پر لکھا ہو، بغیر اجازت اندر آنا منع ہے، کوئی بے اجازت اندر جائے گا تو مجرم قرار دیا جائے گا تو وہ قصر نبوت جس پر **لا نبی بعدی** کا بورڈ لگا ہوا ہے اس کی دیوار پھلانگنے کی کوشش کرنے والا ایسی سزا کا مستحق ہو گیا کہ قیامت تک لعنتیں برستی رہیں گی۔ چیز مکمل ہونے کے بعد اس میں کمی بیشی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے خدا نے انسان کو دو ہاتھ۔ دو پاؤں دو کان دو آنکھیں ایک سر اور ایک ناک عطا کی اور احسن تقویم کا تاج اس کے سر پر سجا دیا اب کوئی شخص تیسرا پاؤں۔ کان یا آنکھ لگانا چاہے یا دوسرا سر اور ناک لگانے کی بات کرے تو اندازہ لگا لیں وہ انسان کو کیا بنانا چاہتا ہے مرزا کا معاملہ بھی اسی طرح کا سمجھ لیں۔ **الانسان تکفیہ الاشارۃ۔**

- مرزا صاحب کا اپنا فرمان ہے مجھے نبی نہ ماننے والے کنجریوں کی اولاد ہیں جب کہ مرزا جی کے بیٹے فضل احمد نے مرزا جی کو نبی نہیں مانا حالانکہ وہ مرزا کی اولاد ہے تو نتیجہ نکال لو کہ مرزا صاحب کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

؎ سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

مرزا کا بیٹا فضل احمد مرزا کی زندگی میں فوت ہوا اور مرزا نے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا لہٰذا بقول مرزا وہ کنجری کی اولاد ہوا تو پھر کنجری کون ہوئی۔ اور جس کے گھر کنجری ہوئی وہ خود کتنا

شریف ہوگا۔

- مرزا جی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر آسمانوں میں ہیں تو پیشاب کہاں کرتے ہوں گے کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے اس سے بندہ پوچھے تجھے عیسیٰ علیہ السلام کی بڑی فکر ہے ان کو تو اللہ نے آسمان پہ اُٹھایا **بل رفعه الله اليه** لیکن تو نو ماہ تک کہاں سے کھاتا رہا اور پیشاب کہاں کرتا رہا تیرے لیے انتظام ہوسکتا ہے ان کے لئے کیوں نہیں۔

- پھر فرمایا میں نے پٹواری کا امتحان دیا اور فیل ہوگیا جو پٹواری نہ بن سکا وہ نبی کیسے بن گیا۔ نبوت کسبی نہیں عطائی اور وھبی نعمت ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ پہلے سکول میں کان پکڑ کر ماسٹر کے جوتے کھاتا رہے پھر فیل ہونے کے باوجود پٹواری بن جائے پھر اسی ماسٹر کو کہے میں تیرا نبی ہوں ظالم نے ہاتھ وہاں ڈالا جہاں ایمان کا رہتا ھی کچھ نہیں ۔

خیال زاغ کو بلبل کی ہمسری کا ہے
غلام زادہ کو دعویٰ پیمبری کا ہے

اب بتاؤ اس کو ظلی کہا جائے یا انگریز کی بلّی کہا جائے بروزی کہیں یا بزدری کہیں یا شیطان کی کتوری کہیں پنجاب کا مسیلمہ کہیں یا قادیان کا دجال کہیں۔

- اگر کوئی بعد میں نیا نبی آنا ہوتا تو پورا قرآن حضور کے ذکر کے لئے نازل ہوا **وانه لذکر لک** ایک لفظ تو مرزا کے لئے بھی نازل ہو جاتا ہے **بما انزل الیک وما انزل من قبلک** فرمایا **ومن بعدک** فرما دیا جاتا۔

- کہتا ہے میں ہی عیسیٰ ہوں اس سے پوچھو حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے مہدی وعیسیٰ کا زمانہ ایک ہوگا اور عیسیٰ مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے جامع مسجد دمشق میں تو کیا تو نے دمشق دیکھا بھی ہے یا صرف عیسیٰ بننے کا ہی شوق ہے ۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔

حضرت یوسف علیہ السلام جو اللہ کے اصل نبی تھے ان پر زلیخا عاشق ہوگئی پھر ان کی شادی بھی ہوئی مرزا چونکہ نقلی تھا وہ خود محمدی بیگم پر عاشق ہوگیا اور پیشن گوئیوں کے باوجود شادی نہ ہوسکی کبھی کہا آسمان پہ نکاح ہو چکا ہے جب زمین پہ بھی نہ ہوسکا تو کہا مطلب یہ ہے کہ اس کی

بیٹی سے میرے بیٹے کا نکاح ہوگا آخر کار کہا قیامت کو ہوگا اور یہ یاد نہ رہا کہ میرے منکر دوزخ میں جائیں گے حالانکہ وہ برملا کہتی تھی مجھے مرزا سے نفرت ہے تو وہ تو بقول مرزا پکی دوزخی لہٰذا مان لو کہ قیامت کو نکاح ہوگا تو دلہن دوزخ میں ہوگی تو مرزا کی بارات کہاں گئی پھر اس کو وہاں ہی گھر داماد رکھ لیا جائے گا۔

- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی اجازت کے بغیر تورات کا ایک ورق پڑھنا شروع کیا تو حضور علیہ السلام نے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ عرض کیا **رضیت باللّٰہ و بالاسلام دینا و بمحمد نبینا۔** ناراض حضور ہوئے مگر **رضیت باللّٰہ** کہہ کے راضی پہلے اللہ کو کیا جا رہا ہے ثابت ہوا۔

وہ جو اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
وہ جو اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا

حضور کی رضا خدا کی رضا۔ حضور کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی۔ حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت حضور کی بیعت اللہ کی بیعت آپ نے حضرت عمر کو فرمایا **لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی** اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آج زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے جب آج موسیٰ کی اتباع گمراہی ہے تو مرزا کی اتباع کیسے ہدایت ہو سکتی ہے۔

فرما گئے ہیں ختم نبوت کے تاجدار
تا حشر میرے بعد نبوت نہ آئے گی

- مرزا کہتا ہے نبوت اگر نعمت ہے تو نعمت ختم نہیں ہونی چاہیے حالانکہ نعمت بھی ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو نعمت نہیں رہتی زحمت بن جاتی ہے آگ، پانی نعمت ہیں، لیکن اگر آگ مکان کو لگ جائے یا پانی کا سیلاب آ جائے تو نعمت نہ رہے گی پانچ انگلیاں ایک ہاتھ میں نعمت ہے لیکن اگر چھٹی بھی اُگ آئے تو فوراً کسی ماہر ڈاکٹر سے اپریشن کرا کے کٹا دیا جاتا ہے حضور علیہ السلام پہ نبوت کی نعمت مکمل ہوگئی **اتممت علیکم نعمتی** مرزا کی صورت میں زحمت اُگ آئی تو ابوبکر صدیق کی تلوار سے اپریشن کر کے کاٹ کر پھینک دیا جائے۔

- نبوت کے لئے قانون ہے جہاں نبی فوت ہو وہیں دفن کیا جائے۔ مرزائیو! اگر مرزا نبی

ہے تو اس کو ٹی خانے میں واپس لاؤ۔

الجھا ہے پاؤں مرزے کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں مرزا ہی آ گیا

- مرزائی کہتے ہیں ہمیں سینے پہ کلمہ نہیں لگانے دیتے میں عرض کروں گا کہ تمہیں کوئی نہیں روکے گا لیکن سینے کے اوپر لگانے سے پہلے سینے کے اندر لگاؤ تو سینہ مدینہ بن جائے گا۔
- مرزائیوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ نبی بھی مانا تو کس کو۔ ہر نبی پہ جبرائیل امین آتے تھے مرزا جی پر آنے والے فرشتے کا نام پوچھا تو فرمایا ''ٹی چی ٹی'' اور وحی کیا لے کر آیا ''آئی لو یو'' یعنی انگریزوں نے ہی نبی بنایا تھا تو ظاہر ہے فرشتہ بھی تو انگریز ہی ہونا چاہیے تھا اور وحی بھی انگریزی میں ہی مناسب تھی ''آئی شیل ہیلپ یو''۔ وحی کے الفاظ پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جیسے خود جناب نکلے ہیں فرشتہ بھی مڈل فیل ہے۔

لطیفہ

مرزا کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے بھوک کے مارے نے نبوت کا اعلان کر دیا بادشاہ سمجھ گیا اس نے کہا اس کو باورچی خانے میں قید کر دیا جائے چند ماہ کے بعد بلایا گیا خوب موٹا تازہ ہو گیا پوچھا گیا کوئی وحی آئی ہے اس نے سوچا کہیں آزاد ہی نہ کر دے ہاں آئی ہے۔ پوچھا کیا؟ کہنے لگا یا ایھا النبی دو تین ماہ اور باورچی خانے رہیو۔ اتنے حسن والے نبی کے بعد ایسے بد صورت کانے ٹھبے کی اللہ کو ضرورت کیا پیش آتی۔

جیہڑے قیدی نیں زلف محمد دے
اوہ غیراں دے جال چہ پھسدے نیں

چنانچہ ایک سکھ کے ساتھ مرزائیوں نے بڑی رواداری کا مظاہرہ کیا اس کو کاروبار کرایا، اس کی ضروریات کو پورا کرتے رہے کہ مرزائی ہو جائے آخر ایک دن اس کو کہہ ہی دیا کہ سردار جی اب ہمارے نبی کو مان لو اور مرزائی ہو جاؤ سردار جی نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا اور کہا

"دیکھو اوئے میرے بھراؤ! اساں تے مسلماناں دے سچے نبی توں نیں منیاں، تے تہاڈے چوتھے نبی نوں کویں من لیئے۔

❁—— ذرا تھوڑی سی سیرت تو پڑھو ہمارے نبی کی زندگی میں امت کے لئے اسوۂ کامل **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔**

مرزائی کبھی بھی اپنے مرزے کی سیرت پر بحث نہیں کریں گے کیوں کہ اس میں یہ بھی ہے نیچے والا بٹن اوپر لگا لیتے تھے اوپر والا نیچے۔ دایاں جوتا بائیں پاؤں میں بایاں دائیں پاؤں میں۔ پیشاب فرماتے تو استنجا گڑ کے ساتھ کر لیتے اور مٹی کا ڈھیلا گڑ کی جگہ کھا لیتے ہر دونوں چیزیں سرکار جیب میں رکھا کرتے۔ ایک بار ماں سے کہا روٹی کس سے کھاؤں اس نے یعنی کسیٹی نے غصے میں کہا خاک سے کھا حضرت اتنے فرماں بردار تھے روٹی لی اور چولہے سے راکھ لے کر کھانے لگے۔ پھر یہ بندہ کہے۔ میں ہی محمد ہوں میں ہی عیسٰی ہوں میں ہی داؤد ہوں تو اس کو پاگلوں کا سردار نہ کہیں تو کیا کہیں۔

؎ اے پیٹ تیرے واسطے ہم کیا سے کیا بنے
مہدی بنے مسیح بنے مقتداء بنے
بے شرم تو بھرا نہیں گو ہم خیال میں
نانک بنے کرشن بنے اور خدا بنے

سوال:

قرآن پاک میں ہے **ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین۔** (الحاقۃ آیت ۴۴-۴۶)

اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے تو ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے اور پھر ان کی رگِ دل کاٹ لیتے، یعنی اگر نبی علیہ السلام پورا قرآن تو کیا ایک آیت بھی اپنی طرف سے بناتے تو اللہ کی پکڑ میں آجاتے۔ مرزائی کہتے ہیں اگر مرزا نے بھی اللہ پر بہتان لگایا ہے کہ اس نے مجھے نبی بنایا یا وحی آئی وغیرہ وغیرہ تو اللہ نے پکڑا کیوں نہیں۔

جواب نمبر ۱:

پکڑا تو ہے پاخانے میں مرا۔ لوگوں نے میت پر گندگی ڈال دی۔ اس کے تمام دعوے جھوٹے ہوئے۔

جواب نمبر ۲:

یہ آیت تو سچے نبی کے بارے میں ہے اگر حکومت اپنے مجسٹریٹ کے لئے قانون بنائے کہ تو ایسا کرے گا یہ سزا ہوگی اُدھر ڈاکو جنگل میں اپنے میں سے ایک کو مجسٹریٹ بنالیں اور وہ سب کچھ کرتا پھرے۔ تم کہو دیکھو جی! مجسٹریٹ کے لئے جب یہ قانون ہے تو اس کو سزا کیوں نہ دی جاتی تو یہی کہا جائے گا یہ ڈاکوؤں کے مجسٹریٹ کے لئے نہیں حکومت کے مجسٹریٹ کے لئے ہے ورنہ تو فرعون نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا تھا یعنی فرمایا یہ قانون پیاروں کے لئے ہے مرزا جیسے بھونکتے رہیں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ ؎ آواز سگاں کم نکند رزق گدارا۔

مشرک بھی تو یہی کہتے تھے **ولو شاء اللّٰہ ما اشرکنا** اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی کہے اگر اللہ نہ چاہتا تو کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا نہ ہوتی کس نے آپ کو کہا ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ مرزا نبوت کا اعلان کرے اگر اللہ چاہتا تو اس کو ایسے معجزے دیتا؟ جو کہ معرکۃ الآرا معجزہ محمدی بیگم کا ہے خوبصورت تھی رشتہ دار تھی دعوائے نبوت کے بعد رشتہ دار متنفر ہو گئے کہنے لگا نکاح اس سے میرا ہی ہوگا جو میرے علاوہ نکاح کرے گا مر جائے گا بلکہ اس کا باپ دادا بھی مر جائے گا مگر کچھ بھی نہ ہوا پھر تاویلیں کرنے لگا۔ کبھی کہتا ایک سال بعد میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا (مرزا مبارک) تین سال کے بعد ہوا (آخر کچھ تو ہونا ہی تھا) پوچھا گیا آپ نے تو ایک سال بعد فرمایا تھا فرمایا! بکواس کرتے ہو! ایک سال تو کہا تھا اور ایک سال درمیان میں گذرا ہے اس سال ہو گیا ابتداء انتہا کو چھوڑ و درمیان کی بات کرو۔

جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

❁—— حضور علیہ السلام کی حدیث ہے کہ عیسٰی علیہ السلام دو چادروں میں ملبوس ہو کر آئیں گے مرزا سے پوچھا گیا اگر آپ عیسٰی ہیں تو دو چادریں کون سی ہیں کہا اوپر والی چادر میرے دماغ کی کمزوری ہے اور نیچے والی پیشاب کی بیماری ہے کہ رات میں حضرت سو

سو بار پیشاب کرتے (پتہ نہیں وحی کس وقت آتی تھی) جیسا نبی ویسے معجزے فرعون کو لوگوں نے کہا بارش نہیں ہوتی تو ہمارا رب الاعلیٰ بنتا ہے تجھے نہ کہیں تو کس کو کہیں اب اس نے تو شیطان کو ھی کہنا تھا سب شیطان مل کر پیشاب کرنے لگے ہر طرف بدبو پھیل گئی پھر لوگ آئے اور پوچھا یہ کیسی بارش ہے؟ اس نے شیطانوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا جیسا تو خدا ویسی بارش ہے۔

- مرزا جی نے ایک اور آیت سے دلیل پکڑی **ما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزؤن** جو بھی نبی آیا اس کا مذاق اُڑایا گیا میرا بھی تم مذاق اُڑاتے ہو لہٰذا میں بھی نبی ہوں (یہ ہے **ان الشیطین لیوحون الی اولیئھم** شیطان اپنے چیلوں کی طرف اسی طرح کی وحی کرتا رہتا ہے) جواب: پھر تو ہر پاگل گدھا نبی ہو جائے کہ ان کا مذاق سب سے زیادہ اُڑایا جاتا ہے۔

ہر نبی کا نام مفرد ہے۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ ایوب۔ یعقوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ عیسیٰ محمد۔ علیہم السلام اور مرزا باوجود اس کے کہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس قرآنی ارشاد کا مصداق قرار دیتا ہے **ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔** (نزول المسیح صفحہ ۹۹) یہ کہتا ہے میں ہی احمد ہوں۔ حالانکہ آیت میں بھی مفرد ہی آیا ہے جب کہ مرزا کا نام دنیا جانتی ہے غلام احمد ہے (مرکب اضافی)۔

اور پھر حضور علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ایک دجال ایسی بات کرے گا لہٰذا آپ نے اس بشارت کے بارے پہلے ہی فرما دیا۔ کیا؟ اگلی حدیث ملاحظہ کیجئے۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است
آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است

﴿۱۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَ بِشَارَةُ عِيْسٰى

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳)

میں ہی ہوں جس کے لئے ابراہیم دعائیں کرتے رہے اور جس کی خوشخبریاں عیسیٰ علیہ السلام سناتے رہے

اور اپنے نام ارشاد فرماتے ہوئے خود فرمایا کوئی اور احمد نہیں وہ احمد میں ہی ہوں

﴿۱۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَحْمَدُ

میں ہی احمد ہوں

(مشکوٰۃ)

* * *

﴿۱۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ

میں ہی عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(مشکوٰۃ)

لہٰذا اگر مرزا ابشارۃ والا احمد بنے گا تو ایسے ہی ہو گا کہ جیسے ایک کاغذ پہ کوئی افسر دستخط کرے تو بعد میں چپڑاسی بھی اپنے آپ کو وہی افسر ظاہر کر کے دستخط کر دے تو اس کو سزا ہو گی جیسے مرزا کو جہنم کی سزا ہو رہی ہے۔

❋ —— ظلی و بروزی کی اصطلاح مرزا کی اپنی اختراع ہے اس کے پردے میں اس نے عوام کو دھوکہ دیا اس سے پہلے اس طرح کی اصطلاح کا کہیں نام ونشان نہیں ہے یہ تو ایسے ہی ہے کہ خاوند والی عورت کو کوئی دوسرا شخص کہے میں بھی تیرا خاوند ہوں وہ کہے میرا خاوند تو فلاں ہے اور زندہ ہے تو کہاں سے آ گیا وہ کہے اصل میں میں ظلی یا بروزی ہوں۔ ایک غیرت مند عورت یہ کیسے برداشت کرے گی اسی طرح غیرت مند امتی بھی مرزا کی اس بکواس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک بچہ اپنے حقیقی باپ کے مقابلے میں ظلی بروزی باپ کا لفظ تو سننا گوارہ نہیں کرتا تو غیرت مند امتی حضور کے ہوتے ہوئے اس ظلی انگریز کی بلی کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

مرزا قادیانی کے کفریات

مرزا قادیانی لعنتی کردار، بے غیرت، شیطان کا چیلا، خبیث، مردود، بے حیا، کذاب 1836ء کو بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک گاؤں قادیان میں

پیدا ہوا۔ **1901** میں نبوت کا دعویٰ کیا **26** مئی **1908**ء بروز منگل ساڑھے دس بجے رات مر کر جہنم رسید ہوا مرزا خبیث نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر آوارہ گرد گھر سے بھاگ آیا سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار تنخواہ پر بطور منشی ملازم ہوگیا۔

اس کے بعد اس خناس نے انگریز سے مل کر جھوٹی نبوت کا منصوبہ بنایا۔

اس کانے دجال بے غیرت نے آہستہ آہستہ مذہبی تقریریں شروع کر دیں انگریز کی سرپرستی میں کام کرتا رہا۔ اپنے آپ کو بڑا عالم اور محدث ظاہر کیا پھر کہا میں مجدد ہوں پھر کہا میں مہدی ہوں پھر مسیح پھر کہا میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پھر کہا میں ہی محمد ہوں پھر کہا میں محمد رسول اللہ سے افضل ہوں (معاذ اللہ) اس لعنتی کردار، ذلیل شخص نے اللہ تعالیٰ، نبی پاک ﷺ انبیائے کرام، صحابہ کرام، مکہ، مدینہ، بزرگانِ دین قرآن مجید اور عام مسلمانوں کی توہین میں ایسی باتیں لکھیں اور کہیں جسے پڑھ کر غیرت مند مسلمان خون کے آنسو روتا ہے۔

مرزا کی بکواسات

(اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرزہ سرائی)

(1) وہ خدا جو ہمارا خدا ہے ایک کھا جانے والی آگ ہے۔ (معاذ اللہ) سراجِ منیر ص ۵۵

(2) میں (مرزا) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ (معاذ اللہ) آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴ کتاب البریہ ص ۷۸

(3) وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔ (معاذ اللہ) تجلیات الٰہیہ ص ۴

(4) اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کہہ کر خطاب کیا کہ اے میرے بیٹے سن (معاذ اللہ) البشریٰ جلد ۱ ص ۴۹

(5) مجھ سے میرے رب نے بیعت کی (معاذ اللہ) دافع البلاء ص ۶

(6) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (معاذ اللہ) دافع البلاء ص ۱۱

(7) اے مرزا تو مجھے میری اولاد جیسا ہے۔ (معاذ اللہ) حاشیہ ص ۱۲۳ اربعین نمبر ۴

(8) کیا کوئی عقل مند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں پھر بعد اس کے یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا؟ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہو گئی ہے۔ (معاذ اللہ) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۴۴

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

(1) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی الہام سمجھ نہ آئے نبی سے کئی غلطیاں ہوئیں۔ (معاذ اللہ) (ازالۃ الاوھام مطبع لاہور)

(2) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اشاعت دین مکمل طور پر نہ کر سکے میں نے پوری کی۔ (معاذ اللہ) (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۵)

(3) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۶۷)

(4) میرے نشانات کی تعداد دس لاکھ ہے۔ (معاذ اللہ) (براہین احمدیہ ص ۵۶)

(5) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔ (معاذ اللہ) (الفضل قادیان) ۲۲ فروری ۱۹۲۴

(6) یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) (اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

(7) میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت **واخرین منھم لما یلحقو بھم** بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ (معاذ اللہ) (ایک غلطی کا ازالہ)

(8) محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(معاذ اللہ) (اخبار قادیاں ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین

(1) میں خود اس بات کا قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔ (معاذ اللہ) (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۵)

(2) آپ (مرزا) کا درجہ رسول کریم ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء سے بلند ہے۔ (معاذ اللہ) (اخبار الفضل ۶ جون ۱۹۳۳ء)

(3) جس (مرزا) کے وجود میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی شان جلوہ گر تھی۔ (معاذ اللہ) (الفضل ۳۰ مئی ۱۹۱۵ء)

(4) اگرچہ دنیا میں بہت سارے نبی ہوئے ہیں لیکن علم وعرفان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ (معاذ اللہ)

(5) میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں۔
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار (معاذ اللہ) (درثمین ص ۱۲۳)

(6) پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ (معاذ اللہ) (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۹)

(7) خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحاق ہوں میں اسمٰعیل ہوں میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (معاذ اللہ) (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۷۲)

(8) خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ غرق نہ ہوتے۔ (معاذ اللہ) (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۷)

(9) یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔

(معاذ اللہ)(کشتی نوح حاشیہ ص ۷۵)

(10) مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا۔ (معاذ اللہ) (مکتوبات احمدیہ ص ۱۲ تا ص ۲۴ جلد ۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین

(1) جیسا کہ ابو ہریرہؓ جو غبی تھا اور راور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (معاذ اللہ) (اعجاز احمدی ص ۱۸)

(2) ابوبکرؓ و عمرؓ کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد (مرزا) کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔ (معاذ اللہ) (ماہنامہ المہدی جنوری فروری ۱۹۱۵)

(3) پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو اب نئی خلافت لو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے تم اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علیؓ کی تلاش کرتے ہو۔ (معاذ اللہ) (ملفوظات احمدیہ جلد ۱ ص ۱۳)

(4) جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ دراصل صحابہ کرام کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ (معاذ اللہ)(ص ۷۱ خطبہ الہامیہ)

توہین قرآن

(1) قرآن خدا کی کتاب اور میری (مرزا) کی باتیں ہیں۔ (معاذ اللہ) (تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۱۰۲-۱۰۳)

(2) میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہو گئی ہیں۔ (معاذ اللہ)(ازالہ اوحام ص ۸ ص ۱۳)

توہین حدیث

(1) میرے اس دعوی کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ)(اعجاز احمدی ص ۳۱)

مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی توہین

(1) تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ۔ مدینہ۔ قادیان۔ (معاذ اللہ) (ازالہ اوہام ص ۳۴)

(2) میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ (معاذ اللہ) (بشیر محمود الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء)

(3) (مرزا) نے فرمایا کہ جو لوگ قادیان نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ رہتا ہے۔ (معاذ اللہ) (انوار خلافت ص ۱۱۷)

مسلمانوں کو گالیاں

(1) ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (یعنی مرزا) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)

(2) جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ (انوار الاسلام ص ۳۰)

(3) میرے مخالف جنگلوں کے سُور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔ (نجم الھدیٰ ص ۵۳)

(4) میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (کنجریوں) کی اولاد نے تصدیق نہیں کی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷)

اے عاشقانِ مصطفےٰ ﷺ!

کیا ایسے مرتدوں اور خبیثوں کے ساتھ اب بھی دوستیاں اور تعلقات رکھو گے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں کسی مرزائی کو اپنا دوست نہ بناؤ

مرزائیوں کا بائیکاٹ کر دو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

(آپ فرماتے ہیں) قادیانی مرتد و منافق ہیں۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے اس کا ذبح محض نجس مردار حرام قطعی ہے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والا اور ان سے میل جول چھوڑنے کو ظلم اور ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ (احکام شریعت)۔

(مزید فرمایا) اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے ان سے قطع کر دیں بیمار پڑنے پر پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان (قبرستان) میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔ (فتاویٰ رضویہ)۔

اگرچہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے بلکہ ابھی بہت سے گوشے باقی ہیں تاہم چونکہ دیگر موضوعات بھی اس کتاب میں شامل کرنے کا ارادہ ہے لہٰذا چیدہ چیدہ باتیں عرض کر دی ہیں اور مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ "یہ" دعا کریں۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

* * *

﴿۱۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ

میں ہی پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی فخر یہ نہیں کہتا

(ترمذی)

ہر نظر کانپ اُٹھے گی محشر کے دن
خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آ جائیں گے
تو قیامت کا نقشہ بدل جائے گا

شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٖ

شفاعت جس کو کہتے ہیں وہ عید ہے اہل سنت کی
اُدھر دیدار رب ہو گا اِدھر صورت محمد کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

شفاعت کیا ہے طلب العفو معافی طلب کرنا۔ ہمارے حضور کی شفاعت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے محقق دوانی فرماتے ہیں حضور تمام جن و انس کی شفاعت فرمائیں گے۔ مومنین کے لئے تو عفو معاصی اور ترقی درجات حضور کی شفاعت سے ہوگی اور کفار

پر بھی احوال قیامت کی تخفیف آپ کی شفاعت سے ہوگی اسی لیے **وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین** ہے حضور کی شفاعت عامہ ثابت کی گئی ہے۔ امام نووی نے تو شفاعت کی پانچ اقسام بیان فرمائیں مگر امام جلال الدین سیوطی نے چھٹی قسم بھی بیان کی اس کے علاوہ صاحب مواہب نے ایک ساتویں قسم بھی لکھی ہے۔

نمبر۱۔ **الاراحة من هول الموقف و تعجيل الحساب وهي اعظمها و اعمها** میدان محشر کی سختی اور مصائب میں تخفیف نیز حساب و کتاب میں جلدی یہ شفاعت سب سے بڑی اور عام ہے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے جلد حساب ہوگا اور قیامت کی حساب سے قبل ہولناکی سے کفار کو بھی چھٹکارا ملے گا۔

یہ شفاعت صرف حضور ہی کریں گے اور کوئی نہیں کرے گا بخاری شریف کی معروف حدیث کہ تمام نبیوں کے پاس باری باری لوگ جائیں گے تو ہر کوئی کہے گا **اذھبوا الی غیری** اور پھر عیسیٰ علیہ السلام حضور کی طرف راہنمائی کریں گے ۔ میرے حبیب کے لب پر **انا لھا** ہوگا۔

وہ لوگ جو نبیوں ولیوں کے پاس جانے سے روکتے ہیں اور رب کے پاس ڈائریکٹ جانے پر زور دیتے ہیں حالانکہ دنیا میں تو خدا غائب ہے مگر وہاں تو سامنے ہوگا لیکن کسی کی جرأت نہ ہوگی سیدھا چلا جائے جب آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نہ جا سکے گا تو اور کون جائے گا شاید خدا نے یہ انتظام اِسلیے کرنا ہے تا کہ اہل محشر جان جائیں کہ دنیا میں وہی جماعت حق پر تھی جو ڈائریکٹ میرے پاس آنے کی نہیں بلکہ میرے حبیب کے پاس جانے کی بات کرتی تھی ۔

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
حق کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

اس سے شفاعت کا دروازہ کھلے گا اس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں اس لیے کہ اس سے جہاں نبیوں ولیوں کو حصہ ملے گا وہاں کافروں کو بھی، کہ حساب میں تاخیر سے بچ جائیں گے اور جس حدیث کے تحت یہ بحث کی جا رہی ہے **انا اول شافع و اول مشفع ولا فخر** سے یہی مراد ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

يُعْطِيْكَ رَبُّكَ داس تساں
فَتَرْضٰی تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں
وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ صحیح پڑھیاں

اور جب حضور علیہ السلام باب شفاعت کھول دیں گے تو پھر دیگر انبیاء، اولیا، شہداء، قرآن، نماز روزہ، کعبہ، حجر اسود، مؤذن، امام، چھوٹی اولاد بلکہ فقراء و مساکین اور کچا بچہ جو حمل کے اسقاط کے سلسلہ میں پورے دنوں کا نہ ہونے کی وجہ سے ماں کے بطن سے نکلا اور زمین کے بطن میں چلا گیا حدیث میں آتا ہے کہ وہ خدا سے اپنے والدین کی بخشش کے لئے تکرار کرے گا تو اس کو اجازت مل جائے گی فیقال ایھا السقط المراغم ربه ادخل ابویک الجنة فیجرھما بسورہ حتی یدخلھما الجنة۔ (مشکوٰۃ)۔ پس کہا جائے گا اے اپنے رب سے جھگڑا کرنے والے! اپنے والدین کو جنت میں داخل کرلے تو وہ ناف کے ناڑو سے باندھ کر والدین کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جہنمیوں کی صفیں کھڑی ہوں گی ان کے پاس سے ایک جنتی گذرے گا تو ایک جہنمی اسے کہے گا اما تعرفنی انا الذی سقیتک شربة آپ مجھے پہنچانتے نہیں میں نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا تھا وقال بعضھم انا الذی وھبت لک وضوء فیشفع له فیدخله الجنة ایک کہے گا میں نے آپ کو ایک بار وضو کے لئے پانی دیا تھا پس اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴)

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک ایک آدمی ستر ستر ہزار کی شفاعت کرے گا رابعہ بصریہ بھی انہیں خوش نصیبوں میں سے ہیں۔

حضرت اویس قرنی کے بارے سرکار نے فرمایا کہ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ میری اتنی امت بخشے گا جتنی قبیلہ ربیعہ و مضر کی بکریوں کی تعداد ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر فرماتے ہیں میں نے اپنے مرشد سے سُنا کہ قیامت کے دن گدڑی پوشوں کو بلایا جائے گا اور ان پہ بھی گدڑی کا لباس ہوگا اور ایک ایک گدڑی میں لاکھوں

لاکھوں طنابیں ہوں گی مریدین ایک ایک طناب پکڑ لیں گے اللہ تعالیٰ انہیں اتنی طاقت عطا فرمائے گا کہ ایک ایک بزرگ لاکھوں مریدوں کو کھینچ کر پل صراط سے پار کر دے گا ان کو جنت میں چھوڑ کر پھر واپس آ جائیں گے اور اعلان کریں گے مریدین تو چلے گئے اب وہ آ جاؤ جنہوں نے دنیا میں ہماری مخالفت نہیں کی پھر لاکھوں کو لے جائیں گے ۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہو گا؟

❁—— **الصواعق المحرقہ** میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔ (صفحہ ۱۰۸)

شفاعت کی دیگر اقسام

نمبر۲- **فی ادخال القوم الجنة بغیر حساب.**
اپنے غلاموں کو بلا حساب جنت میں داخل کرنا۔

نمبر۳- **الشفاعة لقوم استوجب النار** . ان لوگوں کے حق میں شفاعت جو مستحق نار قرار پا چکے۔

نمبر۴- **فیمن دخل النار من المذنبین** ۔ جو گنہ گار جہنم میں جا چکے ہیں ان کو شفاعت کر کے نکلوانا۔

نمبر۵- **الشفاعة فی زیادة الدرجات فی الجنة لا هلها** ۔ (مسلم جلد۲ ص۱۰۴)۔
جنتیوں کے درجات کی ترقی کروانا۔

نمبر۶- امام جلال الدین سیوطی نے چھٹی قسم یہ بیان فرمائی کہ تخفیف عذاب ان لوگوں کے لئے جو مستحق خلود فی النار ہو چکے ہیں۔

نمبر۷- اور صاحب مواہب نے ساتویں قسم یہ لکھی کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام اہل مدینہ کو جنت میں داخل فرمائیں گے یہ اہل مدینہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

احادیث شفاعت

۱- فرمایا قیامت کو لوگ گروہ در گروہ، پھر رہے ہوں گے **کل امة تتبع نبیًا** ہر کوئی اپنے نبی کو تلاش کر رہا ہو گا جب کہیں نہ سنی جائے گی تو بات مجھ تک پہنچے گی میں شفاعت کروں گا **فذلک یوم یبعثه الله المقام المحمود** یہی وہ دن ہے کہ حضور کو مقام محمود پر بٹھایا جائے گا۔ بخاری میں ہے کہ سرکار سے پوچھا گیا مقام محمود کیا ہے فرمایا "**الشفاعة**" وہ شفاعت ہے۔

۲- فرمایا جو اذان سن کر اذان کی دعا پڑھے **حلت له شفاعتی یوم القیمة**۔ (بخاری ۲ ص ۶۸۶) یعنی ہماری دعا تو حضور علیہ السلام کیلئے تھی فائدہ ہمیں ہی مل گیا۔

۳- حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا **خیرت** (جو بد بخت کہے جس کا نام محمد و علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں اس کا کیا علاج کیا جائے) **بین الشفاعة و بین ان یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لا نها اعمّ و اکفی**۔ کہ آدھی امت بخشوالو یا شفاعت لے لو تو میں نے شفاعت لے لی کہ یہ زیادہ عام اور زیادہ کفایت کرنیوالی ہے یعنی آدھی میں تو حد بندی ہے اس کے بعد اگر کسی نے پکارا یا رسول اللہ! میں بھی آپ کا گنہ گار امتی ہوں تو کیا کروں گا پھر فرمایا تم سمجھتے ہو یہ پرہیز گاروں کے لئے ہے **ترونها للمتقین۔ لا ولکنها للمذنبین الخطائین المتلوثین** (ابن ماجہ) نہیں بلکہ گناہوں میں لتھڑے ہوؤں کیلئے ہے۔

۴- فرمایا میں اتنے لوگوں کی شفاعت کروں گا جتنے پوری زمین پہ درخت ہیں جتنے پتھر ہیں جتنے ڈھیلے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ (حاشیہ تکمیل الایمان از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)۔

۵- جب اللہ نے فرمایا **ولسوف یعطیک ربک فترضی** کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے فرمایا **اذن لا ارضی و واحد من امتی فی النار**۔ (تفسیر مظہری)

یعنی میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۸، معارف القران ج ۸ ص ۷۶۶)

۶- فرمایا میں اس وقت تک شفاعت کرتا رہوں گا حتی ینادی ربی رضیت یا محمد اے محمد! راضی ہو؟ میں کہوں گا یا رب رضیت ہاں مولیٰ میں راضی ہوگیا۔

روح المعانی۔ درمنثور ج ۶ ص ۳۶۱

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا

؎ کیا ہی ذوق افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گناہ پرہیز گاری واہ واہ

کہ حضور علیہ السلام کی شفاعت میں اتنی لذت وسرور ہوگا کہ وہ پرہیز گار جن کے پاس گناہ نہ ہوگا وہ گنہ گاروں کو کہتے پھریں گے کہ دو چار گناہ قرض دے دو ہم بھی حضور کی شفاعت میں شامل ہو جائیں۔

نمبر ۷- فرمایا نبیوں کے لئے منبر بچھائے جائیں گے وہ بیٹھ جائیں گے اپنے اپنے منبروں پر حتی یبقی منبری ولم اجلس۔ میں منبر پہ نہیں بیٹھوں گا عرض کیا حضور آپ کہاں ہوں گے فرمایا قائما بین یدی ربی منتصبا۔ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں گا یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ میں خود جنت میں چلا جاؤں اور امت پیچھے دیکھتی رہ جائے بلکہ سب کو بھیج کر جاؤں گا۔ فرمایا میرا منبر رب کے عرش کی دائیں طرف ہوگا۔

ذرا تصور تو کرو

؎ ادھر دیدار رب ہو گا اِدھر صورت محمد کی (ﷺ)

اللہ پوچھے گا یا محمد! ما ترید ان اصنع لامتک تیری امت سے کیا سلوک کروں؟ اللہ پوچھ رہا ہے، لہٰذا یہ کہنا صحیح ہوا کہ

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

میں کہوں گا یا اللہ اعجل حسابهم یا اللہ! ہمارا کھاتہ کھول اور جلدی فارغ کر باقی

تو جانے اور تیری مخلوق۔ (حاشیہ تکمیل الایمان از شیخ محقق)۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

نکات شفاعت

منکرین شفاعت متوجہ ہوں!

- جنازہ میں ہر کوئی اپنے چھوٹے سے بچے کو بھی شفیع کہتا ہے جب تیرا شفیع ہوسکتا ہے تو خدا کے محبوب کے بارے کیا خیال ہے جو فرماتے ہیں میری شفاعت بڑے بڑے پاپیوں کے لیے ہے۔ **شفاعتی لا هل الكبائر من امتی** ۔ اور فرمایا یا اللہ! نیک تیرے۔ گنہگار میرے **الصالحون لله والطالحون لی**

گر بدھیں تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ
اخبار میں **الطالح لی** ہم نے پڑھا ہے

- سارے نبی **اذهبوا الى غيرى** کہیں گے **اذهبوا الى الله** کوئی نہیں کہے گا حضور بھی **اذهبوا الى الله** نہیں فرمائیں گے، اس لیے کہ سب جانتے ہیں آج اللہ کے پاس جانے سے بات نہیں بنے گی جس کو دنیا میں لوگ غیر اللہ کہہ کے اس کے پاس جانے سے روکتے رہے آج ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے۔
- تم ہزار سال بھی سجدہ کرتے رہو تمہیں نہیں کہا جائے گا **ارفع راسک** حضور ایسا سجدہ کریں گے کہ ایک سجدے میں سب کی نجات ہو کے رہی۔
- حدیث میں ہے جہنمی جب نکلنا چاہیں گے جہنم سے **اُعیدوا فیها** حضرت جابر بن عبداللہ سے کہا گیا اللہ فرماتا ہے **من تدخل النار فقد اخزيته** فرمایا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ عرض کیا پڑھا ہے فرمایا **فهل سمعت بمقام محمد** عرض کیا ہم سوال کیا کرتے ہیں آپ کہتے ہیں مقام محمد نہیں سنا فرمایا یہی تو مقام محمد ہے جو جہنم میں جل رہے ہوں گے ان کو پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے۔
- دیگر انبیاء کی بارگاہ میں اس لیے لے جایا جائے گا تا کہ منکروں کا شک ختم ہو اور

عاشقوں کو دیدار نصیب ہو کیوں کہ یہ دیدار کے بھوکے ہوتے ہیں کبھی فلاں بزرگ کے پاس کبھی فلاں کے پاس آخر میں سرکار کا دیدار ہوگا کہ جو حُسن کے جلوے ایک لاکھ چوبیس ہزار میں متفرق دیکھتے رہے ہو رُخِ مصطفیٰ پہ سارے اکٹھے دیکھ لو۔ پھر اسی حدیث میں ہے کہ حضور سے کہا جائے گا اپنی اُمت کو نکال لائیں دوزخ سے، تا کہ اب نکلنے والے جان لیں کہ پہلوں کو تو خدا نے نکالا ہوگا ہمیں تو مصطفیٰ نکال رہا ہے جنت میں داخل بھی حضور کر رہے ہیں دوزخ سے خارج بھی حضور کر رہے ہیں۔

وہ سماں کیسا ذی شان ہو گا
جب خدا مصطفیٰ سے کہے گا
اب تو سجدے سے سر کو اُٹھا لو
آپ کی ساری امت بری ہے

- حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں عبس وتولی میں اللہ نے حضور علیہ السلام پر عتاب فرمایا ہے میں کہتا ہوں اس میں اللہ نے شفاعت کا مسئلہ حل فرمایا ہے کہ قیامت کو جب اللہ گنہ گاروں کو دوزخ میں جانے کا کہے گا تو حضور عرض کریں گے یا اللہ میں ایک نے مونہہ موڑا تو نے اتنا محسوس کیا کہ سورت نازل کر دی اب تو خود کروڑوں سے منہ موڑ رہا ہے۔

- لوگ کہتے ہیں کہ جب اللہ لوگوں کو جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ کرے گا اور وہ جہنم میں چلے جائیں گے حضور پھر شفاعت کریں گے پہلے کیوں نہیں کی؟ میں عرض کروں گا شفاعت ہوئی ہی فیصلے کے بعد ہے اگر پہلے ہی کر دیں اور لوگوں کو جہنم میں جانا ہی نہ پڑے تو کئی کہیں گے اللہ نے فیصلہ ہی یہ کیا ہے حضور کا اس میں کیا ہے فرمایا جو بھی جائے میرے حبیب کے در کی خیرات سے جائے ویسے بھی جب زمین مکان کا فیصلہ ہو جائے تبھی شفعہ کا حق ہوتا ہے پہلے نہیں ہوتا۔ شفعہ میں فیصلے کو نہیں قرابت کو دیکھا جاتا ہے جو زیادہ قریب ہوگا اس کا شفعہ پہ زیادہ حق ہوتا ہے اور حضور تو امت کے اتنے قریب ہیں کہ جان بھی اتنی قریب نہیں ہے اور شفاعت بھی اس حد تک فرمائیں گے کہ داروغۂ جہنم پکار اُٹھے گا یا محمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک ۔ کہ

آپ نے تو اپنے رب کے غضب کے لئے کچھ چھوڑا ہی نہیں۔

ضروری بات:

جب شفاعت کی بات کی جاتی ہے تو کئی لوگ بے باک ہو جاتے ہیں کہ جو چاہو کرتے پھرو بخشے تو جائیں گے خوف خدا ختم ہو جانا بھی کفر ہے کیوں کہ ایمان امید و خوف کی درمیانی کیفیت کا نام ہے **الایمان بین الخوف والرجا**۔ یہ بھی دیکھو کہ نکالے کہاں سے جارہے ہیں؟ کیا ضروری ہے کہ پہلے ضرور ہی دوزخ میں جاؤ پھر نکالے جاؤ اور پتہ نہیں کب نکالے جاؤ جہنم کے تو نام سے بھی خدا کی پناہ۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب وہ اتنے کریم آقا ہیں تو ہمیں ان کے احسانات کا کچھ نہ کچھ تو شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اپنے آپ کو ایسا بنائیں کہ قیامت کو ان کی بارگاہ میں جانے سے شرمندہ نہ ہوں۔ اس موضوع کو سرخیل اہل حدیث مولوی نور حسین کے شعروں پہ ختم کر رہا ہوں۔ حدیث شفاعت کے تحت انہوں نے یہ اشعار کہے ۔

عیسیٰ نے لوکاں تائیں کہہ سناوناں
باجھ محمد تینوں کسے نہیں چھڑاونا
وچ مصیبت کسے کم نہیں آوناں
چلو کہے خاں اوہناں تائیں
ہور پیغمبر کوئی دم وی نہ مار دا
اُٹھ محمد توں محبوب سرکار دا
اُٹھ محمد چل عرشاں نوں جان گے
جھک کے سجدے وچ عرض سُنان گے
ربا بخش دے امت تائیں

انہی اشعار کا مفہوم کسی اور شاعر نے یوں بیان کیا ۔

گنہ گار جو محشر میں فریاد کریں گے
آیا ہوں میں آیا ہوں سرکار کہیں گے
سر سجدے میں ہو گا کھل جائیں گی زلفیں

امت کی بخشش کا اصرار کریں گے

خدا فرمائے گا ۔

یہ قہر و غضب میرا تیرے دشمن کے لئے ہے
تیرے چاہنے والوں سے تو ہم پیار کریں گے

اور اقبال نے اعلیٰ حضرت کی نعت ۔ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم" پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمد
تماشا تو دیکھو جہنم کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

* * *

واللہ غالب علی امرہ

﴿۱۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا اذا بُعِثُوا

جب لوگ اُٹھائے جائیں گے تو ان میں سب سے پہلے میں ہی روضہ اقدس سے
باہر آؤں گا

(ترمذی عن انس)

ترمذی اور حاکم کی روایت ہے کہ پہلے میں اپنے روضۂ انور سے باہر آؤں گا پھر ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر ہم بقیع والوں کا انتظار کریں گے پھر مکہ معظمہ کے مدفونین کا یعنی ان سب کا حشر ہمارے ساتھ ہوگا۔ یہ حضور نے اپنی امت کی ترتیب بیان فرمائی ورنہ حضور علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاء کرام ورسل عظام اپنی اپنی قبروں سے باہر تشریف لائیں گے ان کے بعد پھر حضرت ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق الی اٰخرہ۔ تاہم دیگر انبیاء کرام کی امتوں کا نمبر حضور علیہ السلام کی امت کے بعد ہوگا یعنی ساری امتوں میں سب سے پہلے حضور کی امت قبروں سے نکلے گی اور جنت میں جانے میں بھی سب سے پہلے حضور ہی کی امت ہوگی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

خدا کی شان ہے کہ آخر میں آنے والے جنت میں پہلے جا رہے ہیں ان کو آخر میں بھیجا اور پہلے اُٹھایا ایک تو اس وجہ سے تاکہ قبروں میں دوسری امتوں کی بہ نسبت تھوڑا رہنا پڑے دوسرا اس لیے کہ پہلی امتوں کے عیب اور گناہ قرآن پاک میں بیان کر دیے گئے جو اس امت نے پڑھ لیے لیکن ان کو آخر میں بھیجا تاکہ پہلوں کو پتہ بھی نہ چلے کہ یہ کیا کیا کرتے رہے۔ ان شاء اللہ امت محمد صلی اللہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے فضائل الگ عنوان سے بیان کیے جائیں گے۔

* * *

﴿۱۵﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا

جب لوگ وفد بنیں گے تو میں ہی ان کا قائد ہوں گا

(ترمذی۔ دارمی)

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کسی کے قائد میں ہزار عیب ہی کیوں نہ ہوں لیکن ساری زندگی اسی کے گُن گاتے رہتے ہیں اور نعرے لگا لگا کر اپنے گلے کا ستیاناس تو کر لیتے ہیں مگر اس کے خلاف بات سُننا بھی برداشت نہیں کرتے قیامت کے دن کی خوشیوں کا اندازہ کون لگائے کہ جب ساری کائنات اپنے اپنے نبیوں رسولوں کی سیادت میں مختلف ٹولیوں میں جمع ہو گی اور پھر سب نبی و رسول اپنی امتوں کو لے کر جلوسوں کی صورت میں میدانِ حشر میں اکٹھے ہوں گے اور سارے رسولوں بمعہ ان کی امتوں کے سب کا متفقہ قائد ہمارے رسول کو بنا دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا کہ اس وقت اگر مجھے بھی بولنے کی اجازت ملی تو نبیوں سے عرض کروں گا اے میری جان کے مالکو! تم بھی سارے نبی ہو لیکن کیا ہمارا آقا تم سب کا بھی نبی نہیں ہے؟ ۔

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو۔
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم)۔

* * *

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

﴿۱۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَطِیْبُہُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا

جب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا

(ترمذی)

یہ جملہ شفاعت کبریٰ کا پس منظر ہے کہ جب ساری مخلوق پریشان ہو کر انبیاء کرام کی بارگاہوں میں حاضری دے رہی ہوگی اور کہیں بھی بات نہیں بن رہی ہوگی رب کی بارگاہ میں سب خاموش کھڑے ہوں گے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوگی اس لیے کہ بے اجازت الٰہی آج انبیاء کرام بھی لب کشائی نہ کرسکیں گے یہاں تک کہ جبرئیل امین جیسا فرشتہ بھی خاموش کھڑا ہوگا اور **ما عرفناک حق معرفتک وما عبدناک حق عبادتک** (اے اللہ ہم تیری پہچان و معرفت کا حق نہ ادا کرسکے) قرآن مجید نے اس منظر کو یوں بیان فرمایا **یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔** (النبا ۳۸)۔
جس دن روح الامین (جبریل) اور تمام فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے کوئی بھی کلام نہ کرسکے گا مگر وہ جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کرے۔ اس وقت رب کی بارگاہ میں سجدہ کرکے اس کی حمد بجالانا اور بندوں کی حالت زار کا ذکر اللہ کی بارگاہ میں کرنا اور رب کا فرمان بندوں کو سنانا میرے آقا ہی کا منصب ہوگا کیا منظر ہوگا جب اولین وآخرین سب جمع ہوں گے اور سراپا گوش، مہر بہ لب، سرکار فرماتے ہیں ایسے عالم میں ان کے سامنے خطبہ دینے والا میں ہوں گا پھر حقیقت کھلے گی اور تمام اہل محشر کو اس بات کا احساس ہوگا جو امام اہل سنت نے فرمائی۔

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی؟
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

اور پھر سب کو یقین آجائے گا کہ دنیا میں تو ہم نہیں مانتے تھے مگر واقعی آج کا ماحول یہ بتا

رہا ہے کہ ۔ زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے اُٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

* * *

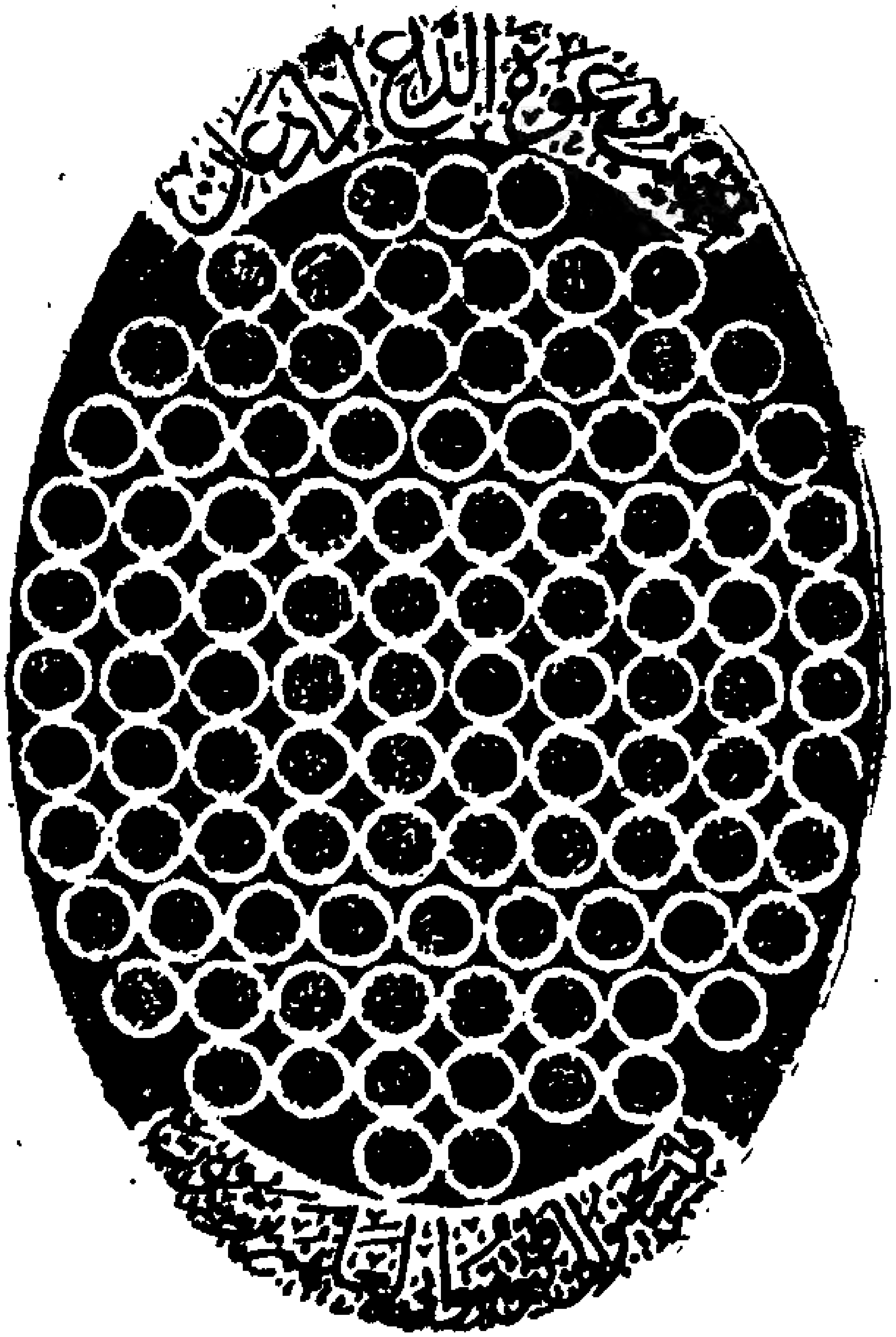

﴿۱۷﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَا اُحْبِسُوْا

میں ہی ان کا شفیع ہوں گا جب ان کو روک دیا جائے گا

(ترمذی)

یعنی میدان محشر میں سب کو جمع تو کر دیا جائے گا مگر کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا سخت گرمی سے کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے **لا تسمع الا همسا** (القرآن) تو نہ سنے گا مگر سرسراہٹ تب اہل محشر حضور اکرم علیہ السلام سے عرض کریں گے اور حضور علیہ السلام حساب و کتاب شروع کروائیں گے گویا حضور کی زبان ہلتی جائے گی ہر مشکل آسان ہوتی جائے گی۔

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

* * *

﴿۱۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مُبَشِّرُ هُمْ اِذَا يَئِسُوْا

میں ان کو بشارت وخوش خبری سناؤں گا جب وہ مایوس ہو جائیں گے

(ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جب لوگ بخشش سے مایوس ہو چکے ہوں گے یہ تو پتہ ہوگا کہ اللہ نے دنیا میں فرمایا تھا **لا تقنطوا من رحمۃ اللہ** اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔

مگر یہ حقیقت ابھی معلوم نہیں ہوگی یہ رحمت اس وقت برسے گی جب رحمۃ للعلمین کے مبارک لبوں کو جنبش ہوگی۔ اہل محشر کا اولاً یہ حال ہوگا مگر جب حضور کی زبان اقدس سے رحمت و مغفرت کا مژدہ جاں فزا سُن لیں گے کہ مت گھبراؤ تم بخشے جاؤ گے تو اس بشارت سے دھڑکتے دل ٹھہر جائیں گے، روتی آنکھیں تھم جائیں گی، لبوں پر مسکراہٹ کے پھول کھلنے لگیں گے اور سارے اہل محشر کی زبان پہ ہوگا۔

غم زدوں کو رضا مژدہ دیجیے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

اس سے آگے حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے اس دن عزت اور کنجیاں (اللہ کی رحمت کے تمام خزانوں کی) میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اللہ دیتا جائے گا میں تقسیم کرتا جاؤں گا۔

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اور فرمایا اس دن حمد کا جھنڈا بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔

* * *

﴿۱۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّىْ يَطُوْفُ عَلَىَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ اَوْ لُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ

میں ہی ساری اولاد آدم میں سے اپنے رب کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہوں میرے اردگرد ایک ہزار خدام (خدمت کیلئے) گھومیں گے گویا کہ وہ محفوظ انڈے ہیں (سفیدی میں) یا بکھرے ہوئے موتی

(ترمذی۔ دارمی)

اولاد آدم پر فضیلت سے مراد صرف یہی نہیں کہ ان کی اولاد سے افضل ہیں ان سے نہیں بلکہ آدم وحوا سے بھی، کیوں کہ پہلے اکرم الاولین والاخرین اور آدم بھی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے گذر چکا تو جب سارے انسانوں سے افضل ہوئے تو سارے فرشتے جن وغیرہ سے بھی افضل کہ انسان سب سے افضل ہے لہٰذا حضور افضل الخلق ہوئے کیوں کہ حضور ہی کے قدم مکہ کی گلیوں میں لگتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے **لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد۔** (البلد ۱۔۲)۔

اے حبیب! تیرے یہاں رہنے کی وجہ سے میں اس شہر کی قسمیں یاد فرما رہا ہوں۔

وَالْعَصْر ہے تیرے زماں کی قسم
لَعَمْرُکَ ہے تیری جاں کی قسم
والبلد ہے تیرے مکاں کی قسم
تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا

مرقات میں ہے کہ انڈوں سے مراد شتر مرغ کے انڈے ہیں جن تک غبار نہ پہنچا ہو عرب لوگ ان کو ان کی صفائی کی بنا پر بہت حسین سمجھتے تھے اس لیے انہیں سمجھانے کے لئے فرمایا یعنی سفیدی مائل بہ زردی قرآن پاک میں حوروں کے حُسن کو بیان کرنے کے لئے بھی یہی لفظ ارشاد فرمائے گئے کانھن بیض مکنون اگرچہ دیگر علاقوں حلب شام وغیرہ میں سفیدی مائل بہ سرخی کو زیادہ پسند کیا جاتا حضور کا حُسن مبارک ایسا ہی تھا۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

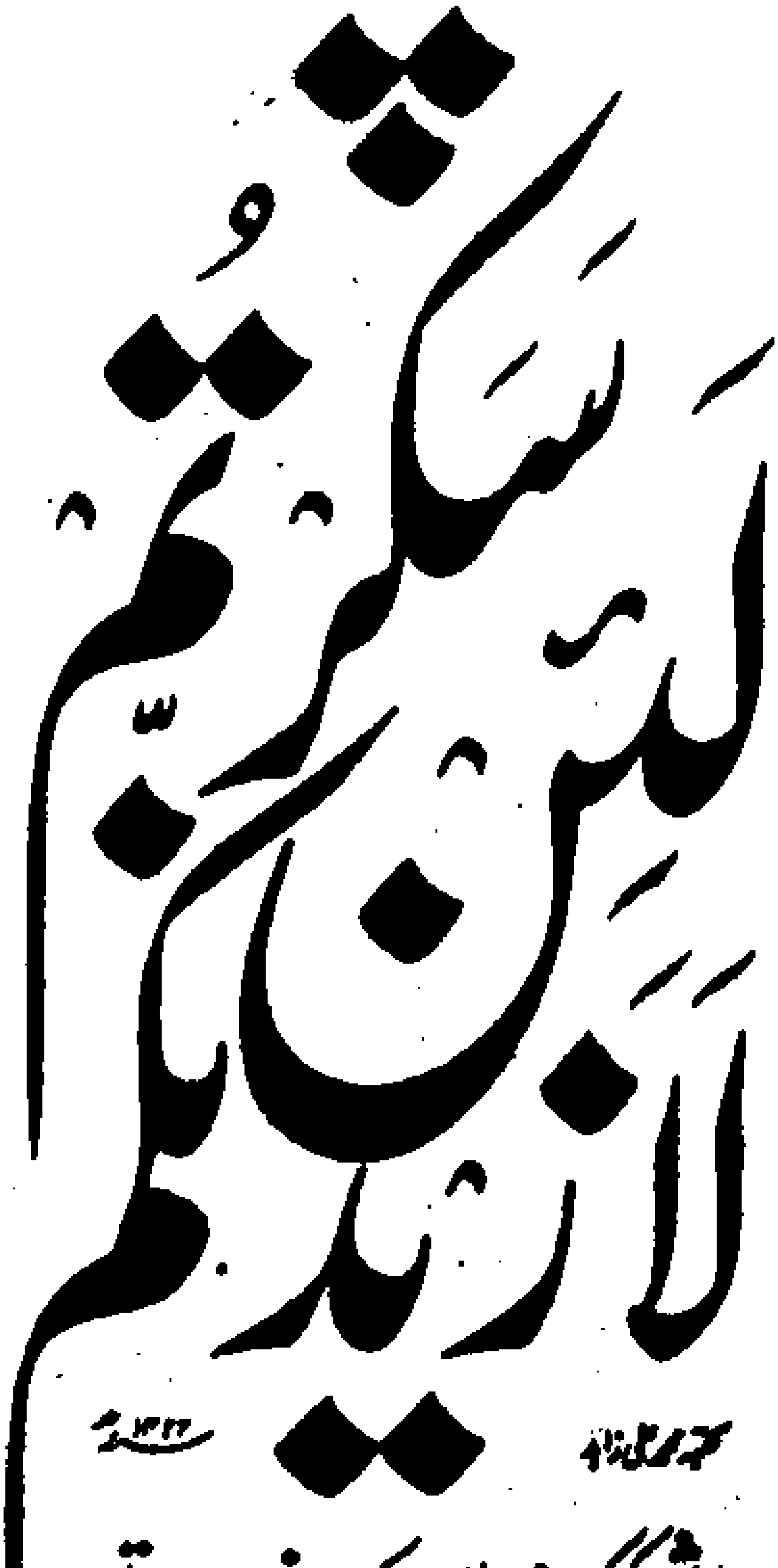

اللہ شکر کرنے والوں کو اور زیادہ دیتا ہے

(سورۃ ابراہیم، آیت: ۷)

﴿۲۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ

میں ہی قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا فخر نہیں ہے

(ترمذی)

دلائل النبوۃ کی روایت میں **فی الدنیا والاخرۃ** کے الفاظ بھی ہیں۔ ج ۱ ص ۶۵

ایک روایت میں ہے **انا سید الناس یوم القیمۃ۔** (متفق علیہ)

بیہقی میں ہے **انا سید العالمین۔**

لغت کے اعتبار سے سید کا معنی سردار و پیشوا ہے قرآن مجید میں عزیز مصر کو سید کہا گیا **و الفیا سیدھا لدا الباب۔** مگر شریعت میں سید بمعنی دستگیر، حاجت روا ہے جب کہ نسب کے اعتبار سے سبطین کریمین یعنی امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو سید کہا جائے گا یعنی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد کو بھی سید نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ اپنے اپنے والدوں کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ (احکام شریعت)

حضور علیہ السلام قیامت کے دن ساری مخلوق کی دستگیری فرمائیں گے اگر چہ آج بھی حضور علیہ السلام اسی معنی میں سید ہیں مگر آج جو بعض لوگ اس معنی میں حضور علیہ السلام کو سید نہیں مانتے قیامت کو وہ بھی مان لیں گے اسی لیے **یوم القیمۃ** فرمایا گیا جیسے قرآن حکیم میں ہے **وله الحمد فی الاخرۃ** یا **مالک یوم الدین** اگر چہ دنیا میں بھی اللہ ہی کے لئے حمد اور دنیا کے دنوں کا مالک بھی اللہ ہی ہے مگر جو آج نہیں مانتے وہ قیامت کو ضرور مان لیں گے۔ تو چونکہ اس سرداری کا ظہور قیامت میں بتمام و کمال ہوگا کوئی انکار نہ کر سکے گا دنیا دیکھ لے گی کہ وہ دن انہی کا دن ہے سب ان کی پناہ لیں گے لہٰذا **یوم القیمۃ** کی قید لگائی۔ (مرقاۃ۔ اشعۃ اللمعات) جو لوگ آج ان سے فریاد کرنے کو شرک کہتے ہیں کل وہ بھی شفاعت کی بھیک آپ ہی سے مانگیں

گے ۔ ہم بھی محشر میں خوب دیکھیں گے
نجدی آج اُن سے التجا نہ کرے

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ أَقْطَعُ ۝ الحدیث

ہر اچھا کام جو تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بغیر کیا جاتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی

﴿۲۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ

میں ہی سب سے پہلا ہوں گا جس سے زمین کھلے گی فخر نہیں ہے

(ترمذی)

مسلم شریف میں بجائے الارض کے القبر ہے کہ میری قبر سب سے پہلے کھلے گی جب کہ مشکوٰۃ میں جامع الاصول کے حوالے سے ایک روایت میں فاُکسیٰ کا اضافہ ہے کہ مجھے جوڑا پہنایا جائے گا۔ حدیث نمبر ۱۴ کے تحت کچھ تشریح ان احادیث کی گذر چکی ویسے تو قبروں سے سب لوگوں کو بغیر کپڑوں کے اُٹھایا جائے گا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کما بدانا اول خلق نعیدہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں اس کی وضاحت بھی ہے جب کہ انہوں نے پوچھا حضور لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟ تو سرکار نے فرمایا کسی کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہوگی قیامت کی ہولناکی ھی اتنی شدید ہوگی۔ مگر خاص خاص پیاروں کو اللہ تعالیٰ قبروں سے اُٹھتے ہی جوڑا پہنائے گا جیسے اس حدیث کے باقی حصے میں ہے کہ حضرات ابراہیم علیہ السلام کو حُلّہ پہنایا جائے گا پھر مجھے، یہ جوڑا برائے ستر ہوگا اور جامع الاصول کی حدیث میں جس حُلّہ مبارکہ کے پہنائے جانے کا ذکر ہے وہ حُلّہ کرامت ہوگا جو کہ میدان محشر میں پہنچ کر پہنایا جائے گا۔ یہ خاص عطیہ ربانی حضور علیہ السلام کو ھی عطا ہوگا یا دوسروں کو ملے گا بھی تو حضور علیہ السلام کے بعد ملے گا۔ کیوں کہ اس کے بعد صرف حضور کو ہی عرش کی دائیں جانب کھڑا کیا جائے گا اور حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی کو اس مقام پر کھڑا نہ کیا جائے گا کھڑے ہونے سے مراد تشریف فرما ہونا ہے یہ مقام وسیلہ یا مقام محمود ہے مقام وسیلہ پر حضور سب کی شفاعت فرمائیں گے اور مقام محمود پر تمام اہل محشر حضور علیہ السلام کی تعریف کریں گے، اسی موقع کے لئے امام اہل سنت نے اپنے مشہور زمانہ مقطع اور ساتھ ہی مشہور عالم

مطلع میں فرمایا ہے۔

کہ جب تمام اہل محشر سرکار کی تعریف کر رہے ہوں گے تو دربار رسالت کی خدمت کے قدسیوں نے اگر مجھے بھی لب کشائی کے لئے کہا ہاں رضا تم بھی کچھ کہو تو ۔

"جب کہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا" تو میں وہی کہوں گا جو دنیا میں کہتا رہا اور میرے دل سے عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی آواز جب نکلی تو ساری دنیا کہتی رہی ۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

* * *

یا ایہا الناس اذکروا نعمت اللہ علیکم
هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
لا الٰہ الا ہو فانی توفکون

﴿۲۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَآءِ تَبَعًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ

قیامت کے دن میں ہی تمام نبیوں سے زیادہ متبعین (امت والا) ہوں گا

(مسلم شریف)

یعنی میری امت سب سے زیادہ ہوگی نہ صرف ایک ایک نبی کی امت سے بلکہ تمام نبیوں کی تمام امتوں کی مجموعی تعداد سے بھی میری امت زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اہل محشر کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں صرف میری امت کی اسی صفیں ہوں گی باقی چالیس صفوں میں تمام نبیوں کی امتیں ہوں گی۔ ہر کوئی جانتا ہے جس کے غلام زیادہ ہوں اس آقا کی عظمت بھی زیادہ ہوتی ہے اسی لیے تو حضور نے اپنی شان کے سلسلہ میں یہ ارشاد فرمایا اسی سے علماء نے اس مسئلہ کا استنباط فرمایا کہ قراء میں امام عاصم اور ائمہ فقہ میں امام اعظم افضل ہیں کہ ان کے متبعین دوسروں سے زیادہ ہیں۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث کے بعد فضائل امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام بیان کیے جائیں گے۔

* * *

الجنۃ تحت اقدام الامھات

﴿۲۳﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا اَوَّلُ شَفِيعٍ فِى الْجَنَّةِ

جنت (کے بارے) میں میں سب سے پہلا شفاعت کرنیوالا ہوں گا

(رواہ مسلم عن انس)

اس کے بعد فرمایا۔ کسی نبی کی تصدیق اتنی نہ کی گئی جتنی میری کی گئی (سب سے زیادہ امت ہونے کی وجہ سے یعنی کمیت کے اعتبار سے، یا جس قسم کی تصدیق میری کی گئی کسی کی نہ کی گئی کہ میری امت مجھ پر دل و جان سے فدا ہونے والی ہے یہ معنیٰ کیفیت کے اعتبار سے ہوگا) (اشعۃ اللمعات) فرمایا نبیوں میں بعض نبی وہ ہیں جن کی کسی نے بھی ان کی امت میں سے تصدیق نہ کی سوائے ایک کے، یہ عبارت پہلے معنیٰ (کمیت والے) کی تائید کر رہی ہے کہ دیکھو نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی صرف اسی افراد ایمان لائے جن میں آٹھ اپنے گھر کے تھے اور بہتر دوسرے، اللہ فرماتا ہے **وما امن معه الا قليل** اور حضور نے تیس سال تبلیغ فرمائی تو کیسا گلشن آباد ہوا۔

کچھ ان کے خلق نے کچھ ان کے پیار نے کر لی
مسخر ساری دنیا سیّد ابرار نے کر لی

فضائل امت محمدیہ (علی صاجبہا الصلوٰۃ والسلام) اور احادیث نبویہ

جیسے حضور علیہ السلام سارے نبیوں کے سردار ہیں آپ کی امت ساری امتوں کی سردار ہے اللہ فرماتا ہے **كنتم خير امة اخرجت للناس** تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو **اخرجت** کے لفظ میں بڑی لذت ہے کہ تمہیں سپیشل بھیجا گیا ہے جیسے محفل میں مہمان خصوصی ہوتا ہے وہ عام شرکاء محفل کی طرح نہیں ہوتا تم بھی عام دوسری امتوں کی طرح نہیں ہو کیوں کہ اس امت میں آنے کے لئے تو نبیوں اور رسولوں نے تمنا کی ہے (اشعۃ اللمعات) یہ

بات ذہن نشین رہے کہ امت کے سینکڑوں فرقوں میں سے یہ فضائل صرف ناجی جماعت کے ہیں جن میں اولیاء وصلحاء آتے رہیں گے اور جن کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، جن کے راستے پر چلنے کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے صراط الذین انعمت علیھم۔ کونوا مع الصادقین۔ جو شاخ جڑ سے کٹ جائے جلانے کے قابل ہے، جو اہل سنت سے کٹ جائے جہنم میں جانے کے قابل لہٰذا ۔ اہل سنت اہل جنت۔ کیونکہ اس جماعت کے علاوہ کہیں آپ کو اولیاء کا وجود نظر نہیں آئے گا دوسروں میں منطقی۔ فلسفی ڈاکٹر۔ پروفیسر۔ انجینئر۔ مولوی تو مل جائیں گے مگر غوث اعظم۔ داتا گنج بخش۔ خواجہ غریب نواز سلطان العارفین۔ بابا فرید گنج شکر۔ مجدد الف ثانی وغیرہم علیہم الرحمۃ ملیں گے تو اہل سنت میں ہی ملیں گے۔

داتا ہجویری لاثانی مہر علی خواجہ ہند الولی میراں غوث جلی
کیسے کیسے دیے میرے محبوب نے یہ نگینے ہمیں روشنی کے لئے

ان نفوس قدسیہ کے قدموں سے نسبت قائم رہی تو میرے جیسے نکموں کی بھی بگڑی بن جائے گی کیوں کہ کشتی سے تعلق رہے تو بھاری لوہا بھی تر جاتا ہے ورنہ سوئی بھی ڈوب جاتی ہے اسی لیے تو انہی کے راستے پہ چلنے کی دعا کی جاتی ہے اور ان کی نمازوں کے ساتھ اپنی نماز کو شامل کر کے ایاک نعبد کہا جاتا ہے کہ یا اللہ ہماری اگر قبول ہونے کے قابل نہیں بھی تو میں اپنی ہی تو صرف نہیں لے کے آیا ان کے ساتھ آیا ہوں جن کی تو رد نہیں کرتا پھر اللہ یہ تو نہیں کرے گا کہ چن چن کے ان کی رکھ لے اور میری واپس کر دے یہ تو ہم بھی نہیں کرتے کہ فروٹ منڈی سے فروٹ لینا ہو تو کریٹ سے اچھے اچھے چن لیں بیچنے والا کہے گا یا سارے لے یا رہنے دے اللہ کی رحمت تو ویسے ہی بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ رحمت حق بہانہ می جوید، بہانہ می جوید اور اس سے اچھا کیا بہانہ ہوگا۔ گرچہ من ناپاک ہستم دل بپاکاں بستہ ام۔ اگرچہ میں ناپاک ہوں مگر پاکوں کا غلام تو ہوں۔

حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ گذشتہ امتوں کی عمروں کے مقابلے میں تمہاری عمر ایسی ہے جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کے درمیان ہے (تمہاری عمر کم ہے تو کام بھی تھوڑا ہے) اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس

شخص کی سی ہے جو مزدوروں سے کام کرائے اور کہے کہ کون شخص ہے جو میرا کام ایک ایک قیراط (خاص رقم) پر کرے تو یہود نے دوپہر تک کام کیا اور نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا اور تم نے عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا تو تمہیں دو قیراط ملے یہود و نصاریٰ بگڑ گئے ہم کام زیادہ کریں اور مزدوری کم اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ کم کیا وہ بولے نہیں تو فرمایا **فانه فضلی اعطیه من شئت**۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دوں۔

شمعون یہودی نے ہزار مہینے عبادت کی (بخاری) اور ہمیں فرمایا **لیلة القدر خیر من الف شهر** تمہاری ایک رات کی عبادت اس سے افضل ہے۔

حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا میری امت میں مجھ سے بہت محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں سے ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ اپنے گھر بار اور مال کے عوض مجھے دیکھ لیتا۔ (مسلم) کوئی یہ نہ سمجھے کہ بعد والے لوگ صحابہ سے افضل ہو گئے کیوں کہ نوعیت محبت میں افضلیت بیان ہو رہی ہے نہ کہ کیفیت میں افضلیت۔ تمام امت ایک صحابی کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔

حدیث

حضور علیہ السلام نے صحابہ سے پوچھا تم بہتر ایمان والا کس کو سمجھتے ہو؟ عرض کیا فرشتوں کو فرمایا وہ کیوں نہ ایمان لائیں گے حالانکہ اپنے رب کے پاس رہتے ہیں؟ عرض کیا نبیوں کو فرمایا وہ بھلا کیوں نہ ایمان لائیں؟ ان پر تو وحی اترتی ہے۔ عرض کیا پھر ہم ہوں گے فرمایا تم کیوں نہ ایمان لاؤ گے کہ میں تمہارے درمیان میں ہوں (عرض کیا آپ ہی فرمائیں) فرمایا مجھے سب سے پیارا ایمان ان کا ہے جو میرے بعد ہوں گے (بن دیکھے مانیں گے اور) کتاب پر ایمان لائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث

فرمایا اس امت کے آخر میں ایک ایسی قوم ہوگی جن کو پہلوں کا سا ثواب ملے گا وہ

بھلائی کا حکم دیں گے برائی سے روکیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث

طوبی لمن رانی و طوبی سبع مرات لمن لم یرانی و امن بی۔ (رواہ احمد)

خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور سات بار خوشخبری اس کے لیے جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لایا۔

نکات: فضائل امت محمدیہ

- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ساری عمر عبادت کی اور اس کے صلہ کے لئے دعا کی **فاکتبنا مع الشاھدین** (ال عمران ۵۳) اے اللہ! ہمارا نام شاہدین (حضور کے امتیوں) میں لکھ لے۔
- حضور علیہ السلام نے وضو اچھے طریقے سے کرنے کا حکم دیا فرمایا میری امت کی خصوصیت ہے کہ اعضائے وضو سے پہچانی جائے گی لوگ کہیں گے یہ خوش نصیب آخری نبی کے امتی ہیں جن کے اعضا چمک رہے ہیں۔

تبلغ الحلیلة من المومن حیث یبلغ الوضوء.

جو اعضاء وضو میں تر ہوں گے ان پہ زیورات پہنائے جائیں گے۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام چند دنوں کے لئے طور پر گئے پیچھے امت **باتخاکم العجل** بچھڑے کی پوجا کرنے لگی حضور علیہ السلام کو وصال فرمائے صدیاں گذر گئیں امت آج بھی یارسول اللہ کے نعرے لگا رہی ہے۔

ہزاروں سال بھی ہو جائیں فرمایا مجھے اپنی امت سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں۔ (بخاری)

- اُن کو بھوک لگی من وسلویٰ دیا۔ دھوپ لگی بادل کا سائبان دیا۔ پیاس لگی پتھر سے چشمے جاری کیے دریا کو عبور کرنے کے لئے پانی سے راستہ بنا دیا مگر جہاد کا کہا۔

تو بولی قوم اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
خدا کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے

فاذهب انت و ربک فقاتلا انا ههنا فاعدون (القران) یعنی اے موسیٰ! تو ہر دفعہ دعا کرتا ہے اللہ نعمت دے دیتا ہے جنگ کے لئے بھی دعا کر فتح ہو جائے گی ورنہ اللہ کو لے جا اس کو تو موت نہیں آئے گی جو اس سے لڑے گا مر جائے گا جب شہر فتح ہو جائے تو پھر فکر نہ کرنا ہم تمہارے ساتھ ہی ہیں **فان یخرجوا منها فانا داخلون**۔ ادھر بدر میں بھوکے پیاسے صحابہ نے کہا جب روٹی نہیں ملتی تو تمہارا نبی کہتا ہے روزہ رکھو بستر نہ ملے کہتا ہے نماز پڑھو فرمایا انہوں نے سچ کہا ہے بھوکے رہو تو روزہ، کھالو تو عید، بچ جاؤ تو غازی مر جاؤ تو شہید۔ آپ نے فرمایا مسلمان کا ہر کام خیر ہی خیر ہے نعمت ملے تو شکر کرتا ہے یہ بھی ثواب، تکلیف آئے تو صبر کرتا ہے یہ بھی ثواب ہے۔

- پہلوں نے عبادت کرنی ہوتی تو مخصوص جگہ بھی کرنا لازمی تھا ورنہ نامقبول، حضور علیہ السلام کی امت کو فرمایا ساری زمین کو تمہارے لیے مسجد بنا دیا ہے جہاں کرو قبول ہی قبول ہے۔
- ان کا کپڑا یا جسم ناپاک ہوتا تو اتنا حصہ کاٹنا پڑتا ہمیں فرمایا **وانزلنا من السماء ماء طهورا** پانی ہر قسم کی پلیدی کو پاک کر دیتا ہے۔
- وہ رات کو گناہ کرتے تو صبح دروازوں پہ لکھا ہوتا فلاں بندے نے رات فلاں گناہ کیا ہے اس امت کے گناہوں کو یہاں بھی چھپایا اور قیامت کو بھی چھپایا جائے گا۔

خیر الامم کی دھوم ہے دونوں جہان میں
مانا گیا حضور کو ہی سربراہِ خیر

- قیامت کو ہر امت اپنے نبی کی گواہ بنا کر جب لائی جائے گی تو وہ انکار کر دے گی **ما جاءنا من بشیر ولا نذیر** پھر حضور کی امت کو لایا جائے گا یہ گواہی دے کر نبیوں کی تصدیق کریں گے معلوم ہوا ہم جیسے بھی ہیں مگر انکار نہیں کریں گے، اس لیے ہر نبی سے پوچھا جائے گا قوم نے کیا جواب دیا حضور سے نہیں پوچھا جائے گا۔
- کسی نبی نے اپنی امت کے بارے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک ایک امتی بھی جہنم میں ہوگا یہ اعزاز بھی صرف اس امت کو حاصل ہے حالانکہ ترقی کا دور ہے جتنے پہلے لوگ گناہ کرتے تھے وہ بھی بتمام وکمال ہم میں ہیں اور

اس کے علاوہ بھی مگر پھر بھی فرمایا تم بہت اچھے ہو کہ میرے حبیب کے امتی ہو جب خدا کو ان کا حیا ہے تو ہمیں بھی حیا آنی چاہیے۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کا مطالبہ کیا حکم ہوا لن ترانی تو نہیں دیکھ سکتا آپ نے قوم کو بتایا تو کہنے لگے **لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ** یعنی پھر ہمیں دکھا دے اگر تو نہیں دیکھ سکتا، حضور نے ایک تجلی نہیں سب کچھ دیکھا لیکن ابو بکر سے لے کر بلال تک کسی نے نہ کہا ہمیں بھی دکھاؤ بلکہ **امنا و صدقنا** حضور! آپ نے دیکھا تو ہم نے دیکھ لیا۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

- ہر امت کو اپنے نبی کا کلمہ عطا ہوا کسی کو موسیٰ کلیم اللہ کسی کو عیسیٰ روح اللہ مگر جو کلمہ عرش پہ لکھا ہے وہ اس امت کے نبی کا کلمہ ہے ہر امت نے اپنے نبی کا کلمہ پڑھا ہر نبی نے ہمارے حضور کا کلمہ پڑھا۔

- دوسروں نے اپنے اپنے دین اور عبادت کے دن خود پسند کیے یہود نے ہفتہ نصاریٰ نے اتوار ہمیں دین دیا تو **ورضیت لکم الاسلام دینا** اور عبادت کے لئے جمعہ کا دن بھی خود چُن کر دیا کیوں کہ یہ محبوب کی امت ہے اور محبوب امت ہے اس لیے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسی لیے آخر میں دنیا کے اندر بھیجا تا کہ تھوڑا عرصہ قبروں میں رہنا پڑے اور پہلے جنت میں جائے تا کہ محشر کی گرمی کم از کم برداشت کرنی پڑے۔ پہلوں کے گناہ ان کے سامنے بیان کر دیے اور ان کے گناہ کسی کے سامنے بیان نہ کرنے کے لئے ان کو آخر میں بھیج دیا۔ نہ ہے بانس نہ بجے بانسری

؎ اچھے اُن کے ہیں تو اے کیف بُرے کس کے ہیں؟
اپنے محبوب کو امت ہے پیاری ساری

- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معراج کی رات حضور سے کہا اپنی امت کو میرا سلام کہنا۔ **اقرء امتک السلام** اور کہا اپنی امت سے کہنا جنت کی زمین بڑی پیاری ہے اس کا مالک بننا ہو تو **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** پڑھا کرے (مشکوۃ باب فضل التسبیح) یہ ابراہیم علیہ السلام کا عطا کیا ہوا اس امت کو تبرک ہے ان کو پتا تھا تبرک بڑے شوق سے لیتے ہیں۔

- رات کو زکوٰۃ دینا کیوں نامناسب فرمایا اس لیے کہ ہر کوئی کہتا میں تو غوث پاک کی اولاد کو دوں گا غریب غیر سید امتی بھوکے مر جاتے فرمایا میرا خاندان کنگال ہوتا ہے تو ہونے دو امت کی غربت نہیں دیکھ سکتا پھر سید کو زکوٰۃ لینا اگرچہ حرام ہے لیکن اگر صاحب نصاب ہے تو دینا فرض ہے تاکہ امت کا بھلا ہو۔ رسول اللہ پہ نہ لینا جائز نہ دینا فرض اس لیے کہ زکوٰۃ تو سال کے بعد فرض ہوتی ہے اور یہاں تو ایک رات بھی مال پڑا رہے تو گھر نہیں جاتے مسجد نبوی میں سو جاتے ہیں اور وفات کے وقت بار بار پوچھتے ہیں فلاں رقم کسی شخص کو دے دی ہے کہ نہیں میں اس حالت میں رب کو نہیں ملنا چاہتا کہ میرے گھر میں دنیا کا مال پڑا ہوا ہو اور اس لیے بھی کہ دیں تو کس کو دیں کہ ساری دنیا تو آپ کی زرخرید غلام ہے اور غلام پہ زکوٰۃ لگتی ہی نہیں۔

- بچہ شرارت کرے سزا دینی ہو تو موقع پر دی جاتی ہے۔ معاف کرنا ہو تو کہتے ہیں اچھا جا، جا کر سو جا صبح اُٹھے گا تو تیرا علاج کروں گا یوں تو نہیں کہتے کہ اچھا جا عیش کر، کیوں کہ اس کے بعد سزا کا جواز ہی نہیں بنتا اللہ نے ہر امت کو موقع پہ پکڑا قرآن پاک میں کتنی ہی امتوں کی تباہی کا ذکر ہے مگر ہماری باری آئی تو فرمایا قبروں میں سو جاؤ محشر میں نبٹوں گا۔ بلاتشبیہ باپ ناراض ہو جائے تو چچا تایا کو لے جائیں تو غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے اگر اکیلا آتا تو تیرا علاج کرتا۔ ہم کوئی قیامت کو اکیلے جائیں گے دامنِ مصطفیٰ تھام کے جائیں گے اللہ فرمائے گا اکیلے آتے تو تمہارا علاج کرتا۔

- ایک تفسیر کے مطابق **انا اعطینک الکوثر** میں کوثر سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے کیوں کہ کثرت تعداد اور گنتی و شمار کے لحاظ سے، نیز شرف و فضیلت کے اعتبار سے کوئی امت اس کے برابر نہیں۔ اسی امت کے اتفاق و اجماع کو اللہ تعالیٰ نے حجت قاطع اور دلیل ساطع بنایا ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا **ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین** الخ اور حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے **لا تجتمع امتی علی الضلالة**۔ آیت و حدیث کا مفاد یہی ہے کہ امت کا اجماع حجت شرعیہ ہے اور اس کی مخالفت جہنم میں جانے کا باعث ہے۔

- اسی امت کو ایک نیکی پر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور واللّٰه یضعف لمن یشاء۔
- رمضان کے مہینے میں نیکی کئی گنا زیادہ بن جاتی ہے نفل فرض کے برابر، فرض ستر فرضوں کے برابر۔ رمضان ولیلۃ القدر بھی اسی امت کو عطا ہوئی۔
- اس امت کی بھول چُوک کو معاف کیا گیا اور اِکراہ کی حالت میں بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف فرما دیا۔
- دنیا میں عظمت وعزت کا یہ عالم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ایک ہوں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔
- جس طرح اس امت کے آقا علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی جنت میں نہ جائے گا اسی طرح اس امت سے پہلے کوئی امت جنت میں نہ جائے گی۔
- اس امت کی توبہ پر نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیا جاتا ہے فاولٓئک یبدل اللّٰه سیاتهم حسنات (الفرقان)

تورات میں امت محمدیہ کے تذکرے

وعن کعب یحکی عن التورٰۃ قال نجد مکتوبا محمد رسول اللہ عبدی المختار لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة السیئة ولکن یعفو و یغفر مولده بمکه و هجرتهٔ بطیبة و ملکه بالشام و امته الحمادون یحمدون اللّٰه فی السراء والضراء و یحمدون اللّٰه فی کل منزلة و یکبرونه علی کل شرف رعاة للشمس یصلون الصلوة اذا جاء و قتها یتازرون علی انصا فهم و یتوضؤن علی اطرافهم منادیهم ینادی فی جو السما صفهم فی القتال و صفهم فی الصلوٰة سواء لهم با للیل دویّ

کدوی النحل۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۴)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے تورات میں لکھا ہوا پایا محمد اللہ کے رسول ہیں میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ سخت دل نہ سخت زبان، نہ بازاروں میں شور مچانے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ اور بخش دیتے ہیں ان کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت طیبہ (مدینہ) ہوگی ان کی حکومت شام میں (بھی) ہوگی ان کے امتی بہت زیادہ حمد کرنے والے آرام و تکلیف میں اللہ کی حمد کریں گے ہر جگہ حمد الٰہی بجالائیں گے ہر بلندی پر اللہ کی تکبیر کہیں گے سورج کی رعایت کرنے والے (اوقات نماز کا تعین سورج کے ذریعے جب نماز کا وقت آئے تو نماز پڑھیں گے) تہبند ٹخنوں سے اوپر رکھیں گے اور اعضائے وضو کو دھوئیں گے ان کے مؤذن آسمانوں کی فضاؤں میں نام خدا بلند کریں گے ان کی صف جہاد و نماز میں برابر ہوگی (جہاد بھی قیامت تک جاری رکھیں گے نماز بھی یا جس شوق سے نماز پڑھیں گے اسی شوق سے جہاد کریں گے) رات میں ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنکار کی طرح ہوگی (تہجد میں رونے کی آواز)۔

امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کے فضائل اتنے ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آتے اب آخر میں ایک ایمان افروز مکالمہ پر اس باب کو ختم کرتے ہیں یہ مکالمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور اپنی قسمت پہ ناز کریں کہ نبی جس کیلئے اللہ سے دعا کرتے رہے اللہ نے وہ نعمت ہمیں بغیر دعاؤں کے عطا فرما دی جس پر اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

ایک ایمان افروز مکالمہ

(الف) تورات کے بہت بڑے عالم حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

ان اللّٰه لما قرب موسی نجیا، قال: رب انی اجد فی التوراۃ امۃ، خیر امۃ اخرجت للناس، یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر و یومنون باللّٰه، فاجعلهم امتی، قال: تلک امۃ

احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

''جب اللہ تعالیٰ نے کلام فرمانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرب خاص عطا فرمایا تو انہوں نے عرض کی اے میرے رب! تورات میں ایک امت کا ذکر موجود ہے جس کے بارے میں بتایا گیا ہے وہ تمام امتوں سے افضل ہوگی اس کے افراد نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھیں گے۔ ''یا اللہ! یہ میری امت بنا دے!'' اللہ پاک کی طرف سے جواب ملا: اے موسیٰ! یہ احمد ﷺ کی امت ہے''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

انی اجد فی التوراۃ امۃ ھم الا خرون من الامم السابقون یوم القیامۃ، فاجعلھم امتی، قال: تلک امۃ احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

''یا اللہ! میں تورات میں ایک امت کے بارے میں یہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ وہ سب امتوں کے بعد آئے گی اور قیامت کے روز سب پر سبقت لے جائے گی اے رب کریم! یہ میری امت بنا دے''۔

ارشاد ہوا ''اے موسیٰ! یہ احمد ﷺ کی امت ہے''۔

موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی۔

رب انی اجد فی التوراۃ امۃ انا جیلھم فی صدورھم، یقرأونھا و کان من قبلھم یقرأون کتبھم نظرا ولا یحفظونھا فاجعلھم امتی، قال: تلک امۃ احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

''اے رب کریم! تورات میں ہے کہ ایک امت ہوگی ان کی انجیل (یعنی قرآن) ان کے سینوں میں ہوگی وہ اسے زبانی پڑھیں گے پہلے لوگوں کو اپنی سماوی کتابیں زبانی یاد نہیں ہوتی تھیں وہ انہیں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ عرض کیا: یا اللہ! یہ میری امت بنا دے۔ حکم ہوا اے موسیٰ! یہ بھی احمد ﷺ کی امت ہے''۔

عرض کی

انی اجد في التوراة امة يؤمنون بالكتاب الاول والاخر. و يقاتلون رؤس الضلالة حتى يقاتلوا الاعور الكذاب. فاجعهلم امتی، قال: تلک امة احمد صلی الله علیه وسلم.

"اے میرے مولیٰ! تورات میں ہے ایک امت پہلے اور بعد میں نازل ہونے والی تمام کتابوں پر ایمان لائے گی اور جو لوگ گمراہوں کے سرغنہ ہیں ان سے جہاد کرے گی یہاں تک کہ سب سے آخر میں جھوٹے کانے دجال سے نبرد آزما ہوگی یہ میری امت بنا دے۔ جواب ملا! یہ احمد ﷺ کی امت ہے"۔

قال: رب انی اجد في التوراة امة یاکلون صدقاتهم في بطونهم و كان من قبلهم اذا اخرج صدقته بعث الله عليها نارا فاکلتها. فان لم تقبل لم تقربها النار، فاجعلهم امتی، قال: تلک امة احمد صلی الله علیه وسلم

حضرت موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! تورات میں ہے ایک امت ہوگی جو اپنے صدقات خود کھا لیا کرے حالانکہ پہلی امتوں کے لوگ جب صدقہ نکالتے تو اللہ تعالیٰ ایک آگ بھیجتے تھے جو اسے بھسم کر دیتی تھی اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ اسے چھوتی بھی نہیں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اسے میری امت بنا دے ارشاد ہوا: یہ احمد ﷺ کی امت ہے۔

قال: رب، انی اجد في التوراة امة اذاهم احدهم بسيئة لم تكتب عليه فان عملها كتبت عليه سيئة واحدة و اذاهم احد هم بحسنة و لم يعملها كتبت له حسنة، فان عملها، كتبت عشر حسنات الى مائة ضعف فاجعهلم امتی، قال: تلک امة احمد صلی الله علیه وسلم.

عرض کی: "اے میرے رب کریم! تورات میں ایک امت کے بارے میں ہے کہ جب اس کا کوئی فرد گناہ کا ارادہ کرے گا تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اگر کرے گا تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اور جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے گا لیکن اسے کرے گا نہیں تو پھر بھی صرف ارادہ کرنے پر اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کر دیا جائے گا اور اگر اس نیک ارادے کو عملی جامہ پہنا لے گا تو اسے دس سے لے کر سو گنا تک اجر دیا جائے گا یا اللہ! یہ میری امت بنا دے۔ حکم ہوا اے موسیٰ! یہ بھی میرے احمد ﷺ کی امت ہے"۔

قال: رب انی اجد فی التوراة امة هم المستجيبون والمستجاب لهم فاجعلهم امتی قال: تلک امة احمد صلی اللہ علیه وسلم.

عرض کیا: "اے میرے پروردگار! تورات میں ہے کہ ایک امت قبولیت کے درجے پر فائز ہوگی اور اس کی دعائیں بھی قبول کی جائیں گی یہ میری امت بنا دے پیغام ملا: یہ بھی میرے احمد ﷺ کی امت ہے"۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے احمد مختار ﷺ کی امت کے یہ فضائل دیکھے تو حیران رہ گئے سوچا جن کی امت کی یہ شان ہے خود ان کی کیا شان ہوگی اسی وقت ان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی جو دعا کی صورت میں ہونٹوں پر مچل گئی بارگاہ خداوندی میں عرض کی:

"اے میرے مولیٰ! اگر احمد مختار ﷺ کی امت کی یہ قدر و قیمت ہے تو **فاجعلنی من امة احمد** مجھے بھی نبی احمد ﷺ کی امت میں شامل کر دے۔

فاعطی عند ذالک خصلتین فقال تعالی: یاموسی انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی و بکلامی فخذ ما آتیتک و کن من الشاکرین قال قد رضیت یا رب.

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۳۰-۳۱) (دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱، ۳۸۹-۳۸۰) (الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۱)

"اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اس دعا کی برکت سے دو شانیں عطا کی گئیں:

حکم ہوا: اے موسیٰ! ہم نے تجھے اپنی رسالت اور اپنے ساتھ کلام کے لئے چن لیا لہٰذا جو کچھ تمہیں دیا ہے وہ لے لو اور شکر ادا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی! اے میرے رب! میں راضی ہوں"۔

تنبیہہ اور بشارت

(ب) حضور نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب معد بن عدنان تک پہنچتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں معد کی اولاد اپنی کثرت کے باعث غلبہ واقتدار کی علامت سمجھی جاتی تھی یہ لوگ اس ماحول اور اس دور کے خاص اثرات کے تحت کسی مقام پر بھی اپنی قوت کے مظاہرے سے نہیں گھبراتے تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی معاف نہ کیا اور یہاں بھی لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ شروع کر دیا جو موسیٰ علیہ السلام کو اچھا نہ لگا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لئے بددعا کی:

فاوحی اللّٰه الیه لا تدع علیهم فان منهم النبی الامی النذیر البشیر و منهم الامة المرحومة امة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم الذین یرضون من اللّٰه بالیسیر من الرزق و یرضی اللّٰه منهم بالقلیل من العمل فیدخلهم الجنة یقول لا اله الا اللّٰه نبیهم محمد بن عبد اللّٰه بن عبدالمطلب المتواضع فی هیبة المجتمع له اللب في سکوته ینطق بالحکمة و یستعمل الحلم۔ (الخصائص الکبریٰ، ۱:۹-۱۰)

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! اس خاندان پر بددعا نہ کر کیوں کہ اسی خاندان سے نبی امی بشیر ونذیر پیدا ہوں گے اور ان ہی سے رحمتِ خداوندی میں ڈوبی وہ امت جنم لے گی جو میرے محمد ﷺ کی امت ہوگی اس امت کے قناعت پسند لوگ تھوڑے سے رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جایا کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جایا کرے گا۔ انہیں **لا الٰہ الا اللّٰہ** پڑھ لینے کی بدولت جنت میں داخل کرے گا۔ ان کے نبی محمد ﷺ بن عبداللہ بن

عبدالمطلب ہوں گے جو اپنی جلالتِ شان کے باوجود نہایت متواضع ہوں گے فہم و فراست کی ساری قدریں ان کے سکوت میں جمع ہوں گی حکمت آمیز باتیں کریں گے اور بہت ہی حلیم و بردبار ہوں گے۔

* * *

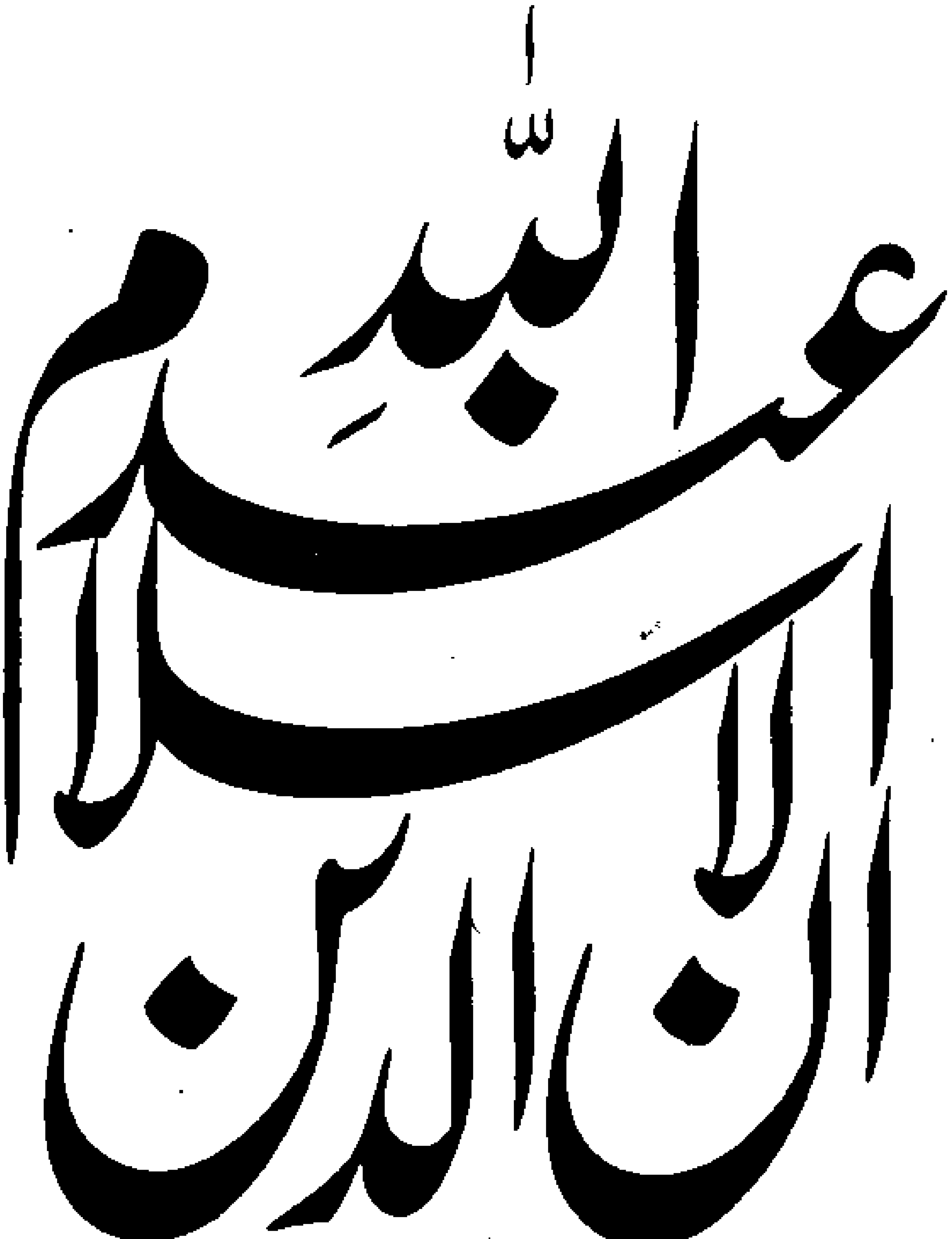
ان الدین عند اللہ الاسلام

حررہ محمد علی زاہد سنہ ۱۴۲۲ھ

﴿۲۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ

میں ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا

(رواہ مسلم)

دروازہ کھٹکھٹانے سے یہی مراد ہے کہ میں دروازہ کھلواؤں گا۔ جنت کے دروازے پر حضور علیہ السلام کی آمد سے پہلے نبیوں اور امتیوں کا ایک میلہ لگا ہوگا مگر دروازہ بند ہوگا کسی میں اس کو کھٹکھٹانے کی بھی ہمت نہ ہوگی کیونکہ یہ اعزاز بھی ہمارے آقا کا ہی حصہ ہے حضور علیہ السلام کی آمد کا انتظار ہو رہا ہوگا آپ کے آنے پر دھوم مچ جائے گی اور کہنے والا سب کو متوجہ کر کے کہے گا

اوہ آ گیا کملی والا جے ہُن ہو گیا کم سُکھالا جے

آپ دروازہ کھلوائیں گے پہلے خود تشریف لے جائیں گے پھر دوسرے انبیاء کرام پھر حضور کی امت پھر دوسرے انبیاء کرام کی امتیں داخل ہوں گی۔ دروازہ حضور سے کھلوانے میں راز یہ ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے اتفاقاً حضور علیہ السلام نے کھلوایا ہے اگر کوئی اور نبی بھی کھلواتے تو کھل جاتا آپ نے خود وضاحت فرمادی کہ فرشتہ کہے گا بک امرت ان لا افتح لاحد من قبلک مجھے یہی حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں (مسلم شریف) گویا انا فتحنا لک فتحا مبینا کا ظہور ہو رہا ہے باب شفاعت ہو یا باب جنت ہو، باب مغفرت ہو یا باب رحمت ہو دروازہ حضور کے کرم سے ہی کھل رہا ہے۔

تم سے جہاں کا وجود تم سے کھلا بابِ جُود
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں دُرود

* * *

﴿۲۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ

میں ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عبداللہ کا بیٹا، عبدالمطلب کا پوتا ہوں

(ترمذی)

یہ ارشاد حضور علیہ السلام نے برسر منبر بہت سارے صحابہ کرام کے سامنے فرمایا۔ جب کچھ بدباطن منافقین نے حضور علیہ السلام کے نسب مبارک پہ طعن کیا جیسے آج عیسائی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ہاجرہ کی نسل سے ہیں اور حضرت ہاجرہ بی بی سارہ کو لونڈی کے طور پر ملی تھیں لہٰذا حضور علیہ السلام لونڈی کی اولاد سے ہیں (معاذ اللہ) یا بعض نام نہاد مسلمان سرکار دو عالم علیہ السلام کے والدین کے بارے مسلمان نہ ہونے کی بحث کرتے ہیں ان سب کا منہ اللہ نے نبی کے اس ایک جملے سے بند کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے چچا روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے منافقین کی طرف سے حضور علیہ السلام کے نسب کے بارے طعن سُنی جس کا ان کو بہت صدمہ ہوا اور حضور علیہ السلام سے اس کی شکایت کی۔ آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے صرف حضرت عباس کو جواب بتانے کی بجائے پورے مجمع صحابہ کو بتا دیا تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت کرے تو ہر غلام اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر اس کا منہ توڑ سکے آپ نے مجمع سے پوچھا من انا میں کون ہوں؟ فقالوا انت رسول اللہ انہوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ بیشک اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے اچھوں میں بنایا (عربوں میں) پھر ان اچھوں کی دو جماعتیں بنائیں تو مجھے اچھی جماعت میں بنایا پھر ان اچھوں کے کئی قبیلے بنائے تو مجھے سب سے اچھے قبیلے (قریش) میں پیدا فرمایا پھر اُن اچھوں کے کئی گھر بنائے تو مجھے سب سے اچھے گھر (بنی ہاشم) میں پیدا فرمایا۔ اعلیٰحضرت امام اہلسنت فرماتے

ہیں۔

سارے اچھوں میں اچھا سمجھیے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
سارے اونچوں سے اونچا سمجھیے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس میں ایک اور بھی لطیف اشارہ موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی عظمت وشان کے بیان میں یہ ارشاد فرمایا اگر حضور کے آباؤ اجداد بالخصوص حضرت عبداللہ اور عبدالمطلب (خاکم بدہن) موحد نہ ہوتے تو ان کا نام لے کر عظمت بیان کرنے کا کوئی تک نہیں بنتا کیوں کہ کافر و مشرک تو ناپاک ہوتا ہے تو کوئی بندہ اپنی شان بیان کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس پلید کا بیٹا یا پوتا ہوں کیوں کہ یہ عظمت وشان نہیں بلکہ اپنی تذلیل ہے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے جہاں اپنا تعارف کروایا وہاں حضرت عبداللہ وعبدالمطلب کی ذات سے کفر وشرک کا بھی رد فرمادیا اور ان کے موحد ہونے کا اعلان فرما دیا۔

* * *

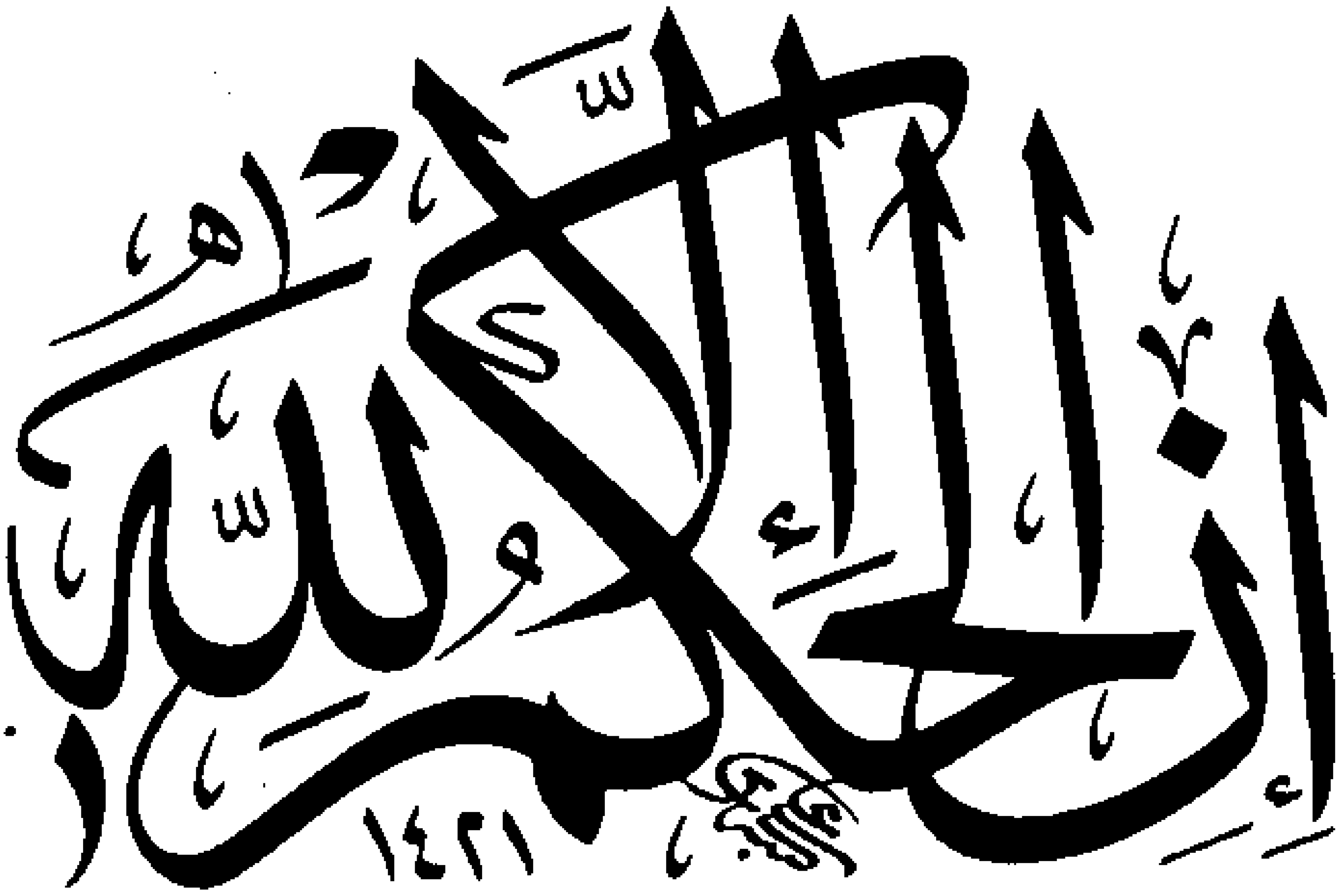

﴿۲۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَیْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُهُمْ بَیْتًا

میں ہی ان سب میں اچھی ذات والا اور اچھے گھر والا ہوں

(رواہ الترمذی)

یہ ارشاد گرامی گذشتہ فرمان نبوی کے تحت بیان ہونے والی حدیث مبارکہ کا آخری جملہ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اپنی ذات کے حوالے سے دو شرافتوں کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ذاتی شرافت بھی عطا فرمائی اور خارجی و بیرونی شرافت بھی بخشی۔ قرآن مجید کی آیۂ مبارکہ **لقد جآء کم رسول من انفسکم** میں ایک قرأت **انفسکم** میں ف کے فتح کی بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو سب سے زیادہ نفیس اور شریف ہیں۔

یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ انبیاء کرام ہمیشہ اعلیٰ نسب اور اونچے خاندانوں میں ہی جلوہ گر ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہرقل والی حدیث کے الفاظ میں **وکذلک الرسل تبعث فی نسب قومها** (ج۱ص۴) اسی طرح انبیاء کرام بہترین شکل بہترین اخلاق اور عمدہ آواز والے ہوتے ہیں کیوں کہ نبوت صرف اللہ کے فضل سے ملتی ہے اس میں کسب کو یا کسی اور شرف کو دخل نہیں لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نبی بناتا ہے اس کو ہر شرف بھی عطا فرماتا ہے تاکہ کوئی کسی لحاظ سے بھی نبی سے بہتر ہونے کا دعویٰ کر ہی نہ سکے۔

* * *

﴿۲۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا ھُوَ

میں وہی ہوں

(رواہ الترمذی)

یہ الفاظ ایک حدیث کے آخری الفاظ ہیں جس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم دیا کہ میرے لیے اللہ سے "وسیلہ" مانگا کرو حالانکہ مقام وسیلہ نہ صرف یہ کہ حضور علیہ السلام کے لئے بنایا گیا ہے بلکہ نامزد کر دیا گیا ہے کہ یہ مقام صرف حضور ہی کے لئے ہے جیسے مقام محمود حضور علیہ السلام ہی کے لئے ہے پھر امت کو کیوں فرمایا کہ میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگا کرو۔ صرف اس لیے کہ ہم حضور علیہ السلام کے لئے دعائیں کریں گے تو ساتھ ساتھ ہمارا اپنا کام بھی بنتا رہے گا کیوں کہ جو کریم و لجپال ہوتے ہیں ان کو دعائیں دینا بھی بھیک مانگنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے جیسا کہ ایک اور حدیث باب الاذان میں اس معنی کی تائید کرتی ہے جس میں فرمایا کہ تم میرے لیے وسیلے کی دعا مانگو گے تو جنت کے حق دار بن جاؤ گے۔ حالانکہ ہو سکتا ہے اپنے لیے ہم دعا مانگ کر جنت کے حق دار نہ بن سکیں گے مگر حضور علیہ السلام کے لیے امتی دعا کرتا ہے تو خود جنت کا حق دار ہو جاتا ہے دعا اُن کے لئے جنت اپنے لیے۔ اس سے سستا سودا دنیا و آخرت میں کوئی ہو سکتا ہے؟

قلب کی صورت غنچہ بستہ   اس کو کرم سے کر دو شگفتہ
دے گا دعائیں حافظِ خستہ   صلی اللہ علیہ وسلم

عرض کیا گیا حضور وسیلہ کیا ہے فرمایا جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے جو صرف ایک بندے کو ہی ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ انا ھو میں ہی ہوں گا۔

یہاں پہ ارجوا فرمانا کہ مجھے امید ہے بے یقینی یا بے علمی کے لئے نہیں ہے بلکہ

عاجزی وتواضع کے لئے ہے اور کریموں کی امید بھی یقینی ہوا کرتی ہے کریم ایسا نہیں کرتے کہ کسی کو امید دلا کے پھر کہیں میں نے تو ایسے ہی کہا تھا یا میرا مطلب یہ تھا یعنی کہ، چونکہ، چنانچہ۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں ۔

مجرم بلائے آئے ہیں جَاءُوکَ ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کو خود امید دلاتا ہے کہ اگر اپنی جانوں پہ ظلم کرلو تو جَآءُوکَ اے میرے محبوب! تیرے پاس آجائیں فاستغفروا اللّٰہ پس اللہ سے معافی چاہیں واستغفر لهم الرسول پھر رسول بھی ان کے لئے معافی کی سفارش کرے لو جدوا اللّٰہ توابا رحیما تو بہ بھی قبول اور رحمت کے بھی حق دار۔

تو یہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اتنی بڑی امید دلا کر جب مجرم اس کے محبوب کے دربار میں حاضر ہوں تو ان کی دعا رد کردے الکریم اذا وعدوفی کریم کیا ہو اوعدہ پورا کرتا ہے وعدہ پورا ہو رہا ہے یہی تو وجہ ہے جو جاتا ہے کریم سے جھولی بھرا کے آتا ہے، گناہ بخشوا کے آتا ہے

لب واہ ہیں آنکھیں بندھیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

* * *

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

﴿۲۸﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ

میں ہی محمد ہوں اور میں ہی احمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)

(متفق علیہ)

قرطاس کے چہرے پہ اِک لفظ لکھا میں نے
اس لفظ کی خوشبو سے ہر چیز مقدس ہے
ہر چیز منور ہے ہر چیز مکمل ہے
وہ لفظ محمد ﷺ ہے وہ لفظ محمد ﷺ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں سے چار نام "حمد" سے مشتق ہیں۔ محمد۔ احمد۔ حامد و محمود۔ "محمد" التحمید مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں یہ سرکار کا ذاتی نام ہے جیسے لفظ اللہ ہمارے خالق و مالک کا ذاتی نام ہے باقی سب صفاتی ہیں بعض علماء کے مطابق حضور علیہ السلام کے دو ذاتی نام ہیں زمین پہ محمد اور آسمان پہ احمد۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانی الاصل اور زیادہ عرصہ آسمانوں پہ رہنے والے ہیں اس لیے انہوں نے بنی اسرائیل کو حضور علیہ السلام کا تعارف احمد نام سے کرایا اور آپ کی آمد کی بشارت سُنائی و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد (القرآن) قرآن مجید میں محمد نام چار جگہ اور احمد ایک جگہ آیا ہے۔ کلمہ طیبہ جو دین کی بنیاد ہے اس کے پہلے جز میں اسم جلالت ہے جو بمنزلہ دعویٰ ہے اور الوہیت و معبودیت کے مضمون پر مشتمل ہے اور دوسرے جز میں اسم محمد ہے جو بمنزلہ دلیل ہے اور نبوت و رسالت کے مضمون پر مشتمل ہے اور عجیب بات ہے کہ اللہ محمد (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کلمہ میں اس طرح جُڑے ہوئے ہیں کہ درمیان میں واؤ کا فاصلہ بھی نہیں ہے بس لفظ اللہ کی ھا ختم ہوتی ہے تو اسم محمد کی میم شروع ہو جاتی ہے۔

محمد کا معنی

بہت زیادہ بار بار تعریف کیا گیا ہے بے شمار خوبیوں والا مطلقاً سراہا ہوا جس کی خدائی بھی تعریف کرتی ہے اور خدا بھی تعریف فرماتا ہے یعنی ہر طرح ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کا حمد کیا ہوا بلکہ ان کے ہر ایک وصف اور ہر ادا کی تعریف کی جاتی ہے بلکہ عشاق تو کہتے ہیں قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن جو ہوگا حساب و کتاب تو چند گھنٹوں میں ہو جائے گا باقی سارا وقت حضور کی نعت خوانی میں گذرے گا۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

جتنا کچھ حضور علیہ السلام کی ذات کے بارے میں لکھا گیا اور کسی کے بارے میں اتنا نہیں لکھا گیا اور ہر زبان میں لکھا گیا۔ اسی طرح احمد بھی "حمد" سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے بہت زیادہ حمد کرنے والا یعنی محمد وہ ہے جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے اور احمد بہت زیادہ تعریف کرنے والا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں اور اللہ حضور علیہ السلام کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہے۔ تعریف کرنے والا خود قابل تعریف ہوتا ہے اور جو قابل تعریف ہو وہ مستحقِ حمد کی تعریف کرتا ہے لہٰذا محمد ہونے کے لیے احمد ہونا لازم اور احمد ہونے کے لئے محمد ہونا ضروری ہوا اور تعریف ہمیشہ خوبی و کمال کی ہوتی ہے نہ کہ عیب کی۔ بلکہ عیب کی تو مذمت کی جاتی ہے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ نے محمد بنایا ہے وہ عیب و نقص سے پاک، مجسمہ حسن و جمال اور پیکر خوبی و کمال ہے کیوں کہ آپ دلیل ہیں دعویٰ توحید کی اور دعویٰ توحید بالکل بے عیب ہے لہٰذا دلیل بھی بے عیب ہونی چاہیے تو اسی بے عیب دلیل کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

لفظ اللہ اور محمد میں مناسبت

دونوں میں چار چار حروف۔ وہ چاروں بھی بے نقطہ یہ چاروں بھی۔ اِس میں بھی ایک شد اُس میں بھی۔ اس کے بھی تین حروف حرکت والے اس کے بھی، لیکن لفظ اللہ کی شد پر کھڑی زبر قائم مقام الف ہے اس پر پڑی زبر ہے کیوں کہ وہ بادشاہ ہے اور یہ اس کے وزیر اعظم۔ اللہ

بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہو جاتے ہیں محمد بولنے سے دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں کیوں کہ آپ اللہ سے جدا ہونے والوں کو اس سے ملانے آئے ہیں اور نیچوں کو اونچا کرنے تشریف لائے ہیں۔

ہر نام کا کوئی حرف ہٹا دو تو بے معنی ہو جاتا ہے ماسوا ان دو ناموں کے کہ اللہ سے الف ہٹا دو للہ رہ گیا **للہ ما فی السموٰت وما فی الارض**۔ پہلی لام گرا دو تو **له** رہ گیا قرآن میں ہے **له ما فی السموت والارض**۔ دوسری لام گراؤ تو **ہٗ** اور یہ بھی قرآن میں اللہ کے لیے بولا گیا۔ **انهٗ هو الغفور الرحیم۔ هو اللہ الذی لا اله الا هو**۔

اسی طرح لفظ محمد کی پہلی میم گراؤ تو حمد رہ گیا، یہ مصدر ہے اسم فاعل کے معنی میں ہو تو بمعنی حامد تعریف کرنے والا۔ اسم مفعول کے معنی میں ہو تو بمعنی محمود (تعریف کیا ہوا)۔

حا کو ہٹا دو تو باقی مد رہ گیا، جو کہ مصدر ہے بمعنی اسم فاعل کھینچنے والا آپ بھی بندوں کو اللہ کی طرف کھینچ کر لے جانے والے۔ دوسری میم گراؤ تو دال رہ گیا اور **الدال علی الخیر کفاعله** اس کا معنی راہنمائی کرنے والا۔

اللہ میں دو لام ہیں محمد میں دو میم ہیں لام کے بعد نمبر میم کا اللہ کے بعد درجہ محمد کا (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے خود فرمایا اجود جودا بڑا جواد (کریم) اللہ ہے اس کے بعد میں ہوں۔

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر

فضائل اسم محمد

سب کا نام والدین رکھتے ہیں لقب قوم رکھتی ہے خطاب حکومت مگر حضور کو نام لقب خطاب سب اللہ نے ہی عطا کیے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں آپ کی ولادت سے پہلے مجھے غیب سے آواز آئی کہ بچہ پیدا ہوگا اس کا نام محمد رکھنا **فان اسمه فی التوراة احمد یحمده اهل السماء والارض واسمه فی الانجیل احمد یحمده اهل السماء والارض واسمه فی الفرقان محمد فسمیته فذلک** (دلائل النبوت اص۱۵۳اوص۸۲) کہ اس کا نام تورات وانجیل میں احمد ہے آسمان وزمین والے اس کی تعریف کریں گے اور قرآن میں اس کا نام محمد ہے پس میں نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھ دیا۔

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے بیس نام ہیں جن میں طٰہٰ۔ یٰسین بھی ہے اور پانچ انبیاء کرام کو قرآن میں ذو اسمین بنایا گیا۔ نمبر۱ محمد، احمد نمبر۲ عیسیٰ، مسیح نمبر۳ اسرائیل، یعقوب نمبر۴ یونس، ذوالنون نمبر۵ الیاس، ذوالکفل۔ (دلائل النبوۃ ا ص ۱۶۵)

کوئی بد باطن حضور کا نام لے کر آپ کو بُرا کہے گا تو پڑھے لکھے لوگ اس کو پاگل کہیں گے کہ ادھر کہتا ہے "محمد" جس کا معنی ہی بہت تعریف کیا ہوا ہے ادھر ان کی بُرائی کرتا ہے چنانچہ اس بات کا خیال حضور علیہ السلام کے اپنے زمانے میں کافروں کو بھی آیا کہ اُدھر ہم محمد کہتے ہیں پھر ان کی بُرائیاں کرتے ہیں لہٰذا یا محمد نہ کہو یا بُرائی نہ کیا کرو چنانچہ فیصلہ ہوا کہ محمد نہیں کہیں گے مذمم کہیں گے جس کا معنی برائی کیا ہوا ہے۔ صحابہ کرام نے سنا تو یہ پریشان ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے فرمایا پریشان کیوں ہوتے ہو خوش ہونا چاہیے۔

الا تعجبون کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش ولعنھم یشتمون مذمما ویلعنون مذمما و انا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (رواہ البخاری)

کیا تم تعجب نہیں کرتے ہو اللہ نے قریش کی لعن طعن کا رُخ مجھ سے کس طرح پھیرا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں میں تو محمد ہوں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

یہ وہ نام ہے کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے بھی پہلے عرش اعظم پہ اکیلا نہیں بلکہ بنام خدا لکھا ہوا تھا۔ اُس نام کا واسطہ دے کر پہلی امتیں جنگوں میں فتح حاصل کرتیں قرآن میں ہے **و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا**. اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔ یوں دعا کرتے

اللھم انصرنا بالنبی المبعوث فی اخر الزمان نجد صفتہ فی التوراہ.

یا اللہ! اس نبی کی برکت سے ہماری مدد فرما جو آخری زمانے میں آئے گا ہم اس کی صفات تورات میں پڑھ چکے ہیں۔

نبیوں کے نام

ہر نبی کا نام باعث برکت ہے مگر لغوی معنی کے اعتبار سے جو خوبیاں اور عظمتیں اسم محمد میں ہیں کسی میں نہیں مثلاً آدم کا معنی گندمی رنگ والے یا مٹی سے پیدا ہونے والے، نوح نوحہ سے، یعقوب عقب سے، بعد میں آنے والے (ظاہر ہے ان لفظوں میں بحیثیت لفظ تعریف کا معنی نہیں ہے) اور محمد کا معنی الذی یحمد حمدا بعد حمد بلا انفصال۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

لسان العرب میں ہے کہ پہلی کتابوں سے پڑھ کر اور حضور علیہ السلام کی عظمتیں پہلے انبیاء سے سُن کر حضور سے پہلے سات بچوں کے نام محمد رکھے گئے کہ شاید انہی میں سے کوئی نبی آخر الزماں ہو جائے مگر اللہ نے ان کو گم نام ہی کر دیا۔

لیکن اس نام کی برکات ضرور نصیب ہوں گی چنانچہ سیرت حلبیہ ج ا ص ۹۹ پہ ہے

اذا كان يوم القيمة نادى منا ديا محمد قم فادخل الجنة بغير حساب فيقوم كل من اسمه محمد يتوهم ان النداء له فلكرامة محمد لا يمنعون.

قیامت کو آواز دی جائے گی، اے محمد اُٹھ جنت میں داخل ہو جا بغیر حساب کے، تو جس جس کا نام محمد ہوگا وہ اُٹھ کھڑا ہوگا اس گمان سے کہ شاید اسے کہا گیا ہے تو اسم محمد کی عزت کے لئے کسی کو جنت سے نہ روکا جائے گا اور نہ ان کا حساب ہوگا۔

حدیث ضعیف بھی فضائل اعمال میں بالاجماع معتبر ہے اور نام پاک محمد کے ساتھ تسمیہ اعمال سے ہے۔

نکتۂ عجیبہ

حضرت سید غلام جیلانی (استاد مولانا شاہ احمد نورانی) نے البشیر الکامل شرح مائۃ عامل کے صفحہ نمبر ۱۲ پہ اسم محمد کے متعلق ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا "اس نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح اس کے مسمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) بحکم حدیث (كل الخلائق من نوری) سارے عالم کی اصل ہیں یہ نام پاک بھی ہر نام کی اصل ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح فرع کا تجزیہ

کرنے سے اصل باقی رہ جاتی ہے (مثلاً آم کا درخت گٹھلی سے بنتا ہے تنا، شاخیں۔ پھل پتے نکلتے ہیں چنانچہ آم کو کھاؤ گے تو آخر کار ہاتھ میں وہی اصل گٹھلی ہی رہ جائے گی) کسی بھی نام کے اعداد نکال لو اور بقاعدہ ذیل تجزیہ کرو تو ۹۲ ہی نتیجہ آئے گا جو کہ اسم محمد کے عدد ہیں۔

(قاعدہ) عدد کو چوگنا کرلو پھر حاصل میں دو جمع کرلو پھر حاصل کو پانچ گنا کرلو پھر حاصل کو بیس پر تقسیم کردو پھر باقی کو نوگنا کر کے اس میں دو ملا دو تو حاصل بانوے ہوگا جو کہ نام پاک محمد کے اعداد ہیں مثلاً کتاب "شرح مائۃ عامل" کے اعداد ۶۹۵ ہیں ان کو چار گُنا کیا تو ۲۷۸۰ حاصل ہوئے اس میں دو جمع کیے ۲۷۸۲ ہوئے پھر اس کو پانچ گُنا کیا ۱۳۹۱۰ بنے اس کو بیس پر تقسیم کیا تو دس ۱۰ باقی بچے دس کو نوگُنا کیا تو ۹۰ ہوگئے اور دو کو ملایا تو ۹۲ ہوئے۔

بابا گرونانک نے یہی قاعدہ ایک ہندی رباعی میں بیان کیا ہے۔

نام لیو جس انچھر کو تو کرو چوگنا
دو ملاؤ پنجگن کریو کاٹو بیس بنا
نانک بچے جو نوگن کریو دو اس میں اور ملا
اس بدھر کے نام سے نام محمد بنا

لہٰذا ہر نام میں اسم محمد کے جلوے ہیں، اور حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے ایک شعر میں عجیب بات فرمائی۔

تیرے نام میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو کا عدد بنا
جو اسے مٹائے وہ خود مٹا وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں

کہ عددوں میں نو کا عدد ایسا ہے کہ ختم نہیں ہوتا مثلاً نو کا پہاڑا پڑھو 9-18-27-36-45-54-63-72-81- آتے ہیں ان میں جن دو کو جمع کرو تو 9 ہی بنیں گے۔ مثلاً 9=1+8، 9=2+7۔

شیخ سعدی نے ٹھیک ہی تو فرمایا ہے۔

ہزار بار بشویم دھن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

لیکن یہ ادب ادب والے ہی کر سکتے ہیں سلطان محمود غزنوی کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار اُس نے اپنے وزیر ایاز کے بیٹے کو ان لفظوں سے بلایا "پسرِ ایاز را بگو کہ باب طہارت بیارد" ایاز کے بیٹے کو کہو وضو کے لئے پانی لائے ایاز ڈر گئے کہ ہر وقت میرے بیٹے کو نام سے پکارتے ہیں آج پسرِ ایاز کہا ہے خدا خیر کرے پوچھنے پر فرمایا کہ تیرے بیٹے کا نام محمد ہے اور میں یہ نام بغیر وضو کے نہیں لیا کرتا (آج میرا وضو نہیں تھا) (تفسیر روح البیان) جن دستر خوان پہ محمد نام کا آدمی ہوگا اس کھانے میں برکت ہوگی۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب توفیق الھدایہ صفحہ ۱۰۲ پہ فرماتے ہیں اسم محمد کے چار حروف ہیں جن سے دونوں جہان روشن ہیں۔

بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد

بنی اسرائیل کا ایک شخص جس نے عرصہ دراز تک اللہ کی نافرمانی کی جب مر گیا تو لوگوں نے ایک گندی جگہ (رُوڑی) پہ پھینک دیا۔

فاوحی اللہ علی موسیٰ ان اخرج و صل علیه.

اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس کو وہاں سے اُٹھایئے اور اس کا جنازہ پڑھیے۔

عرض کیا یا اللہ! یہ تو نافرمان و بدکار تھا۔ ارشاد ہوا

ھکذا کان الا انه کلما نشرا التوراۃ و نظر علی اسم محمد (صلی اللہ علیه وسلم) قبله و ضعه علی عینیه و صلی علیه(صلی اللہ علیه وسلم)۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۶)

ٹھیک ہے ایسا ہی تھا مگر جب بھی تورات کھولتا میرے محبوب کا نام دیکھتا تو چوم لیتا آنکھوں سے لگا کر درود پڑھتا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ایک روایت میں ہے

فغفرت ذنوبه و زوجته سبعین حوراء.

میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند
تاچہ نورش چوں مدد گاری کند

جب حضور علیہ السلام کا نام اس قدر مشکل کشاء ہے تو ان کے نور کی مدد گاری کا عالم کیا ہوگا؟

مولانا روم فرماتے ہیں عیسائیوں میں خوش نصیب وہ ہے جو نام مصطفیٰ کا احترام کرے اور بدنصیب ہو گئے وہ نصرانی جنہوں نے اس نام کے بے قدری کی۔

؎ بود در انجیل نام مصطفیٰ   برسر پیغمبراں بحر صفا
بود ذکر حلیہ ہا و شکل او   بود ذکر غزو و صوم و اکل او
طائفہ نصرانیاں بہر ثواب   چوں رسیدندے براں نام وخطاب
بوسہ دادندے بداں نام شریف   رونہادندے بداں وصف لطیف
نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد   نور احمد ناصر آمد یار شد

یہ نیک بختوں کی بات تھی کہ حضور علیہ السلام کے نام کو چومتے آنکھوں پہ لگاتے خدا کا کرم ہوا ان کی نسل بڑھی اور نور محمدی ان کا مددگار رہا آگے بدبختوں کا ذکر ہے وہ ایسے ہی کرتے جیسے ہمارے زمانے کے بدبخت کرتے ہیں کیوں کہ الکفر ملة واحدة۔ بدبختوں کی ایک ہی علامت ہے کہ بے ادب ہوتے ہیں اور ہمارے بزرگوں نے تو ادب کی دعا مانگی ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم انداز فضلِ رب

میاں صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ؎

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگا ہے ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچیا باجھ ادب دے کوئی

خود ہی سوچیے کہ کئی مسجدوں سے یا محمد اور یا رسول اللہ کے بابرکت نام کو کھرچنے والے بدبخت ہیں یا۔۔۔۔۔۔

نام مٹانے والا صرف نام نہیں مٹاتا بلکہ ذات کا دشمن ہوتا ہے صحیح بخاری کی حدیث ہے

کہ جب صلح نامہ حدیبیہ لکھا گیا تو حضرت علی المرتضیٰ نے یہ الفاظ لکھے محمد رسول اللہ مشرکین نے اعتراض کیا تو حضور علیہ السلام نے حضرت علی کو فرمایا امحہ اے علی! یہ الفاظ مٹا دے حضرت علی نے عرض کیا ما انا بالذی امحاہ میں وہ نہیں ہوں جو آپ کے نام کو مٹاؤں دوسری جگہ ہے واللہ لا امحوک ابدا اللہ کی قسم میں آپ کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔

دیکھیں حضور نے نام مٹانے کی بات کی تو حضرت علی نے کیا جواب دیا کہ میں آپ کو نہیں مٹاؤں گا ثابت ہوا کہ نام مٹانا ذات مٹانے کے برابر سمجھا۔ حضرت علی کے جواب سے یہ کلیہ بھی ٹوٹ گیا کہ الامر فوق الادب۔

خدا کے ساتھ محمد کا نام آتا ہے
نہ انتہائے خدا ہے نہ انتہائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

نماز۔ کلمہ۔ خطبہ۔ اذان۔ اقامت ہر جگہ خدا کے نام کے ساتھ مصطفیٰ کا نام ہے فرق یہ ہے کہ پہلے خدا کا نام پھر مصطفیٰ کا ایسا کیوں ہے اس لیے کہ

پہلے حمد سے زباں پاک کر لو
تو پھر نام لینا حبیب خدا کا

ایک جگہ ایسی ہے کہ صرف خدا کا نام ہے مصطفیٰ کا نہیں وہ ہے جانور ذبح کرتے وقت لہٰذا جن محفلوں میں ایمان ذبح ہوتے ہیں وہاں نعرہ رسالت نہیں لگایا جاتا۔ یا رسول اللہ اور یا محمد سے اتنی چڑ ہے کہ چھینی ہتھوڑوں سے مٹاتے ہیں تو پھر جہنم میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اس لیے کہ جنت کے دروازے پر بھی میرے آقا کا نام لکھا ہوا ہے۔

ہندوؤں سکھوں کے نام برداشت کر لیتے ہیں، دیال سنگھ لائبریری۔ گلاب دیوی ہسپتال، قلعہ دیدار سنگھ دشمنی ہے تو صرف محبوب خدا سے ہے

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

جنت کی ہر شئے پہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تو فرمایا

كلما ذكرت الله فاذكر الى جنبه اسم محمد صلى الله عليه وسلم

کہ جب بھی خدا کا نام لو ساتھ اس کے محبوب کا نام ضرور لینا۔ (کیوں کہ میری بگڑی اسی نام سے بنی ہے)۔

فرمایا میں نے پوری جنت پھری ہے **الا و رایت اسم محمد مکتوب علیھا** ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ محمد (ﷺ) کا نام لکھا ہوا پایا۔ جیسے آپ اپنے مکانوں پہ لکھتے ہیں فلاں منزل فلاں منزل اللہ نے جنت پہ حضور کا نام لکھ کر بتا دیا تم اپنے اپنے مکانوں کے مالک ہو میرا نبی جنت کا مالک ہے تم اپنے گھر اپنے دشمن کو نہیں آنے دیتے میرے حبیب کا دشمن بھی جنت میں نہ جا سکے گا۔ برتن پہ آپ اپنا نام لکھواتے ہیں پتہ چلے بنانے والی تو سٹیل ملز ہے مگر ملکیت میری ہے اللہ نے بھی جنت میں ہر جگہ نام محمد لکھ کر بتا دیا خالق میں ہوں مالک ان کو بنا دیا میں نے جنت بنا دی انہوں نے اپنی امت سے بسا دی

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ　　بنائے خدا اور بسائے محمدؐ
تماشا تو دیکھو کہ نارِ جہنم　　لگائے خدا اور بجھائے محمد (ﷺ)

نکات اسم محمد (ﷺ)

جب بھی غلطی سے کوئی کام کیا　　ان کی رحمت نے مجھ کو تھام لیا
قدسیوں کے سلام پہنچتے ہیں　　جب رسولِ خدا کا نام لیا

- عملیات کی کتاب میں اور کئی بزرگوں نے لکھا ہے کہ جس کے گھر لڑکا نہ ہوتا ہو وہ شروع حمل میں اپنی بیوی کے پیٹ پر انگلی سے لکھے **من كان فی هذا البطن فاسمه محمد**۔ کہ جو اس پیٹ میں ہے اس کا نام محمد ہوگا۔ انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا یہ عمل نرینہ اولاد کے لئے بہت ہی مجرب ہے۔
- جیسے اس نام کو بولنے سے ہونٹ مل جاتے ہیں اور یہ نام خود کھلے۔ اذان خطبے میں بنام خدا ملا ہوا ہے ایسے ہی اس نام والے نے سینکڑوں سالوں کے دشمنوں کو آپس میں ملا دیا اوس وخزرج کی لڑائی ایک سو بیس سال تک جاری رہی مگر ان کو ایسا شیر و شکر کر دیا کہ

بھائی بھائی ہو گئے۔

تو جب اللہ نے ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ حضور علیہ السلام کے نام کو ملایا ہے تو معلوم ہوا کہ رسول کو خدا سے ملانا شرک نہیں عین ایمان ہے

ملے خدا سے تو ایسے ملے کہ مل ہی گئے
تمہارے قرب کا عالی جناب کیا کہنا

جو لوگ یہ کہتے ہیں جی تم نے تو رسول کو خدا سے ہی ملا دیا ہے ان کو غلط فہمی ہے ہم نے نہیں خدا نے ملایا ہوا ہے اور وہ فرماتا ہے۔

اللہ و رسول کے درمیان فرق کرنا کارِ کفار ہے اور فرق نہ کرنا شیوۂ اہل ایمان ہے۔

ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ.

والذین امنوا باللہ و رسلہ ولم یفرقوا بین احدٍ منھم ملانا کا مطلب یہ ہم بھی نہیں لیتے کہ نبی کو خدا بنا دو بلکہ

نبی کو تم بھی خدا نہ سمجھو خدا کو ان سے جُدا نہ سمجھو
ہے اہل سنت کا یہ عقیدہ خدا خدا ہے نبی نبی ہے

بلکہ یوں ملاؤ جیسے لیمپ کے نور کے ساتھ چمنی کا رنگ، جہاں لیمپ کا نور وہاں چمنی کا رنگ، یا جیسے نوٹ کے کاغذ کے ساتھ سرکاری مہر۔ اگر مہر مٹ جائے تو نوٹ کی حیثیت ختم، اگر رسول کی عظمت دل سے نکل جائے تو توحید بیکار یا جیسے قرآن کے کاغذ پہ حروف یا حروف میں سیاہی کہ دونوں کا احترام ضروری۔ جنبی نہ قرآن کو چھو سکے نہ کاغذ و حروف کو یعنی ربوبیت کو نبوت کے آئینے میں دیکھو۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے کوئی ساری عمر جُدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور کوئی ملانے پہ لگے رہتے ہیں

میں اپنی حیاتی تو قربان جاواں
احد نال احمد ملیندے گذر گئی

❁—— حضور کا نام لیا جائے تو ایسا لگتا ہے جیسے جنت کا دروازہ کھل گیا ہے مصیبت ٹل جاتی

ہے حضرت ابن عمر کا پاؤں شل ہو گیا کسی نے کہا جو آپ کو سب سے پیارا ہے اس کو پکارو انہوں نے زور سے کہا یا محمد اسی وقت پاؤں ٹھیک ہو گیا۔

؎ اس نام کی تعظیم تو عشاق سے پوچھو
جان آ گئی تن میں جو لیا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

—— حضور علیہ السلام کے دادا جان حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کا نام محمد علیہ السلام اس لیے رکھا ہے کہ دنیا ختم ہو جائے مگر ان کی تعریف ختم نہ ہو

؎ ایسا میٹھا کوئی نہیں جیسا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے تجربہ کرایا اور عصا کو اژدھا بنایا پھر فرمایا اب جاؤ فرعون کے پاس انہ طغی وہ سرکش ہو گیا ہے یہ عصا تمام جادوگروں کے حملے ناکام کر دے گا اور ہر جگہ آپ کے کام آئے گا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہوں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو نام محمد بنام خدا لکھا پایا پوچھا مولیٰ یہ کون ہے؟ جواب یہ نہ دیا کہ یہ میرے نبی، رسول یا تیری اولاد سے ہوں گے بلکہ فرمایا یہ نہ ہوتا تو نہ زمین و آسماں ہوتے نہ عرش و فرش نہ لوح و قلم نہ جنت و دوزخ اے آدم! تو بھی نہ ہوتا۔ لیکن سُن اس نام کو یاد کر لے تیرے کام آئے گا پھر کام آیا کہ نہیں؟ نکاح کا حق مہر ادا کرنے کی بات آئی تو پابندی لگ گئی کہ جس حوا کو آدم علیہ السلام کے لئے وہ سکون بنایا اس کے قریب نہیں جاسکتے فرمایا اس نام والے پہ درود پڑھو پابندی ختم جنت سے نکلے تین سو سال رو رو کر گذارے آخر اسی نام کے وسیلے سے دعا* کی تو جدائی ختم ہوئی اور ملاپ ہو گیا۔ جب نبیوں کا اس نام کے بغیر گذارا نہیں تو ہمارا کیسے ہو سکتا ہے

؎ ہے تو بس نام محمد ہی سہارا اپنا
ان کے صدقے سے ہی چلتا ہے گذارا اپنا
ہم کو طوفان کی موجوں کا کوئی خوف نہیں
ہم اسی نام سے پا لیں گے کنارا اپنا

---

* اللھم انی اسئلک بحق محمد ان تغفرلی اے اللہ! اپنے محبوب کا واسطہ مجھے معاف کر دے۔

- حضرت شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کا واقعہ ہے کہ نوکر کو فصل کی حفاظت پہ کھڑا کیا پھر بھی رات کو جانور چر جاتے ایک دن فرمایا میں آج رات خود پہرہ دوں گا مصلی بچھا لیا آدھی رات ہوئی تو چرانے والے آ گئے پوچھا کون؟ کہا میں محامد ہاں سائیں (اس علاقے میں محمد کا تلفظ محامد چلتا ہے) نام سُنا تو مست ہو گئے فرمایا "جے محامد ایں تے چرا سائیں ہرشی دا مالک ایں" یہ کہا اور بے ہوش ہو گئے چاشت کے وقت ہوش آیا

؎ داستان حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام بن کر رہ گئی

- معراج کی رات جبرئیل علیہ السلام جس آسمان کا دروازہ کھٹکھٹاتے آگے سے آواز آتی کون؟ جبریل۔ و من معک ساتھ کون؟ سوال یہ ہے کہ وہ جبریل علیہ السلام آدم سے لے کر آج تک ہزاروں بار انہی دروازوں سے آیا یا نہیں؟ پھر دروازہ کھٹکھٹانے کی کیا ضرورت اور اگر ضرورت تھی بھی تو جب آگے سے کہا جبریل تو کھل جانا چاہیے کہ نہیں؟ مگر نہیں کھلا ثابت ہوا آرڈر سخت تھا کہ اگر آج یار کے بغیر جبریل بھی آئے تو نہ کھولنا لہٰذا جبریل محمد محمد کہتے گئے دروازے کھلتے گئے

؎ وہ جس کا نام خود اللہ نے آدم سے پڑھوایا
وہ جس کے نام سے آدم نے بالا مرتبہ پایا
وہ جس کے نور کو جملہ ملائک نے کیا سجدہ
وہ جس کے سامنے تعظیم سے جھکتا ہے خود کعبہ

؎ جس جگہ احمد مختار کا نام آتا ہے
وہیں جبریل امیں لے کے سلام آتا ہے

- اسرار الاولیاء میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں جب قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو سزا کے طور پر اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا نیچے جا رہا تھا زمین کے چوتھے طبقے تک گیا تو وہاں کی مخلوق نے پوچھا تجھ سے کیا اتنا بڑا جرم ہو گیا ہے کہ اتنی سخت سزا میں ہے اس نے جواب دیا کہ مجھ سے حضرت موسیٰ کی نافرمانی ہو گئی ہے بس زبان پہ موسیٰ کا نام آیا اللہ نے فرمایا اس کو یہیں

پہ روک دو اور نیچے نہ لے جاؤ۔ عرض کیا کیوں؟ فرمایا دیکھتے نہیں ہو اس کی زبان پہ میرے موسیٰ کا نام آ گیا ہے یہاں آ کر بابا صاحب رو پڑے فرمایا خود اندازہ کرو جن کی زبان پہ موسیٰ کے بھی رسول کا نام رہتا ہو ان کا کتنا لحاظ کیا جائے گا اور جس کے نام میں اتنی برکت ہے اس کی ذات میں کیا برکات ہوں گی۔

زندگی میں جو کوئی سخت مقام آتا ہے
اس گھڑی لب پہ محمد کا نام آتا ہے

- آسمانوں پہ حضور علیہ السلام کا نام احمد کیوں ہے؟ کیوں کہ فرشتے نحن نسبح بحمدک کہہ چکے ہیں فرمایا تم میری حمد کر کر کے صرف حامد سے احمد بن سکو گے مگر مجھے صرف احمد نہیں محمد چاہیے جس کو اللہ احمد و محمد کہے پتہ نہیں اس نے خدا کی کتنی تعریف کی ہو گی؟ اور خدا نے اس کی کتنی تعریف کی ہو گی۔ طالب علم کہے فلاں استاد بہت قابل ہے تو بات اور ہے اور استاد کہے فلاں طالب علم بہت قابل ہے تو دوسری بات ہے یہاں خدا احمد و محمد فرما رہا ہے فرمایا جب تو نے میری تعریف کی انتہا کر دی اب جو نماز، کلمہ، اذان، خطبہ پڑھے گا جہاں میرا نام لے گا، ساتھ تیرا بھی لے گا۔ اذا ذکرت معی "جب میرا ذکر ہو گا ساتھ ہی تیرا بھی ذکر ہو گا نہ صرف بندے میں خود تیری تعریف کروں گا۔ اس لیے آپ کا نام ممدوح نہیں کہ وہ مدح سے ہے۔ اور مدح نعمت کے بدلے ہوتی ہے پھر کمال غیر اختیاری پہ ہوتی ہے بلکہ حمد سے احمد۔ حامد اور محمود بنا تا کہ نعمت ملے نہ ملے حمد ہوتی رہے اور خوبیاں بھی اختیاری ہو جائیں تو جو آپ کو محمد مانیں اور مختار نہ مانیں وہ محمد ہی نہیں مانتا کہ محمد حمد سے ہے اور حمد اسی کی ہوتی ہے جو اختیاری خوبیوں کا مالک ہو * موتی کی خوبی غیر اختیاری ہے لہٰذا حمدت نہیں کہیں گے بلکہ مدحت اللؤلؤ علی صفائها کہیں گے

- قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں ہر چیز کی انتہاء ہوتی ہے لیکن محمد وہ ہیں ما لا نهاية له جس کی انتہا ہی نہیں۔ کسی کی تعریف کرنی ہو تو پہلو متعین کیے جاتے ہیں علم والا حسن والا وغیرہ حضور علیہ السلام کی خوبیوں کی جب حد ہی نہیں تو محمد کی انتہا کیسے ہو

---

* لہٰذا یہ بات غلط ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی شے کا مالک و مختار نہیں۔

؎ تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

امام بوصیری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی خوبی ہے کہ آپ کی کما حقہ تعریف اللہ کے سوا کر ہی کوئی نہیں سکتا، کیوں کہ آپ کے کمالات سمندر کی طرح ہیں اور ہماری زبانیں ڈول کی طرح بھلا سمندر ڈولوں میں کیسے آ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی کسی کا ممدوح کوئی کسی کا جس نے سب کا ممدوح دیکھنا ہو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جیسے مدح کرنے والے بے شمار ہیں اسی طرح ممدوح کے کمالات بے حساب ہیں ہر زبان پہ ان کی تعریف، ہر مکان وزمان میں ان کی تعریف

؎ عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اللہ نے اپنا نام محمود رکھا حضور علیہ السلام کا محمد۔ عقل کا تقاضا ہے کہ الٹ ہوتا کہ محمود تو ایک بار بھی تعریف کرنے سے ہو گیا جب کہ محمد بار بار تعریف کا متقاضی ہے فرمایا محبوب! **لا اذکر حتی تذکر** تیری تعریف ہی میری تعریف ہے بلکہ **ذکرا رسولا** خود میرا ذکر رسول کی ذات ہے۔ کوئی یا محمد کہتا رہے تو یوں سمجھے خدا ہی کی تعریف کر رہا ہے۔

؎ تیری حمد و ثناء الحمد للہ کہ تو میرے نبی کا خدا ہے

- قیامت کے دن دو بندے اللہ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے ان کو جنت جانے کا حکم ہو گا عرض کریں گے ہمارے لیے کس چیز نے جنت حلال کی ہے ہمارے اعمال تو اس قابل نہیں، اللہ فرمائے گا میں نے قسم اُٹھا رکھی ہے جس کا نام محمد اور احمد ہو گا اس کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔ (المواہب ص ۳۱۶ شفا شریف ج ۱ ص ۱۰۵)
- اگر مرتے وقت زبان پہ صرف **لا الہ الا اللہ** آیا **محمد رسول اللہ** نہ آیا تو قبول نہیں کہ توحید ہے رسالت نہیں اور اگر **محمد رسول اللہ** کہہ لیا تو قبول ہے کہ اللہ بھی آ گیا محمد بھی آ گیا۔
- ایک یہودی نے تورات میں چار جگہ حضور کا نام لکھا پایا اس نے مٹا دیا اگلے دن تورات کھولی تو آٹھ جگہ لکھا پایا تیسرے دن بارہ جگہ، آخر سوچنے لگا۔ شام سے مدینے آیا پتہ

چلا حضور کا وصال ہو گیا ہے حضرت علی سے کہا ارنی ثوب محمد کوئی کپڑا حضور کا دکھاؤ حضرت علی نے قمیص دی فشمہ و قام عند القبر الشریف قبر انور کے پاس کھڑا ہو کر قمیص سونگھی اور اسلام قبول کیا اور دعا کی اللھم ان کنت قبلت اسلامی فاقبض روحی سریعًا اے اللہ! اگر میرا اسلام قبول ہو گیا ہے تو ابھی موت دے (تا کہ تیرے محبوب کے پاس چلا جاؤں) فوقع میتا فغسله علی و دفنه بالبقیع ۔ اسی وقت گر افوت ہو گیا حضرت علی نے غسل دے کر جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ (نزہتہ المجالس عن ابن عباس ص ۸۹ ج ۲)

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ام

زندگیاں ختم ہوئیں قلم داں ٹوٹے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

* * *

النظافة من الإيمان
١٢٢٠

﴿۲۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحُوْا اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ

میں ہی مٹانے والا ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر مٹا دے گا

(متفق علیہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے دنیا کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پھنسی ہوئی تھی آپ کے وجود باجود کی برکت سے کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو نہ صرف ہدایت کا نور نصیب ہوا بلکہ دوسروں کے لئے سراپا ہدایت بن گئے جو ذرے تھے وہ آفتاب بن کر چمکنے لگے جو قطرے تھے وہ سمندر نظر آنے لگے

؎ قطرے کو سمندر کرتے ہیں ذرے کو ستارہ کرتے ہیں
کونین کو خم آ جاتا ہے جب زلف سنوارا کرتے ہیں

تاریخ بتاتی ہے برصغیر کے لوگ کابل سے چٹا گانگ تک بت پرستی اور عجیب و غریب رسومات میں مبتلا تھے مثلاً جس عورت کا خاوند مرجاتا سماج اس کو مجبور کرتا کہ جب تیرے خاوند کو آگ کی نذر کیا جائے تو ساتھ تجھے بھی جل کر اپنی جان کی قربانی دینا ہوگی اگر وہ بچ بچا کر کہیں پہاڑوں، غاروں میں زندگی گزارنا چاہتی تو اس کے گھر والے اس کو پکڑ کر جلا کر راکھ کر دیتے۔

عرب میں جس عورت کا خاوند مرجاتا پورا سال وہ نہا نہیں سکتی تھی، علیحدہ کوٹھڑی میں اس کو رہنا پڑتا، کپڑے نہیں بدل سکتی، برتن نہیں دھو سکتی۔ بچوں کو زندہ درگور کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ جانور کو ذبح کرنے کی بجائے جس حصے کا گوشت کھانا چاہتے اتنا حصہ کاٹ لیتے وہ سسک سسک کر مرجاتا۔ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے۔ عورت بدلنے اور جوتا بدلنے میں کوئی فرق نہ تھا۔ عورت دوسروں کے ساتھ رات گذارنے میں فخر محسوس کرتی بلکہ خود لوگ اپنی عورت روں کے پاس بھیجتے تاکہ اولاد بہادر ہو۔ انجیل میں تحریف۔ دین موسوی مسخ۔ بادشاہ وقت

کو خدا کہا جاتا۔

اٹلی میں جہاں پاپائے اعظم رہتا، عیسائیوں کا مرکز تھا، قیدی کے پیچھے شیر لگا دیا جاتا بادشاہ، پوپ اور عوام ہنستے تالیاں بجاتے اور وہ بے چارہ شیر کا لقمہ بن جاتا، گھر آ کر اس کی موت کو ہنس ہنس کر بیان کرتے، یہاں کے خرکار براعظم افریقہ جاتے کالے انسانوں کو پکڑ کر لے آتے، ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتے، گندی نالیاں صاف کرواتے اور ان سے جانوروں کا سا کام لیتے۔ الغرض ظلم ہی ظلم تھا جب لاکھوں انسانوں کی چیخ و پکار ہزاروں مظلوموں کی فریادیں، بیواؤں کی آہ و بکا، مظلوم بچیوں کی چیخیں عرش پر پہنچیں تو اللہ نے حضرت آمنہ کی گود میں محمد مصطفیٰ کو پیدا فرما دیا گویا حضور مظلوموں کی مدد بن کر آئے غلاموں کی پکار، نسلوں کی تمنا بن کر آئے۔ پھر کیا ہوا

~ خود جو نہ تھے راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے

چور ولی بن گئے۔ انسانی لباس میں بھیڑیئے اُسی لباس میں فرشتوں سے افضل ہو گئے غلاظت کے پہاڑوں کو مجسمہ طہارت بنا دیا۔ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو مینارۂ نور بنا دیا۔ جہالت کے پلندوں کو علم کا پیکر کر دیا۔ لات و عُزّیٰ، منات کے شیدائیوں کو وحدہٗ لاشریک کا ذاکر بنا دیا۔ جن کے گھر سینکڑوں سالوں سے بتوں سے اٹے پڑے تھے انہی کے گھروں کو توحید کا مرکز بنا دیا اور جن کے دلوں سے شمع توحید بُجھ چکی تھی ان کے دلوں کو انوار و تجلیات ربانی کا سرچشمہ بنا دیا۔ کوئی بے زر آیا تو بوذر ہو گیا، حبش کا بلال آیا تو رشکِ قمر ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ نے سراجاً منیرا فرمایا چمکتا سورج (سراج قرآن میں سورج کو کہا گیا سراجا وھاجا) اگرچہ تاریکی چاند ستاروں سے بھی دور ہو سکتی ہے مگر چاند تارے رات کو دن نہیں بنا سکتے سورج نکلتا ہے تو رات دن ہو جاتی ہے حضور علیہ السلام سے پہلے کفر و شرک کی کالی رات چھائی ہوئی تھی آپ تشریف لائے کفر مٹا اسلام کا نور پھیلا اور ایسے لگا جیسے رات کے اندھیروں سے دن کا اجالا نمودار ہو گیا

~ ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

* * *

﴿۳۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ

میں ہی حاشر ہوں (جمع کرنے والا) لوگ میرے ہی قدموں پہ جمع کیے جائیں گے

(متفق علیہ)

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے پھر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پھر حضور علیہ السلام کی امت پھر دیگر امتیں پھر شفاعت کی بھیک مانگنے کے لئے آخر کار ساری مخلوق حضور کے در پر آئے گی اس وقت حضور علیہ السلام کے اس نام پاک کا ظہور ہوگا۔

* * *

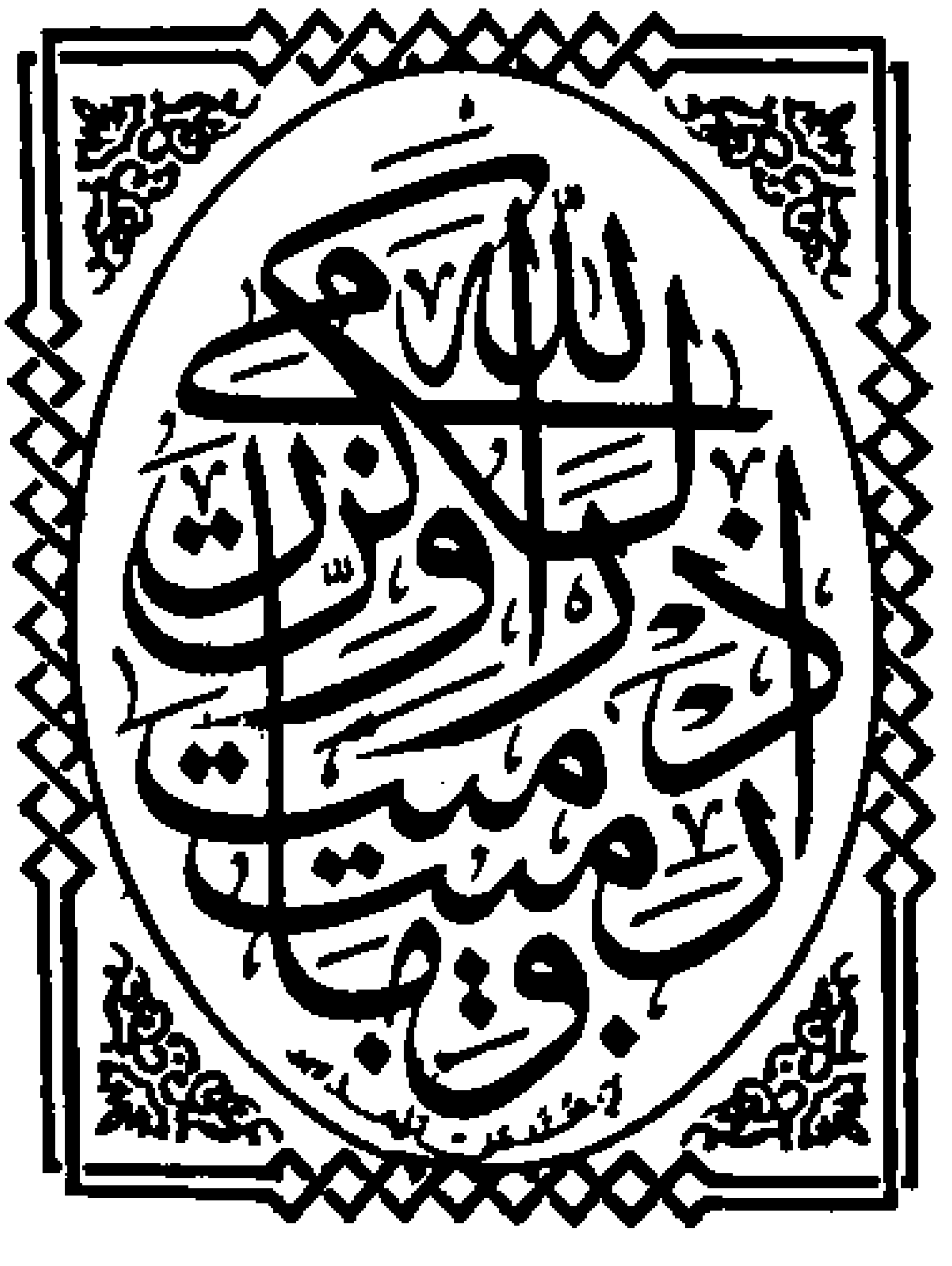

﴿۳۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ

میں ہی عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں

(الشفاء)

ختم نبوت کی بحث میں اس موضوع پہ لکھا جا چکا ہے۔

عاقب عقب سے بنا جس کا معنی پیچھے، چونکہ حضور علیہ السلام سارے نبیوں کے بعد تشریف لائے اس لیے عاقب ہوئے اور چونکہ حضور اپنے پیچھے بہت خیر چھوڑ گئے اور سب کی عاقبت حضور علیہ السلام ہی کے دم قدم سے ہے۔ اس لیے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی عاقب ٹھہرا۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عاقب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ نہ تو آپ کے زمانے میں اور نہ آپ کے بعد تا قیامت کوئی نبی ہو جو نبی زندہ ہیں جیسے حضرت عیسیٰ یا حضرت الیاس و جناب خضر (بقول بعض) علیہم السلام وہ اب بہ شان نبوت نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کے امتی بن کر زندہ ہیں۔ اسی لیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر بھی حضور علیہ السلام کے امتی امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔

* * *

الا الی اللہ تصیر الامور

﴿۳۲﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا نَبِیُّ الرَّحۡمَةِ وَنَبِیُّ التَّوۡبَةِ

میں ہی رحمت کا نبی اور توبہ کا نبی ہوں

(شمائل ترمذی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین** ۔ عالمین جمع ہے عالم کی، اسم آلہ کا صیغہ ہے **ما یُعلم به** جن کے ذریعے کسی شے کی پہچان حاصل ہو **ما سوی الله** کو عالم کہتے ہیں کوئی چیز اللہ کی ربوبیت سے باہر نہیں اور حضور کی رحمت سے باہر نہیں۔ سوال یہ ہے کہ بے شمار رحمتیں اور بھی ہیں پانی۔ ہوا۔ اولاد وغیرہ تو حضور کی رحمت میں اور دیگر رحمتوں میں فرق کیا ہے جواب یہ ہے کہ باقی ہر رحمت ایسی ہے کہ جس میں زحمت کا پہلو موجود ہے کبھی ایک شے رحمت کبھی وہی شے زحمت پانی اگر ضرورت کے مطابق ہو تو رحمت اگر سیلاب آ جائے تو زحمت۔ ہوا ضرورت کے مطابق ہو تو رحمت طوفان بن جائے تو زحمت۔ اولاد فرمانبردار ہو تو رحمت نافرمان ہو جائے تو زحمت، لیکن وجود مصطفیٰ ایسی رحمت ہے کہ زحمت کا پہلو پایا ہی نہیں جاتا۔ طائف کے بازاروں میں کافروں نے جو سلوک کیا پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوتا ہے عرض کیا حکم کریں تو ان پہ پہاڑ گرا دوں فرمایا! مجھے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے زحمت بنا کر نہیں **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون** یا اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے جانتے نہیں (کہ میں ان کا کتنا خیر خواہ ہوں)۔

ہمارے بیٹے کو ہم سے جسمانی تعلق ہے چوٹ اُسے لگے تکلیف ہمیں ہوتی ہے حضور علیہ السلام کو ہم سے روحانی تعلق ہے گناہ ہم کرتے ہیں غاروں میں جا جا کر آپ روتے ہیں۔

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

درد عضو کو ہوئی آنکھ نے رونا شروع کر دیا کہ جس جسم کا وہ عضو ہے اسی جسم کی یہ آنکھ ہے کیا یہ کم تعلق ہے؟ یا رسول اللہ! گناہ ہم کرتے ہیں آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا جس خدا کے تم بندے ہو میں اس کا نبی ہوں کیا یہ کم تعلق ہے؟

ہر نبی نے کہا یا اللہ نیک ہمیں دے دے گنہ گاروں کے ساتھ جو چاہے کر۔

قال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا (القرآن)

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی یا اللہ! زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی نہ رہنے دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا

فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی فانک غفور رحیم۔

القرآن،

جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمان ہے بس بے شک تو غفور رحیم (تو جان اور وہ جانے)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا

ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔ (القرآن)

اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے ہی بندے ہیں اگر معاف کر دے تو تُو غالب حکمت والا ہے۔

ہمارے آقا کی باری آئی عرض کیا **الطالحون لی والصالحون للہ** ۔ اے اللہ! نیک تیرے (کہ ان کو تو تُو ان کی نیکیوں کی وجہ سے بخش ہی دے گا) بُرے میرے (بُرے میری شفاعت کے حوالے کر دے)

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

نکات رحمۃ للعالمین

نکتہ نمبر ۱

بارش ہوتی ہے گھڑے میں پانی کم جمع ہوتا ہے تالاب میں زیادہ، دریا، سمندر میں اور زیادہ اور مینار خالی رہا۔ ارے بادل! منہ دیکھ کے برستا ہے کیا؟ بادل نے کہا میرے دینے کا انداز تو ایک ہے لینے والوں کے انداز مختلف ہیں جس نے جتنا دامن پھیلایا اتنا مل گیا مینار اکڑ گیا محروم ہو گیا بلال وسلمان نے دامن پھیلا دیا بھرپور ہو گئے ابوجہل اکڑ گیا محروم ہو گیا

؎ دور تھے اویس مگر ہو گئے قریب
بو جہل تھا قریب مگر دور ہو گیا

نکتہ نمبر ۲

ہمارے اختیار میں ہو تو دشمن سے موقع پر بدلہ لیتے ہیں لیکن فتح مکہ کے موقع پر اختیار بھی تھا سب کچھ کر بھی سکتے تھے مگر خون کے پیاسوں کو فرمایا **اذھبوا فانتم الطلقاء**۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کیا میرے آقا نے دشمنوں کو معاف کر دیا

؎ پاس سجدے بھی تھے روزے بھی زکوٰۃ و حج بھی
حشر میں کام نہ آیا کوئی رحمت کے سوا
شامیانہ نہیں خورشید قیامت کے لئے
کالی کملی کے سوا چادرِ عطرت کے سوا

نکتہ نمبر ۳

حضور علیہ السلام نے کافروں کی طرف کنکر پھینکے اللہ نے فرمایا **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی**۔ تو نے نہیں میں نے مارے ہیں۔ کیوں؟ تاکہ کوئی یہ نہ کہے دعویٰ رحمت کرتا ہے مارتا پتھر ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا میں توبہ کا نبی ہوں یہ بھی حضور علیہ السلام کی خصوصی شان ہے کہ آپ کا امتی جب بھی توبہ کرے قبول ہے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ **یبدل اللہ**

سیاتھم حسنت (القرآن) گناہوں کو نیکیاں بنا دیا جاتا ہے ایک دن میں ستر بار بھی توبہ کرے تو اللہ قبول کرتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی شان دیکھیے ایک ایک مجلس میں ستر سے سو بار تک توبہ، استغفار کرتے ہیں اور گناہوں سے معصوم ہیں شاید یہ توبہ امت کے گناہوں کو معاف کرانے کے لئے کی جاتی ہے، حضور علیہ السلام کے نام کی برکت سے نبیوں کی توبہ قبول ہو رہی ہے

؎ اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

* * *

﴿۳۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا الْمُقَفّٰی

میں ہی پیچھے آنے والا ہوں

(شمائل ترمذی)

اَلْمُقَفِّیْ اسم فاعل کا صیغہ ہے سب نبیوں سے دنیا میں پیچھے آنے والے اور مُقَفّٰی اسم مفعول۔ آخرت میں سب سے آگے اور ساری کائنات جس کے پیچھے ہوگی اس کا معنی یہ بھی ہے سب کی میزبانی کرنے والا کہ ساری کائنات حضور کے دستر خوان پہ پلتی ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

؎ آسماں خوان زمین خوان زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

* * *

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

﴿۳۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا أَجْوَدُ بَنِیْ آدَمَ

میں ہی اولادِ آدم میں سب سے بڑا داتا (سخی) ہوں

(مشکوۃ شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے سوال فرمایا جانتے ہو بڑا سخی (داتا) کون ہے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا اللہ بڑا داتا (سخی-کریم) ہے پھر میں آدم کی اولاد میں سے بڑا داتا (سخی) ہوں پھر وہ بندہ (عالم دین) جو علم سیکھے، سکھائے قیامت والے دن وہ اکیلا امیر یا فرمایا جماعت بن کر آئے گا۔

اس حدیث میں بہت سارے مسائل (جن کو موجودہ دور میں نام نہاد موحدین نے کفرو اسلام کے مسائل سمجھ رکھا ہے اور بات بات پہ شرک کا فتوی لگا دیتے ہیں) کو حضور علیہ السلام نے خود ہی حل فرما دیا۔

نمبر۱ جب حضور علیہ السلام نے پوچھا من اجود جودا بڑا (داتا) سخی کون تو صحابہ نے آگے سے یہ جواب نہیں دیا کہ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ بلکہ کہا اللہ بہتر جانتا ہے اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے لہٰذا اللہ کے ساتھ رسول اللہ کا نام آجائے تو سنت صحابہ پر عمل ہو جاتا ہے ایسی سنت جس پر حضور علیہ السلام کی مہر تصدیق ثبت ہے حضور علیہ السلام نے بھی یہ نہیں فرمایا بس اللہ بہتر جانتا ہے کہنا کافی ہے "بس اللہ ہی کافی ہے" اس کے ساتھ میرا نام ملانا اور دونوں کے ساتھ اعلم لگانا، اس کی کیا ضرورت ہے کیا فرماتے ہیں نام نہاد مؤحدین اس مسئلہ میں؟ ساتھ قرآن مجید کی آیات بھی ملا لی جائیں۔ اغنهم اللہ و رسوله اللہ اور اس کے رسول نے ان کو غنی کر دیا من فضله اپنے فضل

ہے۔ **واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ** اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ اسے راضی کیا جائے۔ بیسیوں آیات قرآن پاک میں موجود ہیں تو کیا ''اللہ ہی کافی ہے'' کا مطلب نہ خدا کو آیا نہ رسول کو نہ صحابہ کو۔ حضرت سفینہ شیر کے سامنے **انا مولی رسول اللہ** میں حضور علیہ السلام کا غلام ہوں کہہ رہے ہیں ان کو بھی یہ آیت یاد نہ آئی **انا عبداللہ** ہی کہہ دیتے حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا **ابقیت لھم اللہ ورسولہ** ۔ میں گھر میں اللہ ورسول کو چھوڑ کے آیا ہوں یاد رکھو! اللہ رسول میں جدائی کرنا توحید کے خلاف ہے ان کو ملانا توحید کے خلاف نہیں۔

نمبر۲ ایک لفظ اللہ پر بولا جائے وہی اللہ کے رسول پر اور پھر رسول کے غلاموں پہ بولا جائے تو یہ شرک نہیں۔ ورنہ حضور نے اپنے آپ کو **انا اجود** کیوں فرمایا جب کہ یہی لفظ اللہ کے بارے بھی فرما چکے تھے اس کو شرک نہیں صرف اشتراک لفظی کہتے ہیں سمیع۔ بصیر۔ المؤمن۔ غنی۔ اکبر۔ علی۔ رؤف۔ رحیم نور وغیرہ اللہ کے نام ہیں مگر اللہ نے یہ نام مخلوق کو دیے ہیں کہ نہیں؟ لہٰذا کسی بندے کو داتا۔ غوث اعظم۔ غریب نواز۔ مشکل کشا کہنا شرک نہیں کہ یہ تو الفاظ ہی فارسی کے ہیں اور اللہ کے نام توقیفی ہیں اگرچہ یہ ساری صفات اللہ میں ہیں مگر صرف کسی پر ان الفاظ کا اطلاق کسی شرک کو لازم نہیں کرتا جب کہ جو اس کے نام ہیں وہ بندوں پر بولنے سے شرک نہیں ہوتا تو جو نام نہیں ہیں صرف مفہوم کے اعتبار سے اس کی صفات ہیں یہ بولنے سے کیسے شرک ہو گیا۔ ہم کوئی اللہ کے دشمنوں میں تو یہ صفات نہیں مان رہے انہی میں مانتے ہیں جن کے بارے وہ خود فرماتا ہے میں ان کی آنکھیں بن جاتا ہوں ہاتھ بن جاتا ہوں پاؤں بن جاتا ہوں جن سے دیکھتے۔ چھوتے چلتے ہیں یہ بخاری شریف میں حدیث قدسی کا خلاصہ ہے سنو: اللہ اپنی صفات اپنے دشمنوں کو استعمال نہیں کرنے دیتا دوستوں میں خود بیان کرتا ہے نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مناظرہ میں یہی کیا تھا **انا احی وامیت** میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں اللہ نے دماغ میں مچھر ڈال دیا اپنا جوتا اپنا سر۔ تنخواہ بھی دے رہا ہے اور جوتے بھی کھا رہا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں بھی مردے زندہ کرتا ہوں بلکہ میں شفا بھی دیتا ہوں بلکہ اندھے کو آنکھیں بھی

دیتا ہوں باذن اللہ۔ کیا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے انہی دعووں کو ایک سے زیادہ مرتبہ قرآن میں محبت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا الغرض حضور جودِ الٰہی کے مظہر ہیں رب کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں مخلوق کو حضور ہی کے ہاتھوں ملتی ہیں خود فرمایا اللہ دیتا ہے میں بانٹتا ہوں۔۔ اور چونکہ اس حدیث میں اللہ و رسول کی سخاوت بے قید بیان ہوئی لہٰذا ملکیت بھی ثابت ہوگئی اس لیے حضور مالک کونین بھی ہوئے

؎ مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

تبھی تو حضرت عثمان غنی کو کئی بار جنت بیچ دی کسی کے لئے سونا حلال کر دیا کسی کو ریشم پہننے کی اجازت۔ اور صرف زمین کی نعمتیں ہی آپ کی ملکیت میں نہیں بلکہ خود فرمایا میرے دو وزیر زمین پہ ہیں، دو آسمانوں پہ، وزیر اس کے ہوتے ہیں جس کی بادشاہی و حکومت ہو اور وہیں ہوتے ہیں جہاں حکومت ہو حکومت پاکستان میں ہو تو وزیر انڈیا میں نہیں ہوں گے پاکستان میں ہی ہوں گے لہٰذا حضور کی حکومت زمین پہ بھی ہے آسمان پہ بھی۔

وزیرای فی السماء و وزیرای فی الارض

ظاہر ہے اس حدیث سے حکومت رسول کی (ﷺ)

سخاوت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور علیہ السلام کی سخاوت کا اندازہ کون کر سکتا ہے حضرت ربیعہ کو خود فرما رہے ہیں مانگ کیا مانگتا ہے اس نے ایک ہی جملہ میں جنت میں ہمسائیگی مانگی یعنی جنت بھی لے لی اور معیت نبوی بھی لے لی آپ فرما رہے ہیں اور بھی کچھ مانگ لو بھلا اب کیا چیز رہ گئی جو وہ مانگیں۔ عشرہ مبشرہ کو فرما رہے ہیں ابوبکر فی الجنه عمر فی الجنه الخ۔ دوسرے سخی روپیہ پیسہ ہی دے سکتے ہیں مگر اس بارگاہ سے پہلا لنگر ہی جنت کا ملتا ہے۔ بادشاہوں کی بارگاہ میں منگتے آ ہی نہیں سکتے آ جائیں تو ان کی طلب کے مطابق ملتا نہیں کیوں کہ ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔

مگر یہاں داتا خود بار بار پوچھتا ہے اور بھی کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو

ے گٹھڑیاں بندھ گئیں ہاتھ تیرا بند نہ ہو
بھر گئیں جھولیاں نہ بھری دینے سے نیت تیری

حضرت علی المرتضیٰ کوفہ میں جاتے ہیں لوگ سوال کرتے ہیں حاتم طائی بڑا سخی تھا فرمایا کتنا سخی تھا انہوں نے کہا اس کے بارے مشہور ہے کہ اس کے محل کے دس دروازے تھے ایک ہی سائل دس دروازوں سے بار بار آتا وہ ہر بار عطا کرتا یہ بھی نہ کہتا کہ تو پہلے بھی آیا ہے فرمایا اس کو تم اس کی سخاوت سمجھتے ہو میں کنجوسی کہوں گا وہ کیسے؟ فرمایا اس کی ضرورت پوری نہ ہوئی تبھی بار بار آیا میرے نبی نے جس کو ایک بار دے دیا ساری عمر دوبارہ مانگنے کی حاجت نہ ہوئی

ے منگتے تو منگتے ہیں کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو
آتا ہے فقیروں سے انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

سب کچھ اللہ ہی دیتا ہے مگر کچھ بھی ڈائریکٹ نہیں دیتا دولت دیتا ہے کاروبار کے ذریعے جنت ایمان واعمال کے ذریعے۔ شفا ڈاکٹر وحکیم کے ذریعے اور یہ سب کچھ مصطفیٰ کے ذریعے

ے لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

گناہ بھی معاف کرنے ہوں تو فرماتا ہے **ولو انہم اذ ظلموا انفسہم** جاءوک یا اللہ نافرمانی تیری کریں جائیں رسول کے در پر۔ فرمایا میرا در کوئی اور در تو نہیں ہے

ے بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جب اللہ نے **انا اعطینک الکوثر** فرما کر اپنے نبی کو ہر کمال، ہر خوبی، ہر نعمت کثرت سے عطا فرما دی ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا **و اما السائل فلا تنھر** جب میں نے ہر شئی تجھے عطا کر دی ہے تو جو بھی مانگنے والا آئے اسے دیتے جاؤ جو ایمان مانگنے آئے اسے ایمان دو، جو جنت مانگے اسے جنت دو، جو دنیا مانگے اسے دنیا دو، اور جو آخرت مانگے اسے آخرت دو، اور جو

مصطفیٰ سے مصطفیٰ کو مانگے وہ ملے، مصطفیٰ سے خدا کو مانگے وہ ملے

؎ واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

بخل یہ ہوتا ہے خود کھائے دوسروں کو نہ کھلائے شح یہ ہے نہ کھائے نہ کھلائے سخاوت یہ ہے خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے اور جود یہ ہے خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلاتا رہے۔

ایک مرتبہ سات ہزار درہم حضور کی خدمت میں آئے آپ نے سب تقسیم فرما دیے بعد میں ایک سائل آیا تو آپ نے فرمایا اب تو کچھ نہیں بچا بازار جا میرے نام پہ جو چاہے خرید لے میں ادائیگی کردوں گا۔

ایک دفعہ آپ کے پاس بکریوں کی بھری ہوئی وادی تھی ایک شخص نے کہا یہ ساری مجھے دے دیں تب میری ضرورت پوری ہوگی آپ نے سب دے دیں اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر اعلان کیا جاؤ محمد پہ ایمان لاؤ وہ اتنا دیتے ہیں کہ فقر کی فکر ہی نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۹)

حضور علیہ السلام نماز پڑھانے کے لئے مصلّے پہ کھڑے ہوئے کہ ایک سوالی نے کہا پہلے میری ضرورت پوری کرو آپ نے مصلّی چھوڑ کر پہلے اس کی حاجت پوری کی پھر نماز پڑھائی

؎ منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹیں کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجود الناس حضور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی ہیں **فلرسول الله صلى الله عليه وسلم اجود بالخير من الريح المرسلة**۔ (بخاری ج ا ص ۴)

جیسے تیز ہوا ہر جگہ پہنچ جاتی ہے اسی طرح آپ کی سخاوت سے بھی کوئی محروم نہ رہتا تھا

؎ جو منکر ہے ان کی عطا کا وہ یہ بات بتائے تو
کون ہے وہ جس کے دامن میں اس در کی خیرات نہیں

فرمایا ہم نے تمہیں ہر شئے کی کثرت عطا کی۔ اتینا ک نہیں فرمایا بلکہ اعطینا ک کیوں کہ اتینا میں ملکیت نہیں ہوتی اعطا میں ملکیت ہوتی ہے اور صیغہ بھی ماضی کا کہ عطا کر

دیا۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ کسی خاص زمانے سے متعلق ہے تبھی تو قاسم ہیں کہ پہلے عطا ہوتی ہے بعد میں تقسیم۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں کتنا دیا تمہیں جتنا چاہیے مانگتے جاؤ ملتا جائے گا نہ اس کی عطا میں کمی نہ ان کی تقسیم میں کمی حدیث میں ہے حضور نے کبھی کسی سائل کو لاَ نہیں فرمایا اس لیے کہ

؎ نہیں سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اعطیناک میں ضمیر واحد مخاطب کی ہے جس میں تکلف نہیں ہوتا جہاں گہری دوستی ہو وہاں تُو تُو مَیں مَیں سے خطاب کیے جاتے ہیں

؎ آپ سے پھر تم ہوئے پھر تو کا عنواں ہو گئے

دوسروں کو حکم ہے خرچ کرو حضور کو فرمایا **و لا تبسط کل البسط** حبیب اپنا بھی خیال رکھا کرو

؎ پوچھتے کیا ہو کہ آقا ہمیں کیا دیتے ہیں
کیا یہ کم ہے کہ بندے کو خدا دیتے ہیں

دوسروں سے مانگنے والے صرف گدا ہوتے ہیں یہاں گدا بھی منگتے بادشاہ بھی منگتے دوسروں سے مانگو تو جھڑکتے ہیں یہاں سینے سے بھی لگایا جاتا ہے عطا بھی فرمایا جاتا ہے دوسروں کو خطرہ ہوتا ہے خزانہ خالی نہ ہو جائے اس لیے کسی کو دے دیا کسی کو جھڑک دیا یہاں یہ خطرہ نہیں نہ خدا کی عطا ختم ہونے والی نہ حضور کی سخا ختم ہونے والی

؎ سرکار کا در ہے درِ شاہاں تو نہیں ہے
جو مانگ لیا مانگ اور بھی کچھ مانگ
اس در پہ یہ انجام ہوا حُسن طلب کا
جھولی میری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ

❀ ❀ ❀

﴿۳۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اٰخُذُ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ

میں ہی تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچا رہا ہوں

(متفق علیہ)

اس حدیث میں پہلے حضور علیہ السلام نے ایک مثال بیان فرمائی کہ کوئی شخص آگ جلائے جب آگ روشن ہو جاتی ہے تو پتنگے اس میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں آگ جلانے والا ان کو روکتا ہے وہ اس پہ غالب آجاتے ہیں فرمایا میری مثال بھی ایسے ہی ہے کہ میں تمہیں پکڑ پکڑ کر دوزخ سے نکال رہا ہوں تم ہو کہ اس میں گرنے پہ زور لگا رہے ہو۔

چنانچہ دنیا کی لذتیں آگ ہیں ہم ناسمجھ پتنگوں کی طرح ان کا غلط استعمال کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنا رہے ہیں ہمیں اس سے بچنے کی اتنی فکر نہیں ہے جتنی ہمارے آقا کو ہے۔ اسی لیے فرمایا۔

وبالمؤمنین رؤف رحیم۔ اہل ایمان کے لئے تو حضور سراپا راحت و رحمت ہیں۔ گناہ ہم کرتے ہیں ہمارے لیے بخشش کی رو رو کر دعائیں آپ مانگتے ہیں پیدا ہوئے تو سجدے میں گر کر رب ھب لی امتی کہہ کر دعا مانگی جوان ہوئے تو غاروں میں جا کر روتے رہے صرف امت کے لئے، معراج پہ گئے تو عرش کے نیچے سجدے میں گر کر دعائیں مانگیں

جن کے لب پر رہا امتی امتی
یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی
میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لئے

کسی محبت والے نے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا منظر بڑے حسین پیرائے:

شعروں کے اندر قلم بند کیا آپ بھی پڑھیں اور حضور کے قدموں پہ قربان ہو جائیں۔

؎ تہہِ عرش سجدے میں سر کو جھکایا
بکھر کر کے زلفوں نے یہ رنگ لایا
یہ کہہ کر خدا نے نبی کو اُٹھایا
کہ پیارے تیرے گیسو کیا مانگتے ہیں
یہ سُن کر کہا مصطفیٰ نے الٰہی
یہ کہتی میرے گیسوؤں کی سیاہی
سیاہ بخت امت کی کر دے رہائی
الٰہی یہ گیسو دعا مانگتے ہیں
خدا نے کہا تو نہ گھبرا محمد
میرے سامنے عرش پہ آ محمد
تو چاہے جسے بخشوا یا محمد
کہ پیارے تری ہم رضا مانگتے ہیں

(صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم)

* * *

لا الٰہ الا اللہ ہو محمد رسول اللہ

﴿۳۶﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ

میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے

(متفق علیہ)

؎ رب ہے معطی یہ ہیں قاسم   رزق اس کا ہے دلاتے یہ ہیں
انا اعطینک الکوثر   ساری کثرت پاتے یہ ہیں

دین و دنیا کی ساری نعمتیں علم۔ ایمان۔ مال۔ اولاد جس کو جو ملتا ہے حضور کے ہاتھوں سے ملتا ہے کیوں کہ یہاں کوئی قید نہیں لگائی کہ فلاں نعمت اللہ دیتا ہے میں تقسیم کرتا ہوں اور فلاں نہیں حضور کی تقسیم دیکھنے سے اندازہ ہو جائے گا وہ کیا کیا نعمت ہے جس کو حضور نے تقسیم نہیں کیا جنت صحابہ میں تقسیم فرمائی بلکہ ایک ایک صحابی کو کئی کئی بار بیچ کر دی۔ علم دیا ایمان دیا قرآن دیا حضرت قتادہ کو آنکھ عطا کر دی چھڑی کو نور کی لائٹ بنا دیا۔ کھجور کی شاخ کو تلوار بنا دیا ابوبکر کو صدیق اکبر بنا دیا عمر کو فاروق اعظم بنا دیا عثمان کو ذوالنورین بنا دیا علی کو حیدر کرار بنا دیا بے زر کو بوذر بنا دیا بلال حبشی کو رشک قمر بنا دیا حضور علیہ السلام تشریف نہ لاتے تو کیا یہ ذرے آفتاب بنتے یہ قطرے سمندر بنتے نہیں ہرگز نہیں۔

؎ ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدّ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

اعلیٰ حضرت کے اس شعر کو تھوڑی سی منطق جاننے والے غور سے پڑھیں لطف آجائے گا صغریٰ کیا ہے **المومن واصل بالرسول** (مومن رسول کی بارگاہ میں پہنچنے والے ہیں) **والرسول واصل باللہ** (رسول اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے والے) حداوسط گراؤ تو نتیجہ نکلے گا **المومن واصل باللہ** (مومن خدا کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے والے رسول کے توسط

ہے)۔

یہ خیال غلط ہے کہ چونکہ محدثین نے اس حدیث کو باب العلم میں لکھا ہے لہٰذا حضور صرف علم ہی تقسیم کرتے ہیں اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دینے والا ہے۔ کیا یہ اللہ نے فرمایا تھا یا رسول نے کہ اس حدیث کو باب العلم میں لکھنا تا کہ میری عطا اور رسول کی تقسیم محدود ہو جائے اعطیت دو مفعول چاہتا ہے حضور نے ایک بھی ذکر نہیں فرمایا کیوں؟ تا کہ جاننے والے جان لیں ایک دو چیزیں ہوتیں تو ذکر کی جاتیں یہاں تو ہر نعمت عطا خدا کرتا ہے تقسیم حضور فرماتے ہیں اللہ تو سارا ملک بھی عطا فرمادے تو اس کے خزانے پھر بھی بھرے کے بھرے رہتے ہیں کیوں کہ جس کو عطا کیا وہ بھی تو اسی کا ہے پھر ہم ماننے میں کیوں بخل کریں یہ تو نہیں کہ جو چیز اللہ نے عطا کر دی یا حضور نے تقسیم کر دی وہ اللہ کے اختیار سے نکل گئی عطا کے بعد بھی اسی کی ہے یہ عجیب غلط فہمی ہے۔

علمی لطیفہ

اکبر نے بیربل سے پوچھا میری ہتھیلیوں پہ بال کیوں نہیں؟ اس نے کہا آپ سخی ہی اتنے ہیں کہ دے دے کر بال جھڑ گئے ہیں اس نے کہا تیری پہ کیوں نہیں بیربل نے کہا! آپ کے دے دے کر میرے لے لے کر، اکبر نے درباریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور ان کی ہتھیلیوں پر کیوں نہیں؟ بیربل نے کہا! آپ کے دے دے کر میرے لے لے کر ان کے حسد میں ہاتھ مل مل کر۔ یہی حال ہمارے دور کے خشک مزاج لوگوں کا ہے دینے والا خدا لینے والا مصطفیٰ اور یہ بے چارے خواہ مخواہ جل بھن جاتے ہیں۔

بر سبیل تنزل اگر مان بھی لو کہ علم مراد ہے تو علم چونکہ سب سے بڑی نعمت ہے تو اس کے تحت باقی نعمتیں یقیناً شامل ہو گئیں۔ بادشاہ کا ذکر ہو جائے تو وزراء بالتبع اسی میں آ جاتے ہیں۔

نکتہ

حضور علیہ السلام کی دین برابر ہے مگر لینے والے اپنی اپنی وسعت کے مطابق لیتے ہیں۔ بجلی کا پاور ہاؤس ایک ہے مگر آگے مختلف طاقتوں کے بلب اپنی طاقت کے مطابق بجلی لیتے ہیں پھر جیسا بلب کا رنگ ہو ویسی ہی روشنی نظر آتی ہے۔ لیتے سب حضور سے ہیں کوئی ولی بن رہا

ہے کوئی غوث بن رہا ہے کوئی داتا اور غریب نواز بن رہا ہے۔ ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے مگر راستوں کے لحاظ سے نام الگ الگ ہیں۔ دینے والا ایک ہے لینے والوں کے سینے مختلف۔ کوئی روحانیت کا نور لے رہا ہے کوئی علم کی روشنی حاصل کر رہا ہے کوئی عشق کا سمندر لے رہا ہے۔

؎ پوچھے کوئی بلال و خبیب و اویس سے
حُب نبی میں زندگی کیسے گذر گئی

* * *

الوکیل
النصیر
المولیٰ

﴿۳۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا فَرَطُھُمْ عَلَی الْحَوْضِ

میں ہی حوض (کوثر) پر ان کا پیش رو ہوں گا

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مسلم شریف کی حدیث کا یہ آخری جملہ ہے پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام قبرستان تشریف لے گئے دُعا کے بعد فرمایا مجھے یہ تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملوں (یعنی آئندہ آنے والی امت سے حیات ظاہری میں ورنہ سرکار ساری امت کو دیکھ رہے ہیں جیسا کہ آپ نے خود فرمایا

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔ (معجم طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کے پردے اُٹھا دیے ہیں، میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔

سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

ایک وضاحت

آپ کا امت کو بھائی کہنا کرمِ کریمانہ ہے ورنہ امت کو جائز نہیں کہ آپ کو بھائی کہے **لا تجعلوا دعاء الرسول** (کیوں کہ بادشاہ رعایا سے کہتا ہے میں تمہارا خادم ہوں مگر رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہتی پھرے) عرض کیا حضور! ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا! تم تو میرے صحابہ ہو میں ان بھائیوں کی بات کر رہا ہوں جو ابھی نہیں آئے۔ عرض کیا آپ ان کو کیسے پہچانیں گے فرمایا بتاؤ تو اگر کسی کے پنج کلیان (ہاتھ پاؤں منہ سفید باقی سیاہ) گھوڑے ہوں اور وہ

مکمل سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو وہ ان کو پہچان لے گا کہ نہیں؟ بولے ہاں یا رسول اللہ! فرمایا میرے امتی بھی آثار وضو سے پنج کلیان ہو کر آئیں گے (لہٰذا میں ان کو پہچان لوں گا)۔ اور حوض کوثر پہ ان کی انتظار کروں گا۔ بخاری شریف میں ہے **انا فرطکم علی الحوض** (ج۲ص۹۷۵) میں حوض کوثر پہ تمہارا منتظم ہوں گا۔

حوضِ کوثر

حوض کوثر میدان محشر میں ہوگا اور گرمی محشر میں گھبرائے ہوئے امتیوں کو، حساب و میزان کی ہولناکیوں سے پریشان غلاموں کو اس حوض پر ساقی مے وحدت کے دست اقدس سے ایک ہی جام ملے گا تو ساری تلخی اور گھبراہٹ کافور ہو جائے گی، دل کو آرام وسکون نصیب ہوگا اور پھر کبھی پیاس نہ ستائے گی حضور علیہ السلام نے فرمایا **ان موعدکم الحوض و انی لا نظر الیہ و انا فی مقامی ھذا** میری اور تمہاری ملاقات کا مقام موعود حوض کوثر ہے اور میں اپنے مقام پر کھڑا ہونے کے باوجود اس حوض کو دیکھ رہا ہوں **و لا نیتہ اکثر من نجوم السماء** اس حوض پر جو برتن رکھے ہوئے ہیں وہ آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں "**زوایاہ سواء**" اس کے کنارے برابر اور مربع شکل کے ہیں، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ لذیذ و شیریں ہے۔ کیا شان وعظمت عطا فرمائی گئی اس امت کو کہ جس حوض کوثر کا اللہ نے اپنے حبیب کو مالک بنایا حضور فرماتے ہیں میں امت سے پہلے وہاں جا کے اس کی انتظار کروں گا کسی بنگلے کا مالک اگر کسی آنے والے کی انتظار بنگلے سے باہر نکل کے کرے تو بنگلے کے مالک کی شان تو کم نہیں ہوگی کیوں کہ یہ اس کی بندہ نوازی اور اعلیٰ ظرفی کے علامت ہے آنے والے کی عظمت کو ضرور چار چاند لگ جائیں گے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم)

* * *

الحلم سیّد الاخلاق

﴿۳۸﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

میں ہی پہلا ہوں جس کو قیامت کے دن سجدہ کرنے کی اجازت ملے گی۔

(رواہ احمد)

یہ سجدہ عبادت کا نہیں بلکہ شفاعت کبریٰ کی اجازت کا ہوگا اور یہ وہ وقت ہوگا جب سارے نبی بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اور حضور کی شان یہ ہوگی کہ جب سجدہ کریں گے زلفیں بکھریں گی۔ ایک اہل حدیث عالم نے اس موقع پہ کہا کہ حضور کی زلفوں کا اللہ کی بارگاہ مین یہ مقام ہوگا۔

؎ زلفاں تیریاں روز قیامت ایسی عظمت پاون
اک اک والوں لکھ لکھ عاصی جنت اندر جاون

چونکہ اللہ نے حضور کا نور سب سے پہلے پیدا فرمایا اس لیے ہر جگہ اللہ نے اس اولیت کو قائم رکھا اور شفاعت کا تاج وسہرا بھی اولاً آپ ہی کے سر بندھا۔

؎ جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

یہ سجدہ ایک ہفتہ کی مقدار تک ہوگا جس میں حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی اس وقت حضور علیہ السلام کے نام نامی اسم گرامی احمد (بہت زیادہ حمد کرنے والے) کا ظہور ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

* * *

﴿۳۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَہٗ اَنْ یَّرْفَعَ رَأْسَہٗ

میں ہی پہلا ہوں کہ جسے (سجدے سے) سر اُٹھانے کی اجازت سب سے پہلے ہوگی

(مشکوٰۃ شریف)

اس سے آگے حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ میں اپنے سامنے بھیڑ دیکھوں گا اور تمام امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا ہر طرف لوگ ہی لوگ ہوں گے عرض کیا گیا حضور! کیسے پہچانیں گے اتنی مخلوق میں سے اپنی امت کو؟ فرمایا ان کی خصوصیت یہ ہوگی کہ آثار وضو سے اعضاء چمک رہے ہوں گے کوئی اور ایسا نہ ہوگا اور ان کے نامہ ہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور ان کی اولاد ان کے آگے آگے دوڑ رہی ہوگی (یعنی بچے اپنے والدین کی شفاعت کر کے ان کو جنت میں لے جا رہے ہوں گے یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے اور کسی امت کے بچے شفاعت نہیں کر سکیں گے)۔

حضور کی پہچان ان تین علامات پر موقوف نہیں آپ تو ہر شخص کے درجۂ ایمان (جو کہ نہایت ہی اخفاء میں ہے) سے بھی واقف ہیں تبھی تو گواہی دیں گے ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ اور اللہ جب فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے برابر، اس سے بھی کم، اس سے بھی کم ایمان ہے دوزخ سے نکال لو تو آپ نکال لائیں گے جانتے ہوں گے تو نکالیں گے آپ کی پہچان کا کیا کہنا۔

وہ لیں گے چھانٹ اپنے نام لیواؤں کو محشر میں
غضب کی بھیڑ میں میں ان کی اس پہچان کے صدقے

ورنہ کئی آپ کی امت میں ایسے بھی ہوں گے کہ کبھی وضو بھی نہ کیا ہوگا نہ کوئی نیک عمل نہ اولاد ایک بندہ غیر شادی شدہ ابھی ایمان لایا ابھی فوت ہو گیا اس طرح کے بھی لاکھوں ہوں گے

مگر پہچانے جائیں گے اس لیے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان علامات کے بغیر میں پہچان نہیں سکوں گا۔ جب دنیا میں و علمک مالم تکن تعلم آپ کی شان ہے تو قیامت کو تو اس شان میں اضافہ ہوگا وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔

* * *

یا صاحبَ الجمالِ و یا سیّدَ البشر ﷺ
مِن وجہِکَ المنیرِ لقد نُوِّرَ القمر
لا یُمکِنُ الثناءُ کما کانَ حقّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر” ۱۳۵۱

﴿۴۰﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ

میں تمہارے لیے ایسے ہوں جیسے بیٹے کے لئے باپ

(ابن ماجہ)

یعنی شفقت ومحبت تعلیم میں تمہارے باپ کی طرح ہوں جیسے باپ اپنی اولاد کو ہر مفید و نقصان دہ چیز کا نفع ونقصان سمجھا دیتا ہے حضور علیہ السلام نے بھی امت کو ہر چھوٹی بڑی نیکی کا ثواب بتا دیا اور اس کو بجالانے کی تبلیغ فرمادی ہر گناہ کے نقصانات بتا دیے تاکہ امت اس سے بچے اور جنت کی حق دار ہو جائے۔ بلکہ باپ بھی کبھی اولاد کو وہ باتیں نہیں بتاتا جو حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو سمجھا دی ہیں کون باپ اولاد کو بتاتا ہے کہ جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہننا ہے اتارتے ہوئے بایاں پاؤں اتارو، کنگھی ایسے کرنی ہے، پانی پینے کا یہ طریقہ ہے۔ ہر کام کی الگ الگ دعائیں بتلا دیں ہزاروں ماں باپ حضور علیہ السلام کے قدموں پہ قربان۔ حضور نے امت کو یہ بھی بتا دیا کس طرح لیٹنا ہے۔ بستر جھاڑ کر سونا ہے۔ رات کو چراغ گل کر کے سونا ہے۔ کون والدین ہیں جو اولاد کو اس طرح کی باتیں بتاتے ہیں بلکہ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو استنجے کے تفصیلی مسائل بھی بتا دیے احادیث کی کتاب میں آداب الخلاء کے نام سے پورے پورے باب موجود ہیں بلکہ مذکورہ حدیث بھی باب آداب الخلاء سے لی گئی ہے۔ ایک مرتبہ بعض مشرکین نے صحابہ سے مذاق کیا کہ تمہارے نبی بڑے عجیب ہیں ہر بات تمہیں بتا دیتے ہیں **حتی الخراءۃ** یہاں تک کہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھنے کا طریقہ بھی (اگر ہم جیسا کوئی کم ہمت ہوتا تو احساس کمتری کا شکار ہو جاتا مگر صحابہ کرام بنیاد پرستی کے طعنے سن کر احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتے تھے) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا **اجل امرنا ان لا نستقبل القبلۃ ولا نستنجی بایماننا ولا نکتفی بدون ثلثۃ احجار لیس فیھا رجیع ولا عظم** (رواہ مسلم) ہاں ہاں کیوں نہیں ہمارے نبی نے تو ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کو منہ نہ

کریں نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں نہ تین ڈھیلوں سے کم ہوں ان میں گوبر، ہڈی نہ ہونی چاہیئے اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا دین کتنا عظیم ہے اور ہمارا نبی کس قدر مہربان ہے کہ ہمیں استنجا تک کا طریقہ بھی سمجھا دیا ہے دوسرے لفظوں میں اُلٹا ان پر برس پڑے کہ تمہارا بھی کوئی دین ہے کہ جس میں تمہیں استنجا کرنے کا بھی طریقہ نہیں بتایا گیا۔

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے
یہ لوگ کیا تھے جو حبیب کبریا سے ملے

بات یہاں سے چلی تھی کہ محبت وشفقت اور تعلیم میں حضور علیہ السلام ہمارے باپ کی مانند ہیں اور ادب و تعظیم واطاعت میں ہم حضور علیہ السلام کی اولاد کی طرح ہیں اسی لیے حضور علیہ السلام کی مبارک بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام بلکہ ہماری ماؤں میں شک ہو تو ہو جن کو قرآن مائیں کہہ رہا ہے ان کے ماں ہونے میں کیا شک لہٰذا ان کا احترام اس جسمانی ماں سے ہزار درجے زیادہ لازم اور جو اس ماں کا گستاخ ہے اس پر جنت حرام ہے تو اُن بابرکت ماؤں کے گستاخ کو کہاں پناہ ملے گی جن کے بستروں پر حضور علیہ السلام پہ وحی نازل ہوتی تھی **وازواجہ امھتھم** (القرآن)

نکتہ

جب حضور علیہ السلام یہ فرمارہے ہیں کہ میں تمہارے لیے تمہارے باپ کیطرح ہوں تو جو یہ کہتے ہیں کہ ''حضور کا اتنا ہی احترام کرو جتنا بڑے بھائی کا کیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کم کہ کہیں شرک نہ ہو جائے'' ایسے کی بات کو ٹھکرایا جا سکتا ہے لیکن **والیل** کی زلفوں والے کے ساتھ غداری نہیں ہوسکتی

؎ شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حضور
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

* * *

﴿۴۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ

میں ہی دنیا و آخرت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم سے زیادہ قریب ہوں

(متفق علیہ)

یہاں قرُب سے مراد قرب زمانی بھی ہوسکتا ہے کیوں کہ زمانہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے درمیان دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا۔ حضور علیہ السلام کی ولادت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت میں ۵۷۰ سال کا فرق ہے۔

اور قیامت میں اس طرح قریب ہوں گے کہ جب ساری مخلوق انبیاء کرام کی بارگاہ سے شفاعت کی بھیک مانگ کر تھک ہار جائے گی تو آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گی جو ان کو حضور علیہ السلام کی طرف راہنمائی فرمائیں گے اس طرح وہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں ہوگا۔

اور قرب مکانی بھی مراد ہوسکتا ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت جب آسمانوں سے زمین پر تشریف لائیں گے اور دین اسلام کی خدمت کرنے کے بعد جب آپ کا وصال باکمال ہوگا تو حضور علیہ السلام ہی کے روضۂ اطہر میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہ ہماری جانیں قربان جو دنیا و آخرت میں کائنات کو ہمارے آقا کے قدموں کی طرف بلانے والے ہیں اور حضور کا پتہ سمجھانے والے ہیں جیسے صبح کا ستارہ طلوع ہوکر آفتاب عالم تاب کے آنے کا پتہ دیتا ہے آپ بھی آسمان نبوت و رسالت کے آفتاب عالم تاب کی آمد کی بشارت دینے والے ہیں و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (القرآن)

اور ایک قرب کا ذکر اسی حدیث کے اگلے حصے میں حضور علیہ السلام نے خود فرمایا

الانبیاء اخوۃ من علات و امھاتھم شتی و دینھم واحد و لیس بیننا نبی۔

انبیاء کرام علاتی بھائی (جن کا باپ ایک ہو) ہیں ان کی مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان کا دین ایک ہے اور ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

توحید و رسالت میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام مشترک ہیں جب کہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے کیوں کہ دین اصول و قواعد ہی کا نام ہے۔ جیسے تمام ائمہ فقہ کا دین تو ایک ہی ہے مگر فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے مسلک و مشرب قدرے مختلف ہے، اسی طرح حضرات صوفیاء کرام میں نام کسی کا قادری۔ چشتی۔ نقشبندی۔ سہروردی مگر

؎ ایک ہی دریا سے نکلتی ہیں یہ نہریں ساری

حضور علیہ السلام نے مختلف انبیاء کرام کے حلیے بھی بیان فرمائے مثلاً فرمایا کہ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی (کئی بار، قبر میں نماز پڑھتے، بیت المقدس میں، آسمانوں پہ بار بار) وہ درمیانے قد اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے شنوءہ قبیلے کے لوگ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کا درمیانہ قد اور سرخ رنگ تھا جیسے ابھی حمام سے نکلے ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

﴿۴۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا أَشْبَهُ وُلْدِهٖ

میں ہی انکی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی) اولاد میں سے سب سے زیادہ انکے مشابہ ہوں

(متفق علیہ)

؎ بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

* * *

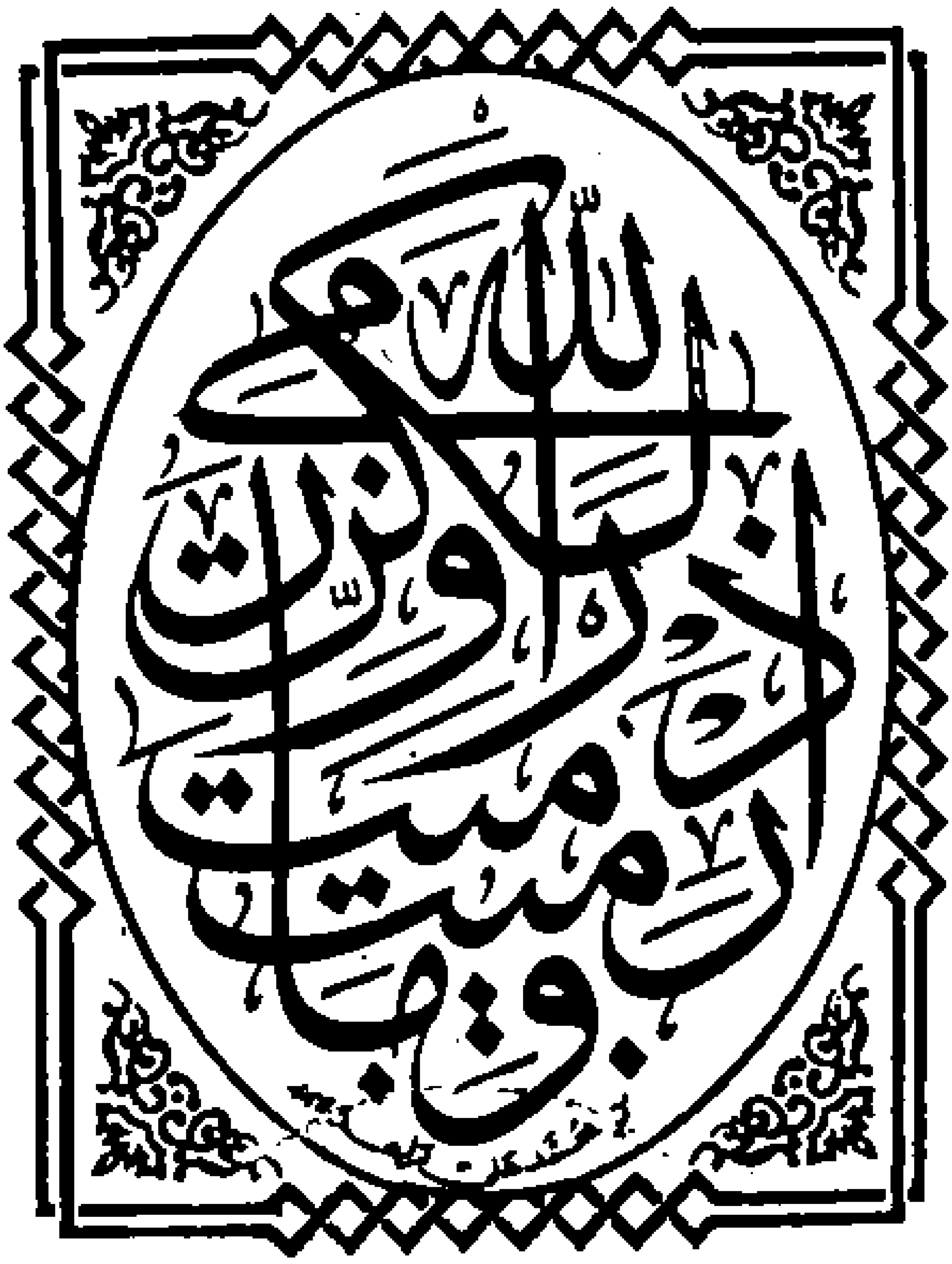

﴿۴۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِہٖ

میں ہی ہر مسلمان کا اس کی جان سے زیادہ والی ہوں

(ابوداؤد)

اس جملے کے بعد حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ جو قرض یا بچے چھوڑ کر فوت ہو جائے وہ ہمارے سپرد ہے (اس کا قرض بھی ہم ادا کریں گے خواہ وہ مدینہ کے لوگ ہوں یا اور کہیں کے رہنے والے) اور اس کے یتیم بچے بھی ہم پالیں گے اور جو مال چھوڑ کر فوت ہو تو اس کے وارث اس کے ورثاء ہوں گے (ہم مال نہیں لیں گے) ایک روایت میں ہے جو قرض یا بچے چھوڑ کر فوت ہو جائے وہ میرے پاس آئے یعنی میت کا وصی یا وکیل **فانا مولاہ** میں اس کا والی ہوں۔

من ترک مالا فلورثتہ و من ترک کلا فالینا۔ (متفق علیہ)

جو مال چھوڑ کے مرے تو وہ ورثاء کے لئے ہے اور جو بوجھ (قرض۔ بچے) چھوڑ کر مرے وہ ہمارے ذمے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اس حدیث مبارکہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورہ احزاب میں ہے **النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم** نبی کریم علیہ السلام مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

یعنی حضور علیہ السلام کو جو اپنے غلاموں کے ساتھ تعلق ہے اس کی نوعیت و کیفیت بتائی جا رہی ہے کہ تمہاری خیر خواہی، اصلاح احوال، فلاح دارین اور لطف و کرم فرمانے میں میرا حبیب تمہاری جانوں سے بھی تم سے زیادہ مہربان ہے جتنا انکو تمہارا خیال، تمہاری فکر،

تمہاری عزت خوشحالی اور اخلاقی برتری کا لحاظ ہے خود تمہیں بھی نہیں ہے کیوں کہ **عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم** ۔ ''جو چیز تمہارے لیے نقصان دہ ہے وہ انہیں گراں گذرتی ہے وہ تمہارے متعلق حریص ہیں اور اہل ایمان کے لیے تو وہ بڑے ہی مہربان ورحیم ہیں''۔

جب حضور علیہ السلام ہم پہ اتنے مہربان ہیں تو ہمیں بھی شرم آنی چاہیے کہ معمولی معمولی بات پہ ہم ان کی شریعت کی دھجیاں اُڑاتے ہیں اور ان کی نافرمانیاں کرنے میں صرف نعرے کی حد تک ''غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے'' موت قبول ہے مگر نہ نماز قبول ہے نہ داڑھی قبول ہے نہ شریعت پہ عمل کرنا قبول ہے نہ نظام شریعت قبول ہے اور نہ ہی ان کی محبت میں یہودیوں اور عیسائیوں کی شکل وصورت چھوڑنا قبول ہے آج مسلمانوں کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ اگر ایک یہودی ایک عیسائی ایک ہندو اور ایک مسلمان کو اکٹھا کھڑا کر دیں تو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے انمیں سے مسلمان کون ہے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں حالانکہ حضور کے غلام کی تو دور سے ہی پہچان ہو جانی چاہیے۔ سوچو کس رؤف ورحیم کا دامن رحمت چھوڑ کر کن دشمنانِ خدا ورسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنا رہے ہو۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

مذکورہ آیت وحدیث کے تحت سُن لیں کہ حضور کا امت کے ساتھ کیسا تعلق ہے اور امت کو حضور کے ساتھ تعلق غلامی کس طرح کا ہونا چاہیے مفسرین نے لکھا ہے کہ

کونہ علیہ السلام اولی بالمؤمنین من انفسھم ای ارأف بھم واعطف علیھم اذھو یدعوھم الی النجاۃ و انفسھم

تدعوهم الى الهلاک.

یعنی حضور کے **اولی بالمؤمنین** ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے نفسوں سے بھی زیادہ ان پر مہربان ہیں کیوں کہ آپ انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے نفس ان کو ہلاکت کی طرف لے کر جاتے ہیں۔

ہمیں آپ سے کیسا تعلق ہونا چاہیے یہ بھی سُن لیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں۔

من لم یر نفسه فی ملک الرسول ولم یرولا یته علیه فی جمیع احواله لم یذق حلاوة سُنته.

یعنی جو شخص اپنے آپ کو مکمل حضور کی غلامی میں نہ دے دے اور اپنے تمام حالات میں حضور کو اپنا حکمران نہ سمجھے اس نے سنت کی لذت کو چکھا ہی نہیں ہے۔

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

* * *

دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضور کی

[illegible]

﴿۴۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوْلٰی بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

میں ہی اس کا (اس یتیم و بے سہارا کا) دنیا اور آخرت میں والی ہوں

(بخاری)

آگے وہی حدیث ہے جو بیان ہو چکی کیوں کہ اس جملہ میں بھی لفظ اَنَـــا تھا اس لیے ذکر کر دینا مناسب سمجھا ورنہ مفہوم تو وہی ہے جو تفصیلاً پہلے بیان ہو چکا ہے۔

* * *

﴿۴۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مَوْلٰی مَنْ لَّا مَوْلٰی لَہٗ

میں ہی اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں۔

(ابوداؤد)

یعنی اگر میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا اور بیت المال اللہ اور اس کے رسول کا ہے اس لیے آگے ارشاد فرمایا

ارث ماله وا فک عانه.

میں اس کے مال کا وارث ہوں گا اور اس کے قیدی کو چھڑاؤں گا۔

لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں فرمایا گیا

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث.

ہم نبیوں کے گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

کیوں کہ نبی دنیا میں دنیا کا سامان اکٹھا کرنے نہیں آتے بلکہ امت میں دولت ایمان بانٹنے آتے ہیں اور بالخصوص حضور علیہ السلام کا تو فرمان ہے

ما اوحی الی ان اجمع المال و اکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک و کن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ (مشکوٰۃ شریف)

مجھ پر یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجر بن جاؤں بلکہ یہ وحی کی گئی ہے کہ "اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جا اور اپنے رب کی عبادت کر زندگی کے آخری سانس تک۔

* * *

﴿۴۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا وَارِثٌ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ

میں ہی وارث ہوں اس کا جس کا کوئی وارث نہیں

(رواہ ابوداؤد)

اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوں کہ اگر اس نے کسی کا نقصان کیا ہے تو دیت ادا کروں اور مال چھوڑا ہے تو (بیت المال میں جمع کر کے) اس کا وارث ہو جاؤں ویسے تو ان الفاظ کا معنی ومفہوم تفصیلاً ماقبل کی حدیث میں ہو چکا ہے یہاں پہ ایک بات ضروری ذکر کرنا مقصود ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے یا مکان یا گاڑی پہ لکھوا لیا جائے کہ اللہ نبی وارث تو بعض لوگ فوراً مشرک قرار دے دیتے ہیں، ان لوگوں کی عقل کا ماتم کیا جاتا مگر کیا کِیا جائے ماتم خود حرام ہے لہٰذا وہ خود بھی ایک حرام (مشرک کہنا) کے بعد دوسرے حرام (ماتم) کا ارتکاب کرا یا کریں شاید نمرود کی طرح دماغ پہ چوٹیں لگیں گی تو دماغ میں درستگی پیدا ہو جائے ورنہ ؎

ایں خیال است ومحال است وجنون۔

اے خدا کے شرارتی بندو! اللہ کے نبی جو دنیا میں توحید پھیلانے اور شرک مٹانے آئے وہ خود فرماتے ہیں "میں وارث ہوں" اب بتاؤ کہ خدا کو وارث کہنا شرک ہے کہ مصطفیٰ کو وارث کہنا شرک ہے کہ دونوں کو ملا کر وارث کہنا شرک ہے آخر اتنے عام فہم اور سادہ الفاظ میں کیا باریکی ہے جو اتنی مشکل اور ادق ہے جو صرف تم ہی سمجھ سکے ہو۔ اگر ہمیں سمجھا دو تو تمہارا احسان ہو گا ورنہ سنو

؎ ظالمو! محبوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

* * *

﴿۴۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ

میں ہی تم پر گواہ ہوں

(بخاری شریف)

قرآن مجید میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھی شہداء فرمایا گیا کیوں کہ یہ امت دنیا و آخرت میں گواہ ہے۔ اس کی گواہی اسلام کی صداقت پر ہے دنیا میں اس کا ہر قول و فعل، اس کی انفرادی و اجتماعی خوشحالی، اس کی سیرت کی پختگی اور اس کے اخلاق کی بلندی ہر چیز اسلام کی گواہی دے رہی ہے۔ اور قیامت کے دن جب پہلے پیغمبروں کی امتیں اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گی کہ ہمیں کسی نے تیرا پیغام ہدایت نہیں پہنچایا اس وقت حضور علیہ السلام کی امت گواہی دے گی کہ اے اللہ! یہ جھوٹ بولتے ہیں تیرے پیغمبروں نے تیرا پیغام ان کے پاس حرف بحرف پہنچا دیا تھا۔ جب ان پر اعتراض ہوگا کہ تم کیسے گواہی دے سکتے ہو تم تو اس وقت تھے ہی نہیں تو یہ جواب دیں گے کہ اے اللہ! ہمارے حضور نے ہمیں بتایا کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا۔ (اس وقت ان کی گواہی مان لی جائے گی) اور حضور علیہ السلام اپنی امت کی صداقت و عدالت کی گواہی دیں گے کیوں کہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے حالات سے پوری طرح واقف ہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں۔

باشد رسول شما بر شما گواہ زیرانکہ او مطلع است بنور نبوت بر رُتبہٴ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ در دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

ترجمہ: تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا کیوں کہ وہ جانتے ہیں اپنے نور نبوت سے اپنے دین

کے ہر ماننے والے کے رتبے کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کون سا پردہ ہے جس سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں۔ تمہارے ایمان کے درجوں کو، تمہارے نیک و بدسارے اعمال کو اور تمہارے اخلاق اور نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔

اسی عقیدے کو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے کہ سرکار مدینہ علیہ السلام اپنے گنبد خضری میں جلوہ گر رہ کر ساری کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں اگر یہ کمال نہ مانا جائے تو گواہی نامکمل ہوگی۔

؎ کیسے کہہ دوں وہ حاضر نہیں ہیں کیسے مانوں وہ ناظر نہیں ہیں
اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہو وہ تصور میں آئے ہوئے ہیں

سوال

اگر حاضر و ناظر ہیں تو ان کو پکارنے کا کیا مطلب؟ اور پھر بار بار یا رسول اللہ کہنے کا کیا مطلب؟

جواب

پھر تو یا اللہ کہنے پر بھی پابندی لگ گئی کہ جب حاضر و ناظر کو نہیں پکار سکتے تو اللہ تو موجود ہے۔ عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ کسی کو کچھ کہنا ہو تبھی اس کو بلایا اور پکارا جاتا ہے کبھی اظہار محبت کے لئے بھی پکارتے ہیں۔ بچہ ماں کی گود میں بھی ہو تو بار بار امی کہتا ہے ماں کو پھر بھی پیار آتا ہے یہ نہیں کہتی بار بار پکارنے کا کیا مطلب؟ بچے کو سکون ملتا ہے ماں پیار کرتی ہے ہم بار بار جب یا رسول اللہ کہتے ہیں تو دل کو سکون ملتا ہے اور حضور کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوتی ہے۔

؎ در دل مسلم مقام مصطفیٰ است آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

حضور علیہ السلام اصل کائنات ہیں، جو تعلق پتوں، شاخوں اور پھل کا درخت کے ساتھ ہے وہی حضور علیہ السلام کا امت کے ساتھ ہے شاخ کیوں ہری بھری ہے کہ جڑ سے تعلق قائم ہے تعلق نہ ہو تو سوکھ جائے۔ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے اگر حضور کے نور سے تعلق

منقطع ہو جائے اس لیے فرمایا انا شهيد عليكم میں ہر وقت تم پر گواہ ہوں۔

حاضر وناظر کی بحث

حضور علیہ السلام کی صفات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ايها النبى انا ارسلنك شاهدا۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا یا حاضر وناظر بنا کر بھیجا کیوں کہ شاہد کا معنی گواہ ہے جیسا کہ نماز جنازہ میں پڑھا جاتا ہے اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا۔ یہاں شاہد غائب کے مقابلہ میں اور زندہ مردہ کے مقابلہ میں آیا ہے اور گواہ کے لئے حاضر بھی ہونا ضروری ہے اور ناظر بھی ورنہ گواہی نامقبول۔ اندھا گواہی نہیں دے سکتا کہ دیکھ نہیں رہا اور غائب گواہی نہیں دے سکتا کہ موقع پر موجود ہی نہیں اور حضور گواہی دیں گے کہ حاضر بھی ہیں ناظر بھی ہیں۔

؎ ہست محبوب جہاں اندر دلت چشم گرداری بیا بنما یمت

حاضر وناظر پر سوالات وجوابات

سوال: اگر حاضر وناظر ہیں تو نظر کیوں نہیں آتے؟

جواب: آپ جان ہیں جان کیا نظر آئے، ہوا نظر نہیں آتی، تم میں ایمان تو ہوگا۔ پھر دکھاؤ۔ کہاں ہے، نظر آتا ہے؟ کراماً کاتبین ہر انسان کے ساتھ ہیں کبھی نظر آتے ہیں؟ تو جب غلام نظر نہیں آتے تو آقا کیسے نظر آئیں۔

سوال: پھر مصلے پہ کیوں کھڑے ہوتے ہو؟

جواب: اگر خدا ہر جگہ موجود ہے تو تم کعبہ کیوں جاتے ہو۔ تم حکم خدا سمجھ کے کعبے جاتے ہو ہم حکم رسول سمجھ کے مصلے پہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ظلم کی انتہاء ہے ایک اندھا مولوی چیخ چیخ کر تقریر کر رہا تھا اگر حضور حاضر وناظر ہیں تو مجھے دکھاؤ یعنی اپنا آپ تو نظر آتا نہیں حضور تجھے کیسے نظر آئیں۔ سورج ایک ہو کر ساری کائنات میں دکھائی دے رہا ہے حضور بھی آسمان نبوت کے سورج ہیں اور ہر جگہ ان کے جلوے موجود ہیں۔ حضرت ابو بکر نے حضور کے سامنے نماز پڑھائی اس وقت تو حضور حاضر تھے اور ناظر بھی، تم بھی

مانتے ہو اب کیا اعتراض رہ گیا۔

سوال: قبر میں رہ کر باہر کیسے آ سکتے ہیں؟

جواب: قبر میں رہ کر قبر میں تو آ سکتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تیسرا سوال ہی حضور علیہ السلام کے بارے میں ہو گا۔ کیا معراج کی رات نبی قبروں سے نہیں آئے تھے۔ تم ساتویں کوٹھڑی میں چلے جاؤ بخار وہاں پہنچ جاتا ہے موت آ جائے تو عزرائیل پہنچ سکتا ہے، تمہارا ایمان برباد کرنے کے لئے شیطان پہنچ سکتا ہے تو ہمارا ایمان بچانے کے لئے حضور کیوں نہیں پہنچ سکتے۔ اگر قبر میں نہیں آ سکتے تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کس کو کہہ رہے ہیں۔

ذرا چہرے سے پردہ تو ہٹاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار تو اپنا کراؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اَب چاہو ڈبوؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

ایک اہم نکتہ

مدینے میں رہ کر تو ہر وقت ساری کائنات کو دیکھ رہے ہیں مگر کرم کرنا چاہیں تو بیداری میں امام جلال الدین سیوطی کو بہتر مرتبہ زیارت کرا سکتے ہیں۔ امام بوصیری پہ کرم فرما سکتے ہیں، جمال الاولیاء (اشرف علی تھانوی) میں غوث پاک کے لئے ایک ہی افطاری اٹھارہ جگہ پر ہو سکتی ہے تو امام الانبیاء کے لئے کیسے محال ہو گیا۔ یہ بحث تو بہت طویل ہو سکتی ہے اب مذکورہ حدیث کا اگلا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ **و انی واللہ لا نظر الی حوضی الان** اور بے شک میں اللہ کی قسم ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔

یہ ہے نگاہ مصطفیٰ کی طاقت کہ جو چیز کسی کو نظر نہ آئے حضور اس کو بھی دیکھ رہے ہیں **انی اریٰ ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون۔** (ترمذی) میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

مسلم شریف کی حدیث ایک حضرت جابر سے دوسری حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی

ہے سورج گرہن ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی مسجد نبوی کے مصلے پر تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں میں جنت کو بھی دیکھ رہا ہوں دوزخ کو بھی، دوزخ میں عمرو بن لحی کو دیکھ رہا ہوں اور اس عورت کو بھی وہ عورت جس نے بلی کو بھوکا پیاسا باندھ کر مار دیا تھا اور ایسا شخص بھی دیکھ رہا ہوں **کان یسرق الحجاج** جو حاجیوں کی چوری کیا کرتا تھا۔

ما من شئی لم اکن اُریته الا رایته فی مقامی هذا حتی الجنة والنار۔ بخاری ج۱ص۱۸

کوئی شے ایسی نہیں جسے میں نے پہلے نہیں بھی دیکھا آج اس مقام پر اس کو دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی۔

بلکہ جو چیز نظر آنے والی نہیں بھی ہوتی وہ بھی آپ کو دکھا دی جاتی ہے فرمایا **فواللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم** (بخاری و مسلم) تمہارے رکوع سجدے مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتے ایک روایت میں **خشوعکم** بھی ہے کہ میں تمہارے دل میں چھپے ہوئے خشوع و خضوع کو بھی دیکھتا ہوں اور فرمایا میں جیسے آگے دیکھتا ہوں ایسے ہی پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ معراج پر کافروں کے اعتراض پر بیت المقدس حضور کے سامنے رکھ دیا گیا آپ دیکھ دیکھ کر بتاتے گئے الغرض

؎ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حدیث نمبر ۴۷ کا آخری مضمون یہ ہے

و انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض و انی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی و لکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیها.

اور مجھے زمین کے (سارے) خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کرو گے ہاں یہ بات ہے (دنیاداری میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے۔

مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲ پر حضرت ثوبان سے روایت ہے

اعطیت الکنزین الاحمر والابیض۔

کہ مجھے سونے چاندی کے (سارے) خزانے عطا فرما دیے گئے

بات بات پہ شرک کا فتویٰ لگانے والے غور کریں کہ جس بات کا حضور کو خطرہ نہیں ان کو سب سے بڑا خطرہ یہی کیوں نظر آ رہا ہے یہ ذہن اللہ کے نبی کے بالکل برعکس نہیں تو اور کیا ہے۔

جس بات کا آپ اثبات فرماتے ہیں یہ نفی کرتے ہیں زمین کے خزانوں کی چابیاں تو نہیں مانتے ورنہ کیوں کہتے جس کا نام محمد و علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

۞ — اگر مزید عقائد وہابیہ ملاحظہ کرنے ہوں تو ''وہابی مذہب'' اور ''دیو بندی مذہب'' کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اور جس کی آپ نفی فرماتے ہیں کہ مجھے امت سے شرک کا خطرہ نہیں یہ اس کا اثبات کر رہے ہیں کہ ہر جگہ شرک ہو رہا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ بات تو آپ نے صحابہ کو فرمائی تھی، تو سنیئے!

یہ بات صحابہ سے خاص نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا وہ دنیا داری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے کیوں کہ دونوں باتیں انہی کے سامنے فرمائی جا رہی ہیں ہمارا ایمان ہے وہ ان دونوں سے پاک تھے بلکہ بعد والوں کو فرمایا جا رہا ہے۔

﴿۲۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا نَائِمٌ رَأیتُنِی اُتِیتُ بِمَفَاتِیحِ خَزَآئِنِ الاُرضِ

میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں

(بخاری ج۲ص۱۰۸۰)

اس حدیث کا کچھ مضمون ماقبل والی حدیث میں گذر چکا ہے باقی یہ ہے کہ مذکورہ جملہ سے پہلے جوامع الکلم کا عطا کیا جانا اور رعب کے ساتھ مدد کا ذکر ہے اور آخر میں یہ اضافہ ہے کہ چابیاں میرے ہاتھ پہ رکھی گئیں۔

؎ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ایک قرض خواہ یہودی کا دلچسپ واقعہ

ابن سعد نے ''الطبقات'' میں امام زہری سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں ایک یہودی نے تورات میں موجود آپ ﷺ کی صفات پڑھ رکھی تھیں۔ اس نے بغور جائزہ لیا، ہر صفت بہ تمام وکمال موجود تھی، لیکن وہ بردباری کا مشاہدہ نہ کرسکا تھا اس نے اس صفت کو آزمانے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ یہودی خود بیان کرتا ہے۔

انی أسلفته ثلاثین دینارا الی اجل معلوم.

میں نے حضور کریم ﷺ کو تیس دینار ادھار دیئے اور مدت بھی مقرر کردی۔

دن گذرتے رہے جب مدت ختم ہونے میں ایک دن باقی رہ گیا تو میں دل میں بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق دانستہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا اور سخت لہجے میں کہا:

یا محمد اقض حقی فانکم معاشر بنی عبدالمطلب مطل.

اے محمد ﷺ! میرا قرض ادا کیجئے کیوں کہ آپ اولاد عبدالمطلب بہت ٹال مٹول کرنے والے لوگ ہیں۔

عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے ادب شعار حاضرین صحابہ کرام کو یہ کھردرا انداز تخاطب بہت بُرا لگا حضرت فاروق اعظم ؓ تو حسب معمول غصے کو ضبط نہ کر سکے اور سخت جلال میں آ کر یہودی سے مخاطب ہوئے۔

یا یھودی الخبیث انا واللہ لولا مکانہ لضربت الذی فیہ عیناک.

اوخبیث یہودی! اگر حضور ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے ادب مانع نہ ہوتا تو ابھی تیرا یہ سر جدا کر دیتا جس میں دو آنکھیں چمک رہی ہیں۔

لیکن پیکرِ علم و حلم نبی ﷺ نہایت سکون و قرار سے بیٹھے رہے یہودی کی طعن آمیز گفتگو سے آپ کو بالکل غصہ نہ آیا حسب معمول ضبط و تحمل اور وقار کے ساتھ تشریف فرما رہے الٹا حضرت فاروق اعظم ؓ کو فرمایا۔

"اے عمر! ہمیں تم سے کسی اور سلوک کی توقع تھی وہ شخص قرض خواہ ہے اسے ہر انداز اپنانے کا حق پہنچتا ہے تمہیں چاہیے تھا کہ ہمیں ادائیگی قرض کی تلقین کرتے اور اسے سمجھاتے کہ اس انداز سے مطالبہ نہیں کیا کرتے ہیں"۔

اب جاؤ! جا کر اس کا قرض ادا کرو اور کچھ زائد بھی دو اور اس کا جو بھی مطالبہ ہو وہ پورا کرو۔ یہودی اس موقعہ پر اپنے تاثرات بیان کرتا ہے

فلم یزدہ جھلی الا حلما.

میری بدتمیزی اور ڈھٹائی سے نبی اکرم ﷺ کے حلم میں اور اضافہ ہوا۔

حضرت فاروق اعظم ؓ مجھے ساتھ لے کر گئے اور حکم کے مطابق قرض ادا کر دیا اور کچھ زائد بھی دیا۔ میں یہ صورت حال دیکھ کر بے ساختہ چلا اٹھا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وانہ رسول اللہ ما حملنی علی ما رایتنی صنعت یا عمر الا انی قد کنت رایت فی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم صفتہ فی التوراۃ کلھا الا الحلم.

فاخبرت حلمہ الیوم فوجدتہ علی ما وصف فی التوراۃ.

(الطبقات الکبریٰ۔ ۳:۱:۱)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں اے عمر! جو کچھ میں نے کہا، اس پر مجھے ابھارنے والی یہ بات تھی کہ میں نے تمام صفات سرورِ دو عالم ﷺ کی ذات میں دیکھ لی تھیں لیکن حلم والی صفت کا جائزہ نہیں لیا تھا، سو وہ آج آزما لیا اور بالکل تورات کے مطابق پایا"۔

مشکوۃ کی روایت میں کچھ اضافہ ہے یا غالباً یہ دوسرا واقعہ ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم نے حضور علیہ السلام کو چند دینار قرضہ دیا اور جب واپس لینے آیا تو اس نے بڑی سختی کی کہنے لگا۔

فانی لا افارقک حتی تعطینی.

یا محمد (ﷺ)! میں آپ سے جُدا نہیں ہوں گا جب تک آپ میری رقم نہ دیں گے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا **اذا اجلس معک** ٹھیک ہے میں تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں **فجلس معہ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر والعصر والمغرب والعشاء الاخرۃ والغداۃ** آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں وہیں پڑھیں صحابہ کرام کو بہت تکلیف ہوئی اشاروں سے اس کو کوستے رہے اور ڈراتے رہے۔

ففطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الذی یصنعون بہ فقالوا یا رسول اللہ یحبسک.

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کی بے چینی کو سمجھ لیا کہ یہودی کو اشاروں میں ڈانٹ رہے ہیں صحابہ نے عرض کیا حضور! آپ کو اس نے روک رکھا ہے (چند دیناروں کے بدلے)۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منعنی ربی ان اظلم

معاهدا وغيره فلما ترحل النهار قال اليهودي اشهدان لا اله الاالله واشهد انک رسول الله و شطر مالي في سبيل الله.

آپ نے فرمایا! مجھے اللہ نے ذمی وغیرہ پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے دھوپ نکلی تو یہودی کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور اپنا آدھا مال راہ خدا میں وقف کر دیا۔

اس کے بعد اس نے اپنے تاثرات بیان کیے۔

میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تورات میں مَیں نے آپ کی شان پڑھی کہ آپ مکے میں پیدا ہو کر مدینے کو ہجرت فرمائیں گے۔ آپ کا ملک شام تک ہو گا نہ بداخلاق ہوں گے نہ بدمزاج نہ بازاروں میں آوازیں بلند کرنے والے (گھٹیا لوگوں کی طرح) نہ فحش گو ہوں گے نہ فضول باتیں کرنے والے (پس میں نے تمام صفات آپ میں بتمام وکمال پالیں) میں ایمان لایا یہ میرا مال ہے جیسے چاہیں خرچ کریں و کان الیہودی کثیر المال یہودی بہت مال دار تھا۔ مشکوٰۃ ص ۵۲۱

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

﴿۴۹﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا فَرَطُ اُمَّتِیْ لَنْ یُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ

میں ہی اپنی امت کا سہارا ہوں گا کہ میری (جُدائی کی) مثل ان کو تکلیف نہ ہوگی

(ترمذی کتاب الجنائز ص ۲۰۴)

اس فرمان کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے نابالغ بچوں کی فوتیدگی پر والدین کو اجر وثواب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے فوت ہو جائیں تو وہ اپنے والدین کو جنت میں لے جائیں گے حضرت عائشہ نے عرض کیا اگر ایک فوت ہوا ہو تو؟ فرمایا اس کو ایک لے جائے گا اے نیکوں سے موافقت کرنے والی (اپنی زوجہ کو پیار کے الفاظ فرمائے)! عرض کیا حضور جس کی اولاد ہی نہ ہو تو؟ فرمایا جس کا کوئی نہ ہوگا اس کا میں جو ہوں (کیوں کہ میری جدائی کا بھی تو میرے ہر امتی کو صدمہ ہوا ہے اور ایسا کہ اس جیسا اور کون سا صدمہ ہوگا لہٰذا جس کو کوئی بخشوانے والا نہ ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا)۔

؎ رحمت میرے حضور دی واجاں پئی مار دی
آجا گنہ گارا میں تینوں بچا لواں

مرقات میں لن یصابوا بمثلی کا معنی یہ کہا گیا ہے کہ **ای بمثل مصیبتی لھم فان مصیبتی اشد علیھم من سائر المصائب و اکون انا فرطھم۔** کیوں کہ میری (جدائی کی) مصیبت ان پر تمام مصائب سے زیادہ بھاری ہے۔ کیوں کہ ایک ایمان والے کو اولاد کی جدائی کا اتنا صدمہ نہیں ہو سکتا جتنا کہ میری جدائی کا۔ یا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جتنے مصائب راہ حق میں مجھے آئے ان کا دُکھ تو میری امت کو بھی ہوا لہٰذا اس تکلیف پر میں ان کی شفاعت کروں گا۔

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا
تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا
تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

ایک حسین واقعہ

فبينما النبی صلی الله عليه وسلم فی الطواف اذ سمع اعرابيا يقول يا كريم فقال النبی صلی الله عليه وسلم يا كريم فمضى الاعرابی الی جهة اليمانی و قال يا كريم فقال النبی صلی الله عليه وسلم خلفه يا كريم فمضى الاعرابی الی جهة الميزاب و قال يا كريم فقال النبی صلی الله عليه وسلم خلفه يا كريم فالتفت الاعرابی الی النبی صلی الله عليه وسلم و قال يا صبيح الوجه و يا رشيق القد تهزأبی لكونی اعرابيا والله لولا صباحة وجهک و رشاقة قدک لشكوتک الی حبيبی محمد صلی الله عليه وسلم. فتبسم النبی صلی الله عليه وسلم و قال اما تعرف نبيک يا اخا العرب فقال الاعرابی لا فقال النبی صلی الله عليه وسلم فما ايمانک به فقال امنت بنبوته و لم اره و صدقت برسالته و لم القه فقال النبی صلی الله عليه وسلم يا اعرابی انی نبيک فی الدنيا و شفيعک فی الاخرة فاقبل الاعرابی يقبل قدمی النبی صلی الله عليه وسلم فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم يا اخا العرب لا تفعل بی كما يفعل الاعاجم بملوكها فان الله سبحانه و تعالیٰ بعثنی لا متكبرا ولا متجبرا بل بعثنی بالحق بشيرا و نذيرا قال

(راوی) فهبط جبرائیل علی النبی صلی الله علیه وسلم و قال یا محمد یقرء ک السلام و یخصّک بالتحیة والاکرام قل للاعرابی انا نحاسبهٔ فقال الاعرابی یحاسبنی ربی یا رسول الله فقال نعم یحا سبک ان شاء الله فقال الاعرابی و عزته و جلاله لا حاسبه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم و علی ما ذا تحاسب ربک یا اخا العرب فقال الاعرابی ان حاسبنی ربی علی ذنبی حاسبته علی مغفرته و ان حاسبنی علی معصیتی حاسبته علی عفوه و ان حاسبنی علی بخلی حاسبته علی کرمه قال فبکی النبی صلی الله علیه وسلم حتی ابتلت لحیته فهبط جبرائیل علی النبی صلی الله علیه وسلم و قال یا محمد یقرٔک السلام و یقول لک اقلل من بکائک فقد الهیت حملة العرش عن تسبیحهم و قل لا خیک الاعرابی لا یحاسبنا و لا نحاسبه فانه رفیقک فی الجنة۔ (روض الریاحین علی قصص الانبیا صفحہ ۱۸-۲۰)

حضور علیہ السلام طواف فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کو اپنے آگے طواف کرتے پایا جو پڑھ رہا تھا یا کریم حضور علیہ السلام نے بھی پیچھے پڑھنا شروع کر دیا یا کریم وہ اعرابی رکن یمانی کی طرف جاتا تو پڑھتا یا کریم حضور علیہ السلام بھی پیچھے پڑھتے یا کریم وہ میزاب رحمت کی طرف جاتا تو پڑھتا یا کریم حضور علیہ السلام بھی پیچھے پڑھتے یا کریم اعرابی نے حضور علیہ السلام کی طرف دیکھا تو کہا اے روشن چہرے والے! اور خوبصورت قد والے! اللہ کی قسم! اگر تیرا اتنا روشن چہرہ اور عمدہ قد نہ ہوتا تو میں تیری شکایت اپنے محبوب نبی کی بارگاہ میں کرتا کہ مجھے پینڈو سمجھ کے مذاق کرتا ہے۔ (اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا) حضور علیہ السلام مسکرائے فرمایا کیا تو اپنے نبی کو پہچانتا ہے؟ عرض کیا! نہیں فرمایا پھر ایمان کیسے لایا! عرض کیا بن دیکھے ان کی نبوت کو مانا اور بغیر ملاقات کیسے ان کی رسالت کی تصدیق کی فرمایا تجھے

مبارک ہو میں دنیا میں تیرا نبی ہوں اور آخرت میں تیری شفاعت کروں گا وہ حضور علیہ السلام کے قدموں پہ گرا اور بوسے دینے لگا فرمایا! میرے ساتھ وہ معاملہ نہ کر جو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں اللہ نے مجھے متکبر و جابر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام آئے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے اس اعرابی کو فرمادیں ہم اس کا حساب لیں گے اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! کیا اللہ میرا حساب لے گا فرمایا ہاں اگر چاہے گا تو لے گا عرض کیا اگر وہ میرا حساب لے گا تو میں اس کا حساب لوں گا فرمایا تو کس بات پہ اللہ کا حساب لے گا اس نے کہا اگر اس نے میرے گناہوں کا حساب لیا تو میں اس کی بخشش کا حساب لوں گا (کہ میرے گناہ زیادہ ہیں کہ تیری بخشش) اگر اس نے میری نافرمانیوں کا حساب لیا تو میں اسکی معافی کا حساب لونگا اگر اس نے میرے بخل کا امتحان لیا تو میں اسکے کرم کا حساب لونگا۔

حضور علیہ السلام یہ سن کر اتنا روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر جبریل علیہ السلام آئے عرض کیا اللہ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے رونا کم کریں آپ کے رونے نے فرشتوں کو تسبیح و تحلیل بھلا دی ہے اپنے امتی کو کہیں نہ وہ ہمارا حساب لے نہ ہم اس کا حساب لیں گے اور اس کو خوش خبری سنا دیں یہ جنت میں آپ کا ساتھی ہوگا۔

؎ کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

کتب وظائف میں ہے کہ جو بندہ اللہ کے اس بابرکت نام کا وظیفہ رات کو سوتے وقت پڑھے اس کو اللہ بہت عزت عطا فرماتا ہے اور حضرت علی ہمیشہ اس کا وظیفہ پڑھتے تھے۔

؎ منگتے کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

* * *

﴿۵۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلٰی فِی الْمِیْثَاقِ

میں ہی سب سے پہلا ہوں جس نے میثاق کے دن بَلٰی کہا

(شرح شفا: ملا علی قاری)

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ میں میثاق کا ذکر فرمایا گیا اس کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کی پشت پہ اپنا دایاں ہاتھ پھیرا (جیسا کہ اس کے شایان شان ہے) اور ان کی اولاد نکالی پھر فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا فرمایا اور یہ اہل جنت کے عمل کریں گے پھر ہاتھ پھیرا اولاد نکالی اور فرمایا میں نے ان کو دوزخ کے لئے پیدا فرمایا اور یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر عمل کس کھاتے میں ہے؟ (یعنی جب جنت والے اور دوزخ والے متعین ہو گئے تو عمل کی کیا ضرورت؟) فرمایا بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے اہل جنت کے عمل کرواتا ہے حتیٰ کہ وہ شخص اہل جنت کے اعمال پر مرتا ہے پھر اللہ اس کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے اور جب اللہ کسی کو دوزخ کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے دوزخیوں والے کام کرواتا ہے حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال پر مرتا ہے اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

بعض احادیث میں اولاد نکالنے کا ذکر فرمانے کے بعد روحوں کا نکلنا جن کو قیامت تک پیدا کیا جائے گا بیان کیا گیا۔ ہر انسان کی دو آنکھیں، جن کے درمیان نور چمک رہا تھا پھر یہ روحیں آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں انہوں نے سوال کیا یا رب یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھوں کے درمیان چمک ان کو بہت پیاری لگی۔ پوچھا اے رب! یہ کون ہے فرمایا یہ تمہاری اولاد میں سے ایک شخص ہے اور اس کا

نام داؤد (علیہ السلام) ہے۔

عرض کیا اس کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال عرض کیا میری عمر میں سے چالیس سال اس کو دے دیے جائیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو ملک الموت سے فرمانے لگے ابھی تو میرے چالیس سال باقی ہیں انہوں نے کہا آپ نے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیے تھے؟ پس آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا وہ بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی انہوں نے خطا کی تو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔ (سنن ترمذی)

حضرت سعید بن جبیر رضی اﷲ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان فرمایا کہ میثاق کے دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت پہ ہاتھ پھیر کر ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی مانند نکالا پھر ان کی زندگی، رزق اور مصائب لکھ دیے اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ بنایا اور پوچھا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ (جامع البیان ج۹ ص۱۵۰)

محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں اللہ نے روحوں کو ان کے اجسام سے پہلے پیدا فرمایا در منثور میں ہے کہ یہ سارا پروگرام یوم عرفہ کے دن وادئ نعمان میں ہوا۔ بعض نے سرزمین ہند کا نام لیا۔ کلبی کی روایت میں مکہ وطائف کے درمیان ایک جگہ پر میثاق لینے کا ذکر ہے۔ جب کہ الجامع لاحکام القران ج۷ ص۲۸۳ پر ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو جنت سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا تو وہاں ان سے میثاق لیا گیا۔

حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ میثاق یاد ہے فرمایا میرے کانوں میں اب تک اس کی آواز گونج رہی ہے اور بعض عرفاء تو اس کو کل کی بات بتاتے ہیں (روح المعانی) شرح شفا کے علاوہ، روح المعانی کے اندر بھی ہے کہ جب اللہ نے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب سے پہلے جس نے بلٰی کہا وہ ہمارے حضور علیہ السلام کی ذات تھی **اول من قال بلٰی فھو محمد** حضور علیہ السلام سے سُن کر سب نے کہا بلٰی بلٰی کیوں نہیں کیوں نہیں۔ تو خدا کی پہچان عالم ارواح کے اندر بھی حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے ہو رہی ہے اور یہ حضور علیہ السلام کا اتنا بڑا احسان ہے کہ ساری مخلوق کی گردنیں آپ کے اس احسان کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہیں کہ اگر اس وقت آپ کی راہنمائی نہ ہوتی تو ہمارا کیا حال ہوتا

ے نہ کیوں کر کہوں یَـا حَبِیۡبِـیۡ اَغِثۡنِـیۡ

اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے
تیرے در کا درباں ہے جبریل اعظم
تیرا مدح خواں ہر نبی ہر ولی ہے
شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

روح المعانی میں ہے الست بربکم کے جواب میں زمین کے جس ذرے نے سب سے پہلے بلیٰ کہاوہ حضور علیہ السلام کی ذات تھی اور یہ کعبہ کی مٹی کا ذرہ تھا پھر اسی ذرے کو پھیلا دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ کی مٹی مبارک کعبہ کی مٹی تھی تو آپ کا مدفن کعبہ کی بجائے مدینہ کیوں بنا حالانکہ روایت میں ہے جس جگہ کی مٹی ہو وہاں ہی بندہ دفن ہوتا ہے۔ فرمایا جب طوفان آیا تو یہاں کی مٹی وہاں پہنچ گئی اور مٹی کا وہ مبارک اور پاک ذرہ جو حضور علیہ السلام کا مبداء تھا وہ بھی وہاں پہنچ گیا جہاں اب مدینہ منورہ میں حضور علیہ السلام کا روضہ اقدس ہے۔ الغرض معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اصل کائنات ہیں اور اسی لیے آپ کو امی کہا جاتا ہے کہ ام کا معنی اصل ہے۔ (ج۹ص۱۱۱)

مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے
تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے
ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول ہیں حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا بو البشر کی ہے

* * *

﴿۵۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا الْخَازِنُ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ

میں ہی خازن ہوں رکھتا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے (یعنی جہاں اللہ فرماتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں)

(رواہ احمد)

اللہ تعالیٰ نے رحمت، بخشش، کرم اور ہر دنیوی و اُخروی نعمت کے خزانے حضور علیہ السلام کے سپرد فرمادیے خزانہ اسی کے سپرد کیا جاتا ہے جس پر اعتماد ہو تو سرکار نے اس اعتماد کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جہاں خزانے کے استعمال کا حکم ملتا ہے اسی جگہ پر اس کو استعمال فرماتا ہوں یہاں سے اختیاراتِ مصطفیٰ کی وسعتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

کون ہے وہ جس کے دامن میں اس در کی خیرات نہیں ہے

اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس موضوع پر قرآن مجید کی متعدد آیات بینات پیش کی جاسکتی ہیں ان میں سے چند لکھی جاتی ہیں۔

نمبر ا- ولو انھم رضوا ما اتھم اللہ و رسولہ۔ (توبہ آیت ۵۹)

اگر وہ راضی ہوجاتے اس پر جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

جو لوگ بات بات پہ الیس اللہ بکاف عبدہ پڑھ کر اہل ایمان کو درِ رسول سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس پر غور کریں کہ جب ''اللہ نے دیا'' فرمادیا تو اب ''رسول نے دیا'' کہنے کی کیا ضرورت تھی کیا رسول کو بھی اللہ ہی نہیں دیتا؟ کیا رسول کا دیا ہوا بھی اللہ کا دیا ہوا نہیں ہوتا؟ کیا اللہ کی عطا کے بعد رسول کی عطا کا ذکر کرنا ضروری ہے ان سوالوں کا جواب آگیا تو الیس اللہ بکاف عبدہ کا معنیٰ بھی آجائے گا۔

اگر کوئی کہے کہ اس سے شرعی مسائل مراد ہیں تو احمق ہے کیوں کہ سیاق وسباق میں مال ودولت کی بات ہو رہی ہے تو درمیان میں شرعی مسائل کہاں سے آ گئے ہاں عموم مجاز کے طور پر (حقیقت ومجاز کو اکٹھا کر لیا جائے) تو معنی یہ ہوگا حضور دنیا کا سامان بھی دیتے ہیں ایمان بھی دیتے ہیں دنیا بھی دیتے ہیں آخرت بھی دیتے ہیں۔

نمبر۲۔ **وما نقموا الا ان اغنھم اللہ و رسوله من فضله۔** (التوبہ)

اور نہ بُرا لگا انہیں مگر یہ کہ اللہ اور اسکے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

لہٰذا کوئی اگر یہ کہہ دے کہ اللہ اور اس کے رسول کا فضل ہے تو اس نے قرآن کی آیت کا ترجمہ ہی تو کیا ہے اس میں شرک والی کون سی بات ہے۔

نمبر۳۔ **انعم اللہ علیه و انعمت علیه۔** (الاحزاب)

اللہ نے اس پر انعام فرمایا اور اے محبوب آپ نے اس پر انعام فرمایا۔

اگر انعام دینے والا بھی بے اختیار ہے تو اختیار والا کون ہے؟

نمبر۴۔ **وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنه فانتھوا۔** (الحشر)

اور جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رُک جاؤ۔

کس منہ سے کہتے ہیں کہ رسول کسی کو دے ہی کچھ نہیں سکتا۔

؎ حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود! یہ مراد کس آیت و خبر کی ہے؟

حضرت عثمان غنیؓ سے پوچھو جن کو اٹھارہ بار جنت بیچ دی۔ حضرت ربیعہ سے پوچھو جن کو جنت بھی دی اپنا قرب بھی دیا اور پھر فرمایا کچھ اور بھی مانگ لو حضرت قتادہ سے پوچھو جن کو آنکھ عطا فرمادی مافوق الاسباب بھی دے رہے ہیں ماتحت الاسباب بھی دے رہے ہیں۔

نمبر۵۔ **الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عند هم فی التوراة و الانجیل یامرهم بالمعروف و ینهٰهم عن المنکر و یحل لهم الطیبٰت و یحرم علیهم الخبٰئث و یضع عنهم اصرهم و الاغلٰل التی کانت علیهم۔** (الاعراف)

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے اُمی کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس تورات وانجیل میں وہ انہیں حکم دے گا بھلائی کا اور روکے گا برائی سے اور ان کے لئے حلال کرے گا ستھری چیزیں اور حرام کرے گا ان پر گندی چیزیں اور اتارے گا ان سے ان کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے بھاری طوق جو ان پر تھے۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور علیہ السلام کے تصرفات شرعیہ کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ فرمایا گیا حضور علیہ السلام کو **محلل** اور **محرم** کا بابرکت لقب دیا گیا۔ یہود و نصاریٰ چونکہ اپنے احبار و رہبان کو یہ اختیار دیتے تھے **اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ** (التوبہ) اللہ نے فرمایا **و لا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ** (التوبہ) وہی حرام ہے جس کو اللہ اور اس کا رسول حرام فرمائے گا۔ شرعی احکامات میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر اختیارات اپنے حبیب کو عطا فرمائے آپ نے خود ارشاد فرمایا۔

> **الا انی اوتیت القران و مثله معه الا یوشک رجل شعبان علی اریکته یقول علیکم بهذا القران فما و جدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه و ان ما حرم رسول الله کما حرم الله۔** (ابن ماجہ۔ مشکوۃ ص ۲۹)

خبردار! مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل (احادیث) دی گئیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بندہ پیٹ بھرا تکیہ پر ٹیک لگا کے بیٹھے ہوئے یہ کہہ دے کہ حلال وہی ہے جو اللہ نے قرآن میں حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے قرآن میں حرام کیا سنو! جو رسول نے حرام کیا وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ نے کیا ہے۔

جو نبی علیہ السلام کو یہ اختیار نہیں مانتا اسے چاہیے گدھا۔ ریچھ۔ بندر۔ گیدڑ۔ کوا سب کچھ کھائے کیوں کہ یہ خدا نے حرام نہیں کیے۔ غالبًا جو کوا کھاتے ہیں اس قاعدے سے ہی کھاتے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں **من یاکل فقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا** کون کھا سکتا ہے کوے کو حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ یہ کہتے ہیں ہم کھا سکتے ہیں کیوں کہ ہمارے باباجی نے اس کو فتاویٰ رشیدیہ میں

حلال قرار دیا ہے۔

کہاں کا حلال کہاں کا حرام
جو صاحب کہے اُسے چٹ کیجیے
پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شوربے ہی سے کھائے
بٹیر ہاتھ نہ آیا تو زاغ لے کے چلے

فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بایتہ مؤمنین.

کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر ایمان والے ہو اور تمہیں کیا ہو گیا کیوں نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔

ومالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔ (الانعام)

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں کھاتے وہ چیز جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے''۔

تو جس کھانے پہ ختم پڑھ دیا جائے اگرچہ قرآنی آیات ہی کیوں نہ ہوں وہ نہیں کھاتے کہ ہمارے بڑوں نے حرام کہہ دیا ہے کوا کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے حلال کیا ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! اللہ نے جو یہود و نصاریٰ کے بارے فرمایا ہے کہ وہ اپنے احبار و رہبان کو رب مانتے تھے تو کیا وہ ان کو سجدہ کرتے تھے فرمایا نہیں بلکہ جو وہ حلال کہتے اسی کو حلال سمجھتے اور جس کو حرام کہتے اسی کو حرام گردانتے۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلٰل و ھذا حرام۔ (القران)

اپنی زبان سے کسی کو حرام اور کسی کو حرام نہ کہتے پھرو۔

ہولی دیوالی کی پوریاں تو حلال کر دو اور امام حسین کی سبیل کا دودھ حرام کر دو۔

الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبت للطیبین والطیبون للطیبت۔ (القران)

نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری

اختیارات کی چند مثالیں

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (القران) نماز وقت پر فرض کی گئی۔ حضور علیہ السلام نے دو دو نمازیں حج کے موقع پر جمع فرمادیں ہر دو جگہ ایک اپنے وقت پہ اور ایک وقت سے آگے پیچھے۔

۲- جہاں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے وہاں حضرت خزیمہ اکیلے کی گواہی کو کافی قرار دیا۔

۳- سب کے لئے سونا حرام لیکن حضرت سراقہ کے لئے حلال قرار دیا۔

۴- سب کے لئے ریشم حرام مگر دو صحابہ کو اجازت فرمادی (عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام)۔

۵- ماہ رمضان المبارک روزے کی حالت میں بیوی سے مجامعت کرنے والے کو نہ صرف کفارہ معاف فرمایا بلکہ ٹوکرا کھجوروں کا بھی عنایت کردیا۔

۶- حضرت اسماء بنت عمیس کو ان کے خاوند کی وفات پر صرف تین دن سوگ کر کے نکاح کی اجازت عطا کردی۔

۷- ایک صحابی کے لئے چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کے لئے جائز فرمادیا۔

۸ اپنی مسجد میں حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسنین کے لئے حالت جنابت میں آنا جائز فرمادیا۔

۹- حضرت علی المرتضیٰ کو دوسری شادی کرنے سے منع فرمادیا۔

۱۰- ایک شخص کا ایمان دو نمازیں پڑھنے کی شرط پر قبول فرمالیا۔ تلک عشرۃ کاملۃ

قصیدہ بردہ شریف میں ہے

نبینا الأمر الناھی فلا احد
ابر فی قول لا منہ ولا نعم

علامہ خفاجی شرح شفا نسیم الریاض میں اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ان لا حاکم سواہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو حاکم غیر محکوم.

پس حضور کے سوا کوئی حاکم نہیں (مخلوق میں سے) آپ محض حاکم ہیں محکوم نہیں

(سوائے اپنے رب کے)۔

عام حکم کو خاص اور خاص کو عام فرمادیا

۱۔ قرآن مجید میں **انما حرم علیکم المیتة** فرمایا مردار کی حرمت میں عموم رکھا لیکن حضور علیہ السلام نے مچھلی اور ٹڈی کو حلال فرما کر عام کلمہ کو خاص کر دیا۔

۲۔ اسی طرح اللہ نے خون کو مطلقاً حرام فرمایا **والدم** اور حضور علیہ السلام نے دل اور کلیجی کو حلال فرما کر عام کو خاص کر دیا۔

۳۔ دوسری طرف اللہ نے صرف خنزیر کا گوشت حرام فرمایا **ولحم الخنزیو** مگر حضور علیہ السلام نے اس خاص کو عام فرما دیا یہ کہہ کر کہ خنزیر کی ہڈی بھی حرام اس کے بال بھی اور اس کی چربی بھی۔ اب بھی کوئی کہے کہ یہ تو صرف شرعی اختیارات ہیں تو کیا یہ تمہیں بھی حاصل ہیں؟ جب اعلیٰ شے کا اختیار دیا تو ادنیٰ کا کیوں نہ دیا؟

۴۔ ایک صحابی نے جب حج کے بارے بار بار سوال کیا کہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے فرمایا **لو قلت نعم لو جبت** اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جائے۔

(مشکوٰۃ)

اللہ نے اپنے حبیب کو دنیوی اور اخروی ہر شے کا اختیار دیا آپ نے درختوں اور پتھروں کو بلایا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ چاند کو اشارہ فرمایا تو دو ٹکڑے ہو کر قدموں میں آ گیا۔ ڈوبے سورج کو واپس پلٹایا۔ کنکروں سے کلمہ پڑھوایا امام حسن و حسین کو جنت کی سرداری عطا فرمادی۔

بڑی سادگی سے کہہ دیتے ہیں یہ اختیارات تو اللہ نے دیے ہیں؟ ہم کب کہتے ہیں کسی اور نے دیے ہیں مگر جو خدا نے دیے ہیں وہ تو مانو۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

اگر ہمارے پلے کچھ نہیں تو نبی کو بے اختیار تو نہ کہیں **المرء یقیس علی نفسه** یہ نہ کہو کہ کسی کے پاس کچھ نہیں یا پھر ''کسی'' میں نبی کو شامل نہ کرو۔ بادشاہوں کو۔ وزراء کو ''کسی'' میں

شامل کر سکتے ہو نبی کو کسی کی طرح نہ سمجھو بلکہ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حضور علیہ السلام نے مدینہ کو حرم بنا دیا۔ حضرت عثمان غنی نے زمین کا ٹکڑا خریدا حضور علیہ السلام نے اس کو جنت البقیع بنا دیا۔ جس اللہ نے نمرود جیسے کافر کو پورا ملک دے دیا اس کے محبوب کے بارے کہنا کسی کو کچھ نہیں دے سکتے کیا ڈوب مرنے کا مقام نہیں۔

سوال

اگر حضور علیہ السلام کو اختیار ہے تو اختیار نہ ماننے والوں کو سعودیہ میں حکومت کیوں کرنے دے رہے ہیں؟

جواب

کیا نمرود و فرعون نے حکومت نہیں کی۔ کیا آج یہودی بیت المقدس پہ قابض نہیں؟ کیا خدا کو اختیار نہیں یا ان کی حکومتیں ٹھیک ہو گئیں؟

اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن "ادلہ کاملہ" میں لکھتے ہیں "آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں"۔

اور نواب صدیق حسن بھوپالی مسک الختام ج ۲ ص ۵۱۲ پہ لکھتے ہیں۔

ودر مذہب بعضے آں است کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد بر ہر کہ خواہد حلال وحرام گرداند وبعضے گویند باختیار واوّل اصح واظہر است۔

بعض کے مذہب میں یہ ہے کہ تمام احکام حضور علیہ السلام کے سپرد کر دیے گئے ہیں جو جس کے لئے چاہیں حلال وحرام فرما دیں اور بعض نے کہا کہ اختیار ہے لیکن پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

خالق کُل نے آپ کو مالک کُل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں۔

وولانی علی الاقطاب جمعا   فحکمی نافذفی کل حالی.

مجھے تمام قطبوں پر فضیلت بخشی گئی پس میرا حکم ہر وقت و ہر حالت میں جاری ہے۔

بلاداللہ ملکی تحت حکمی   ووقتی قبل قلبی قدصفالی.

اللہ کے تمام ملک میرے حکم کے ماتحت ہیں اور میرا دل و جان صفا و مصفا فرما دیا ہے۔

نظرت الی بلاداللہ جمعا   کخردلۃ علی حکم اتصالی.

میں اللہ کے تمام ممالک کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔

جب غوث اعظم کے اختیارات کی یہ حالت ہے تو رسول اعظم کے اختیارات کا عالم کیا ہوگا؟ مگر حیرانگی ہے اپنے بزرگ کے بارے یہاں تک بھی کہہ دیا۔

؎ مردوں کو زندہ کیا زندہ کو مرنے نہ دیا

(قصائد قاسمی)

اور جنہوں نے پتھروں، لکڑیوں میں جان ڈال دی، انگلیوں سے پانی کے دریا بہا دیے ان کے بارے میں اتنا تو کیا مانا جاتا بلکہ یوں کہا کہ جس کا نام محمد و علی ہے وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں۔

؎ وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار تھا

؎ یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر   یہ ہے مستقیم صراط شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر   تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے
وہ حبیب پیارا تو عمر بھر   کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر   ترے دل میں کس سے بخار ہے
وہ رضا کے نیزے کی مار ہے   کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے   کہ یہ وار وار سے پار ہے

آخر میں ملا علی قاری کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں اور اگلی حدیث کو شروع کرتے ہیں

یؤخذ عن اطلاقه صلى الله عليه وسلم الامر بالسوال ان الله مكنه من اعطاء كل ما ارا د من خزائن الحق.

حضور علیہ السلام نے جو حضرت ربیعہ کو مطلقاً کسی بھی چیز کے مانگنے کا حکم دیا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں سے جس کو جتنا چاہیں عطا کردیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

* * *

﴿۵۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَعْظَمُکُمْ اَجْرًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ

میں ہی تم سب سے بڑا ہوں گا قیامت کے دن اجر و ثواب کے لحاظ سے

(سنن دارمی)

اگر چہ حضور علیہ السلام دنیا و آخرت ہر مقام میں ہر لحاظ سے ہر مخلوق سے بڑے ہیں جب صف انبیاء میں آپ جیسا کوئی نہیں تو دوسرے کس کھیت کی مولی ہیں لیکن دنیا میں کئی لوگ آپ کی عظمت کے منکر بھی ہو سکتے ہیں اور قیامت کے دن تو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین ہو جائے گا کہ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور جہاں تک اجر و ثواب کا تعلق ہے تو حضور علیہ السلام کا اپنا فرمان ہے کہ نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والے کو بھی نیکی کرنے والے جتنا ثواب ملتا ہے آج امت جتنی نیکیاں کر رہی ہے یا پہلے کرتی رہی یا قیامت تک کرتی رہے گی سب حضور علیہ السلام کی راہنمائی پر ہو رہا ہے تو جو جو امتی جو جو نیکی کرے گا جتنا جتنا ثواب نیکی کرنے والے کو ملے گا اتنا اتنا ثواب حضور علیہ السلام کے کھاتے میں بھی جمع ہوتا رہے گا۔

ویسے بھی ایک کام نیکی کا امتی کرے وہی کام اللہ کا نبی بھی کرے تو دیکھنے میں دونوں نے مثلاً سجدہ ہی کیا ہے لیکن اجر و ثواب اور قرب الٰہی کے لحاظ سے ساری دنیا کے ساری عمر کے سجدے بھی نبی علیہ السلام کے ایک سجدے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے جب لوگوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا تو فرمایا صلوا کما رایتمونی اصلی (حدیث) ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھ رہے ہو یہ نہیں فرمایا کہ جیسے میں نماز پڑھتا ہوں اس طرح نماز پڑھا کرو کیوں حضور علیہ السلام کی نماز کی طرح کس کی نماز ہو سکتی ہے۔ جب ان کی نماز کی طرح کسی کی نماز نہیں ہو سکتی تو ان کی طرح کا کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ جب ان کی بات

کی طرح کسی کی بات نہیں ہوسکتی تو ان کی ذات کی طرح کسی کی ذات کیسے ہوسکتی ہے۔

اس حدیث سے بعض لوگوں کے اس خیال فاسد کی بھی تردید ہوگئی کہ جو کہتے ہیں ''بسا اوقات اعمال میں امتی نبی سے بڑھ بھی جاتا ہے''۔ **استغفر اللہ العظیم۔**

کسی لحاظ سے بھی امتی کے نبی سے بڑھنے کی بات کرنا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ خود لفظ نبی کا معنی ہی بلند و بالا ہے تو ہر لحاظ سے نبی اپنی امت کے ہر ہر فرد سے بلند و بالا ہوتا ہے اس طرح کی بات خود حد سے بڑھی ہوئی بات ہے۔ الغرض حضور علیہ السلام کی امت سب سے زیادہ ہے تو حضور علیہ السلام کا اجر و ثواب بھی سب سے زیادہ ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کا نور ہر دور میں انبیاء کرام کی راہنمائی فرماتا رہا تو پہلے نبیوں اور ان کی امتوں کا ثواب بھی حضور علیہ السلام کی راہنمائی کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے کھاتے میں جمع ہوتا رہا تو اس طرح **اعظمکم اجرا یوم القیمة** کا مفہوم واضح ہوگیا۔

؎ بزمِ کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم
افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

﴿۵۳﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَسِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ اِذًا اَنَا بِنَھَرٍ حَافَتَاہُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ......

میں جنت میں سیر کر رہا تھا (معراج کی رات) تو ایک نہر پر پہنچا جس کے کناروں پر کھوکھلے موتی کے خیمے تھے میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس کی مٹی خالص مشک کی تھی

(بخاری)

یہاں حوض کوثر کو ہی کوثر فرمایا گیا اس حوض کے بارے حدیث نمبر ۳۷ کے تحت کچھ لکھا گیا مزید یہ کہ اس کی لمبائی چوڑائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے۔ جنت سے دو بڑے پرنالے اس میں گرائے جائیں گے جو اس کے پانی کو بڑھاتے رہیں گے تا کہ امت کی کثرت کے سبب پانی میں کمی نہ ہو۔

سورۂ کوثر میں **انا اعطینک الکوثر** کے متعلق صحابہ کرام، اجلّہ تابعین اور مفسرین اور علماء امت کے بہت زیادہ اقوال ہیں کہ کوثر سے مراد کیا ہے تفصیل دیکھنی ہو تو "تفسیر سورۂ کوثر" از علامہ محمد اشرف سیالوی کا مطالعہ فرمائیں یہاں صرف ان کے متعدد معانی کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

۱- نہر جنت ۲- حوض کوثر ۳- اولیاء و علماء کرام
۴- جمیع امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۵- نبوت رسول اکرم
۶- قرآن کریم ۷- دین اسلام ۸- رفعت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۹- اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰- علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱- مقام محمود و شفاعت عظمیٰ ۱۲- معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳- نور قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴- ہر بھلائی کی کثرت

ے انا اعطینک الکوثر ساری کثرت پاتے یہ ہیں

(اعلیٰ حضرت)

* * *

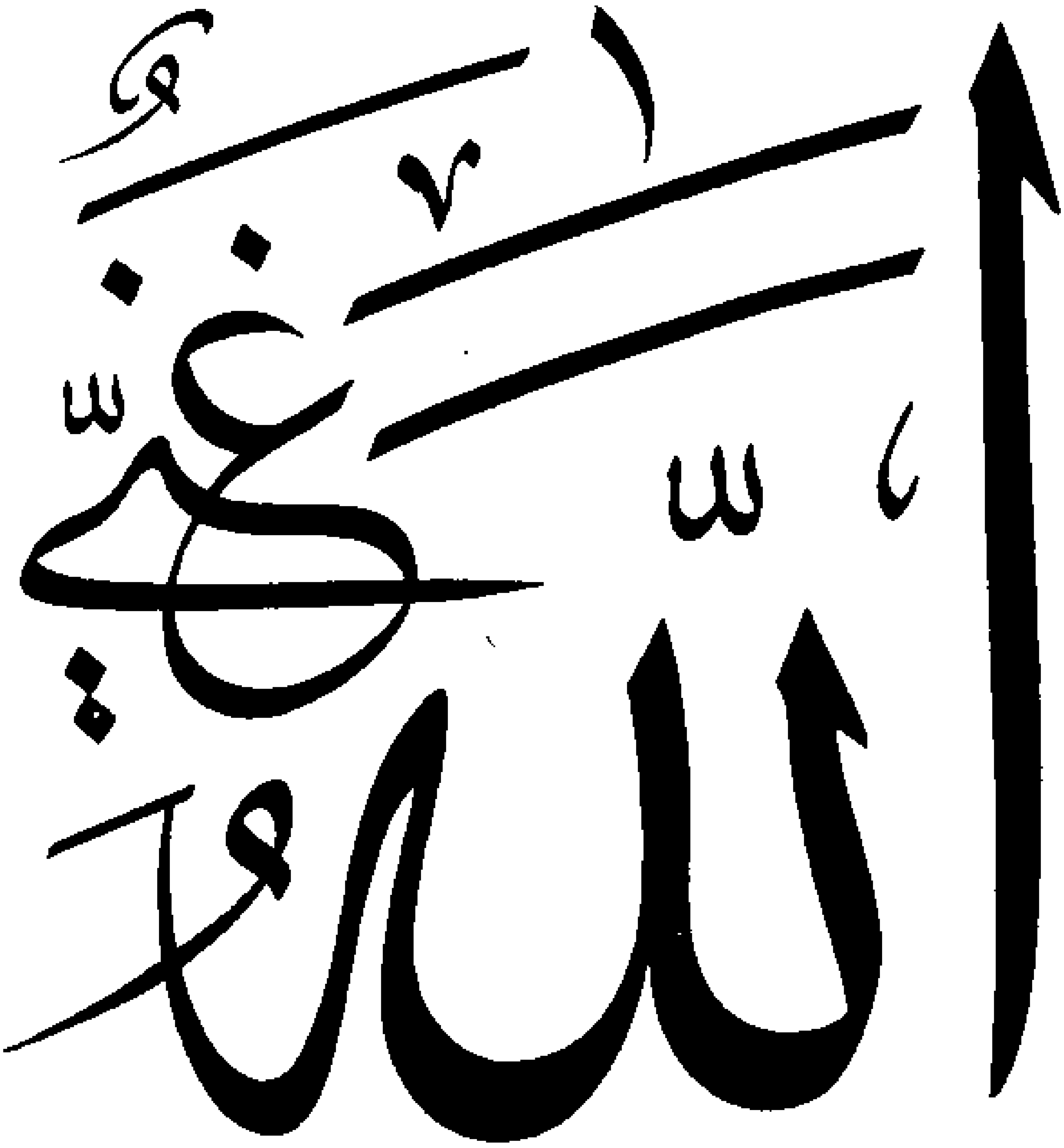

﴿۵۴﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں سچا نبی ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

(متفق علیہ)

غزوۂ حُنین میں جب شروع میں مسلمانوں کو ہزیمت ہو گئی تو قبیلہ بنو ہوازن اور بنو ثقیف نے حضور علیہ السلام کے خچر کو گھیر کر آپ پر حملہ کرنا چاہا تب آپ خچر سے اترے اور تلوار سونت کر یہ ارشاد فرمایا۔ لشکر کے پاؤں اُکھڑ چکے ہوں شکست کے آثار نمایاں ہوں، عسکری قوت کا شیرازہ بکھر چکا ہو تو فوج کے کمانڈر پر کیا گذرتی ہے اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن غزوۂ حنین میں ان ساری باتوں کے باوجود سپہ سالار مدینہ، رحمت عالم نے کمال استقامت سے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ فرمایا۔ اپنے خچر پر سوار ہیں دشمن کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ مہاجرین و انصار میں سے کچھ لوگ آپ کے ارد گرد حفاظتی دیوار قائم کیے ہوئے ہیں اور آپ ساتھیوں کو واپس بلا رہے ہیں اور دشمنوں کو للکار رہے ہیں کہ آؤ میرے مقابلے میں۔ میں کوئی جھوٹا نبی نہیں ہوں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے دادا جان حضرت عبدالمطلب مومن بھی تھے، موحد اور بہادر بھی تھے اور آپ کی اولاد بہادری میں مشہور تھی کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی اولاد ہونے پر فخر فرمایا اور مشرک باپ دادا پر فخر جائز نہیں اگر وہ مومن نہ ہوتے تو حضور کبھی ان کی اولاد ہونے پر فخر نہ کرتے اور یہ فخر چونکہ کفار کے مقابلہ میں اظہار شجاعت کے لئے تھا اس لیے بالکل جائز ہے اعلیٰ حضرت حضور علیہ السلام کی شجاعت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

؎ وہ چقا چاق خنجر سے آتی صدا
مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

اور شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب کہا

؎ **له همم لا منتهى لكبارها و همته الصغرى اجل من الدهر۔**

کہ سرکار علیہ السلام کو اللہ نے ایسی ہمتوں اور طاقتوں سے نوازا ہے کہ بڑی بڑی ہمتوں کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ سب سے چھوٹی ہمت سارے جہان سے بڑی ہے۔

غزوۂ غطفان کے موقع پر جب دشمن حق کا سامنا نہ کرتے ہوئے بھاگ گیا اور پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ حضور علیہ السلام دوپہر کے وقت درخت کے نیچے آرام فرما ہو گئے صحابہ کرام بھی پاس نہ تھے تاکہ حضور علیہ السلام یکسوئی کے ساتھ آرام فرمالیں تو قبیلہ بنو محارب کا رئیس دعثور دبے پاؤں آیا اور تلوار سونت کر للکارا **من يمنعك مني** بتا (اے محمد) تجھے مجھ سے کون بچائے گا حضور علیہ السلام نے بغیر گھبراہٹ کے بڑے وقار کے ساتھ فرمایا "اللہ" میرا اللہ یہ سُنتے ہی اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ حضور علیہ السلام نے تلوار بڑے اطمینان سے اُٹھا کر کہا **من يمنعك مني** ۔ اب بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے گھبرا کر جواب دیا لا احد کوئی نہیں بس اتنی سی بات تھی اسکے اندر ایسی ہلچل مچی کہ کلمہ پڑھ کر ہی سکون آیا

؎ سکونِ قلب ملا لذتِ حیات ملی
درِ حبیب ملا ساری کائنات ملی

طاقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے کہ میرے پاس جب غار حرا میں جبریل حاضر ہوئے اور مجھے پڑھنے کو کہا، میں نے جواب دیا **ما انا بقارى** میں پڑھنے والا نہیں ہوں **فغطني حتى بلغ مني الجهد** اس نے پورا زور لگایا۔ وہ تھک گیا **ثم ارسلني** پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے میں نے پھر وہی جواب دیا اس نے پھر دبایا پھر تھک گیا تین بار ایسا ہی ہوا۔ تینوں مرتبہ یہی ہوا کہ **بلغ مني الجهد** وہ تھک گیا۔ (اگر آپ تھکتے تو اپنا بھی ذکر فرماتے)۔

اندازہ لگاؤ وہ جبریل جو حضرت لوط علیہ السلام کی بستی پہ آئے تو چھوٹی انگلی کے ایک پورے پر پوری بستی اُٹھا لے۔ **فجعلنا عاليها سافلها** فضاؤں میں لے جا کر اُلٹ دے اور جہاں سے بستی اُٹھائی تھی نیچے سمندر کی سی گہرائی ہو جائے یہاں پورا زور لگاتے ہیں اور پھر خود ہی

تھک جاتے ہیں۔

روح الامیں کو جس کی غلامی پہ ناز ہے
افضل بھی اس کریم کے در کا غلام ہے

ادھر انسانوں میں سے حضرت عمر ہیں کہ ایک وقت تھا جب قیصر و کسریٰ ان کا نام سُنتے تو لرزہ براندام ہو جاتے اور شیطان جس عمر کے سائے سے بھی بھاگے وہ حضور کی بارگاہ میں سر لینے آتے ہیں تو دے کے جاتے ہیں۔

کافر مل کر ابوطالب کے پاس آتے ہیں یہ تیرا بھتیجا کیا چاہتا ہے حکومت چاہتا ہے تو ہم اس کو بادشاہ ماننے کو تیار ہیں۔ دولت چاہتا ہے تو ہم اس کے قدموں پہ ڈھیر کر دیتے ہیں۔ حسین عورت سے شادی چاہتا ہے؟ ہم انتظام کر دیتے ہیں، بس ہمارے بتوں کو کچھ نہ کہے آپ نے کمال جرأت سے جواب دیا میرے ایک ہاتھ پہ سورج رکھ دو دوسرے پہ چاند دنیا کی کوئی طاقت مجھے حق کہنے سے روک نہیں سکتی چچا نے کہا بیٹا میرے لیے مشکلات پیدا نہ کر فرمایا تو بھی میرا ساتھ چھوڑتا ہے تو چھوڑ جا مجھے میرے مؤقف سے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ جب ابو طالب نے آپ کی جرأت دیکھی تو ان کو بھی حوصلہ مل گیا۔ کہا جو چاہے کر تیری ہوا کی طرف بھی کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

سارے کفار مکہ کی چھاتی پہ مونگ دَل کر بتوں کی مجبوری ثابت کر دی خدا کی توحید کا اعلان کر دیا۔

روایات میں آتا ہے سورج کو ستر ہزار نوری فرشتے کھینچ کر چلاتے ہیں حضور علیہ السلام نے ڈوبا ہوا سورج لوٹایا تو ساتھ ہی فرشتے بھی کھنچے چلے آئے ہوں گے انہوں نے پوچھا ہو گا یہ کون ہے جس کی طاقت ستر ہزار فرشتوں پہ غالب آ گئی ان کو بتایا گیا یہ خدا کا محبوب ہے جس کی انگلی کے اشارے سے کبھی چاند ٹکڑے ہوتا ہے کبھی ڈوبا ہوا سورج واپس آتا ہے۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو دبا دیا

شیطان ایک بیماری ہے اور عباد الرحمٰن اس بیماری کا علاج ہیں علاج تبھی ہو پاتا ہے

جب اس کی طاقت بیماری سے زیادہ ہو۔

یوں سمجھو کہ ڈسپرین کی گولی سے کینسر کا علاج تو نہیں ہو سکتا تو جو لوگ شیطان کا اختیار تو مانیں لیکن عباد الرحمٰن کی طاقت کا انکار کریں ان کے ذہن وضمیر پر شیطان نے پوری طرح قبضہ کیا ہوا ہے بلکہ یوں کہو کہ وہ شیطان سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں کیوں کہ شیطان نے تو اقرار کیا کہ میں سب کو گمراہ کروں گا **الا عبادک منهم المخلصين** مگر تیرے چنے ہوئے بندوں کو نہ کر سکوں گا جب مخلصین کی طاقت یہ ہے تو امام الانبیاء کی طاقت کیا ہوگی۔ چنانچہ صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۶۱ پہ ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ شیطان آکر میری نماز کو توڑنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا **فشدّ علی** پورا زور لگانے لگا۔ لیکن شیطانی قوتیں تو شاہ مرداں شیر یزداں کے آگے نہیں ٹھہر سکتیں شیر یزداں کے آقا کی کیا عظمت ہوگی **فذعته** اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اس کو ایسی لگائی کہ اسے نانی یاد آگئی اور میں نے ارادہ کیا کہ **ان اوثقه الى سارية حتى تصبحوا فتنظروا** اس کو باندھ دوں مسجد کے ستون کے ساتھ، تاکہ تم صبح اس کو بندھا ہوا دیکھو **فذكرت قول سليمان رب هب لي ملكا لا ينبغي لا حد من بعدي** تو مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی کہ یا اللہ! ایسی حکومت دے جیسی کسی کو نہ ملے۔ ثابت ہوا اللہ نے سلیمان علیہ السلام سے زیادہ ہمارے آقا کو غلبہ دیا مگر آپ نے اظہار نہ فرمایا کہ حضرت سلیمان بھی خوش رہیں اور شیطانوں کا علاج بھی ہو جائے۔

ولی کی طاقت یہ ہے تو نبی کی کیا ہوگی

حدیث قدسی ہے

عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالىٰ قال من عادىٰ لى وليا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الى عبدى بشئى احب الى مما افترضت عليه وما يزال عبدى يتقرب الى بالنوافل حتى احببته فاذا احببته فكنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصربه ويده التى يبطش بها و رجله التى يمشى بها

ز ان سألنی لا عطینه و لئن استعاذنی لا عیذنه۔

(بخاری ج۲ ص۹۶۳)

"اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے اس میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور وہ مجھ سے مانگتا ہے (چاہے اپنے لیے یا اپنی بارگاہ میں آنے والے سائلین کے لئے) تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بُری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں"۔

اس حدیث کا یہ معنیٰ کرنا کہ اللہ کا کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بننے سے مراد یہ ہے کہ بندہ خلاف شرع دیکھتا، سنتا، چھوتا، چلتا نہیں۔ اس لیے درست نہیں کہ یہ سارے کام کر کے تو بندہ محبوب ہوا ہے یعنی گناہوں کو چھوڑ کر محبوب بنا ہے اب اس کے بعد ہاتھ پاؤں کان آنکھیں بننے کا معنیٰ کچھ اور ہی ہوگا ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بندہ محبوب بن گیا تو اب اللہ اس کے اعضا بن کر اس کو بچاتا ہے پھر تو تقویٰ و پرہیزگاری کی ضرورت ہی نہ رہی گناہ بھی کرتے جاؤ محبوب بھی بنتے جاؤ قرآن مجید میں ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (ال عمران)

فرمادیں اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تمہیں اللہ اپنا محبوب بنا لے گا۔

تو پیروی میں گناہوں کو چھوڑنا آگیا اس کے بعد محبوبیت ملی۔ معلوم ہوا اتباع اور پرہیزگاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی ناممکن ہے۔

یہی مفہوم مولوی انور شاہ کشمیری نے فیض الباری شرح بخاری ج۴ ص۴۲۸ پہ بیان کیا

ہے اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۱۱ پہ زیر آیت ام حسبت ان اصحب الکھف اس حدیث قدسی کی بڑی عمدہ اور جامع، مانع تشریح فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

واذا صار نور جلال الله له سمعا سمع القريب والبعيد و اذا صار نور جلال الله له بصرا رای القريب والبعيد و اذا صار ذلک النور يدا له قدر على التصرف في الصعب والسهل والقريب والبعيد.

اللہ تعالیٰ کا نور جلال جب بندۂ محبوب کے کان بن جاتا ہے تو وہ ہر دور و نزدیک کی آواز کو سُن لیتا ہے اور آنکھیں نورِ جلال سے منور ہو جائیں تو دور و نزدیک کا فرق ختم ہو جاتا ہے اور ہر گوشہ کائنات پیش نظر ہوتا ہے اور جب وہی نور بندے کے ہاتھوں میں جلوہ گر ہوتا ہے تو قریب و بعید اور مشکل و آسان کام میں اسے تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

پھر چودہ سو میل سے حضرت عمر مسجد نبوی کے منبر سے مقام نہاوند میں لشکر کی کمانڈ کرتے ہیں یہاں سے آواز دیں تو وہاں پہنچے (یا سارية الجبل) اور غوث پاک بغداد میں بیٹھ کر ساری دنیا کو ایسے دیکھتے ہیں ۔ کخردلة على حكم اتصال۔ جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔

حضرت عمر دریائے نیل کو رقعہ لکھیں تو ایسا جاری ہو کہ آج تک نہ رُکے اور مدینہ میں آگ لگ جائے تو حضرت عمر کاغذ پہ لکھ کر پھینکیں اسکنی یا نارا اے آگ! رک جا تو یوں لگے جیسے لگی ہی نہیں اور اگر زلزلہ آئے تو ڈنڈا زمین پہ ماریں کہ ٹھہر جا تجھ پہ عدل نہیں ہو رہا؟ تو آج تک وہاں زلزلہ نہ آئے اور کہیں غوث پاک مردے زندہ کرتے نظر آئیں۔

؎ چاہیں تو اشارے سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

حضرت علی سے کسی نے پوچھا جو کی روٹی چبانے سے پسینہ آرہا ہے خیبر کا قلعہ کیسے توڑا فرمایا یہ روٹی میری جسمانی طاقت کے لئے ہے درِ خیبر کو اٹھا کر گیند کی طرح اُچھال دینا ایمانی و روحانی طاقت تھی۔

غزوہ خندق کے موقع پر حضور علیہ السلام تین دن سے بھوکے ہیں صحابہ نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا ہوا ہے حضور علیہ السلام نے دو پتھر باندھ رکھے تھے صحابہ کہتے ہیں ایک چٹان آ گئی ہم سب سے نہ ٹوٹی حضور علیہ السلام نے پہلی کدال ماری تہائی ٹوٹ گئی (احمد ونسائی) فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی چابیاں عطا کی گئیں۔ دوسری کدال ماری دوسری تہائی ٹوٹ گئی فرمایا مجھے فارس کی کنجیاں دے دی گئیں۔ تیسری کدال ماری فرمایا اللہ اکبر میں اس وقت کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں ایک روایت کے مطابق فرمایا مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئیں۔

یہ وہ وقت تھا کہ کھانے کو روٹی نہ تھی کا فر مذاق کرتے ہوں گے بھوک کی وجہ سے سفید محل نظر آ رہے ہیں روٹی ملتی نہیں تو یمن شام فارس کی چابیاں جیب میں ڈال رہے ہیں مگر ان کو کیا پتہ کہ ایک دن یہ بھی اعلان ہونے والا ہے **اعطیت مفاتیح خزائن الارض** مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں اور دنیا نے دیکھ لیا۔

؎ بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

کہ بوریا کے بستر پہ سونے والے نبی کی امت کے قدموں میں کسریٰ کا تاج رکھا ہوا ہے یہ طاقت اور یہ علم ہے کہ پچیس سال بعد حضرت عمر کے دور میں یہ ملک فتح ہوئے لیکن حضور علیہ السلام نے پچیس سال پہلے دیکھ لیا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کل کا پتہ نہیں ان کا کل پتہ نہیں پچیس سال سے بڑا ہوگا میرے آقا نے تو قیامت کے بعد کی باتیں بتا دیں آخری جنتی اور آخری دوزخی کے بارے میں تفصیل سے بیان فرما دیا۔

؎ سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور علیہ السلام کی جسمانی طاقت

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جب زوروں پر ہوتی تو ہم حضور علیہ السلام کی پناہ میں آ جاتے

اذا احمرّ الباس نتقی به و ان الشجاع منا للذی یحاذی به یعنی رسول الله صلی الله علیه وسلم (مسلم ج۲ص۱۰۰) ہم میں سب

سے بڑا بہادر وہ ہوتا جو حضور علیہ السلام کے برابر ہو کر لڑتا۔

رُکانہ سے کشتی

رکانہ عرب کا نامی گرامی پہلوان تھا۔ بنی ہاشم سے تھا اور پکا مشرک تھا، کوہ اضم کے دامن میں شاداب وادی میں بکریاں چرایا کرتا۔ زبردست رعب و دبدبے کا مالک، پوری وادی میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ لوگ اس کا سامنا کرنے سے کتراتے۔ حضور علیہ السلام کے خلاف کفار مشرکین کے معاندانہ پروپیگنڈے کی وجہ سے یہ پہلوان بھی حضور سے شدید نفرت رکھتا تھا اور وہ نفرت یہاں تک بڑھی کہ سرکار علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گیا۔

اک دن حضور علیہ السلام اکیلے اس کی وادی میں تشریف لے گئے رکانہ سامنے آ گیا اور بڑے تکبر سے بولا۔

یا محمد! انت الذی تشتم الھتنا اللات و العزی.

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ ہمارے بتوں لات وعزی کو گالیاں دیتے ہیں؟

پھر مزید گستاخی کی کہ ہمارے بتوں کو عاجز کہتے ہو اور اپنے ایک خدا کو طاقت ور اگر تمہارے ساتھ رشتہ داری نہ ہوتی تو کب کا کام تمام کر دیتا پھر اس نے کہا مجھ سے کشتی کرو اگر گرا لو تو دس بکریاں دوں گا فرمایا مجھے منظور ہے آپ نے ہاتھوں میں ہاتھ دیا پنجہ مروڑا رکانہ کے ہوش اُڑ گئے۔ درد سے تڑپنے لگا آپ نے جھٹکا دیا تو خشک پتے کی طرح زمین پہ گر گیا۔ اس کو اپنی قوت پہ بڑا ناز تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگا دوبارہ آؤ آپ نے پھر گرا دیا تیسری مرتبہ پھر گرا دیا جب چاروں شانے چت ہو گیا تو بولا

لست انت الذی فعلت بی ھذا انما فعله الھک العزیز الحکیم و خذلنی اللات و العزیٰ۔ (البدایہ والنھایہ ۳: ۱۰۳)

یہ سب کچھ آپ نے نہیں آپ کے عزیز وحکیم رب نے آپ کی مدد کی اور میرے لات وعزی نے مجھے ذلیل کرایا ہے۔

اب اس کے دل سے غبار اترنے لگا اور کہنے لگا کوئی اور نشانی دکھاؤ قریب ہی ایک درخت تھا فرمایا اگر یہ درخت چل کر آ جائے تو؟ چنانچہ آپ نے درخت کو بلایا درخت نے حرکت

کی اور جڑوں سمیت حاضر ہوا شاخیں حضور کے قدموں پہ جھکا کر سجدہ کیا۔ رکانہ نے بکریاں پیش کیں سرکار نے واپس کر دیں کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

اتنے میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے۔ آقا ہم آپ کو تلاش کر رہے ہیں یہ رکانہ کی وادی ہے حضور مسکرا دیئے کہ رکانہ کا علاج ہو چکا ہے۔

(الخصائص الکبریٰ، دلائل النبوۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مناظر دیکھ رکانہ کہنے لگا

یا محمد ما وضع ظھری الی الارض احد قبلک وما کان احدا بغض الی منک و انا اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔ (البدایہ والنھایہ)

اے محمد! آج تک مجھے کسی نے شکست نہیں دی اور مجھے آپ سے زیادہ بُرا (نعوذ باللہ) کوئی نہیں لگتا تھا لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ابوالاسود الجمعی سے مقابلہ

عرب میں اس کا بھی طوطی بولتا تھا اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ جانور کی کھال پہ کھڑا ہو جاتا اور دوسرے پہلوانوں کو کھال کھینچنے کا کہتا دس پہلوان اس کے پاؤں تلے سے کھال نہ کھینچ سکتے بلکہ کھال ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ حضور علیہ السلام سے کہنے لگا مجھے اگر آپ پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا حضور علیہ السلام نے پہلے ہی وار میں اسے زمین پر پٹخ دیا اور اسے شکست فاش دی لیکن بد بخت وعدے سے مکر گیا اور ایمان سے محروم رہا۔ (زرقانی، ۴:۲۹۲)

طاقت اتنی اور حوصلہ؟

لوگ معمولی طاقت کے نشے میں کیا کیا ظلم کر گذرتے ہیں مگر رحمت عالم علیہ السلام کو اللہ نے جس قدر طاقت عطا کی اسی نسبت سے حوصلہ بھی دیا۔ ایک وقت تھا کہ آپ پہ کوڑا پھینک دیا جاتا پتھر مارے جاتے لہولہان کر دیا جاتا مگر اللہ کی طرف سے فرشتوں کے آنے اور دشمنوں کو سبق سکھانے کی پیش کش کے باوجود فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں زحمت بنا کر نہیں۔ ایک

وقت آئے گا ان کی نسلوں سے لوگ ایمان قبول کریں گے **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون** اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرے پہ تشریف لے گئے تین دن مکہ میں رہنے کا معاہدہ تھا۔ تین دن ہوئے تو کفار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنے صاحب سے کہو اب چلے جائیں فرمایا تین دن کے بعد نکالنے والو! ہمارا ابھی حوصلہ دیکھنا طاقت کے باوجود تمہاری نسلوں کو بھی نہیں نکالا جائے گا۔ لوگ کلاشنکوفوں بموں کے ذریعے اپنی حفاظت کرتے ہیں پھر بھی مارے جاتے ہیں حضور علیہ السلام سادہ لباس اور موٹی جوتی میں پھرتے پھر بھی آپ کا رعب دشمن پر طاری رہتا فرمایا **نصرت بالرعب** رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی میں مہینے کی دوری پہ ہوتا ہوں تو دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے **من کان اللہ کان اللہ لہ**۔

ایک کافر نے آپ علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا آپ نے درخت کی شاخ توڑ کر اس کو ماری اس کے سر سے مغز منہ کے ذریعے باہر آ گیا اور مر گیا۔ (البرہان ص ۳۵۳)

روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو چالیس جنتی مردوں جتنی طاقت دی گئی اور ایک جنتی مرد میں دنیا کے سو مردوں جتنی طاقت ہے۔ (مراۃ۔ مرقاۃ)

آقا ایسا ہو تو غلام کیوں نہ ایسے ہوں کہ۔

۔ شاہ مرداں شیرِ یزداں قوت پروردگار
لا فتیٰ اِلا علی لا سیف اِلا ذوالفقار

اور

۔ تیری خاک میں ہے اگر شرر تو گمان فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

(اقبال)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مصائب و آلام

اگرچہ اہل مکہ نے تیرہ سال تک حضور علیہ السلام اور آپ کے جانثار صحابہ کرام پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ ان واقعات کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں تاہم تکمیل موضوع کے لئے چند ایک

تکالیف جو راہ حق میں حضور علیہ السلام پر آئیں ان کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو طارق بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ذی المجاز کی منڈی میں دیکھا کہ آپ قبائل کے پاس چل چل کر گئے اور ان کو فرمایا **يا ايها الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا** اے لوگو! لا الہ الا اللہ پڑھو اور نجات پا جاؤ **خلفه رجل له غديرتان يرجمه بالحجارة حتى ادمیٰ كعبه يقول يا ايها الناس لا تسمعوا منه فانه كذاب** آپ کے پیچھے ایک شخص تھا جس کے سر پہ دو بالوں کے گچھے لٹک رہے تھے آپ کو پتھر مارتا یہاں تک کہ ٹخنے مبارک زخمی ہو گئے خون بہنے لگا اور ساتھ ساتھ کہتا جا رہا تھا اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا یہ جھوٹا ہے ابو طارق کہتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ آپ کا چچا عبد العزیٰ (ابولہب) تھا۔

اسی منڈی کا ذکر امام بیہقی نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام جب اعلان فرما رہے تھے

> **قولوا لا اله الا الله تفلحوا اذا رجل خلفه يسفى عليه التراب فاذا هو ابو جهل و هو يقول يا ايها الناس لا يغرنكم هذا عن دينكم فانما يريد ان تتركوا عبادة اللات والعزیٰ.**

اے لوگو! کلمہ پڑھو کامیاب ہو جاؤ گے تو ایک آدمی آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ اور لوگوں کو کہہ رہا ہے اے لوگو! یہ تمہیں تمہارے دین سے ہٹا نہ دے یہ تمہیں لات و عزیٰ کی عبادت سے روکنا چاہتا ہے۔

۲۔ امام بخاری نے تاریخ میں طبرانی نے کبیر میں مدرک بن منیب عامری سے روایت کیا ہے

> **رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الجاهلية وهو يقول يا ايها الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا و منهم من تفل فى وجهه و منهم من حثا عليه التراب و منهم من سبه حتى انتصف النهار و اقبلت جارية بعسّ من ماء فغسل**

وجهه و يديه و قال يا بنية لا تخشي علي ابيک غلبة و لا ذلة و قلت من هذه قالوا زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (بحوالہ ضیاء النبی ج۲ص۴۶۸)

میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ زمانہ جاہلیت میں آپ لوگوں کو کلمہ پڑھنے کا فرمارہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کسی نے آپ کے چہرۂ انور پہ تھوکنا شروع کر دیا کوئی آپ پر مٹی پھینکنے لگا کوئی گالیاں بکنے لگا یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی (وہ جرم کرتے رہے یہ کرم کرتے رہے، وہ خطائیں کرتے رہے یہ عطائیں کرتے رہے وہ گالیاں دیتے رہے یہ دعائیں کرتے رہے۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں)

اتنے میں ایک بچی پانی کا برتن لے کر آئی حضور علیہ السلام کا چہرہ انور اور ہاتھ مبارک دھونے لگی آپ اس کو فرمارہے ہیں اے بیٹی! اپنے باپ کے بارے نہ پریشان ہو نہ کوئی اس پر غالب آسکتا ہے نہ ہی کوئی اس کو جھکا سکتا ہے راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ بچی کون ہے تو مجھے بتایا گیا یہ اس نبی علیہ السلام کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہے۔

شبِ اسریٰ کا دُولہا صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں

مکہ کی فضا ناموافق پاکر مایوس ہونے کی بجائے ایک سو بیس میل دور طائف کو (جہاں قبیلۂ بنوثقیف جو زراعت پیشہ لوگ تھے) تبلیغی سرگرمیوں کے لئے منتخب فرمایا اس شہر کی فضا پُر کیف، پہاڑی سلسلہ، باغات و چشموں کی بہتات تھی۔ رؤسائے مکہ نے بھی گرمی کے موسم میں گرمی سے بچنے کے لئے طائف میں مکانات بنائے ہوئے تھے (جیسے پاکستان کے امراء گرمیاں مری جاکر گذارتے ہیں) رؤساء وہاں جاکر گرمیاں گذارتے۔ اہل طائف خوش حال ہونے کی وجہ سے تعلیم یافتہ بھی تھے بڑے فصیل کی وجہ سے نام طائف پڑ گیا۔ اگرچہ بعض تفاسیر میں یہ بھی ہے کہ اس پورے شہر کو بیت المقدس کے قریب سے فرشتوں نے اُٹھایا اور بیت اللہ شریف کے گرد

سات چکر لگائے اور پھر اس کو مکہ کے قریب رکھ دیا گیا یہ عمل اس وقت کیا گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حاجرہ اور بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر یہ دعا کی تھی وارزقهم من الثمرات (ابراہیم) اے اللہ! ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔

تین کافروں کی بدتمیزی

بنو ثقیف سے حضور علیہ السلام کی رشتہ داری بھی تھی۔ بعثت کے دسویں سال شوال المکرم میں ابن اسحاق کے مطابق اکیلے اور طبقات کی روایت کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کو لے کر سرکار دو عالم علیہ السلام طائف تشریف لے گئے۔ تمام قابل ذکر لوگوں کے پاس جا کر پیغامِ الٰہی پہنچایا، پورا مہینہ ان کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے رہے کسی ایک شخص کو بھی توفیق اور ہدایت نہ ملی۔ آخر تین بڑے سردار جو آپس میں سگے بھائی بھی تھے۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب جو عمرو کے بیٹے تھے کے پاس باری باری تشریف لے گئے اور جب ان کو دعوت ہدایت دی تو ایک نے کہا وهو يمرط اثواب الكعبة ان كان الله ارسله ۔ کہ اگر آپ کو اللہ نے نبی بنایا ہے تو میں کعبہ کا غلاف پارہ پارہ کر دوں گا۔ دوسرے نے یوں بدتمیزی کی اما وجد الله احدا يرسله غيرك ۔ کیا تیرے سوا اللہ کو کوئی اور نہ ملا جس کو وہ رسول بناتا؟ اور تیسرے تکبر و رعونت کے پتلے نے تو انتہا کر دی بولا والله لا اكلمك ابدا میں تجھ سے کلام ہی نہ کروں گا۔ اگر تو رسول ہے تو میں تجھ سے بات کرنے کے قابل نہیں اور اگر رسول نہیں ہے تو تو اس قابل نہیں کہ تم سے بات کی جائے چنانچہ سارا ماحول خلاف پا کر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے اذفعلتم ما فعلتم فاكتموا علي ۔ جو ہو چکا ہو چکا یہ بات اپنے تک ہی رکھو اہل مکہ کو نہ بتانا (دشمن کا خوش ہونا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے اسی لیے حضور علیہ السلام نے شماتت اعداء سے پناہ مانگی ہے) مگر وہ دشمن تھے انہوں نے خوب تشہیر کی اور انتہائی کمینگی کے ساتھ آپ کو کہنے لگے يا محمد اخرج من بلدنا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمارے شہر سے نکل جا۔ تا کہ تیری باتیں سن کر ہمارے نوجوان اپنے دین سے بدظن نہ ہو جائیں۔ اوباش جوانوں کو پیچھے لگا دیا۔ آوازے کستے۔ اپنے بتوں کے نعرے لگا کر ہمارے آقا کو پریشان کرتے۔ سرکار علیہ السلام جس راہ سے گذرتے دونوں طرف لائن بنا کر کھڑے ہو جاتے اور جو قدم حضور زمین پر رکھتے تو ٹھاہ کر کے پتھر لگتا۔ درد کی شدت سے بیٹھتے تو بازوؤں سے پکڑ کر اُٹھا دیتے۔ دیوار کے سائے میں کھڑے ہوتے تو دھکا دے کر آگے کر

دیتے (یہ سب کچھ دین کے لئے ہو رہا ہے کسی کرسی یا اقتدار کے لئے نہیں کیا ہم نے بھی دین کی خاطر کبھی کانٹے کی تکلیف بھی دیکھی ہے اگر نہیں تو اس سنت پر عمل کون کرے گا صرف حلوہ کھانا ہی سنت نہیں پتھر کھانا بھی سنت ہے ہم میٹھی میٹھی سنتیں پسند کرتے ہیں) زید بن حارثہ بے کسی کے عالم میں کبھی حصار بنا لیتے ان کو بھی پتھر لگتے قریب ہی ایک باغیچہ تھا انگور کی بیل کے نیچے بیٹھ کر دو نفل ادا کئے (فرض نمازوں کی بھی پرواہ نہ کرنے والو! شاید اس لیے کہ تمہیں دین مفت میں ملا ہے) درد و سوز سے دعا کی شکوہ نہیں کیا کہ یا اللہ! دیکھ تیرے دین کی خاطر کیا کچھ سہنا پڑ رہا ہے بلکہ جو تمنا دعا بن کر نکلی اس سے عظمت مصطفیٰ نکھر کر سامنے آتی ہے۔

؎ مجھے اس کا غم نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ
میری زندگی ہے تم سے کہیں تم بدل نہ جانا
تیری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایتِ زمانہ

شہر طائف میں آپ کی حسین دعا کے الفاظ

دعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ **اللھم انی اشکوا الیک ضعف قوتی و قلة حیلتی یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین و انت ربی الی من تکلی ان لم یکن بک علی غضب فلا ابالی** ۔ خط کشیدہ الفاظ ہزار بار پڑھو نیا لطف آئے گا اوپر والے دو شعر انہی لفظوں کا ترجمہ سمجھ لیں۔ دعا طویل ہے صرف چند جملے لکھے گئے ہیں۔

ایک غلام کا واقعہ

یہ باغ مکہ کے رئیس ربیعہ کا ہے جو آپ کا بدترین دشمن تھا اسی کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ ہیں جو بدر میں قتل ہوئے تھے آج حضور علیہ السلام کا حال دیکھ رہے ہیں کہ دین کے لئے کیا کچھ برداشت کیا جا رہا ہے دشمن ہو کر ان کے دل بھی خونی رشتے کی وجہ سے پسیج گئے۔ قرابت کا خون حرکت میں آیا اپنے غلام عداس کو طشتری میں انگوروں کا گچھا رکھ کر دیا کہ جاؤ اس کو دے آؤ خود منظر دیکھنے لگے حضور علیہ السلام نے انگور پکڑے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا عداس غور سے دیکھنے لگا آپ نے پوچھا کیا دیکھتے ہو عرض کیا یہاں کے لوگ تو ایسا نہیں کرتے کہ کچھ کھاتے

وقت بسم اللہ پڑھیں فرمایا تو کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے عرض کیا عیسائی ہوں نینوی کا رہنے والا ہوں فرمایا نینوی؟ وہ تو میرے بھائی یونس علیہ السلام کا شہر ہے عرض کیا آپ ان کو کیسے جانتے ہیں فرمایا **ذلک اخی کان نبیا و انا نبی** وہ میرے بھائی اللہ کے نبی تھے میں بھی نبی اللہ ہوں۔ عداس یہ سُن کر اُٹھا جھک کر حضور علیہ السلام کے ہاتھ بھی چومے پاؤں بھی۔ ادھر اس کے سردار عتبہ اور شیبہ دیکھ رہے ہیں ایک دوسرے کو کہنے لگا اب یہ غلام بھی ہمارے ہاتھوں سے گیا۔ جب عداس واپس آیا انہوں نے اس کو جھڑکا کہ تو نے کیا کیا اس نے کہا روئے زمین پر مجھے اس سے بہتر کوئی نظر نہیں آیا۔ مجھے اس نے ایسی بات بتائی ہے جو نبی کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا وہ بولے تو فریب میں آ گیا ہے تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے چل اپنے کام سے کام رکھ۔

یہ غلام اگرچہ اس وقت تو مسلمان نہ ہوا مگر دل پہ دین محمدی کا پہرہ لگ گیا۔ جب عتبہ اور شیبہ بدر میں جانے کے لئے (اس واقعہ کے پانچ سال بعد) تیار ہو رہے تھے تو انہوں نے اس عداس غلام کو بھی کہا تم بھی چلو تو اس نے کہا **وقال ذلک الرجل رایت فی حائطکما تریدان؟**

اگر تو اس سوہنی شکل والے سے جنگ کرنے کے لئے جا رہے ہو جس کو پانچ سال پہلے تمہارے باغ میں تمہارے کہنے پر میں نے انگور پیش کیے تھے **فو اللہ ما تقوم له الجبال**۔ اب سنبھل کے جانا وہ اکیلا نہیں رہا اللہ کی قسم! اب اس کے سامنے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکیں گے (تم کس کھیت کی مولی ہو کیوں کہ اب اسد اللہ الغالب اور فاروق اعظم جیسے اللہ کے شیر اس کے ساتھ ہیں) مگر بدنصیب تھے غلام کو ڈانٹ دیا کہ تم پر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔

سچے کبھی باطل کی حمایت نہیں کرتے
ہو موت بھی سر پر تو شکایت نہیں کرتے

طائف سے مکہ واپسی

واپسی پر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حضرت زید نے عرض کیا کہ رواج کے مطابق کسی کی پناہ لے کر داخل ہوا جائے آپ نے اخنس اور سہیل بن عمرو کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ ذمہ داری تم اُٹھاؤ انہوں نے انکار کر دیا کہ قریش کے دشمن کو پناہ دے کر ہم کیوں مصیبت گلے ڈال لیں۔

پھر آپ نے مطعم بن عدی کے پاس بندہ بھیجا کہ تم ہمیں پناہ دے سکتے ہو اگر چہ وہ بھی مسلمان نہ تھا مگر اس نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ ایک رات وہاں گذاری صبح مطعم اپنے چھ یا سات بیٹوں کے ساتھ مسلح ہو کر حضور کو مکہ لے گیا کعبہ کا طواف کرایا ابو جہل یا ابو سفیان نے دیکھ کر کہا **مجیر ام تابع** کلمہ پڑھ لیا ہے یا صرف پناہ دی ہے؟ اس نے کہا صرف پناہ دی ہے دین قبول نہیں کیا وہ بولے **اذا لا تخف** پھر کوئی بات نہیں۔ (یہاں بعض علماء نے لکھا کہ جناب ابو طالب نے بھی اسی لیے اپنے اسلام کا اعلان نہ کیا کہ اگر کر دیتے تو ان کا لحاظ بھی نہ رہتا اور سب دشمن ہو جاتے اور حضور علیہ السلام کی حفاظت نہ ہو سکتی) سرکار نے ایک کافر کی امان کیوں قبول فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مصلحتاً اور اخف البلیتین کے طور پر یہ اگر نہ قبول کرتے تو صرف گوشہ نشینی کی صورت باقی رہ جاتی اور اس سے اسلامی تحریک رُک جاتی اور **ليظهره على الدين** کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ ایسے ہی موقع کے لئے سرکار نے فرمایا **ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر او باقوام لا خلاق لهم** ۔ کہ اللہ میرے دین کی مدد فاسق و فاجر شخص کے ذریعے بھی فرما دے گا۔

احسان کا بدلہ احسان

مطعم کی اس مروت کو حضور علیہ السلام نے ہمیشہ یاد رکھا اور **هل جزاء الاحسان الا الاحسان** کے قرآنی حکم پر عمل کرتے ہو بدر کے قیدیوں کا جب مسئلہ پیش آیا تو آپ نے فرمایا **لو كان المطعم بن عدى حيّا ثم كلّمني في هؤلاء النّتنىٰ لتركتهم** ۔ کہ اگر آج مطعم زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے متعلق مجھے کہہ دیتا تو میں ان غلاظت کے پہاڑوں کو چھوڑ دیتا (یعنی اس کا میری نگاہوں میں یہ مقام ہے)۔ حضرت جبیر بن مطعم اس واقعے کو اپنے باپ کی عظمت کے طور پر بیان فرماتے۔

مشکل ترین دن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک دن حضور علیہ السلام سے عرض کیا آقا **هل اتى عليك يوم كان اشد عليك من يوم احد** کیا آپ پر اُحد کے دن سے زیادہ مشکل دن بھی کوئی آیا۔ ہے (سر مبارک زخمی ہوا۔ دانت مبارک شہید ہوئے) فرمایا عائشہ طائف کے دن زیادہ تکلیف دہ تھے۔

؎ (بھری تھیں جھولیاں پتھر سے ان کی سنگ باری کو
نشانے دور سے کرنے لگے محبوب باری کو)

جب پہاڑوں کا فرشتہ آیا

جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن کُلال کے سامنے پیش کیا (کہ میری بات سنو) اس نے انکار کر دیا میں بہت پریشان تھا **قرن الثعالب** مقام (چھوٹی سی پہاڑی اہل نجد کا میقات) پہ پہنچا میں نے سر اُٹھا کر دیکھا ایک بادل کا ٹکڑا ہے جو مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے، میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبرئیل ہیں مجھے کہہ رہے ہیں اللہ نے اہل طائف کا آپ کے ساتھ معاملہ دیکھ لیا **و قد بعث اللہ الیک ملک الجبال** یہ پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے اس نے بڑھ کر سلام کیا پھر عرض کیا اللہ نے آپ کی قوم (اہل طائف) کی بات سن لی **و انا ملک الجبال و قد بعثنی ربک الیک لتامرنی بامرک ان شئت ان اطبق علیھم الاخشبین۔** میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اللہ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ حکم کریں تو میں تعمیل کروں اب فرمائیں طائف شہر کے اوپر دو پہاڑ اُٹھا کر پھینک دوں؟

آپ نے فرمایا **بل ارجوا ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ و لا یشرک بہ شیئا** (متفق علیہ) نہیں بلکہ مجھے امید ہے اللہ انہی گندگی کے پلندوں میں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو فقط اللہ کی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔

؎ یہ سُن کر رحمۃ للعالمیں نے فرمایا
کہ میں اس دھر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں **لا لعانا** زحمت بنا کر نہیں۔ ان حالات میں بھی اپنے رب کی ذات پر اس قدر بھروسہ کہ حضرت زید کو فرمایا **ان اللہ جاعل لما تریٰ فرجا و مخرجا ان اللہ مظھر دینہ و ناصر نبیہ** (سیرت حلبیہ) اللہ کوئی راستہ ضرور نکالے گا اپنے دین کو غلبہ دے گا اور اپنے نبی کی مدد فرمائے گا۔

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قانون قدرت

قانون قدرت ہے فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا (القران) ایک تکلیف کے ساتھ دو آسانیاں آتی ہیں کیوں کہ یُسر کو دونوں جگہ نکرہ لایا گیا اور نکرہ مکرر آئے تو دوسرا پہلے کا غیر ہوتا ہے جب کہ عُسر کو دونوں جگہ معرفہ لایا گیا اور معرفہ مکرر آئے تو دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے جیسا کے نورالانوار میں ہے

اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح
فعسر بین یسرین اذا فکرته فافرح.

تکلیف آئے تو سورۂ الم نشرح میں غور کر ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان ہے جب یہ سمجھ لے گا تو خوش ہو جائے گا۔

فرمایا اے محبوب پیارے! اگر طائف کا خونی سفر تو نے میرے دین کی خاطر کیا ہے جس میں تیرا استقبال پتھروں سے کیا گیا تو آ اب ایسا سفر بھی کر لے ان اللہ قد اشتاق الی لقائک یا رسول اللہ وہاں گندے لوگوں نے تیرے بات نہیں سُنی یہاں آ اپنے سوہنے مولیٰ سے کھل کر باتیں کر لے اگر وہاں پتھروں سے استقبال ہوا ہے تو یہاں فرشتے تیرے استقبال کو کھڑے ہوں گے حوریں تیری عظمت کے ترانے گائیں گی۔ اگر اُس سفر میں تیری کسی نے نہیں مانی تو آ اپنے رب سے جو چاہے منوا لے۔ اگر تیرے دل میں خیال آئے کہ دس سال ہو گئے چند لوگ مسلمان ہوئے اگر یہی رفتار رہی تو قیامت کو نبیوں کے سامنے اپنی امت پہ کیسے فخر کروں گا تو آج آ کر جنت دیکھ لے جس کو تیری امت سے بھر دوں گا۔

قارئین کرام! یہ موضوع طویل اس لیے ہو گیا کہ میں نے کئی کتب سے سفر طائف کا خلاصہ اخذ کر کے ایک جمعہ میں بیان کیا تو بہت لطف آیا تو میں نے چاہا کہ اس کتاب میں یہ مضمون پورا لکھ دیا جائے۔ اس میں دینی مبلغ کے لئے بہت سبق ہے کہ ہم دین کا نام لیتے ہیں تو لوگ ہاتھ چومتے ہیں نذرانے دیتے ہیں۔ قربان ہو ہو جاتے ہیں۔ تو کیوں؟ صرف اس لیے کہ اس کے پیچھے ہمارے آقا کی محنت موجود ہے لہٰذا اگر دین کے راستہ میں کوئی تکلیف بھی آ جایئے تو فوراً بددل نہ ہو جانا چاہیے بلکہ اپنے آقا کے سفر طائف کو سامنے رکھ لیں ہر تکلیف آسانی

میں تبدیل ہو جائے گی۔

دیکھو حضور علیہ السلام اس بات کے مکلف نہیں تھے کہ پہلوانوں کے ساتھ کشتیاں کر کے دین پھیلائیں اگر آپ کشتی نہ فرماتے رکانہ وغیرہ کے ساتھ تو کیا اللہ نے پوچھ گچھ کرنی تھی کہ کشتی کیوں نہیں کی۔ جو کام آپ کی ذمہ داریوں میں سے نہ تھے ان کو بھی ذمہ داریاں بنالیا اور ہم نے ذمہ داریوں کو بھی بھلا دیا اسی لیے آج ننانوے فیصد مسلمان نماز نہیں پڑھ رہے اگر ہم میں سنت رسول کی پیروی کا سچا جذبہ ہوگا تو یقیناً کافر بھی مسلمان ہوں گے اور اگر صرف تقریر کرنے یا سننے کی حد تک ہی رہیں گے تو مسلمانوں کو بھی دین سے دور کر دیں گے۔

* * *

اللّٰہ وَلِیُّ التَّوفِیق

عباسی ۱۴۲۲

نِعمَ المَولیٰ وَنِعمَ الرَّفِیق

﴿۵۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (بھیجے گئے) ہیں

(متفق علیہ)

کلمہ کی انگلی اور درمیان والی انگلی کو ملا کر حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا تا کہ سادہ سے سادہ بندہ بھی سمجھ جائے کہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا حیرت ہے ان پڑھے لکھے جاہلوں پر کہ جن کی عقل پہ پردے پڑ گئے اور حضور علیہ السلام کا دامنِ رحمت چھوڑ کر مرزا قادیانی کے چرنوں میں گھس گئے۔

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

فرمایا جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان انگلی کوئی نہیں میرے اور قیامت کے درمیان نبی کوئی نہیں، یہی دین قیامت تک رہے گا۔ معلوم ہوا آپ کے مبعوث ہونے سے لے کر قیامت تک آپ ہی کا زمانہ ہے جیسا کہ ہر مکان و علاقہ آپ کی نبوت و رسالت کے احاطہ میں ہے۔

لا مکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہر بار وضاحت کرنی پڑتی ہے تا کہ مرزائی دھوکہ بازی نہ کر سکیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نہ نبوت سے معزول ہو کر تشریف لائیں گے نہ ہی اس زمانے کے نبی و رسول بن کر تشریف لائیں گے۔ نہ ہی کوئی قاعدہ ہے کہ اگر ایک نبی کے زمانے میں دوسرا آ جائے تو ایک کی نبوت سلب ہو جاتی ہے ایک ایک وقت میں تیں تیں اور ستر ستر انبیاء کرام بھی دنیا میں موجود رہے۔

اس حدیث کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہم قیامت کے بہت زیادہ قریب ہیں جیسے کلمہ کی

انگلی درمیانی انگلی کے قریب تر ہے لہٰذا امت کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ قیامت کی تیاری میں مصروف رہو ظاہر بات ہے قیامت یاد رہے گی تو اللہ و رسول کی اطاعت اور نفس و شیطان سے دور ہونے میں آسانی رہے گی۔ بدعملی اور فحاشی و عریانی جو مسلمانوں میں پائی جاتی ہے شاید اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ قیامت پر ایمان کمزور ہو گیا ہے ورنہ معمولی افسر جو ہم جیسا ہی ہوتا ہے صرف عہدے کا فرق ہے تھانہ میں بلائے تو بھاگتے جاتے ہیں اور اللہ کے گھر سے پانچ وقت حی علی الصلوۃ کی صدا بلند ہو اور ہم ٹس سے مس نہ ہوں حالانکہ معلوم ہے قیامت کو اس بارگاہ میں پیش ہونا ہے کہ یہ معمولی افسر کیا شے ہیں ساری دنیا کے بادشاہ بمعہ نمرود و فرعون کھڑے ہوں گے حکم ہوگا لمن الملک الیوم کوئی دم نہ مار سکے گا اللہ خود ہی فرمائے گا للہ الواحد القھار۔

ایک بزرگ کا واقعہ:

اس گئے گذرے دور میں بھی کچھ اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ جن پہ انسانیت کو فخر ہے چند دن ہوئے ایک بزرگ نے آنکھوں کا اپریشن کروایا ڈاکٹر نے کہا سجدہ نہیں کرنا، چودہ دن اشارے سے نماز پڑھنی ہے انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا پہلے ایک دو دن تو گھر والوں نے سمجھا شاید روٹی چباتے آنکھوں کو تکلیف ہوتی ہو گی لیکن جب کئی دن گذر گئے تو انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ ڈاکٹر نے تو سجدہ کرنے سے منع کیا ہے نہ کہ کھانا کھانے سے۔ تو انہوں نے جو جواب دیا دل کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے فرمایا ''جس کو سجدہ نہ کرسکوں اس کا رزق کھاتے ہوئے شرم آتی ہے''۔

چند دن اگر کتے کو لقمہ ڈالتے رہو اور چند دنوں کے بعد وہ لقمہ کھا رہا ہو بھوک لگی ہوئی ہو آپ اس کو بلائیں تو دوڑتا آئے گا دُم ہلا کر آپ کے پاؤں چاٹنے لگے گا لیکن کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں کہ فارغ بیٹھ کر گپیں مار رہے ہیں اور رب کے گھر سے آواز آتی ہے حی علی الصلوۃ آؤ نماز کی طرف تو فارغ بیٹھے ہوؤں کو آ کر سجدہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی تو پھر اچھا کون ہوا کتا کہ ہم؟ ہم ہی ہوئے کیوں کہ فیصلہ جو ہم نے خود ہی کرنا ہے۔

؎ وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

آج مسلمانوں کے دل ایسے سخت ہو چکے ہیں کہ قرآنی آیات اور عبرت انگیز واقعات کو سن کر بھی مذاق اُڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ خوف خدا سینوں سے رخصت ہو چکا ہے (من یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطنا فهو له قرین (القران) جو ہمارے ذکر سے دور رہ کر زندہ رہا ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا دوست بن جاتا ہے) آیۃ قرآنیہ کا پورا مصداق بن گئے ہیں حالانکہ ایمان نام ہی خوف و امید کی درمیانی کیفیت کا ہے ایک حدیث سنیے اور اپنا احتساب کیجیے کہ ۔ وہ تھے کس منزل میں اور ہم کون سی منزل میں ہیں۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت جاء رجل فقعد بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان لی مملوکین یکذبونی و یخونونی و یعصونی واشتمهم واضربهم فکیف انا منهم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیمة یحسب ما خانوک و عصوک و کذبوک و عقابک ایاهم فان کان عقابک ایاهم بقدر ذنوبهم کان کفا فالا لک ولا علیک و ان کان عقابک ایاهم دون ذنبهم کان فضلا لک و ان کان عقابک ایاهم فوق ذنوبهم اقتص لهم منک الفضل فتنحّی الرجل و جعل یهتف و یبکی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اما تقرء قول الله تعالیٰ و نضع الموازین القسط لیوم القیمة فلا تظلم نفس شیئًا و ان کان مثقال حبة من خردل اتینا بها و کفی بنا حاسبین فقال الرجل یا رسول الله ما اجد لی و لهؤلاء شیئا خیر امن مفارقتهم اشهدک انهم کلهم احرار۔ رواه الترمذی۔ مشکوۃ ص۴۸۶-۴۸۷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک بندہ آیا اور حضور علیہ السلام

کے سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میرے غلام مجھے جھٹلاتے بھی ہیں، خیانت بھی کرتے ہیں، نافرمانی بھی کرتے ہیں اس وجہ سے پھر میں ان کو بُرا بھلا بھی کہہ لیتا ہوں اور مار بھی لیتا ہوں میرا یہ عمل کہاں تک درست ہے آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو انہوں نے جو تیرے ساتھ خیانت کی تیری نافرمانی کی اور تیری تکذیب کی اس کے درمیان اور جو تو ان کو سزا دیتا رہا اس کے درمیان موازنہ ہوگا اگر تیری سزا ان کے جرائم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر ہوگا نہ تجھے کوئی نقصان نہ فائدہ۔

اور اگر تیری سزا ان کے گناہوں سے کم ہوئی تو جتنی کم ہوگی اتنا تجھے اجر ملے گا اور اگر تیری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوئی تو جتنی زیادہ ہوگی تجھ سے بدلہ لیا جائے گا (بس بدلے کی بات سنی تو خوف خدا سے وہ بندہ مجلس سے علیحدہ ہو کر چیخیں مار کے رویا آپ نے ارشاد فرمایا کیا تو نے اللہ کا فرمان نہیں پڑھا ''اور ہم قیامت کے دن عدل کا ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو گی اعمال میں سے) تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب لینے کے لئے۔

بعض لوگ خود دین دار ہوتے ہیں اولاد کی پرواہ نہیں کرتے کہتے ہیں جی ہم تو نماز پڑھتے ہیں اولاد نہ پڑھے تو ہم کیا کریں حالانکہ وہی اولاد اگر کھانا وقت پہ نہ دے۔ ناشتہ نہ تیار کرے۔ کپڑے استری نہ کرے تو بولتے بھی ہیں مارتے پیٹتے بھی ہیں لیکن نماز نہ پڑھنے پر کبھی نہیں ڈانٹا بلکہ پوچھا تک کبھی نہیں کہ بیٹا! آج کتنی نمازیں پڑھی ہیں ہاں یہ پوچھتے ہیں آج کام پہ کیوں نہیں گیا؟ آج کی کمائی کدھر ہے؟ آج کیا پکا ہے؟ حالانکہ نماز نہ پڑھنے والی اولاد کو سزا دینے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ حکم ہے **واضربوھم اذا بلغوا عشرا** کہ اگر اولاد دس سال کی ہو جائے تو صرف زبان سے کہنا کافی نہیں ان کو مار کے نماز پڑھاؤ۔ بات بات پہ گھر میں ناراض ہو جاتے ہیں کبھی نماز نہ پڑھنے والوں کی وجہ سے ایک آدھ دن کے لئے کھانا پینا چھوڑ دیا ہوتا تاکہ پتہ چلتا۔ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے۔

اور سنو صرف خود نمازی یا دین دار بننا کافی نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ (التحریم)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

اور حدیث شریف میں ہے **کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته** تم میں سے ہر کوئی اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے افسر سے ماتحتوں کے بارے پوچھا جائے گا کہ کہاں تک اس نے تمہیں دیندار بنانے کی کوشش کی والدین کو اولاد کے بارے یہی پوچھا جائے گا۔ کیا منظر ہوگا کہ خود نمازی اور حاجی گھر والوں کو نیکی کی تلقین نہ کرنے کی وجہ سے اور مذکورہ حکم خدا پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے نماز وحج کے باوجود دوزخ میں جارہا ہوگا۔

حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اوحى الله عزوجل الى جبرئيل عليه السلام ان اقلب مدينة كذا و كذا اهلها قال فقال يا رب ان فيها عبدك فلانا لم يعصك طرفة عين قال فقال اقلبها عليه و عليهم فان وجهه لم يتمعر في ساعة قط۔ (بیہقی، مشکوۃ ص ۴۳۸)

حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں شہر کو اُلٹ دیا جائے کیوں کہ وہ نافرمان ہیں عرض کیا وہاں تو ایک بندہ ایسا بھی رہتا ہے جس نے کبھی تیری نافرمانی نہیں کی فرمایا اس پر پہلے عذاب نازل کر کہ ساری بستی نافرمان ہے اور اس کو میری اتنی نافرمانیاں دیکھ کر بھی سکون کی نیند آتی رہی اور اس کے چہرے کا رنگ متغیر نہ ہوا۔

مسلمانو! ہوش کرو

آج ہم ایک بیماری کا علاج کرتے ہیں تو وہ تو ٹھیک نہیں ہوتی ساتھ دوسری لگ جاتی ہے گناہ کرتے ہیں سکون کی تلاش کے لئے لیکن گناہ میں سکون کہاں الٹا خدا اور رسول کی نافرمانی کا روگ لگ جاتا ہے نتیجہ صاف ظاہر ہے

؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

بھلا اللہ و رسول کو ناراض کر کے سکون کیسے ملے۔ اسی طرح سکون ہی کے لئے حرام

کماتے ہیں۔ دن رات ایک ہی دُھن ہے پیسہ ہو چاہے کیسا ہو حلال کا ہو یا حرام کا جائز ہو یا ناجائز پیسے کے لیے دردر کی ٹھوکریں کبھی دوسرے ملکوں میں جا کر ذلیل ہو رہے ہیں کبھی اپنے ہی ملک میں راتیں لگ رہی ہیں اوور ٹائم لگائے جا رہے ہیں پھر بھی پوری نہیں پڑتی پہلے سُنا کرتے تھے کہ ایک کمانے والا ہوتا سارا خاندان سکون سے گذارا کرتا اب سارا خاندان کماتا ہے پھر بھی ہوس ہے کہ ختم ہونے کو نہیں آتی، سکون نہیں ہے یہ تو کہتے ہیں رزق حلال عین عبادت ہے لیکن جو عین عبادت ہے (نماز) اس کی پرواہ نہیں مزدور آدمی بھی ساری رات کام کرتا ہے اور جب صبح نماز کا وقت آتا ہے تو یہ نہیں خیال کرتا کہ ساری رات اپنے لیے جاگتا رہا اب خدا کے لئے صبح کی نماز ہی پڑھ لوں ؎ وہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اس طرح تو حلال کمائی بھی حرام ہو جاتی ہے۔ پیٹ میں ایسا رزق آگ کے شعلے بن جاتا ہے جس سے سکون ملنا تھا وہ کام تو ہم نے کیا ہی نہیں وہ کیا ہے آؤ اپنے رب سے پوچھیں، وہ فرماتا ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**

؎ نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
دلوں کو چین ملتا ہے خدا کو یاد کرنے سے

بڑے بڑے خوبصورت بنگلے، کوٹھیاں جن کے باسی خدا کے ذکر سے غفلت و دوری کے سبب جہنم کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ پریشانی دور کرنے کے لئے کبھی سینمے جا رہے ہیں کبھی تاش کی بازی لگ رہی ہے کبھی جوا چل رہا ہے ظلم کی انتہا نہیں تو کیا ہے رمضان کا روزہ نبھانے کے لئے قرآن پڑھنے کی بجائے تاش کھیلا جاتا ہے تاکہ روزہ نبھ جائے۔ جوئے میں لوگ بیوی بچے اور رہائش کا مکان ہار رہے ہیں شیطان نے ایسا ورغلا رکھا ہے کہ آدھا گھنٹہ مسجد میں گذارنا قیامت لگتا ہے اور تین تین گھنٹے سینما میں گذارتے ہوئے کوئی شرم نہیں آتی جمعہ کا خطبہ اگر پانچ منٹ لمبا ہو جائے تو مرنے لگتے ہیں اور چھ چھ گھنٹے بلکہ ساری ساری رات گلیوں، چوکوں اور ہوٹلوں پہ بیٹھ کر گپیں مارتے رہتے ہیں۔ قرآن وسنت کے مسائل کا درس پانچ منٹ کا بھی ہو تو بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں مگر جھوٹ غیبت اور یاوہ گوئی، لطیفے بازی کے لئے زندگیاں وقف کر رکھی ہیں، صبح اُٹھ کر آدھا پارہ قرآن پڑھتے ہوئے جان نکلتی ہے اور سارا دن گانے سُن سُن کر روح کی غذا حاصل ہو رہی ہے حدیث شریف میں ہے **الغناء تنبت النفاق فی القلب کما**

ینبت الماء الزرع (مشکوۃ) گانے دل میں ایسے نفاق پیدا کرتے ہیں جیسے پانی کھیتی پیدا کرتا ہے اور وہ قرآن جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے **و اذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا** کہ جب قرآن کی آیات کی تلاوت ہوتی ہے تو اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اس قرآن کو صرف مُردوں کے لئے رکھا ہوا ہے کہ کوئی مرے گا تو یٰسین پڑھ لیں گے اقبال نے کیا خوب کہا۔

؎ بایاتش ترا جز کارے ایں نیست
کہ از یٰسین اُو آسان بمیری

کہ تجھے اب قرآن سے اس سے زیادہ تعلق نہیں رہا کہ اس کی یٰسین سے آسانی کے ساتھ مر جائے گا۔ قرآن ہم سے شکوہ کُناں ہے۔

قرآن کی فریاد

؎ طاقوں میں سجایا جاتا ہوں — آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں — دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جُزدان حریر ریشم کے — اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے — خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو — کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں — اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لئے — تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے — ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں
دل نور سے خالی رہتے ہیں — آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسے میں — پڑھ پڑھ کے سُنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے — سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
ایک بار ہنسایا جاتا ہوں — سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے — قانون پہ راضی غیروں کے

یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں میرا ذکر نہیں کس عُرس پہ میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا تو کوئی مظلوم نہیں

(ماہرالقادری)

ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اسلام قبول کرنے کے بعد جب قرآن کھولتا ہے تو هذا كلام ربي هذا كلام ربي "یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے" کہتے کہتے بے ہوش ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم) غیر مسلم اس کلام کی تعریف کر رہے ہیں اور مسلمان اس کی برکات سے محروم ہو رہے ہیں۔ مسجد مدرسہ اور خیر کے کاموں میں چند ٹکے خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے اور فضول خرچیوں، شادی غمی اور تیل مہندیوں پہ لاکھوں بھی خرچ ہو جائیں پرواہ نہیں۔

مسلمانو!

؎ گر تم ہی نہ سنو گے تو پھر کون سُنے گا
یہ دل کی صدائیں ہیں میری آواز نہیں ہے

وقت گانے سُننے، ناول پڑھنے، فلمیں دیکھنے سے گذر جائے گا اور درود پڑھنے، قرآن سُننے سے بھی گذر جائے گا تو پھر کیوں نہ اس کو شیطان کی پیروی میں ضائع کرنے کی بجائے غلامی رسول میں گذارا جائے۔

؎ عمر اک دن ہو کہ سو سال گذر جاتی ہے
دوش پہ کمبل ہو یا پھر شال گذر جاتی ہے
گر امیروں کی با قبال گذر جاتی ہے
پھر فقیروں کی بہر حال گذر جاتی ہے

وقت کی قدر کرو

زندگی کا ایک ایک لمحہ نو لکھے قیمتی ہار کی طرح ہے اللہ نے ساری دنیا کو قلیل فرمایا ہے اور وقت کی قسم اُٹھائی ہے و العصر۔ ہار گم ہو جائے تو کس قدر بے چین ہو جاتے ہیں حالانکہ دوبارہ مل بھی سکتا ہے وقت گذر جائے تو لاکھوں ہار بھی خرچ کر دو واپس نہیں آئے گا اس کی قدر کرو۔

اگر زندگی بھر کا خلاصہ، گرینڈ ٹوٹل اور اصل کمائی ایک کچی پکی قبر اور مٹی کی اک ڈھیری ہی ہے تو پھر یہ سب ہنگامہ کیا ہے رشوت لینا، ملاوٹ کرنا، نئی نئی پارٹیاں بنانا، پرانی پارٹیاں نئی میں ضم کر دینا، خوشامد، چمچہ گیری، خواب فروشی، عہدوں کے حصول کے لئے بے شرمیاں، بے اصولیاں، پوسٹنگو اور ٹرانسفرز کے لئے جوڑ توڑ اور نتیجہ؟ صفر+صفر+صفر=0۔

کسی نے کہا "بہت کمزور ہو۔ کھاؤ پیو جان بناؤ" جواب ملا "قبر کے کیڑوں کے لئے جسم پر اتنا ماس بھی بہت ہے"۔

پوچھا "اے قبرستان میں رہنے والے! تو آبادی میں کیوں نہیں رہتا؟ تو جواب آیا "آبادی تو یہاں منتقل ہو رہی ہے، میں وہاں جا کر کیا کروں"۔

اکثر سوچتا ہوں کہ اگر دو گز زمین ہی کافی ہے اور کفن کے ساتھ جیب بھی نہیں ہوتی تو دنیا کیا کرتی پھرتی ہے۔ اکثر سوچتا ہوں لیکن جب کسی اپنے کو قبر میں اتارنے کا مرحلہ آتا ہے تو یہ سوچ روح تک میں سرایت کر جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام نے جو دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا میں اور قیامت ایسے ہیں اپنے نبی کے اشارے کو سمجھو **الانسان تکفیه الاشارة** انسان کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیانو الی انگلی کلمہ کی انگلی سے ذرا اونچی ہے مگر ہے بہت قریب ایسے ہی قیامت ہمارے بعد ہے مگر ہے بہت قریب۔ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری ہی علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔ اگر ہماری حالت یہی رہی کہ

ے خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں
خیالِ رزق ہے رازق کا کچھ خیال نہیں

تو خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک سونے میں قیامت کی نذر ہو جائیں اور توبہ کی مہلت بھی نہ مل سکے اور ہاتھ ملتے رہ جائیں، آنکھیں کھلی کی کھلی رہیں دل کی دھڑکن بند ہو جائے، زبان پہ کلمہ جاری ہونے کی بجائے یہ ہو کہ۔

ے کیا اس لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

* * *

﴿۵۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ

میں رحمت ہوں رب کا ہدیہ ہوں

(مشکوٰۃ ص ۵۱۸۔ سنن دارمی۔ دلائل النبوۃ)

اس فرمانِ عالی میں حضور علیہ السلام کی امت کی بہت عزت افزائی ہے کیوں کہ ہدیہ تحفہ عام بندے کو نہیں دیا جاتا بلکہ اپنے پیاروں اور خاص الخاص (اخص الخواص) کو دیتے ہیں اور جتنا کوئی زیادہ پیارا ہو اتنا بڑا تحفہ دیا جاتا ہے تو اللہ نے حضور علیہ السلام کی ذات کا تحفہ (کہ جس سے بڑا تحفہ متصور ہی نہیں ہے) اگر دیا ہے تو کسی اور کو نہیں اس امت کو دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس امت سے زیادہ اللہ کو کوئی امت پیاری نہیں ہے۔

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

امت کو چاہیے کہ یہ تحفہ ملنے پر اپنے پروردگار کی بندگی کر کے خدا کا شکر ادا کرتی رہے اور اپنے نبی پر کثرت سے درود شریف پڑھ کر اپنے پیارے نبی کا شکریہ ادا کرتی رہے **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ**

؎ وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

اسی موقع کے لئے ہی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا

؎ ربِ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ دائم درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الاطہار واصحابہ الاخیار وسلم وبارک علیہ

* * *

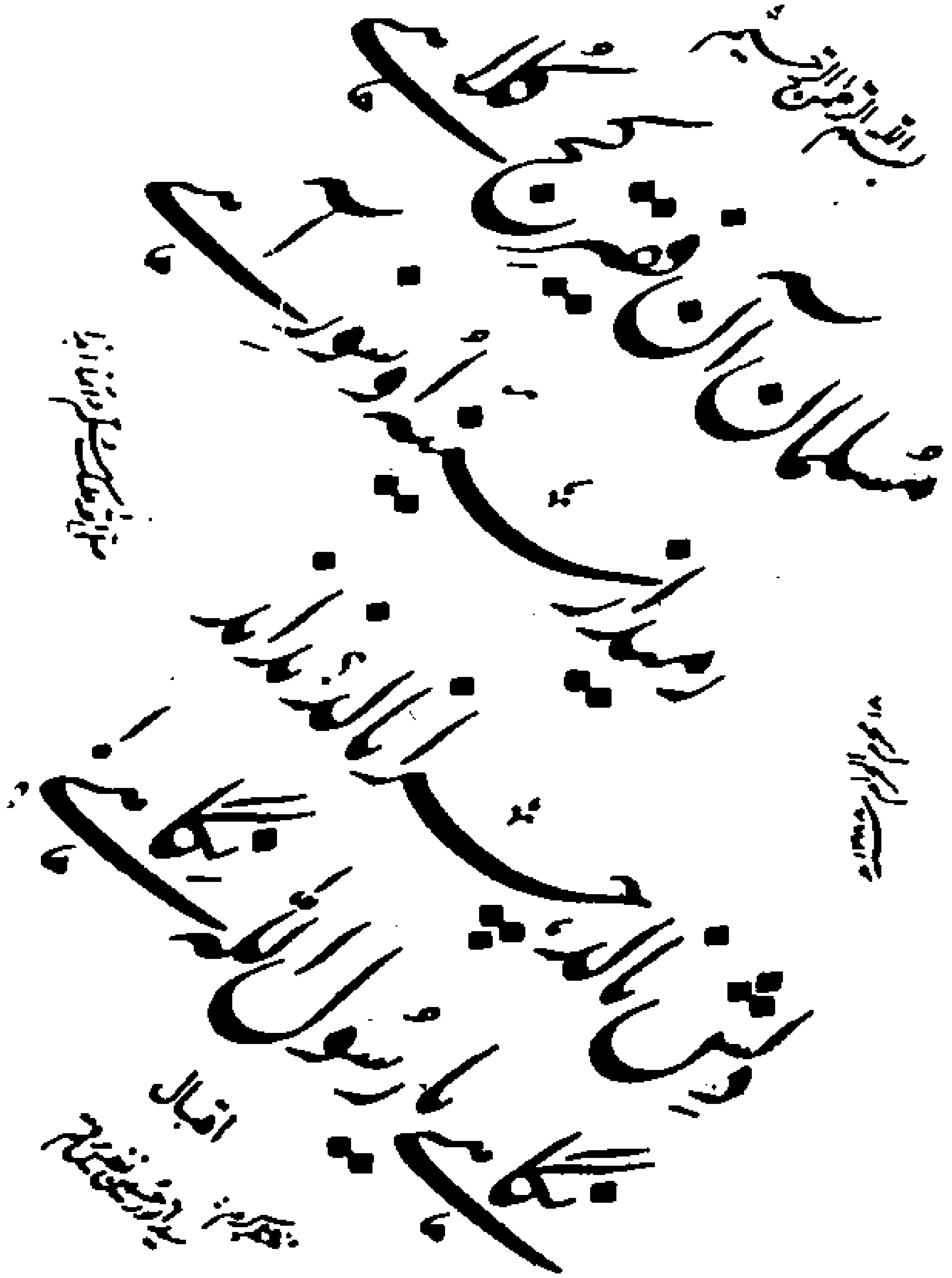
بسم اللہ الرحمن الرحیم
مسلمان آن فقیرے کج کلاہے
رمید از سینۂ او سوز آہے
دلش نالد چرا نالد نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے
اقبال

﴿۵۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا بَشَرٌ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُوْنَ فَاَيُّ امْرِیٔ لَّعَنْتُهٗ اَوْ سَبَبْتُهٗ فَاجْعَلْهُ لَهٗ رَحْمَةً وَّمَغْفِرَةً

میں بشری صفات سے موصوف ہوں غضبناک ہو جاتا ہوں جسطرح دوسرے لوگ غصے میں آجاتے ہیں لہٰذا (اے اللہ! غصے کی حالت میں) مَیں جس پر لعنت کروں یا بُرا بھلا کہہ دوں تو اس لعنت اور سب وشتم کو اس کیلئے رحمت اور بخشش بنا دے

(صحاح ستہ)

اس حدیث میں شفقت ورافت کا مظاہرہ فرمایا گیا جس کی گواہی قرآن مجید میں اس طرح دی گئی۔ ارشاد ربانی ہے۔

عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ (التوبہ)

جو چیز تمہیں تکلیف میں مبتلا کرے وہ حضور علیہ السلام پر شاق گذرتی ہے وہ تمہاری بہتری اور ہدایت پر حریص ہیں مؤمنین کے لیے خصوصی رافت ورحمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

اس شفقت ورحمت کا مظاہرہ کبھی اعمال میں اس طرح بھی فرمایا **لو لا ان اشق علی امتی لا مرتھم بالسواک عند کل صلوۃ** ۔ اگر میں اپنی امت پہ مشکل نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ عشاء کی نماز کے بارے بھی ایسا ہی فرمایا کہ اگر امت کی تکلیف کا احساس نہ ہوتا تو دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔ تراویح کی نماز باجماعت ہمیشہ ادا نہ فرمائی تا

کہ میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔ صوم وصال سے امت کو منع فرمادیا تاکہ کمزوری کا شکار نہ ہو جاؤ شیخ سعدی نے اسی موقع کے لئے فرمایا۔

بے داد تو عدل است جفائے تو کرامت
دشنام تو خوشتر کہ زبیگانہ دعائے

بخاری ومسلم میں مذکورہ حدیث کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں اے اللہ! مجھ سے وعدہ کر اور ایسا کر کہ اس کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرے گا آخر میں بھی ایک بشر ہوں تو جس مسلمان کو میں گالی دوں یا سزا دوں، لعنت کروں یا کوڑے ماروں تو اس کے لئے اس کو دعا، پاکیزگی اور قربت کا باعث بنادے کہ قیامت کو اپنے قریب کرلینا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے وقت جہاں دوسرے بے شمار حیرت انگیز عجائب دیکھے وہاں یہ بھی دیکھا کہ ایک عظیم بادل ہے جس سے یہ آواز آرہی ہے۔

واعطوه صفاء ادم، و خلة ابراهيم و لسان اسماعيل، و بشرىٰ يعقوب و جمال يوسف و صوت داؤد و صبر ايوب و زهد يحيٰ و كرم عيسىٰ عليهم السلام۔ (الخصائص الکبریٰ ۱: ۴۷-۴۸)

اس نبی کو آدم کی صفوت، نوح کی رقت، ابراہیم کی خُلت و دوستی، اسماعیل کی زبان، یعقوب کی بشارت، یوسف کا حسن، داؤد کی آواز، ایوب کا صبر، یحیٰ کا زہد اور عیسیٰ کی سخاوت دے دو۔ علیہم السلام۔

بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید کی وہ آیات بینات جن میں حضور علیہ السلام کی بشریت کا ذکر ہے اور مذکورہ حدیث شریف کی آڑ میں بعض بدباطن توہین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی بشریت کو بیان کر کے عظمت مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بشریت کا کوئی بھی منکر نہیں جب کہ وہ لوگ نورانیت کو بیان کرنے سے گھبراتے ہیں اور کبھی کلیتہً نورانیت کا انکار بھی کر دیتے ہیں اور اہل سنت حضور علیہ السلام کو مکمل بشر اور سراپا نور مانتے ہیں۔ جب کسی کی عظمت معلوم کرنی ہو تو صرف ایک صفت کو لے کر عظمت کا پتہ نہیں چلتا ذات وصفات کا مجموعہ پوری عظمت وشان کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ورنہ تو کوئی کہہ دے اللہ بھی مومن ہم بھی مومن اور **انما المؤمنون اخوۃ** (معاذ اللہ) کیا قرآن میں یہ ساری بات نہیں ہے تو پھر معاذ اللہ کیوں؟ یا اللہ بھی سمیع وبصیر اور انسان بھی **فجعلنہ سمیعا بصیرا** تو کیا برابری ہوگئی؟ جیسے یہ لوگ کہتے ہیں حضور بھی بشر ہم بھی۔ ان کے بھی دو ہاتھ ہمارے بھی وہ بھی کھاتے تھے ہم بھی اگر یہی بات ہے تو حضور علیہ السلام کی جگہ پہ ابو جہل۔ ابولہب کا نام لکھ کر پھر نتیجہ نکال کہ لہٰذا ہم اور ابو جہل برابر ہو گئے۔ تو جب یہ پسند نہیں تو وہ کیوں پسند۔ (ایک مناظرے میں اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی کفریہ عبارت زیر بحث تھی ہمارے مناظر نے فرمایا کہ اگر تم کہو کہ حکیم الامت صاحب کو سارا کا سارا علم، ہر چیز، ذرے ذرے کا تفصیلی علم تھا تو کیا ان کے لئے یہ مانتے ہو مد مقابل کہنے لگا ہم ہرگز ایسا نہیں مانتے تو ہمارے مناظر نے کہا پھر کلی نہ ہوا تو جزوی ہوا یعنی بعض کا، کہنے لگا ہاں تو سنی مناظر نے کہا پھر اس میں ان کی کیا خصوصیت؟ ایسا علم تو پاگلوں۔ بچوں جانوروں کتے خنزیر کو بھی ہے۔ مد مقابل غصے میں آ گیا کہ ہمارے بزرگ کی توہین ہوئی ہے کیوں کہ ان کے علم کو کتے خنزیر سے ملا دیا تو سنی مناظر کہنے لگا جمیع بہائم کے اندر تمام جانور شامل نہیں ہیں اور جانوروں میں کتا خنزیر نہیں آتا تو ظالمو! جو لفظ امام الانبیاء کے لئے بولتے ہو اور توہین نہیں مانتے ہو وہی لفظ اگر اس کہنے والے کے متعلق کہہ دیا جائے تو کیسے توہین ہو گئی)۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر چیز بے مثال ہے

بہر حال جملہ معترضہ کے طور پر یہ واقعہ آ گیا دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا تمہارے ہاتھ ان ہاتھوں جیسے ہیں بھی کہ نہیں ان ہاتھوں کی ایک انگلی کے ایک پورے کی شان تو یہ ہے کہ چاند کو اشارہ کریں تو ٹکڑے ہو کر زمین پہ آ جائے۔ تمہارے بال کٹ کر گندی نالیوں میں بہہ جائیں حضور علیہ السلام کے بال کٹیں تو صحابہ کرام تبرک کے طور پر سنبھال کر رکھیں اور حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں مجھے ہر جنگ میں فتح ہی حضور علیہ السلام کے بال مبارک کی برکت سے ہوئی جو

آپ نے ٹوپی میں سیا ہوا تھا۔

اور خاندان ولی اللّٰہی سے پوچھو کہ جس گھر میں حضور کے بال مبارک ہوں فرشتوں کے درود و سلام کی آوازیں آئیں اور وہ بال دھوپ میں کیا جائے تو بادل فوراً سایہ فگن ہو جائے یہ تو صرف بال کی بات ہے آپ کے ہر عضو کے علیحدہ فضائل ہیں۔ آپ کا ہر عضو بے مثال ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اعضائے جسمانی کے لحاظ سے ہم ان کی مثل نہیں ہو سکتے۔

احکام شرع اور حضور علیہ السلام

اگر کہو احکام شرع کے لحاظ سے ہم آپ جیسے ہیں تو یہ بھی غلط۔ اس لیے کہ ان کا کلمہ **انی رسول اللہ**۔ ذرا تم بھی ایسا کہہ کے دیکھو کہ ایمان سے ہی خارج ہو جاؤ گے تم مر جاؤ (خدا کرے مر ہی جاؤ) تو وراثت تقسیم، بیوی عدت کے بعد نکاح کر لے نبی کی نہ وراثت تقسیم ہو نہ ان کی وفات کے بعد ان کی بیویاں آگے نکاح کر سکیں۔ ہم قانون کے پابند ہیں قانون جنبش لب مصطفیٰ کا پابند۔ وہ چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کریں تم نہیں کر سکتے۔ ان پہ نماز تہجد فرض تم پہ نہیں۔ وہ سو جائیں وضو برقرار تم سو جاؤ تو وضو فرار۔ وہ حلال و حرام کرنے کا اختیار رکھنے والے **و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث** آپ **محلل** بھی ہیں **محرم** بھی، تمہیں اللہ فرمائے **ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام**۔

اپنی زبان سے ایسے ہی کسی چیز کو حلال کسی کو حرام نہ کہتے پھرو۔ نہ تمہارے حلال کہنے سے حلال ہو گی نہ حرام کہنے سے حرام ہو گی (کیا پدی کیا پدی کا شوربا) ثابت ہوا احکام شرع میں بھی حضور ہم جیسے نہیں۔

حضور علیہ السلام کا کھانا پینا

اگر کہو کھانے پینے میں ہم جیسے ہیں وہ بھی کھاتے تھے ہم بھی کھاتے ہیں تو بات پھر وہیں پہ آ گئی ابوجہل ابولہب بھی تو کھاتا پیتا تھا جانور بھی تو کھاتے پیتے ہیں۔ سنو! بات یہ ہے ہم کھانے پینے کے محتاج ہیں نہ کھائیں تو مر جائیں اور اللہ کے نبی کھانے پینے کے محتاج نہیں خود فرمایا **یطعمنی ربی و یسقینی** میں اپنے رب کے پاس راتیں گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی

ہے پلاتا بھی ہے۔ اسی لیے تو صوم وصال سے صحابہ کو منع فرما دیا۔ اور سرکار نے کھایا اس لیے نہیں کہ بغیر کھائے گزارا نہ تھا بلکہ اس لیے کھایا پیا تا کہ ہمیں کھانے پینے کا طریقہ آ جائے اور کھانا پینا ہمارے لیے سنت بن جائے ورنہ تو جانور بھی کھاتا ہے لیکن ہم سنت کا تصور کر کے کھائیں گے تو پیٹ بھی بھر جائے گا سنت کا ثواب بھی مل جائے گا (سانپ بھی مر گیا لاٹھی بھی بچ گئی) اور پھر جتنا حضور نے ساری عمر کھایا غالباً سولہ سترہ سیر کل اناج بنتا ہے اتنا تو مولوی صاحب شاید ناشتہ ہی کر جاتے ہوں گے کیوں کہ ؎ شکم درویشاں تنور خدا است۔

اسی لیے مولانا روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا

؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
ایں خورد گردد پلیدی زو جُدا
واں خورد گردد ہمہ نور خدا

پاک لوگوں کا معاملہ اپنے پر قیاس نہ کیا کرو اگرچہ شیر (جانور) اور شیر (دودھ) لکھے ایک ہی طرح جاتے ہیں (لیکن ایک بندے کو کھا جاتا ہے دوسرے کو بندہ پی جاتا ہے) تم کھاؤ تو پلیدی بن کر تم سے جُدا ہو جائے حضور کھائیں تو سارا کا سارا نور خدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ آپ کا بول و براز بھی پاک۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فضلاتِ مبارکہ

چنانچہ صحابی کہتے ہیں میں حضور علیہ السلام کی قضائے حاجت والی جگہ پہ گیا تو مجھے وہاں صرف تین ڈھیلے ہی نظر آئے جن میں ذرا سی نمی موجود تھی اور ان سے خوشبو کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔

فاخذ تهن فاذا بهن يفوح منهن روائح المسك فكنت اذا جئت يوم الجمعة المسجد اخذ تهن فى كمى فتغلب رائحتهن روائح من تطيّب و تعطر۔ شرح شفا،۱:۱۶۲ از زرقانی۔

میں نے انہیں اُٹھایا تو ان سے کستوری کی خوشبو مہک رہی تھی۔ پھر میں ہر جمعہ کو

مسجد میں آتے ہوئے انہیں اپنی آستین میں رکھ کر ساتھ لے آتا۔ پس ان کی خوشبو ہر اس شخص کی خوشبو پر غالب آجاتی جو بھی خوشبو یا عطر لگا کر آیا ہوتا۔

حضرت ام ایمن حضور علیہ السلام کی خادمہ نے رات کو سخت پیاس کی وجہ سے پانی کی ضرورت محسوس کی تو حضور علیہ السلام کے بستر مبارک کے نیچے پیالے میں خوشبودار صاف وشفاف پانی پایا انہوں نے پی لیا۔ ذائقہ نہایت شیریں تھا۔ صبح حضور علیہ االسلام نے فرمایا ارے وہ تو پانی نہیں تھا۔

فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال اما انک لا یفجع بطنک بعدہ ابدا۔

(مستدرک حاکم ۴:۶۳)

حضور علیہ السلام اتنا ہنسے کہ داڑھیں مبارک ظاہر ہوگئیں پھر فرمایا تیرا پیٹ آیندہ کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا۔

شرح شفا میں ان الفاظ کا اضافہ ہے **لن تلج النار بطنک** تیرا پیٹ کبھی آگ میں نہیں جائے گا۔

الخصائص الکبریٰ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا حضور آپ بیت الخلا تشریف لے جاتے ہیں جب واپس تشریف لاتے ہیں تو آپ کے بعد بیت الخلا جانے والے نے کبھی آپ کا براز مبارک نہیں دیکھا

فقال یا عائشۃ اما علمت ان اللہ امر الارض ان تبتلع ما خرج من الانبیاء۔ (ج اص ۷۱)

اے عائشہ! تو جانتی نہیں اللہ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیاء کے جسموں میں سے جو کچھ نکلے اس کو نگل لے۔

اس روایت کو مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی امداد الفتاویٰ میں قابل حجت گردانا دمانا ہے۔ تو جب بول و براز پاک وخوشبودار ہوئے تو خون مبارک بھی پاک وخوشبودار ماننا پڑے گا چنانچہ

قاضی عیاض الشفاء، ۱: ۶۴ پہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کا خون مبارک احد کے دن چوسا اور پی لیا تو سرکار نے فرمایا **لن تصیبه النار** ۔ کہ جہنم کی آگ اسے نہیں چھوئے گی۔ ملا علی قاری نے شرح شفا میں مزید لکھا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت مالک بن سنان کو خون اطہر چوستے دیکھ کر فرمایا **من مس دمه دمی لم تصبه النار** ۔ جس کے خون سے میرا خون مس ہو گیا اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی گئی۔ (شرح شفا ملا علی قاری ۱:۱۶۱)

امام زرقانی نے بھی اس واقعہ کی ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا **من ارا د ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی هذا** جس نے جنتی کو دیکھنا ہو وہ اس (مالک بن سنان) کو دیکھ لے۔ (المواہب اللدنیہ، ۴: ۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ شفا شریف کے اندر موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے پچھنے لگوا کر خون مبارک مجھے دے دیا کہ اس کو محفوظ جگہ پہ بہا آؤ میں نے سوچا میرے پیٹ سے زیادہ محفوظ جگہ کون سی ہو گی چنانچہ میں نے پی لیا حضور علیہ السلام نے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ حضور ایسی جگہ بہایا ہے جہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکے گا حضور علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمایا **ویل لک من الناس و ویل لهم منک** ج ۱ ص ۶۴ لوگوں سے تجھ کو ہلاکت ہے اور تجھ سے لوگوں کو۔ چنانچہ زمانہ ان کی شجاعت و بہادری کی آج بھی داد دیتا ہے ایک روایت میں ہے کہ حضور نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیوں پیا تو انہوں نے عرض کیا اس لیے کہ **ان دمک لا تصیبه نار جهنم فشربته لذالک** بے شک آپ کے خون پر جہنم حرام ہے اس لیے میں نے پیا۔ (زرقانی، ۴: ۳۳۰)

بعد میں کسی نے ابن زبیر سے خون مبارک کے ذائقے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا

اما الطعم فطعم العسل و اما الرائحة فرائحة المسک.

(شرح الشفا، ۱: ۱۶۲)

ذائقہ شہد کی طرح میٹھا تھا اور خوشبو مشک کی طرح خوشگوار۔

امام قسطلانی نے فرمایا جب ابن زبیر کو دشمنوں نے سولی پہ لٹکایا تو بعد از وفات بھی ان

کے منہ سے خونِ رسول علیہ السلام کی خوشبو آ رہی تھی

و بقیت رائحة موجودة فی فمه الی ان صلب.

(شرح مواہب الدنیہ،۴: ۲۳۱)

اسی طرح کتب احادیث میں حضرت ابو عبیدہ۔ حضرت ابو طیبہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے خون اقدس نوش فرمانے کی روایات بھی امام حلبی نے سیرۃ الحلبیہ میں ذکر فرمائی ہیں۔

حضور علیہ السلام کا بھولنا

اگر تم کہو کہ حضور بھی بھول جاتے تھے ہم بھی بھولتے ہیں لہٰذا ایک جیسے ہوئے۔ یہ بات بھی غلط ہے کیوں کہ ہمارے بھولنے اور حضور علیہ السلام کے بھولنے میں بھی فرق ہے کہ ہمارا بھولنا شیطان کی طرف سے ہے اور حضور علیہ السلام کا بھولنا اللہ کی طرف سے ہے۔ ہم بھولتے ہیں اور حضور علیہ السلام بھلائے جاتے ہیں تاکہ بھولنا بھی سنت کے زمرے میں آ کر ثواب کا باعث بن جائے اگر آپ نماز میں نہ بھولتے تو سجدۂ سہو کے مسائل کیسے معلوم ہوتے۔ نماز میں جوتے پہ کوئی کراہت والی چیز لگ جائے تو کیا کرنا ہے اس کا علم بھی حضور علیہ السلام کی بھول سے حاصل ہوا الغرض حضور علیہ السلام کی بھول میں بھی ہزاروں حکمتیں ہیں۔

انما انا بشر مثلکم

جب کسی لحاظ سے بھی امتی نبی جیسا نہیں تو پھر اس آیت کا کیا مطلب۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے جیسے ید اللہ. وجہ اللہ. کا معنی و مفہوم اللہ ہی جانتا ہے ایسے ہی مذکور آیت کا حقیقی مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ خود ارشاد فرمایا یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقه غیر ربی اے ابوبکر! میری حقیقت کو سوا میرے رب کے کوئی نہیں جانتا

؎ محمد سرِّ وحدت ہیں کوئی رمز ان کی کیا جانے
شریعت میں تو بندے ہیں حقیقت میں خدا جانے

اور پھر یہ خطاب بشر مثلکم کا اہل ایمان سے نہیں ہے اہل ایمان کو تو فرمایا ایکم مثلی تم میں سے کون میری مثل ہے اگر بشر مثلکم کا مفہوم وہی ہوتا جو بیان کیا جاتا ہے تو

صحابہ کہہ دیتے حضور ہم سب آپ کی مثل ہیں کیوں کہ قرآن کہہ رہا ہے **بشر مثلکم** لیکن نہیں صحابہ تو کہتے تھے **انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ!** حضور! ہم آپ کی طرح تو نہیں ہو سکتے۔ جو دیکھنے والے ہیں وہ بے مثل مان رہے ہیں اور یہ چودہ سو سال بعد میں آنے والے مثل مثل کی رٹ لگا رہے ہیں۔ جب صحابی آپ کی مثل نہیں تو وہابی کیسے مثل ہو گیا۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ فرمان عاجزی کے طور پر فرمایا گیا جیسے بادشاہ کہے میں تو آپ کا خادم ہوں تو کیا عوام کو حق ہے کہ وہ بادشاہ کو اپنا خادم کہتے پھریں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا **ربنا ظلمنا انفسنا**۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا **انی کنت من الظالمین** تو کیا کوئی ان کو ظالم کہہ کر مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر میں اپنے کو بے علم جاہل کہوں تو عاجزی ہو گی لیکن دوسرا کہے گا تو گستاخی ہو گی۔ استاد کے سامنے شاگرد عاجزی کرے تو اس کی شان ہے خدا کا نبی اتنی عظمتوں کے باوجود اپنے آپ کو عاجزی کے طور پر کچھ کہے تو اللہ مزید عظمت عطا کرتا ہے **من تواضع للہ فقد رفعہ اللہ**۔ پھر دوسری تمام صفات چھوڑ کر ایک صفت لے لینا اگرچہ حقیقت ہو تو بھی گستاخی بن جاتی ہے جیسے اللہ کی تمام شانوں کو چھوڑ کر **یا خالق الخنزیر** کا وظیفہ کرنا جائز نہیں حالانکہ حقیقت ہے اللہ خنزیر کا بھی خالق ہے۔ اسی طرح **انا خلقنا الانسان من نطفۃ** قرآن ہے لیکن اگر کوئی ہائی کورٹ میں جا کر چیف جسٹس کو کہے کہ اے اپنے باپ کے نطفے سے پیدا کیے گئے انسان! تو توہین ہو گی اور سزا ہو گی کیوں کہ جو حکومت نے اس کو مقام دیا ہے تو نے اس کا لحاظ نہیں کیا۔ ایسے ہی مصطفیٰ علیہ السلام کو جو خدا نے عظمتیں عطا فرمائیں ان کا ذکر نہ کرنا اور اپنے جیسا سمجھنا کس قدر توہین ہو گی؟ ہاں خدا کہے گا تو اس کی شان ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ بیٹا باپ کا نام لے کر بلائے گا تو گستاخ کہلائے گا کیا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ اس کے باپ کا یہ نام نہیں۔

اللہ نے بشر مثلکم کا حکم کیوں فرمایا؟

(۱) کیوں کہ حسنِ یوسف کو دیکھ کر عورتوں نے ان کی بشریت کا انکار کر دیا اور کہا **ما ھذا بشرا** فرمایا تو تو یوسف کا بھی امام ہے اور تیرا نام سن کر عرب کے مرد گردنیں کٹائیں گے کہیں تجھے کچھ اور ہی کہنا نہ شروع کر دیں لہٰذا کہہ دے **انا بشر مثلکم**۔

تن مہینے رجّی خلقت ویکھ یوسف کنعانی
جہاں نبی محمد ڈٹھا رج گئے دوئیں جہانی

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کیے تو عیسائیوں نے خدا کہنا شروع کر دیا اے حبیب! تو تُو پتھروں اور درختوں میں جان ڈال دے گا کہیں تیرے بارے بھی لوگ ایسا نہ کہہ دیں لہٰذا فرمادے انا بشر مثلکم۔

(۳) ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کیا تو فرمایا اگر تو خدا ہے تو سورج مغرب سے نکال لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید جو مغرب سے سورج نکالے اس کو خدا کہا جا سکتا ہے تو فرمایا اے محبوب! تُو تو علی کی نماز کے لئے مغرب سے سورج لوٹائے گا کہیں لوگ شک میں نہ پڑ جائیں لہٰذا کہہ دے انا بشر مثلکم۔

(۴) حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام بمعہ صحابہ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک قبیلے کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کر رہے تھے صحابہ نے عرض کیا حضور آپ تو نبیوں کے سردار ہیں ہم آپ کو کیوں نہ سجدہ کریں فرمایا اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس وقت اللہ نے فرمایا کہہ دے انا بشر مثلکم۔ مطلب یہ نکلا تمہاری مثل ہوں خدا نہ ہونے میں کہ جیسے تم خدا نہیں میں بھی خدا نہیں۔

رسول کو تم خدا نہ جانو خدا سے ان کو جُدا نہ جانو
ہے اہل ایماں کا یہ عقیدہ خدا خدا ہے نبی نبی ہے

(۵) کافر کہتے تھے جو بشر ہو وہ رسول و نبی نہیں ہو سکتا ابشر یھدوننا — ما انتم الا بشر مثلنا فرمایا غلط کہتے ہو انما انا بشر مثلکم۔ میں بشر بھی ہوں رسول بھی ہوں بشر و رسول میں کوئی تضاد نہیں اسی طرح بشر یا عبد اور نور میں تضاد نہیں نور کی ضد بشر یا عبد نہیں بلکہ ظلمت ہے جو حضور کو نور نہ مانے تو کیا پھر وہ نعوذ باللہ ظلمت مانتا ہے حالانکہ حضور تو ظلمت سے نور کی طرف لے کر جانے والے ہیں لتخرج الناس من الظلمت الی النور۔ اسی طرح ہو سکتا ہے عبد بھی ہو اور نور بھی ہو جیسا کہ فرشتے نور ہیں لیکن قرآن نے ان کو عبد مکرم فرمایا ہے بل عباد مکرمون۔ اور اگر کوئی بشر بشر کہنے پر ہی بضد ہو تو امتی ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ کم از کم اپنے جیسا تو نہ کہے بلکہ یوں کہے۔

ے صد ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

کیوں کہ وہ ہم جیسے بشر نہیں ہو سکتے جن کی بیعت خدا کی بیعت ہو جن کی رضا خدا کی رضا ہو جن کا عمل خدا کا عمل ہو جن کی محبت خدا کی محبت اور جن سے عداوت خدا سے عداوت ہو ہم اگر نماز کی حالت میں آسمان کی طرف چہرہ اُٹھائیں تو خطرہ ہے ہماری آنکھیں اندھی کر دی جائیں جیسا کہ حدیث میں ہے اور حضور علیہ السلام نماز ہی کی حالت میں بار بار اپنا رُخ انور آسمان کی طرف فرمائیں تو آیت نازل ہو **قد نری تقلب وجھک فی السماء۔** ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں۔

کس کس نے نبیوں کو بشر کہا؟

نمبرا خدا نے کہا۔ **انی خالق بشرا۔**

نمبر۲ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا **انما انا بشر۔**

نمبر۳ شیطان نے کہا **لم اکن لا سجد لبشر۔**

نمبر۴ کفار نے کہا **ما نرک الا بشر مثلنا** ۔ اب جو حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہے اس سے سوال ہے کیا تم خدا ہو کہ حضور کو بشر کہتے ہو؟ خدا تو **الھکم الہ واحد** ہے۔ یا پھر نبی بننے کا ارادہ ہے یہ سیٹ بھی مرزا نے سنبھال لی اور جہنم رسید ہو گیا۔ اب دو ہی گروہ رہ گئے۔ خود ہی فیصلہ کر لو کس گروہ میں شامل ہونا چاہتے ہو۔

اللہ نے حضور کو بشر اس لیے نہیں بنایا کہ تم بشر بشر کہہ کے توہین کرتے پھرو بلکہ آپ کی بشریت اس لیے تھی کہ عالم بشریت حضور سے فیض پا سکے اور نورانیت اس لیے تھی کہ عالم نور بھی آپ سے فیض یاب ہو سکے نہ بلال و سلمان محروم رہیں نہ جبریل میکائیل۔ کیوں کہ نہ آپ کی رسالت خاص بشریت کے لئے ہے نہ رحمت، رسالت **کافۃ للناس** اور **انی رسول اللہ الیکم جمیعا** ہے اور رحمت **وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین** ہے۔ ورنہ کوئی مجرد نور ہو کر بھی ان کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ سدرہ پہ جا کر جو کہہ رہا ہے۔

ے اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

نورانیت وبشریت

اس کے نور ہونے میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے یہ حالت بشری تھی جس کی وجہ سے آپ کھاتے پیتے، نکاح کرتے، پیٹ پہ پتھر باندھتے اگر آپ ایسا نہ کرتے تو تمہیں کھانے پینے کا طریقہ کیسے آتا اور کھانا پینا تمہارے لیے سنت کیسے بنتا اور اگر وہ مجرد نور ہوتے تو نظر کیسے آتے اور ہزاروں صحابی کیسے بنتے۔ آپ کی بشریت شریعت کو وجود عطا کرتی ہے لیکن بشر ہو کر بھی چلتے ہیں تو سایہ نظر نہیں آتا۔ مکھی کو حق حاصل نہیں ہے کہ ان کے جسم پہ بیٹھ سکے۔ یہ تو آپ کی دو حالتیں ہیں حقیقت کیا ہے خدا جانے یا مصطفیٰ جانے

حقیقت محمد دی پا کوئی نئیں سکدا
بشر عرش توں پار جا کوئی نہیں سکدا

جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے آقا نے **بشر مثلکم** کافروں سے فرمایا اور **ایکم مثلی** ایمان والوں سے فرمایا تو جس کو جو کہا وہ اسی کی رٹ لگا رہا ہے تا کہ پتہ چلے **بشر مثلکم** والے کون ہیں اور **ایکم مثلی** والے کون۔

مثال مصطفیٰ کوئی پیغمبر ہو نہیں سکتا
ستارہ لاکھ چمکے ماہ انور ہو نہیں سکتا

ابوبکر وعمر حضور کے سسر ہیں، عثمان وعلی داماد، حمزہ وعباس چچا ہیں اللہ نے ان سب کو حکم دیا **لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (النور)** ابوبکر وعمر! تم نے داماد کہہ کر نہیں پکارنا، عثمان وعلی! تم نے سسر کہہ کر نہیں پکارنا اے حمزہ وعباس! تم نے بھتیجا کہہ کر نہیں بلانا رشتوں کے حوالے سے نہ پکارنا **یا رسول اللہ** کہہ کے پکارو **یا حبیب اللہ** کہہ کے پکارو کیوں کہ۔

کونین سے اونچا ہے ایوان محمد کا
جبریل معظم ہے دربان محمد کا

جب ان ہستیوں کو یہ حکم ہے تو کوئی شلوار اونچی اور... گنجا سر، منہ میں نسوار رکھ کر سپیکروں میں اپنے جیسا کہتا پھرے خدا کو کب گوارہ ہے خبردار یہ وہ بارگاہ ہے کہ ایک لفظ بھی ایسا

ویسا زبان پہ آ گیا تو ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (الحجرات) میری اور تیری حیثیت ہی کیا ہے اسٹیشن پہ جائیں ہسپتال جائیں تو ہر جگہ پابندی ہے ''تھوکیے مت'' بیماری پھیلتی ہے اور مقابلہ ان سے جن کی تھوک ہاتھوں پہ لینے کو صحابہ ترستے تھے (بخاری) تیری تھوک سے وبا پھیلے ان کی تھوک سے شفا ملے تیرے پسینہ سے بدبُو آئے ان کا پسینہ فضاؤں کو معطر کر دے اور صحابہ وصحابیات خوشبو کے طور پر استعمال کریں اور وصیت کر جائیں۔

مرنے کے بعد میری تمنا ہے بس یہی
میرے کفن پہ مل دو پسینہ حضور کا

مسئلہ بشریت کے متعلق علمی وتقریری نکتے

حضور علیہ السلام نے جبریل امین سے پوچھا تیری عمر کتنی ہے عرض کیا ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا میں نے اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے فرمایا واللہ انا ذلک الکوکب خدا کی قسم میں وہی ستارہ ہوں۔

اک ستارہ عرش کی تعمیر سے پہلے بھی تھا
کملی والا خاک کی تعمیر سے پہلے بھی تھا

کہیں فرمایا کنت نبیا و ادم بین الماء والطین معلوم ہوا جب آدم گارے میں تھا ہمارا نبی اس وقت بھی تارے میں تھا۔

نہ آدم جن ملائک ہے سُن نہ سورج نہ تارے
اودوں دی نور محمد والا چمکاں سی پیا مارے

جبریل امین نے بہتر ہزار بار تارے میں دیکھا پھر چوبیس ہزار بار زمین پہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دی کبھی دحیہ کلبی کی شکل میں کبھی سائل بن کر کبھی عام آدمی کی شکل میں کبھی ایک مرتبہ بھی اپنے جیسے نہیں کہا بلکہ کہا تو یوں کہا قلبت مشارقها و مغاربها میں مشرق ومغرب پھرا۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

تئیس سالوں میں چوبیس ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ لباس بدل بدل کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آ رہا ہے۔

؎ بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

اور مولانا حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں

؎ بے لقائے یار ان کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

بیت المعمور والوں نے رابطہ کیا ہیلو! جبریل کہاں ہے جواب ملا مدینے گیا ہوا ہے سدرہ والے پوچھیں آج جبریل نظر نہیں آ رہا جواب ملا مدینے گیا ہوا ہے اے جبریل! تجھے جنت میں چین نہیں ملتا جواب ملتا ہے۔

؎ نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو مدینے کی گلیوں میں دیکھا

اور معراج کی رات قسمت جاگی حضور کے قدموں کے بوسے نصیب ہوئے تو زبان حال سے کہا۔

؎ نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو محمد کی تلیوں میں دیکھا

الغرض ستر ہزار بار ستارے میں حضور کا دیدار کرنے والا بشری لباس میں پہچان نہ سکا کہ یہ وہی ستارے والے ہیں تبھی تو حیران ہوا جب حضور نے بتایا کہ میں وہی ستارہ ہوں۔ آج کوئی بن دیکھے کہے میں نے پہچان لیا ہے میرے جیسے ہیں تو اس کا علاج صرف پاگل خانے میں ہی ہو سکتا ہے۔ جن کے بارے خدا فرمائے لو لاک لما خلقت الافلاک لو لاک لما خلقت الدنیا. لو لاک لما اظهرت الربوبیّة۔

؎ نہ آدم تھے نہ عیسیٰ تھے نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

شاعر شعر پیش کرتا ہے عطار خوشبو پیش کرتا ہے معمار عمارت پیش کرتا ہے خدا مصطفیٰ کو پیش کرتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ معمار عمارت سے پہچان کراتا ہے میں وہ مستری ہوں جس نے مینار پاکستان بنایا شاعر شعر کے ذریعے پہچان کراتا ہے خدا اپنا تعارف مصطفیٰ کے ذریعے کراتا ہے۔ اسی لیے مجدد پاک فرماتے ہیں کہ میں رب کو اس لیے رب مانتا ہوں کہ اُو ربِ محمد است۔ شاعر کی جتنی تعریف کرو اس کے شعر میں عیب نکالو گے کبھی خوش نہ ہوگا خدا کی جتنی عبادت کرو اس کے محبوب میں عیب نکالو گے نمازیں منہ پہ ماری جائیں گی جب عیب والا کسی عیب والے کو محبوب نہیں بناتا تو بے عیب کیسے عیب والے کو محبوب بنائے گا۔

؎ یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نا منظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے بھی دور ہے

کیوں کہ پہچان ہمیشہ شاہکار سے کرائی جاتی ہے بڑے معمار سے پوچھو اپنا تعارف کرا تو وہ یہ نہیں کہے گا میں وہ ہوں جس نے فلاں لیٹرین بنائی وہ کہے گا میں وہ ہوں جس نے بادشاہی مسجد بنائی مجھے دیکھنا ہے تو اس کو دیکھ لے، اللہ نے فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ میں وہ ہوں جس نے رسول کو بھیجا رسول نے اعلان کر دیا من رانی فقدرای الحق – انا مراۃ جمال الحق میں خدا کے جمال کا آئینہ ہوں جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھ لیا۔

؎ محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مرسل تو کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا ہے
واں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے

لیکن جیسے پھول اگر نزلے والے کو پیش کرو گے تو اس کو خوشبو نہیں آئے گی جب تک نزلہ ہے۔ اور رسول کو پیش کرنا ہے تو اس کے سامنے نہ پیش کرو جس کو شرک و بدعت کا نزلہ ہے ورنہ جیسے اس نے پھول کی خوشبو کا انکار کر دیا تھا یہ رسول کی عظمتوں کا انکار کر دے گا۔

❋—— ایک ہی لفظ ایک علاقے میں عزت والے معنی میں بولا جاتا ہے وہی لفظ دوسرے علاقے میں گھٹیا معنی کے لئے بولا جاتا ہے جیسے مہتر کا لفظ لکھنؤ میں ذلیل، بھنگی کو کہتے ہیں اور ہمارے چترال میں سردار کے لئے بولتے ہیں جیسے مہتر چترال اسی طرح بشر

انبیاء کرام کے لئے بھی آتا اور کافر و مشرک کو بھی بشر کہہ سکتے ہیں اور قرآن میں ایسا لفظ حضور علیہ السلام کے لئے بولنے کی ممانعت ہے چنانچہ فرمایا **لا تقولوا راعنا** لہٰذا حضور کو خالی بشر کہنا منع ہے۔

- جس عورت کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوگئی فرمایا **یا نساء النبی لستن کاحد من النساء** دنیا میں کوئی عورت تمہاری طرح نہیں ہو سکتی۔ جس امت کو آپ سے نسبت ہوگئی وہ خیر الامم بن گئی۔ جس مسجد کو سرکار سے نسبت ہوگئی وہ دوسری مساجد میں افضل ٹھہری جس زمانے کو نسبت ہمارے آقا سے ہوگئی وہ خیر القرون ہو گیا۔ جس کتاب کو حضور سے نسبت ہوگئی وہ تمام کتابوں سے افضل، جب آپ کی نسبت چیز کو افضل بنا دیتی ہے تو سرکار کی اپنی ذات کی فضیلت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ورنہ تم بھی مومن اور تمہاری بیوی بھی مومن اور **انما المؤمنون اخوة** کہہ کر بیوی کو بہن کہہ دو تو کیسا رہے گا۔

- ابراہیم علیہ السلام کو خواب آیا تو بچہ ذبح کرنا شروع کر دیا اب کسی کو خواب آئے کہ بچہ ذبح کرو تو نہیں کر سکتا کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ جب نبی کی نیند ہماری طرح نہیں تو نبی خود ہماری طرح کیسے ہو گیا۔

کافر بھی بت خانے جاتے ہیں اور حضرت ابراہیم بھی گئے لیکن دونوں کا جانا برابر نہیں کیوں کہ کافر پوجنے جاتا ہے نبی بت توڑنے جاتا ہے۔

؎ شمع پہ جائے نہ پروانہ وہ پروانہ نہیں رہتا
نبی بت کدے جائے وہ بت خانہ نہیں رہتا

- سرکار نے فرمایا **من رانی فی المنام فقدر انی لان الشیطان لا یتمثل بی۔**

(ہدیۃ المہدی از وحید الزماں)

جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری مثل نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا کہتا ہے تو شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور تھپکی دیتا ہے کہ شاباش جو کام مجھ سے نہ ہو سکا تو نے کر دکھایا۔

عام آدمی سے مولانا بن گیا پھر بالفضل اولنا ہو گیا پھر شیخ القرآن بن گیا دیکھا کہ قوم

جاہل ہے جو بھی بن جاؤ مان لیتی ہے آخر اعلان کر دیا کہ میں نبی جیسا ہوں جبریل جیسا تو قدم چومے اور یہ مثلیت کا دعویٰ کرے وہ بڑا ہو کر چھوٹا ہو رہا ہے۔ یہ چھوٹا ہو کر بڑا بنتا ہے۔ کسی کے سر پر شہرت کا بھوت سوار ہوا تو اس نے گدھے کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا کہ بدنام تو ہو جاؤں گا لیکن مشہوری ہو جائے گی۔

شہرت کے ہم حریص ہیں عزت نہیں تو کیا
بدنام ہوں گے گر تو کیا نام نہ ہو گا؟

❁ —— مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا

صلوة الرجل قاعد انصف الصلوة.

بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب ہے۔

فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں میں نے عرض کیا حضور ہمیں تو آپ نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا **اجل و لکنی لست کاحد منکم** (مشکوۃ ص ۱۱۱) ہاں لیکن میں تم جیسا تو نہیں ہوں۔ چاہے کھڑے ہو کر پڑھوں یا بیٹھ کر میرے ثواب میں کمی نہیں آتی۔ امتی کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا نبی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ پھر بھی امتی ہے اور یہ بہر حال اللہ کے نبی ہیں۔

❁ —— مثلیت کے لئے ایک جُز میں اشتراک کافی ہے اور وہ آپ نے خود بیان کر دیا نہ تم **الہ** ہونہ میں **الہ** ہوں اور ایسا اشتراک تو ہر چیز میں ہو سکتا ہے پھر ہر چیز کی مثال کہلاؤ گے مثلاً کہا جا سکتا ہے **الانسان کالکلب الا انه ناطق** کہ انسان کتے کی طرح ہے مگر یہ کہ انسان ناطق ہے کتا ناطق نہیں۔ جیسے یہ کہنا جائز نہیں ایسے ہی نبی کو اپنے جیسا کہنا جائز نہیں۔ ایک فرق تو خود اللہ نے بیان کر دیا کہ **یُوحیٰ الی** اور باقی کسر حضور نے نکال دی **لست مثلکم** — **لست کاحد منکم** — **ایکم مثلی لست کھیئتکم** اور تصدیق صحابہ نے کر دی **انا لسنا کھیئتک**۔

❁ —— بیضاوی و مختصر المعانی میں **فاتوا بسورة من مثله** کے تحت لکھا گیا ہے کہ **مثله** میں

ہ ضمیر یا تو سورۃ کی طرف لوٹتی ہے یا عبدنا کی طرف پہلی صورت میں معنیٰ ہوگا میرے حبیب کی ایک ہی مثل لا کر دکھاؤ ہرگز نہیں لا سکو گے۔ پھر امام بیضاوی فرماتے ہیں ضمیر کو سورۃ کی طرف ھی لوٹانا زیادہ بہتر ہے لان الکلام فیہ لا فی المنزل علیہ کہ بات ہی قرآن کی ہو رہی ہے صاحب قرآن کی مثلیت کی بحثیں چھیڑنے والے تو بعد میں آئے۔

؎ دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

مدینہ کے لوگوں نے ایک نظر دیکھا تو یہ نہیں کہا جاء البشر علینا بلکہ کہا طلع البدر علینا کہ چودہویں کا چاند طلوع ہو گیا جو دیکھنے والے ہیں وہ تو ان کی خاکِ پا کو عرش سے اگلا مقام دیں۔

؎ دیکھن نوں اوہ ساڈے ورگے پر اسیں کدوں اس مُل دے
پتھر لعل دے بھانہیں وِکدے پھُل کنڈیاں نال نئیں تُلدے
جو اسرار حضور تے کھُلّے اوہ ہر کسے تے نہیں کھلدے
اعظم اوہ عرشاں تے پھردا اسیں وِچ گلیاں دے رُلدے

—— قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون کیا زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں لیکن اللہ کو زرّاع نہ کہیں گے کہ یہ عام کسان کو بھی کہہ سکتے ہیں اللہ نے قرآن میں فرمایا بل یداہ مبسوطتٰن اللہ کے دونوں ہاتھ کھُلے ہوئے ہیں مگر اللہ کے ہاتھوں کی بحث نہیں چھیڑ سکتے کہ ہاتھوں کی بات ہو گی تو فوراً اپنے ہاتھوں کا خیال آئے گا اور مثلیت کا تصور انگڑائی لے گا تو اس طرح کی بحث کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

—— نان بائی باقی باللہ کے ساتھ مل کر باقی باللہ کی طرح ہو گیا اور حضور خدا سے مل کر ہماری طرح ہو گئے؟ ؎ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا۔ پھر اللہ نے محبوب کو فرمایا ہے تو کہہ دے انا بشر مثلکم تمہیں تو نہیں کہا قولوا انما انت بشر مثلنا

کچ وی منکا لعل وی منکا اِکو رنگ دوہاں دا
جدلے جایئے زرگر دے وَتے فرق اے لکّھاں کوہاں دا

آخری بات

جہاں بھی قُلْ کا لفظ آیا وہاں کوئی سوال ہوتا ہے جس کے جواب میں یہ لفظ بولا جاتا ہے کافر کہتے تھے یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق جواب حضور سے دلوایا گیا تاکہ زبان تیری ہو کلام میرا ہو فرمایا انسانوں میں رہ کر لوگوں کو کھانے کا طریقہ سکھانے کے لئے میرا حبیب کھاتا ہے۔ فرشتوں میں ہو تو تسبیح کے راز بتاتا ہے لٰہذا کھانے پینے اور نکاح شادی کرنے کے طعنے دینے والو! کعبہ اور قرآن تو ان میں سے کوئی کام نہیں کرتے تو بتاؤ کعبہ اور قرآن کو دیکھنے والے کی شان زیادہ ہے کہ رُخ مصطفیٰ دیکھنے والے کی۔ اربوں روپے کی کوٹھی، بنگلہ ہو کعبہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہزاروں جلدوں کی کتاب قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اربوں انسان مل کر بھی نبی کا مقابلہ نہیں کر سکتے جس کا نبیوں و رسولوں میں ثانی نہیں تم کیسے اس کی مثل ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہو کتابوں میں قرآن افضل۔ مکانوں میں کعبہ افضل انسانوں میں نبی افضل اور۔

وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے
رسولوں میں رسول ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

نہ قرآن کی سورتوں جیسی کوئی سورت نہ مصطفیٰ کی صورت جیسی کوئی صورت

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں
سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

ہماری بشریت کثافت والی نبی کی بشریت لطافت والی۔ ہماری بشریت بھٹکنے والی نبی

کی بشریت راہ راست پہ لانے والی۔ ہماری بشریت کے پسینے سے بدبو پھیلے نبی کی بشریت کے پسینے سے خوشبو پھیلے پھر

؎ اللہ ہی جانے کون بشر ہے آنکھ گلابی مست نظر ہے

لہٰذا لفظ جس مقام کے لئے وضع کیا گیا ہو وہیں اس کا اطلاق ہو گا ایک ہی بندہ ہے ماں اس کو بیٹا کہے گی بیوی شوہر کہے گی بہن بھائی کہے گی بیٹا باپ کہے گا اگر سارے ہی باپ کہنا شروع کر دیں تو بیوی گئی اگر سارے بیٹا کہنا شروع کر دیں تو اولاد گئی لہٰذا جو لفظ ماں کے لئے ہے وہ وہی بولے جو بیوی کے لئے ہے وہ دوسرا نہ بولے۔ حضور کے لئے بھی وہی لفظ بولو جو تمہارے حال کے مناسب ہے ان کی شان کے مطابق ہے۔ خدا والا لفظ ہم بولیں گے تو امت سے ہی نکل جائیں گے۔

؎ ہم نے پھولوں کو چھوا مرجھا کے کانٹے بن گئے
اس نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستاں کر دیا

کیوں کہ انسان کو دیگر حیوانوں سے ناطق نے جدا کیا اب اس کو صرف حیوان کہو تو غلط ہے بلکہ حیوان ناطق کہو گے جب ایک فصل کی وجہ سے انسان تمام حیوانوں سے جدا ہو گیا تو بشریت اور رحمۃ للعالمین میں تو ساٹھ فصلیں ہیں، بشر کے اوپر مومن پھر صالح پھر متقی کے درجات پھر ولایت صغریٰ پھر اس کے چھتیس درجات پھر ولایت کبریٰ پھر اس کے درجات قطبیت، غوثیت، قطب الاقطاب، غوث الاغواث، قطب الارشاد پھر تبع تابعین پھر تابعین پھر صحابہ پھر صحابہ میں درجات حدیبیہ والے احد والے بدر والے، عشرہ مبشرہ پھر خلفاء راشدین پھر شیخین پھر صدیق اکبر پھر نبوت کے درجات پھر رسالت کے درجات پھر اولوالعزم رسول پھر جن پر کتابیں اتریں پھر جا کر محمد رسول اللہ۔ تو ایک فصل سے اپنے آپ کو دیگر حیوانوں سے ممتاز کر لیتے ہو اور ساٹھ فصلیں درمیان میں ہونے کے باوجود مثل ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔

اس موضوع کو ایک ہندو شاعر کی رباعی پہ ختم کرتے ہیں اور ان نام نہاد مسلمانوں کو جن کے ذہن وضمیر پہ نبی جیسا ہونے کا بھوت سوار ہے ان کو دعوت فکر ہے

؎ گر شمس و قمر کوئی ہاتھوں پہ میرے لا دے
کونین کی دولت میرے دامن میں سما دے

پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
نعلین محمد کو وہ آنکھوں سے لگا لے

* * *

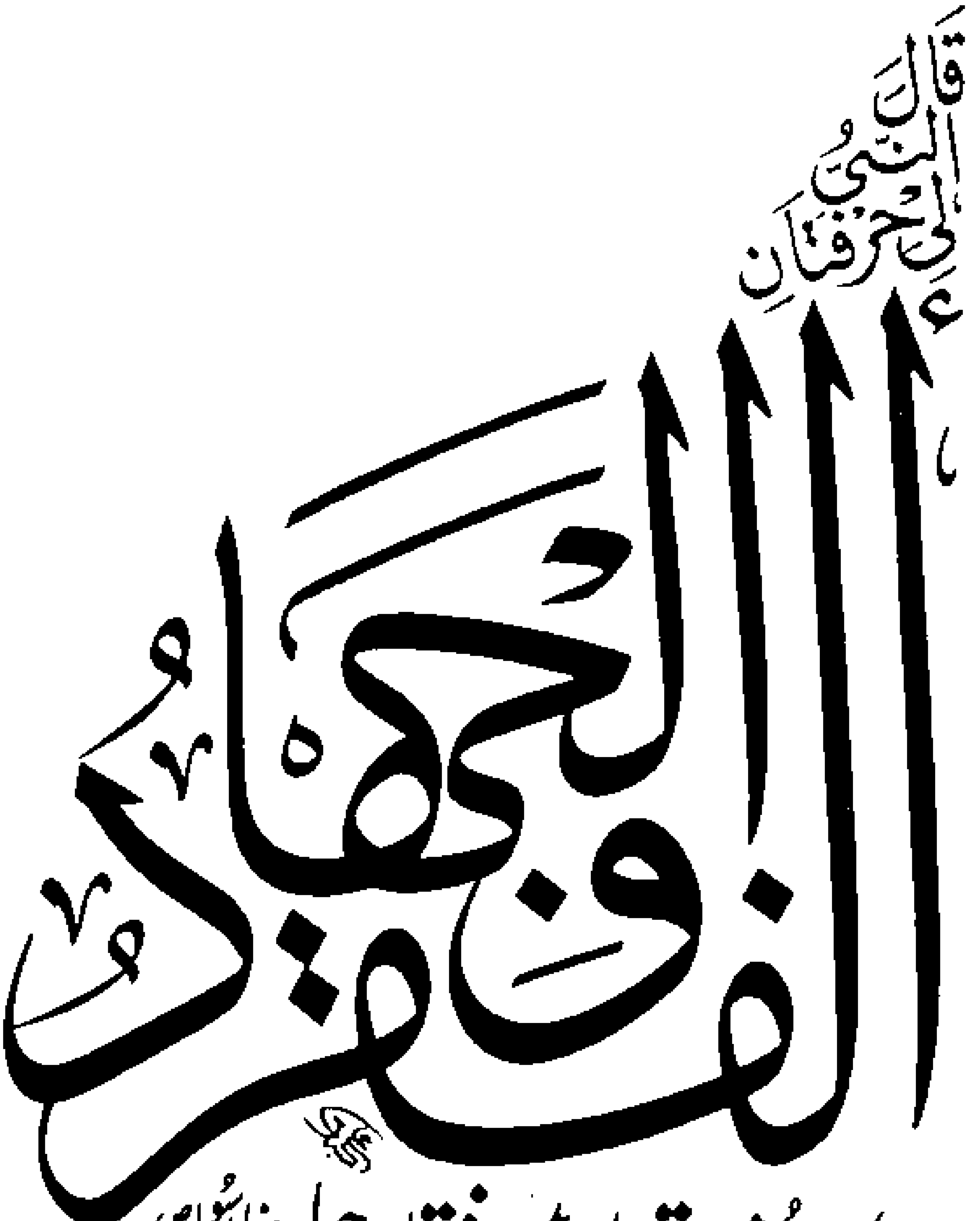
قَالَ النَّبِيُّ
لِي حِرْفَانِ
اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ

میرے دو ہنر (ہتھیار) ہیں فقر اور جہاد (فرمانِ رسول)

﴿۵۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ وَ مَعِیَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ

میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور میرے ساتھ میرے ستر ہزار امتی ہوں گے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے ان پر کوئی حساب نہیں ہوگا

(شفاء شریف)

اگر چہ عربی زبان میں ستر ہزار کا لفظ بہت زیادہ تعداد بتانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے یعنی اس میں لاکھوں کروڑوں بھی ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ بعض روایات میں اس تعداد سے کم وبیش کا بھی ذکر ہے مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ وعدنی ان یدخل الجنة من امتی اربع الف مائة بغیر حساب.

اللہ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کی امت میں سے چار لاکھ افراد کو بغیر حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا **زدنا یا رسول اللہ** اور زیادہ کیجیے (اور زیادہ کروائیے نہیں کہا بلکہ اور زیادہ کیجیے آج اگر کوئی ایسا کہے گا تو جھٹ سے فتویٰ لگے گا کرنا تو اللہ نے ہے حضور نے تو کروانا ہے اور کروانا بھی **علی سبیل التنزل** مانیں گے ورنہ تو کسی چیز کا مالک ومختار نہیں اور محمد کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کا عقیدہ بنا رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا

کہ صدیق اکبر کا عقیدہ ہے اگرچہ وعدہ چار لاکھ کا ہے مگر حضور چاہیں تو اضافہ ہو سکتا ہے اور حضور علیہ السلام نے اضافہ فرما کر توثیق فرمادی)۔

اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر جیسے دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز دیتے ہیں (ایک ہاتھ کو لپ اور دونوں سے دینے کو پنجابی میں بُک کہتے ہیں) فرمایا چار لاکھ پر اتنے اور زیادہ۔

و هكذا فحثا بكفيه فجمعهم.

عرض کیا **زدنا یا رسول اللہ قال و هكذا** یارسول اللہ! اور زیادہ فرمائیں فرمایا اتنے اور زیادہ کر دیے حضرت عمر نے عرض کیا **دعنا یا ابا بکر** چھوڑ یار ابو بکر! لوگ پھر اس پر اکتفا کر لیں گے عمل کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔

فقال ابو بکر و ما علیک ان یدخلنا اللہ کلنا الجنة.

یار غار مصطفیٰ نے فرمایا اے عمر! تجھے کیا ہے اگر اللہ ساری امت کو جنت میں داخل کر دے۔

فقال عمر ان اللہ عزوجل ان شاء ان یدخل خلقه الجنة بكف واحد.

حضرت عمر نے کہا (میرا مطلب ہے حضور نے تو دونوں ہاتھوں کی دو بار بات کی ہے) اگر اللہ چاہے تو ایک لپ میں (صرف اس امت کو نہیں) ساری مخلوق کو جنت میں داخل فرمادے۔

فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم صدق عمر.

حضور نے فرمایا عمر سچ کہتا ہے۔ (مشکوۃ باب الشفاعۃ)

اس کے باوجود کہ فرمایا عمر سچ کہتا ہے حضور نے حضرت ابو بکر کی درخواست کو بھی قبول فرمایا اور ہر بار اضافہ فرماتے رہے حالانکہ کام تو ایک لپ سے بھی ہو چکا تھا مگر حضور علیہ السلام اپنے یاروں کی کس قدر دلجوئی فرماتے ہیں اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ پہلی حدیث میں کل تعداد انچاس لاکھ ہوئی دوسری میں چار لاکھ اور تیسری میں بے حد و حساب۔ لہٰذا یا تو کوئی مخصوص تعداد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے یا پھر چار لاکھ

وہ خاص بلکہ اخص الخواص ہوں گے (صحابہ کرام، اہل بیت، تابعین، اولیاء کرام) جو حضور کی معیت میں جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ مَعِیَ کا لفظ بتا رہا ہے اور باقی وہ جو عام طریقے سے جائیں گے۔

باغ جنت میں محمد مسکراتے جائیں گے
پھول رحمت کے کھلیں گے ہم اُٹھاتے جائیں گے

* * *

آن ختمِ رُسل امیرِ ایوانِ وجُود
دارائے سریرِ حُسن و سلطانِ وجُود
ازبابِ کتابِ آفرینش رپی
آن نامِ مُحمد ﷺ است عنوانِ وجُود

﴿۵۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا لَھَا

میں ہوں شفاعت کے لئے

(متفق علیہ)

ان دو الفاظ کے پس منظر میں وہ معروف حدیث شفاعت ہے جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سارے صحابہ نے روایت فرمایا ہے اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ جب ساری مخلوق دیگر انبیاء کرام کے پاس شفاعت کی بھیک مانگنے جائے گی تو ہر نبی **لست لھا** (میں اس شفاعتِ عظمیٰ کے لئے نہیں ہوں) کہہ رہا ہوگا حضور فرمائیں گے آجاؤ یہ منصب صرف میرے لیے ہے۔ **انا لھا**۔

رحمت میرے حضور دی واجاں پئی مار دی
آجا گنہ گارا میں تینوں بچا لواں

شفاعت مصطفیٰ کا ذکر پیچھے تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے کہ ہر وہ شخص جو مسلمان ہوگا اگر چہ جتنا بھی گنہ گار ہو اس کی شفاعت ہو جائے گی **الامن جبسہ القران ای و جب علیہ الخلود** صرف کفار و مشرکین جن کو قرآن نے روک دیا دوزخ میں رہیں گے اور ان پر **خلود فی النار** واجب ہو گیا ان کی شفاعت نہیں ہوگی۔

مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے دو شعروں پہ یہ موضوع مکمل کرتے ہیں۔

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری
میرے حبیب کے لب پر اَنَا لَھَا ہو گا

عزیز بچے کو جیسے ماں پیار کرے
خُدا گواہ ہے یہی حال آپ کا ہو گا

* * *

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

(عبدالمجید زریں رقم)

﴿۶۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَعْرَبُكُمْ عَرَبِيَّةً اَنَا قُرَشِيٌّ وَّاسْتَرْضَعْتُ فِىْ بَنِىْ سَعْدٍ

میری عربی (زبان) تم سے بہت بہتر ہے میں قریشی ہوں اور پھر میں نے
بنو سعد میں پرورش پائی

(سیرت حلبیہ ۱:۸۹)

فصاحت نبوی

قدیم عرب کی روایات کے مطابق حضور علیہ السلام کو بھی پیدا ہوتے ہی قبیلۂ بنو سعد کی ایک خوش نصیب دائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا گیا عرب لوگ ایسا اس لیے کرتے تاکہ بچہ صحراؤں اور جنگلوں کے کھلے، بے تکلف اور فطری ماحول میں پرورش پائے تاکہ جہاں اس کی صحت پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں اس میں جفاکشی اور حوصلہ مندی کی صفات پیدا ہوں وہاں خالص عربی زبان میں بھی مہارت حاصل کر لے کیوں کہ شہروں کی بہ نسبت دیہاتوں میں زبان فطری اور بے تکلف ہوتی ہے اس میں اہل حضر کی طرح تصنع اور بناوٹ نہیں ہوتی تاکہ بچہ اس مصنوعی ماحول سے دور رہے کیوں کہ اہل عرب کو اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا اسی لیے وہ اپنے علاوہ پوری دنیا کو عجم (گونگے) قرار دیتے ہیں اس قدیم روایت کا پتہ حضور علیہ السلام کے مذکور ارشاد سے چلتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ سے اکثر یہ فرمایا کرتے **کان یقول لا صحابه انا اعربکم عربية** - **کان یقول** ماضی استمراری ہے یعنی کثرت کے ساتھ حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا۔

ما رایت افصح منک یا رسول اللہ۔ (سیرت حلبیہ، ۱:۸۹)

حضور میں نے آپ سے زیادہ فصیح کوئی نہیں دیکھا۔

فرمایا ہو بھی کیسے سکتا ہے میں قریشی ہوں اور پھر بنو سعد میں پلا ہوں۔ اسی لیے جو اپنے نومولود بچے کو دیہاتوں میں نہ بھیجتا معاشرتی اعتبار سے سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔

قاضی عیاض اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا **مَا رایت الذی ھو افصح منک** حضور ہم نے آپ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شخص کبھی نہیں دیکھا اس پر آپ نے جواب دیا۔

وما یمنعی؟ و انما انزل القران بلسانی، بلسان عربی مبین و قال مرۃ اخریٰ انا افصح العرب بیدا انی من قریش و نشأت فی بنی سعد۔ (الشفا ۱/۱۷۷)

میری فصاحت میں کیا چیز مانع آسکتی ہے؟ قرآن مجید میری زبان میں نازل ہو جو منجھی ہوئی عربی زبان ہے۔ الخ

طبرانی کے الفاظ یہ ہیں

انا اعرب العرب ولدت فی قریش و نشأت فی بنی سعد فانی یا تینی اللحن۔ (علی ہامش الشفا ۱/۱۷۸)

میں تمام عربوں سے زیادہ کھول کر بات کرنے والا ہوں میں قریش میں پیدا ہوا، میری پرورش بنو سعد میں ہوئی، تو اب میرے کلام میں لحن (عیب) کہاں سے آئے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں آپ تمام عرب کے لہجے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے ہیں اور ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو فرما لیتے ہیں یہ علم و ادب آپ کو کس طرح حاصل ہوا؟ آپ نے جواب میں فرمایا

ادّبنی ربی فاحسن تا دیبی.

میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور میری خوب خوب تربیت فرمائی۔

بلاد یمن کا ایک بدّو حاضر ہوا عرض کیا کیا سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام ہے فصیح عربی

میں تو اسے یوں کہنا چاہیے تھا **امن البر الصیام فی السفر** مگر اس کے قبائلی لہجے میں حرف تعریف الف لام کی بجائے الف میم تھا چنانچہ اسی کے مطابق اس نے کہا۔

اَمِنَ امْبِرِّ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ.

تو آپ نے اس کو اسی کے لہجے میں جواب دیا: فرمایا

نَعَمْ مِنَ امْبِرِّا مْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ.

ہاں! سفر میں بھی روزہ رکھنا نیکی ہے۔

اسی طرح قبیلہ بنو سعد کی لغت میں عین کو نون پڑھا جاتا مثلاً **اعطی** کو **انطی** پڑھتے یا بولتے۔ اس قبیلہ کا ایک شخص آیا جس کا نام عطیۃ السعدی تھا اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لہجے میں کچھ عرض کیا تو آپ نے اس کے قبیلے کے لہجے میں اس کو نصیحت فرمائی

ما اغناک اللہ فلا تسال الناس شیئاً فان الیدالعلیا ھی المنطیۃ والید السفلیٰ ھی المنطاۃ.

اگر اللہ تجھے بے نیاز کر دے تو تُو لوگوں سے کچھ نہ مانگنا کیوں کہ اوپر والا ہاتھ عطا کرنے والا ہوتا ہے اور نچلا ہاتھ عطیہ لینے والا ہوتا ہے۔

لقیط بن عامر العامری جب حاضر خدمت ہوا اور کچھ پوچھنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بنو عامر کے لہجے میں بات کرتے ہوئے اس سے فرمایا **سَل عنک** جس کا عربی مبین میں مطلب ہے اپنے آپ سے پوچھ لیکن بنو عامر کے ہاں یہ لفظ **سل ما شئت** کی جگہ استعمال ہوتا "جو پوچھنا چاہتا ہے پوچھ"۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کا کلام اس طرح نہ تھا جس طرح تم بولتے ہو **کان کلامہ نزرا و انتم تنثرون الکلام نثرا** (احیاء علوم الدین) آپ بہت کم گو تھے جب کہ تم اپنا کلام بکھیرتے رہتے ہو۔ ایک موقع پر آپ نے خود ارشاد فرمایا **انا معشر الانبیاء بکاء** ہم گروہ انبیاء کم گو ہوتے ہیں۔ (فصاحت نبوی از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر)

اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے آپ کو بلند و شیریں آواز والا بھی بنایا کہ سننے والے ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی آواز پر متوجہ ہوتے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کنا نسمع قراۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جوف الیل عند الکعبۃ و انا علی عریشی۔ (الخصائص الکبریٰ ۱/۶۶)

حضور علیہ السلام آدھی رات کو کعبہ کے پاس تلاوت فرماتے اور ہم اپنی چھت پہ سنا کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام منبر پہ جلوہ گر ہوئے لوگوں کو فرمایا اجلسوا بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن رواحہ بنو غنم کے علاقے میں تھے فجلس مکانہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ (الخصائص الکبریٰ)

جوامع الکلم

حضور علیہ السلام کے بہت سارے ارشادات عالیہ ایسے ہیں جو حروف والفاظ کے لحاظ سے تو مختصر ہیں مگر مفہوم ومعانی کے لحاظ سے اپنے اندر سمندر کی وسعت رکھتے ہیں ان فرمودات کو جوامع الکلم کا نام دیا گیا ہے جو آپ ہی کے ایک ارشاد سے لیا گیا ہے اوتیت جوامع الکلم مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔ بعثت بجوامع الکلم مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا۔ (صحاح ستہ) صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ و نسی من نسیہٗ۔ (مشکوۃ)

حضور علیہ السلام نے ایک ہی خطبہ میں کائنات کی ابتداء سے انتہاء تک یہاں تک کہ جنتیوں کے جنت میں داخلے تک اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک سب کچھ بتا دیا جس کو یاد رہا اس کو یاد رہا جس کو بھول گیا اس کو بھول گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ہم میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے حضور علیہ السلام کا وہ خطبہ یاد رکھا۔

جاحظ نے تو آپ کی لسان معجز بیان سے نکلنے والے بعض ایسے کلمات بھی بیان کیے ہیں جن کا آپ سے پہلے پوری عربی زبان میں وجود تک نہیں لیکن آپ کی زبان سے نکلنے کے بعد

ضرب المثل بن کر کلامِ عرب کی زینت بن گئے مثلاً

یا خیل اللہ ارکبی اے اللہ کے سوارو! سوار ہو جاؤ۔ **مات حتف انفه** وہ اپنی ناک سے کھود کر مرا یعنی اپنی موت کا سامان خود کیا، اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑا مارا **لا تنتطح فیه عنزان** اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتے یعنی اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں **الان حمی الوطیس** اب تنور گرم ہو گیا ہے یعنی جنگ زوروں پر ہے۔ یہ تمام محاورات سب سے پہلے حضور ہی کی زبان سے ادا ہوئے اب نظم و نثر کی جان بن گئے۔

چند جامع کلمات

۱– **شرّ العِمی عمی القلب.**

دل کا اندھا پن سب سے بُرا اندھا پن ہے۔

۲– **الهمّ یضف الهرم.**

غم آدھا بڑھاپا ہے۔

۳– **ترک الشرّ صدقة.**

بُرائی چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔

۴– **حبک للشئی یُعمی و یصم.**

کسی شے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

۵– **المرء کثیر باخیه.**

انسان اپنے بھائی کی وجہ سے بہت کچھ ہوتا ہے۔

۶– **ما قل و کفی خیر مما کثرو الهی.**

جو تھوڑا اور کافی ہے وہ اس زیادہ سے بہتر ہے جو غافل کر دے۔

۷– **الخیر فی السیف و الخیر مع السیف و الخیر بالسیف.**

بھلائی تلوار میں ہے، بھلائی تلوار کے ساتھ رہتی ہے اور بھلائی تلوار کے ذریعے ملتی ہے۔

۸۔ **لیس منا من حلق او صلق او شق.**

جو مصیبت میں بال منڈائے، واویلا کرے کپڑے پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۹۔ **راس العقل بعد الایمان باللہ مداراۃ الناس.**

ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑی عقل کی بات لوگوں کا دل رکھنا ہے۔

۱۰۔ **لن یہلک امرء بعد مشورۃ.**

مشورہ کر لینے کے بعد کبھی کوئی تباہ نہیں ہوتا۔

تلک عشرۃ کاملۃ۔ (البیان والتبیین، اعلام النبوۃ)

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿۲۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ مِنْ سُلَيْمٍ

میں بنو سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں

(سیرت حلبیہ، ۱:۸۸)

قبیلہ بنو سلیم کی تین عورتوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو دودھ پلایا اتفاق سے تینوں کا نام عاتکہ تھا اس کی جمع ''عواتک'' آتی ہے اس فرمان میں یہی مراد ہیں۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

ابتداء میں حضور علیہ السلام نے اپنی حقیقی والدہ کا دودھ پیا پھر یہ سعادت ثویبہ کے حصے میں آئی۔ یہ ابولہب کی لونڈی تھی جو حضور علیہ السلام کا چچا ہونے کے باوجود ساری عمر دشمن رہا اور کفر کی حالت میں مرا اس کی مذمت میں سورۃ اللھب نازل ہوئی۔ جب ثویبہ نے اس کو حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سُنائی تو خوش ہو کر اس نے انگلی کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ مرنے کے بعد حضرت عباس نے اس کو خواب میں دیکھا اس کی حالت بہت خراب تھی آپ نے پوچھا! کس حال میں ہو؟ اس نے جواب دیا۔

لم الق بعد کم رخاء غیر انی سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبة۔ (بخاری، ۲:۷۶۴)

میں نے آپ لوگوں کے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی، البتہ جس انگلی سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس سے کچھ پینے کو ملتا ہے (جس سے راحت پاتا ہوں)۔

اسی ثویبہ نے حضرت حمزہ، ابوسفیان بن حارث اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہم کو بھی دودھ پلایا اس طرح یہ تینوں حضرات حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی ہوئے۔ اور نسبت کے لحاظ سے

حمزہ چچا، ابوسفیان حضور علیہ السلام کے تایا کے بیٹے ہیں۔ ان تینوں کو اسلام کی دولت نصیب ہو گئی۔ حضرت حمزہ تو غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور ان کو حضور نے سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا جب کہ ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے۔ ثابت ہوا کہ جس خوش نصیب کو بھی حضور علیہ السلام سے رضاعی نسبت حاصل ہوئی وہ دولت اسلام سے محروم نہ رہا۔ حدیث ثویبہ کے ذکر سے پہلے دیگر دائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک کا نام خولہ بنت المنذر۔ ایک حضرت ام ایمن ہیں۔ حضور علیہ السلام کے والد ماجد نے ان کو میراث میں چھوڑا تھا یہ حضور علیہ السلام کو وراثت میں ملیں آپ نے ان کو آزاد کر دیا کیوں کہ حضرت عبداللہ کی لونڈی تھیں اس لیے حضور عایہ السلام ان کا بہت خیال رکھتے اکثر فرماتے انت امی بعد امی (سیرت حلبیہ، ۱:۱۰۵) میری ماں کے بعد تو میری ماں ہے بعض اہل علم نے ان کو دائیوں میں یعنی دودھ پلانے والیوں میں شمار نہیں کیا صرف دیکھ بھال اور خدمت کرنے والی قرار دیا ہے اسی طرح حضرت شیما یہ حضرت حلیمہ کی صاحبزادی ہیں اور حضور علیہ السلام کی دیکھ بھال کرتیں اور آپکو قریشی بھائی کہہ کر بلاتیں۔ (طبقات ابن سعد)

الغرض لم ترضعه مرضعة الا اسلمت (سیرت حلبیہ، ۱:۸۷) جس خاتون نے بھی آقا علیہ السلام کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کی دولت سے نواز دیا۔ جب دائیوں کو ایمان سے محروم نہیں رکھا تو سرکار کے والدین کریمین کے بارے یہ عقیدہ کتنا بُرا ہے کہ ان کو ایمان نصیب نہ ہوا ہوگا۔ کہ ان کے مقدس وجود تو نورِ محمدی کی سواری بنے۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ و اباٰئہ و امہاتہ اجمعین۔

حدیثِ ثویبہ

حضرت ثویبہ کی حضور علیہ السلام بہت دلجوئی اور خبر گیری فرماتے جب وہ آتیں تو سرکار ان کو کپڑے اور کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر تحائف سے نوازتے اسی نسبت سے حضرت خدیجہ الکبریٰ بھی ان کا احترام فرماتیں اور عطایا و ھدایہ سے نوازتیں جب یہ فوت ہوئیں تو حضور علیہ السلام نے پوچھا اس کی اولاد وغیرہ ہے تو تلاش کر کے عرض کیا اس کا بیٹا مسروح نامی تھا جو فوت ہو گیا ہے۔ پوچھا دیگر رشتہ دار؟ عرض کیا گیا لم یبق منهم احد (دلائل النبوۃ ج۱) کوئی قریبی بھی زندہ نہیں ہے۔ (بخاری ج۲ ص۷۶۴)

حدیث ثویبہ پر سوالات وجوابات

سوال: جب کفار کے متعلق قرآن مجید میں صراحت ہے کہ انکے عذاب میں کمی نہیں ہو سکتی تو پھر ابولہب جسکی مذمت میں پوری سورت اتری اسکے عذاب میں تخفیف کا کیا مطلب؟

جواب: قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا کہ **ھذا التخفیف خاص بھذا و بمن ورد النص فیہ** ۔ کہ یہ تخفیف صرف اسی کے ساتھ خاص ہے اور وہ جس کے لیے نص آ گئی اس کیلئے مانی جائے گی۔ جب کہ ابن منیر نے کہا یہاں دو قضیے ہیں ایک محال **وھو اعتبار طاعۃ الکافر مع کفرہ** کہ کافر کی اطاعت کا اعتبار کیا جائے اسکے کفر کے باوجود۔ کیونکہ اس کیلئے ایمان کا ہونا شرط ہے جو کہ ابولہب میں نہیں تھا **الثانیۃ اثابۃ الکافر علی بعض الاعمال تفضیلا من اللہ تعالیٰ** (کسی عمل کی عظمت واضح کرنے کے لئے) کافر کو اس کے کسی عمل پہ فائدہ پہنچانا **وھذا لا یحیلہ العقل** عقل اس کو محال نہیں جانتی (فتح الباری) اس کی مثالیں قرآن وسنت میں موجود ہیں کہ قرآن میں نماز وقت پہ فرض کی گئی بیان فرمایا لیکن عرفات ومزدلفہ میں اکٹھی دو دو پڑھی جاتی ہیں۔ اسی طرح قرآن میں فرمایا گیا موت کے وقت کی توبہ قبول نہیں **ولیست التوبہ للذین یعملون السیاٰت** (النساء) مگر صحیح بخاری میں یہودی کے بیٹے کا واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ اس کا ایمان بھی قابل قبول۔ بلکہ پورا باب ہے

"اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ" کان غلام یھودی یخدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقعد عند راسہ فقال لہ اسلم فنظر الی ابیہ و ھو عندہ فقال اطع ابا القاسم فاسلم فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول الحمد للہ الذی انقذہ من النار ۔ (بخاری ج۱ ص۱۸۱)

یہودی کا لڑکا حضور علیہ السلام کی خدمت کرتا تھا، اچانک بیمار ہو گیا حضور علیہ السلام اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اس کے سر کی طرف بیٹھ گئے فرمایا اسلام لے آ اس نے پاس بیٹھے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا باپ نے کہا ابو

القاسم (حضور) کی بات مان لے پس وہ مسلمان ہو گیا حضور علیہ السلام یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے اس لڑکے کو آگ سے بچالیا۔

اسی طرح قرآن پاک میں ایک بندے کو ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت موجود ہے مگر حضرت علی المرتضیٰ کو دوسرا نکاح کرنے سے بھی روک دیا گیا الغرض سینکڑوں مثالیں قرآن وسنت میں موجود ہیں اور یہ استثنائی صورتیں ہر جگہ پہ موجود ہوتی ہیں جب اللہ ورسول کسی کو کسی وجہ سے رعایت دے دیں تو ایک مسلمان کا کام ہے ؎ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تخفیف کا مطلب مہلت ہو کہ کسی وقت عذاب روکا نہ جائیگا یا مدت میں کمی نہیں کی جائیگی جیسے کسی کو پانچ سال کی سزا ہو تو تین سال کر دی جائے باقی نوعیت عذاب میں کمی بیشی یہ تو ثابت ہے ورنہ جہنم کے سات طبقے بنانے کا کیا مطلب؟ کیا سارے کافر ایک ہی طبقے میں ہونگے؟ اگر نہیں تو جو نچلے طبقے والے ہیں ان کی بہ نسبت اوپر والوں کا عذاب کم تو ہوا۔ اور عدل بھی یہی ہے کہ انگلی کاٹنے والے کو قتل کرنے والے کے برابر سزا نہ دی جائے۔

سوال: اس وقت ابن عباس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا جب کا یہ خواب ہے لہٰذا معتبر نہیں؟

جواب: اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خوابوں سے کسی حقیقت واقعیہ پر روشنی ہی نہیں پڑسکتی قرآن میں کافر کے خواب کا سچا ہونا مذکور ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل میں ساتھی **ودخل معه السجن فتین** (سورۃ یوسف) یہ کافر تھا کیوں کہ تعبیر بتانے سے پہلے آپ نے ایمان کی دعوت دی جیسا کہ تفصیل اس کی سورۃ یوسف کے پانچویں رکوع میں موجود ہے۔

نمبر۲ اور پھر یہ واقعہ ہی مشکوک نہ ہوگا پورا ذخیرہ احادیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سارا کا سارا مشکوک ٹھہرے گا۔

نمبر۳ اگرچہ خواب حالت کفر میں آئی مگر بیان تو آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا لہٰذا اس کا اعتبار ضروری ہے۔

سوال: ایک لچر سا سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا میلاد کی خوشی منانا ابولہب کا

طریقہ ہے (استغفر اللہ)۔

جواب نمبر۱: (الزامی) آیت الکرسی کا وظیفہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان نے بتایا تھا جو چور بن کے تین راتیں صدقہ کا مال چوری کرنے آتا اور آپ اس کو پکڑ لیتے اور صبح حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو غیب دان نبی خود ہی پوچھ لیتے **ما فعل اسیرک البارحۃ** کہ ابو ہریرہ رات والے چور کا کیا بنا؟ یا رسول اللہ! منتیں کرتا تھا میں نے چھوڑ دیا وعدہ کرتا تھا آئندہ نہیں آئے گا آپ فرماتے وہ بہت جھوٹا ہے آج رات پھر آئے گا۔ تیسری رات اس نے جب دیکھا کہ ابو ہریرہ چھوڑ نہیں رہے تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو اور بدلے میں وظیفہ بتاتا ہوں آپ حیران ہوئے کہ چور اور وظیفہ؟ فرمایا کیا وظیفہ ہے؟ اس نے کہا رات کو آیت الکرسی پڑھ کر سویا کرو شیطان سے بچے رہا کرو گے۔ صبح حضور نے فرمایا تھا تو جھوٹا مگر بات سچی کر گیا۔ وہ خود ہی شیطان تھا۔ تو کیا یہاں کہو گے آیت الکرسی کا وظیفہ بتانا شیطان کا کام ہے۔

جواب نمبر۲: (تحقیق) امام ابن جوزی کی زبانی **فاذا کان ابو لهب الکافر الذی نزل القران بذمه جوزی فی النار لفرحه لیلة المولد فما حال المسلم من امته یسر بمولده و یبذل ما تصل الیه قدرته فی محبته لعمری انما یکون جزاؤه من الله الکریم ان یدخله بفضله العمیم جنات النعیم.** (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷ ما ثبت من السنۃ ص ۱۰۳) ابولہب جیسا کافر جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا اس کو حضور علیہ السلام کے میلاد پر خوشی سے بھی محروم نہیں رکھا گیا تو حضور کا امتی اگر خوشی کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کیوں نہ جنت میں داخل فرمائے گا۔ تقریباً یہی بات شیخ نجدی نے اس حدیث کے تحت اپنی کتاب مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳ پہ لکھی ہے کہ ابولہب اگر حضور علیہ السلام کو محمد رسول اللہ سمجھ کے نہیں بلکہ صرف محمد بن عبداللہ اور اپنا بھتیجا سمجھ کے خوشی کرے تو اس کو بھی فائدہ پہنچے تو اگر کوئی آپ کا امتی حضور کو روحانی رشتے کی بنا پر محمد رسول اللہ سمجھ کے خوشی کرتا ہے تو وہ کیوں محروم ہوگا اسی لیے اہل اسلام صدیوں سے یہ سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

لا یزال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده صلی الله علیه وسلم و یعملون الو لائم و یتصدقون فی لیاله با نواع الصدقات و یظهرون السرور و یزیدون فی المبرات فرحم الله امرء من اتخذ لیالی شهر مولد المبارک اعیادا لیکون اشد غلبة علیٰ من فی قلبه عنادا (ماثبت من السنۃ) اہل اسلام ہمیشہ سے حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے مہینے خوشی کرتے آئے ہیں محفلوں اور دعوتوں کا انتظام، صدقہ وخیرات کرنا معمول رہا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس بندے پر جو میلاد کے مہینے کی راتوں کو عید کے طور پر مناتا ہے تاکہ جس کے دل میں عناد کی بیماری ہے اس میں اضافہ ہو۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں اما اهل المکة یزیداهتمامهم به علی یوم العید۔ اہل مکہ عید سے بھی زیادہ اہتمام میلاد شریف کا کرتے ابن جوزی المیلاد النبوی ص ۵۷ تا ص ۶۰ پہ لکھتے ہیں لا یزال اهل الحرمین الشریفین والمصر والیمن والشام و سا ئربلاد العرب من المشرق الی المغرب یحتفلون بمجلس مولد النبی صلی الله علیه وسلم و یفرحون بقدوم شهر ربیع الاول ۔ تمام عرب ممالک میں میلاد النبی پر خوشیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے بالخصوص حرمین شریفین، یمن، شام، مصر اور مشرق سے لے کر مغرب تک تمام علاقوں میں دھوم دھام سے جشن منائے جاتے عمدہ کپڑے پہنے جاتے، خوشبوؤں میں محافل میلاد کا انعقاد کیا جاتا وینا لون بذلک اجرا جزیلا و فوزا عظیما اس پر ان کو بڑا اجر اور بڑی کامیابیاں حاصل ہوتیں اور جس سال زیادہ خوشیاں منائی جاتیں انه وجد فی ذلک العام کثیرة الخیر والبرکة مع السلامة والعافیة و سعة الرزق و اذ دیا دا لمال والاحفاد و دوام الامن والامان فی البلاد والامصار والسکون والقرار فی البیوت والدار ببرکة مولد النبی صلی الله علیه وسلم۔

اس سال میں زیادہ خیر و برکت ہوتی صحت وسلامتی میں رزق، مال، جان، اولاد میں امن و امان میں گھروں شہروں میں سکون وقرار میں حضور علیہ السلام کے میلاد پاک کی برکت سے۔ یہ ابن جوزی ہیں جن کو بڑا نقاد اور متعصب محدث کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی کتاب میں میلاد شریف کی برکات کے سلسلہ میں بڑی عمدہ حکایات بھی بیان کی ہیں

ے شب ولادت میں سب مسلماں کریں نہ کیوں جان و مال قربان
ابو لہب جیسا سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہا ہے

(مفتی احمد یار خان نعیمی)

ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

اذا کان ھذا کافرو جاء ذمہ
و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
الی انہ فی یوم الاثنین دائما
یخفف عنہ للسرور باحمدا
فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ
باحمد مسرورا و مات موحدا

(شمس الدین محمد بن ناصر)

جب کافر ابولہب کا یہ حال ہے جس کی مذمت قرآن نے فرمائی کہ وہ بھی جزا سے محروم نہیں تو غلام مصطفیٰ جو میلاد پاک پہ خوشی کرے گا اس کے بارے تیرا کیا خیال ہے وہ محروم کر دیا جائے گا؟

ے مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں گے بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام
جان کافر پر قیامت کیجئے
(اعلیٰ حضرت بریلوی)

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا)

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بنی تو محمد کی دائی حلیمہ
معطر دو عالم کو جو کر گیا ہے
یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ
تیری گود میں وہ گل ہاشمی ہے
کہ طالب ہے جس کی خدائی حلیمہ
دیے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ

حضرت حلیمہ کا پورا نام حلیمہ بنت ابی ذویب ہے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزی قبیلہ بنو سعد بن بکر بن ہوازن، عرب کا نامور قبیلہ ہے۔ جس کی شجاعت کی ہر طرف دھوم تھی۔ تیر انداز، شاہین صفت اور نیزہ بازی میں بہت مشہور تھا اس کے ساتھ ساتھ شرافت و نجابت کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھیتیاں اکثر اجڑ جاتیں اور قحط کا شکار ہو جاتا جس کی وجہ سے جانوروں کا دودھ خشک ہو جاتا اور مویشی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو جاتے حضرت حلیمہ کی بھی ایک ہی اونٹنی تھی نہایت لاغر و کمزور۔

موسم بہار آ گیا دستور کے مطابق اس قبیلہ کی عورتوں نے مکہ کا رُخ کیا تاکہ امراء کے بچے لا کر پالیں اور انعام حاصل کریں حضرت حلیمہ ان سب سے کمزور تھیں آپ نے بھی مکہ جانے کا ارادہ کر لیا کہ شاید بھوک و افلاس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نکل آئے۔ توقع کے عین مطابق دیگر عورتیں تیز رفتار سواریوں پہ سوار ہو کر مکہ پہنچ گئیں اور حلیمہ پیچھے رہ گئیں۔

میں اکیلی رہ گئی اور قافلہ جاتا رہا

دائیوں نے امیروں کے بچے سنبھال لیے۔ حلیمہ کے شوہر حارث بھی مایوس سے ہو گئے ایک شیر خوار بچہ بھی گود میں تھا۔ بھوک سے نڈھال ہو رہا تھا کھانے پینے کو پاس کچھ بھی نہ تھا۔ پردۂ غیب سے مدد کے منتظر تھے کہ دیکھیں ہمارے مقدر میں کیا ہے حضور علیہ السلام چونکہ یتیم پیدا ہوئے تھے اس لیے کسی دائی نے ادھر توجہ نہ کی یا وہ اس قابل نہ تھیں کہ ان کی گود اس نعمت عظمیٰ کی حامل ہو سکے حضرت عبدالمطلب کی خوابوں اور بشارتوں کے ذریعے مسلسل راہنمائی ہو رہی تھی کچھ عربی اشعار کی آواز کان میں پڑی کہ بنو سعد قبیلہ کی ایک عورت حلیمہ آرہی ہے اس کا انتظار کرو۔

آپ مطمئن ہو گئے دوسری عورتیں امیروں کے بچے لے کر خوشیاں مناتی واپس آرہی ہیں اور حلیمہ افسردہ حالت میں مکہ میں داخل ہو رہی ہیں جب حالات معلوم کیے تو پتہ چلا سب بچے تقسیم ہو گئے صرف ایک بچہ جو یتیم ہے اور عبدالمطلب کا پوتا ہے وہ رہ گیا ہے ضرورت ہو تو لے آؤ لیکن کیا کرو گی بچہ یتیم ہے حضرت حلیمہ محلہ بنو ہاشم میں پہنچی حضرت عبدالمطلب دروازے پر کھڑے انتظار فرما رہے ہیں پوچھا نام کیا ہے کس قبیلہ کی ہو حلیمہ نے سب کچھ بتایا آپ سُن کر مسکرائے فرمایا حلیم حلم سے ہے سعد سعادت سے ہے کیا یتیم بچے کی پرورش کرو گی۔

حضرت حلیمہ نے بخوشی حامی بھر لی اندر تشریف لے گئیں سب سے پہلے خوشبو کے جھونکوں نے استقبال کیا، دل کو سنبھالا، آگے بڑھیں دیکھا تو سبز ریشمی بستر پر، سفید روئی کا لباس پہنے کونین کا شہزادہ آرام فرما ہے خوشبو کی لپیٹیں آرہی ہیں۔ رحمت کائنات نے حلیمہ کی آمد پہ اپنے رحمت کے بازو پھیلا کر استقبال کیا۔ حلیمہ نے حضور علیہ السلام کو سینے سے لگایا تو وہ چھاتی جس میں دودھ خشک ہو چکا تھا دودھ کے چشمے پھوٹ پڑے۔ پھر حضرت حلیمہ کو حضرت آمنہ کی خدمت میں لے جایا گیا انہوں نے پوچھا اے حلیمہ! کیا اس بچے کی پرورش کرو گی حلیمہ نے عرض کیا جی ہاں میری سرداری کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اتنا مال نہیں کہ کما حقہ اجرت دے سکوں عرض کیا مجھے میرا رب اس کی برکت سے ضرور نوازے گا آپ فکر نہ کریں مجھے کسی اجرت کا لالچ نہیں حضرت آمنہ مطمئن ہو گئیں۔ حضرت حلیمہ اجازت لے کر حضور علیہ السلام کو سینے سے لگایا اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے خانہ کعبہ کے طواف کو گئیں فرماتی ہیں میری حیرت کی انتہاء نہ رہی جب میں نے دیکھا ساری دنیا حجر اسود کو چومتی ہے لیکن حجر اسود نے اپنی جگہ سے نکل کر حضور علیہ السلام

کو چومنا شروع کر دیا۔

فخرج الحجر الاسود من مکانه حتی التصق بوجهه الکریم۔ (المظہری، ۶: ۵۲۸)

باقی دائیوں نے حضرت حلیمہ کے انتظار کی زحمت بھی گوارا نہ کی حلیمہ کے شوہر نے کجاوہ کسا، سوار ہوئے تو اونٹنی نے تین بار سجدہ کیا پھر آسمان کی طرف منہ کیا اور چل پڑی۔ تیزی کے ساتھ صحرا کا سفر طے کر رہی تھی وہ جو ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی اب گوشت پوست سے آراستہ ہوگئی۔ حضرت حلیمہ نے منظر دیکھا تو محبت وعقیدت سے حضور علیہ السلام کو دیکھنے لگی کہ یہ انقلاب اسی وجود مسعود کی برکت سے آیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ان عورتوں کو جالیا جو کافی عرصہ پہلے مکہ سے نکلی تھیں حلیمہ ان کے پاس سے گذرنے لگیں تو انہوں نے حیرت سے پوچھا **الیس هذه اتانک التی کنت خرجت علیها** ۔ کیا یہ وہی سواری ہے جو لے کر آئی تھی؟ فرمایا سواری وہی ہے سوار بدلا ہوا ہے جو لے کر جا رہی ہوں۔

وہ عورتیں غم میں بجھ سی گئیں کیوں کہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے اور حلیمہ کی عاجزی اور مسکینی نے اس کو بلند کر دیا **من تواضع لله فقد رفعه الله** حضرت حلیمہ بیان کرتی ہیں **رایت الحسد من بعض نساء نا** میں نے دیکھا کہ ان میں سے بعض عورتیں مجھ پر حسد کرنے لگیں، پنجابی میں کہتے ہیں ''جیہڑا رووے اوہدا کم ہووے'' معراج کی رات کمزور و ناتواں بُراق رویا اور حضور کی سواری بن گیا اور آج حلیمہ کا رونا قبول ہوگیا۔ کیوں کہ در مصطفیٰ سے کسی کا پریشان گذرنا رب کو منظور نہیں۔ جاتے ہوئے جب عورتیں حضرت حلیمہ کے پاس سے تیزی کے ساتھ گذر رہی تھیں تو حلیمہ نے سوچا ہوگا اے اللہ! کہیں ایسا نہ ہو یہ عورتیں سارے بچے سنبھال لیں اور میری گلی خالی کی خالی رہ جائے، اللہ نے فرمایا تیری گلی کو ایسا رنگ چڑھاؤں گا کہ عرش معلیٰ بھی تیری گلی پہ ناز کرے گا کیوں کہ عرش پہ محبوب ایک بار جائے گا تیری گلی میں دو سال رہے گا اسی وجہ سے حضرت آمنہ نے جب حضور علیہ السلام کو حلیمہ کے سپرد کیا تو فرمایا حلیمہ اس بچے کا خیال رکھنا (حلیمہ کو ابھی کیا معلوم تھا کہ اس بچے کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ کے نبی آکر مبارک دے رہے تھے) جب حلیمہ مکہ سے چلنے لگی تو شوہر آگے تھا حلیمہ اس کے پیچھے حضور کو گود میں لے کر بیٹھ گئی سواری کو اُٹھاتے تو اُٹھتی نہ تھی حلیمہ سمجھ گئی کہ اونٹنی اشارہ کر رہی ہے جو نبیوں کا امام بننے والا ہے اس

کوتو نے خاوند کے پیچھے بٹھایا ہوا ہے میں کیسے اُٹھوں؟ چنانچہ حضرت حلیمہ نے خاوند کو پیچھے کیا خود حضور کو لے کر آگے آ گئی۔ جھومتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی

ے مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے

حلیمہ کے گھر آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ السلام کی برکات جب حلیمہ نے دیکھیں تو اپنا سگا بچہ بھول گئی کیوں کہ جو سکون رخ والضحیٰ کی زیارت سے ملتا تھا وہ اور کہاں ملے پہلے ہی دن شام کو حلیمہ کے شوہر نے کہا وقت ہو گیا ہے اونٹنی کا دودھ دوھ لوں۔ معمول کے مطابق چھوٹا سا برتن لے کر جب دودھ دوہنے لگا تو نہریں جاری ہو گئیں گویا۔ ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ۔

گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ جو چند قطروں کو ترستے تھے اب ان سے دودھ سنبھالا نہیں جا رہا تھا۔ خوشی سے جھوم کر حارث نے کہا

و اللہ یا حلیمۃ لقد احذت النسمۃ المبارکۃ (محمد رسول اللہ: ۳۰)

خدا کی قسم حلیمہ بڑی برکت والی روح ہمارے گھر آ گئی ہے۔

حلیمہ نے کہا ان کی والدہ نے مجھے ایسا ہی بتایا تھا کہ اس کی پیدائش کے وقت میں نے عجیب وغریب مناظر دیکھے اور مجھ سے ایسا نور نکلا کہ اس کی روشنی میں مَیں نے قیصر وکسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا اس لیے مجھے یقین ہے کہ ایسا بچہ کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

یہ برکتیں صرف حلیمہ کے گھر تک محدود نہ تھیں بلکہ پورا علاقہ مستفیض ہوا آپ خود فرماتی ہیں۔

والقیت محبتہ و اعتقاد برکتہ فی قلوب الناس حتی ان احدھم کان اذا نزل بہ اذی فی جسدہ اخذ کفہ فیضعھا علی موضع الاذیٰ فیبرا باذن اللہ تعالیٰ سریعا۔

لوگوں کے دل میں آپ کا پیار اور برکت کا اعتقاد ڈال دیا گیا یہاں تک کہ جب کوئی بیمار ہوتا تو حاضر ہو کر آپ کا ہاتھ مبارک تکلیف کی جگہ پہ رکھتا تو اللہ تعالیٰ فوراً ہی شفا دے دیتا۔ (السیرۃ النبویہ لدحلان، ۱: ۴۹)

حضور علیہ السلام تھوڑی دیر سوتے تو آپ کی رضاعی بہن حضرت شیما قم قم یا

حبیبی کم تنامی کہہ کر جگاتیں اُٹھ اُٹھ اے محبوب! کتنا سوئے گا (کیوں کہ اب ہم تیرے بغیر اداس ہو جاتے ہیں)۔ حلیمہ کی کُلی کو حضور نے رشک جنت بنا دیا

ے حلیمہ کُلی نوں ویکھے کدے سرکار نوں ویکھے
میں کیہڑی سیج تیرے لئی سجاواں یا رسول اللہ

حضور علیہ السلام کے سر سے پہلے باپ کا سایہ اُٹھا پھر ماں کا پھر دادا کا پھر چچا ابوطالب کا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارے زیر سایہ حضور پلے اللہ آپ کو اپنی رحمت ہی کے سائے میں رکھنا چاہتا تھا اور ساری کائنات ان کے سایہ رحمت میں

ے ساحر وہاں تو ظلِ پدر بھی ناگوار تھا
اور آپ کہہ رہے ہیں نبی سایہ دار تھا
پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اُٹھا لیا
بڑھنے لگے تو مادر و عم ہو گئے جُدا
گھٹنوں چلے تو دادا عدم کو رواں ہوا
یوں ایک ایک سایہ اُٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا گیا اس سایہ دار کو

اُدھر فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے آپ کا خاندان پل رہا ہے اور اِدھر حضور کے وسیلہ سے سارا جہان پَل رہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے حلیمہ کو اسی وقت کہہ دیا تھا تجھے غریب سمجھ کر بچہ دیا کسی نے نہیں اس کو یتیم سمجھ کر لیا کسی نے نہیں، لے جا اس کی یتیمی کے صدقے تیری غریبی دور ہو جائے گی۔ غریبی کو بھی ٹھکانہ ملا ہے تو حضور کے قدموں میں ملا ہے۔ یہ غریبوں کی حمایت کا نعرہ لگا کر نائٹ کلبوں اور عشرت کدوں میں زندگی گذارنے والے کیا جانیں غربت کیا ہوتی ہے یہ تو غریبوں کی لاشوں کے سوداگر ہیں غریبوں کا سچا خیر خواہ وہی ہے جو حضور کا سچا غلام ہے کیوں کہ حضور نے خود ساری زندگی غریبی و مسکینی میں گذار کر پیٹ پہ پتھر باندھ کر غریبوں کا پیٹ بھرا ہے

آپ کی مشہور دعا ہے۔

اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین.

اے اللہ! مجھے غریبی کی زندگی و موت دے اور قیامت کے دن غریبوں میں سے اُٹھانا۔

زندگی اپنی غریبی میں گذاری ساری

حضور علیہ السلام کا پہلا کلام

حضور کی نشو و نما اور بڑھنے کی رفتار حیرت انگیز تھی دوسرے ہی مہینے آپ نے ہاتھوں اور قدموں کے بل چلنا شروع کر دیا، تیسرے مہینے کھڑے ہو گئے، چوتھے ماہ دیوار پکڑ کر چلنے لگے اور پانچویں مہینے کسی سہارے کے بغیر چلنا شروع کر دیا آٹھویں مہینے بولنا شروع کر دیا اور نویں مہینے فصیح کلام فرمانے لگے جو کلام سب سے پہلے فرمایا وہ یہ ہے۔

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا.

اللہ بہت ہی بڑا ہے۔ اس کی تعریف بہت ہی زیادہ ہے اور اس کے لئے پاکیزگی ہے صبح و شام۔

دنیا کا کوئی صرفی نحوی یا عربی کلام کا ماہر حضور علیہ السلام کے اس پہلے کلام سے آج تک کوئی کسی قسم کی غلطی نہیں نکال سکا تو جب عرش معلی پہ گئے اور نبیوں کے امام بن گئے اس دور کے کلام کی معجز بیانی اور فصاحت و بلاعت کا کیا عالم ہوگا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں میں اکثر حضور علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ بھی سُنا کرتی تھی۔

لا الہ الا اللہ قدو ساقد و سانا مت العیون والرحمان لا تاخذہ سنۃ ولا نوم.

اللہ کو اپنے حبیب کی زبان سے نکلے ہوئے اپنی تعریف کے الفاظ اتنے پسند آئے کہ آخری جملہ کو آیت الکرسی کا حصہ بنا دیا۔

جب بھی حضور علیہ السلام کسی چیز کو پکڑتے تو بسم اللہ پڑھ کر پکڑتے گویا قدرت نے بچپن کے عالم میں بھی سرکار کو اکیلے نہ رکھا بلکہ عنایات ربانی آپ کے شامل حال رہیں۔

علامات نبوت کا ظہور

حضور علیہ السلام اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے جاتے تو آپ کی بکریاں خوب موٹی تازی ہو کر آتی تھیں لوگ پوچھتے کہ ایک ہی جگہ پہ چرنے جاتی ہیں ہماری بکریاں اتنی صحت مند نہیں۔ آپ فرماتی تھیں چرتی تو ایک ہی چراگاہ میں ہیں مگر تمہارے چرانے والے اور ہیں میرا چرانے والا اور ہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **کان ینزل علیہ کل یوم نور کنور الشمس ثم ینجلی عنہ** ۔ سورج کی طرح ایک نور روزانہ آپ پر اترتا کچھ دیر کے بعد چھٹ جاتا۔

(السیرہ النبویہ للدحلان)

ثم رات غمامة تظله اذا وقف وقفت و اذا سار سارت.

پھر ایک بار بادل دیکھا وہ آپ پر سایہ کرتا آپ چلتے تو چل پڑتا رکتے تو ٹھہر جاتا۔ (طبقات ابن سعد)

یہی کیفیت چاند کی تھی انگلی کے اشارے پہ چلتا۔ ایک واقعہ تو حضرت عباس سے بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا حضور! آپ کو ایک عجیب بات بتاؤں فرمایا بتاؤ عرض کیا جب آپ جھولے میں تھے تو میں نے ایک رات دیکھا آپ جس طرف انگلی اُٹھاتے ہیں چاند آپ کی انگلی کے اشارے پر چلتا تھا فرمایا چچا اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کے بطن اقدس میں لوح محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز اپنے کانوں سے سُنتا تھا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

؎ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
، کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے
خود سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا

یعنی ہم مٹی سے بنے تو ہمارے والدین ہمیں کھلونے بھی مٹی کے لاکر دیتے ہیں حضور علیہ السلام نور ہیں اللہ نے کھلونا بھی نور کا عطا فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب حضور علیہ السلام کے سامنے چاند کا واقعہ عرض کیا تو سرکار نے فرمایا

كنت احدثه و يحدثني و يلهيني عن البكاء واسمع و حببته حين يسجد تحت العرش ان مهده عليه السلام يتحرك بتحريك الملائكة.

میں اس سے باتیں کرتا وہ مجھ سے، مجھے رونے سے چپ کراتا۔ میں اس کی تسبیح سنتا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا۔ حضور کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔

آپ کے رضاعی بہن بھائی کہتے ہیں

ان اخي الحجازي اذا وقف بقدميه على الوادي يخضر لوقته.

ہمارا حجازی بھائی جس وادی پہ اپنے قدم رکھتا اسی وقت اس جگہ سبزہ اُگ آتا اور پتھریلی زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی۔

جتھے ماہی پب رکھدا اوتھے اُگدا سرو دا بُوٹا

ما بقي منزل من منازل بني سعد الا و قد شمواريح المسك منه.

بنو سعد قبیلے کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں خوشبو نہ پھیل گئی ہو (حالانکہ کئی میل میں پھیلا ہوا تھا)۔

اذا قام في الشمس ظلته الغمام تاتي الوحوش اليه و هو قائم فتقبله. لا يمر على شجر ولا حجر الاسلم عليه. اذا مشى على الصخر يغوص تحت قدميه كالعجين.

جب دھوپ میں کھڑے ہوتے تو فوراً بادل سایہ کر دیتا۔ جانور قدموں کو بوسہ

دیتے ہر درخت، پتھر سلام کہتا۔ سخت پتھر پہ کھڑے ہوتے تو آٹے کی طرح نرم ہو جاتا۔

و اذا جاء الی البئر و نحن نسقی الاغنام یعلوا الماء الی فم البئر.

کنوئیں پہ بکریوں کو پانی پلانے جاتے تو پانی خود ہی کناروں تک آ جاتا۔

و کانت تسمع (حلیمه) الا حجار تنطق بسلامها علیه.

والاشجار تحن باغصانها علیه۔ (المظہری)

حضرت حلیمہ پتھروں کا آپ پہ سلام خود سُنا کرتیں۔ درخت اپنی ٹہنیاں خود بخود جھکا دیتے (تا کہ آپ کی بکریاں پتے کھالیں، اور آپ کو پتے اُتارنے اور جھاڑنے کی زحمت نہ ہو)۔

عورتوں نے حضرت حلیمہ سے پوچھا تیرے گھر میں ساری رات روشنی کس چیز کی ہوتی ہے فرمایا

واللہ ما او قد نارا الا نور وجه محمد صلی اللہ علیه وسلم.

(ہم کوئی چراغ وغیرہ تو نہیں جلاتے بلکہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی روشنی ہوتی ہے۔

ما کنا نحتاج السراج من یوم اخذناه لان نور وجهه کان انور من السراج فاذا احتجنا الی السراج فی مکانه جئنا به فتنورت الا مکنة ببرکته صلی اللہ علیه وسلم.

جب سے ہم حضور علیہ السلام کو لائے ہیں چراغ کی ضرورت ہی نہیں پڑی کیوں کہ آپ کا نور چراغ کے نور سے زیادہ روشن وصاف ہے۔

جب کسی جگہ روشنی کی ضرورت پڑتی ہے تو ہم آپ کو وہاں لے جاتے ہیں آپ کی برکت سے اندھیرے روشنیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

وروی ان حلیمة لما اخذته د خلت علی الاصنام فنکس

الھبل راسه و کذا جمیع الاصنام اما کنھا تعظیما له.

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حلیمہ آپ کو بتوں کے سامنے لے کر گئی تو سب سے بڑے بت ہبل نے اور اسی طرح دیگر تمام بتوں نے آپ کی تعظیم کے لئے سر جھکا دیے۔

؎ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

ولد النبی صلی اللہ علیه وسلم مختونا.

حضور مختون پیدا ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۰۳)

لما وقع علی الارض رفع راسه و قال بلسان فصیح لا اله الا اللہ و انی رسول اللہ۔ (تاریخ الخمیس، ۱:۲۰۳)

حضور علیہ السلام پیدا ہوائے تو زمین پر تشریف لائے سرِ انور اُٹھا کر فصیح زبان میں کہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔

نظرت الیه فاذا ھو کالقمر لیلة البدر ریحه یسطع کالمسک الاذفر۔ (زرقانی علی المواھب، ۲:۲۲۳)

میں نے دیکھا گویا چودھویں کا چاند ہے اور آپ سے تر و تازہ کستوری کے حُلّے پھوٹ رہے تھے۔

و اذن اللہ تلک السنة نساء الدنیا ان یحملن ذکورا کرامة لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ (سیرۃ الحلبیه، ۱:۴۷)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ دنیا کی تمام عورتوں کو اذن دیا کہ صرف لڑکے ہی جنم دو حضور علیہ السلام کی عزت کے لئے۔

الغرض امام ابن جوزی نے کیا خوب کہا

ولد الحبیب و مثله لا یولد

دنیا میں بڑے بڑے پیدا ہوتے رہے لیکن جیسے اللہ کا محبوب پیدا ہوا اس طرح کوئی نہ پیدا ہوا۔

صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

آپ فرماتی ہیں **لا اعلم ارضا من الاراضی اللہ اجدب منھا** ہمارے قبیلے کی ساری بنجر زمین آپ کے آنے سے آباد ہوگئی۔ (انسان الحیوان ا:۱۴۸)

چونکہ ان علامات کو دیکھ کر یہودی آپ کے دشمن ہوگئے تھے کہ تورات وانجیل کی تمام نشانیاں انہوں نے آپ میں بچپن کے اندر ہی دیکھ لی تھیں، سیرت حلبیہ اور طبقات میں ہے کہ انہوں نے بار بار بنو ہذیل اور دیگر قبائل سے کہا یہ وہی ہے اس کو قتل کر دو اس لیے حلیمہ ڈر گئیں اور حضور علیہ السلام کو باہر نہیں جانے دیتی تھیں اور عرض کرتیں

بانکیاں چالاں والیا ہولی قدم ٹکایا کر
گود میری وچ کھیڈ لے باہر نہ کھیڈن جایا کر

ایک یہودی مکہ میں تجارت کے لئے آیا عین اس رات جس رات حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس نے چیخ کر کہا **یا معشر قریش ولد فی ھذہ اللیلۃ نبی ھذہ الامۃ بین کتفیہ علامۃ فیھا شعرات متواترات** ۔ اے قریشیو! آج رات اس امت کا نبی پیدا ہوگیا اس کے کندھوں کے درمیان گھنے بالوں کی علامت ہے لوگ اس یہودی کو حضرت آمنہ کے پاس لے گئے **فقالوا اخرجی المولود ابنک فاخرجتہ و کشفوا عن ظھرہ فرای تلک الشامۃ فوقع الیھودی مغشیا علیہ قالوا مالک مالک قال ذھبت النبوۃ من بنی اسرائیل**۔ تفسیر مظہری ج۲ص۵۲۶

اوران سے عرض کیا ذرا بچہ دکھاؤ انہوں نے دکھایا یہودی نے پشت مبارک سے کپڑا ہٹایا علامت (مہر نبوت) دیکھی بے ہوش ہر کر گر گیا لوگوں نے کہا کیا ہوا تجھے کہنے لگا نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی۔

اور یہی یہودی اکثر کہا کرتا **یا اھل مکۃ یوشک ان یولد مولود یدین لہ العرب و یملک العجم ھذا زمانہ فلما ولد قال لعبد المطلب قد ولدلک المولود الذی کنت احدنکم عنکم.**

اے مکہ والو! ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو عرب و عجم کا مالک ہوگا اس کا زمانہ ولادت آ گیا ہے جب حضور پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگا یہی ہے وہ جس کی بات میں تمہارے سامنے کرتا تھا۔

اس کے علاوہ تفسیر مظہری (ص۵۲۶ تا ص۵۳۰ ج۶)۔ انوار محمدیہ۔ مواہب لدنیہ اور سیرت کی دیگر کتب میں بے شمار حیرت انگیز واقعات جو بچپن میں ظہور پذیر ہوئے موجود ہیں تھوڑی سی شان حضرت حلیمہ کی بیان کر کے اگلی حدیث کو شروع کیا جاتا ہے۔

حضرت حلیمہ پر حضور علیہ السلام کا کرم

مشکوۃ شریف ص۲۷۳ پہ حضرت ابوالطفیل الغنوی سے روایت ہے۔

قال کنت جالسًا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبلت امراۃ فبسط النبی صلی اللہ علیہ وسلم ردائہ حتی قعدت علیہ فلما ذھبت قیل ھذا ارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رواہ ابوداؤد)

میں حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت آئی آپ نے چادر بچھائی وہ اوپر بیٹھ گئی جب چلی گئی تو کہا گیا اس نے حضور علیہ السلام کو دودھ پلایا ہے۔

ایک مرتبہ جب حضور علیہ السلام کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی ہو چکی تھی حضرت حلیمہ تشریف لائیں حضور علیہ السلام نے حضرت خدیجہ کو تعارف کرایا آپ بہت خوش ہوئیں اور چالیس بکریاں اور ایک سواری کا اونٹ ان کو دیا۔ (طبقات ابن سعد)

چار سال تک حضور علیہ السلام حضرت حلیمہ کے پاس رہے دل و جان سے حضرت حلیمہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت کی مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے حضور علیہ لاسلام کے صدقے حلیمہ کو خوب نوازا جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا

لوگ یہ کہتے ہیں تو نے حلیمہ میرے نبی کو پالا ہے
میں یہ کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی نے پالا ہے

ے ایسا طالب کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالیٰ ہے
کوئی نہیں مطلوب بھی ایسا جیسا کملی والا ہے

وہ لوگ جو حقیقی والدین کا احترام نہیں کرتے ان کا کیا تعلق اس نبی سے جس نے رضاعی ماں کا اس قدر اکرام فرمایا کہ آج بھی مدینہ شریف جاؤ جنت البقیع میں حضرت حلیمہ کی قبر پہ کھڑے ہو جاؤ تو سامنے گنبد خضریٰ نظر آتا ہے اور روزہ پاک کے ساتھ والے دروازے باب البقیع پہ کھڑے ہو جاؤ تو جنت البقیع کے دروازے سے حضرت حلیمہ کی قبر نظر آتی ہے بعد وصال بھی اپنے سے جدا نہیں فرمایا

ے لج پال پریت نوں توڑدے نئیں
جیہدی باں پھڑدے اوہنوں چھوڑدے نئیں

* * *

الحمد لله الذي له ما في السموات وما في الأرض وله الحمد في الآخرة وهو الحكيم الخبير يعلم ما يلج في الأرض وما يخرج منها وما ينزل من السماء وما يعرج فيها وهو الرحيم الغفور

﴿۶۲﴾

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ اِنْ اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ
كَشَفَهٗ عَنْكَ وَ اِنْ اَصَابَكَ عَامْ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ
اَنْبَتَهَالَكَ وَ اِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرٍ اَوْ فَلَاةٍ
فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَيْكَ

میں اللہ کا ایسا رسول ہوں کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور میں اس سے دعا کروں تو وہ تمہاری تکلیف دور کر دے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے اور میں اس سے دعا کروں تو تیرے لیے (فصل) اُگا دے اور جب تم چٹیل زمین یا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور میں اس سے دعا کروں تو اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے

(مشکوۃ ص۱۶۹)

اس حدیث کا ماقبل یہ ہے کہ حضرت ابو جری جابر بن سلیم فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف حاضر ہوا تو میں نے ایک صاحب (حضور علیہ السلام) کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے سے کام کرتے ہیں اور ہر بات پر عمل کرتے ہیں (بے وجہ معلوم کیے حکم کی تعمیل کرتے ہیں) میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں (بادشاہوں کے خدام بھی اس قدر حکم کی تعمیل نہیں کرتے یہ دیکھنے میں بادشاہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے بھی اعلیٰ ہے) فرماتے ہیں میں نے دوبارہ عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول، فرمایا علیک السلام نہ کہو کیوں کہ یہ مردوں کا آپس کا سلام ہے بلکہ کہو السلام علیک میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا انا رسول اللہ اور اس حدیث کا مابعد یہ ہے کہ میں نے

عرض کیا مجھے نصیحت کیجیے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا۔ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام بلکہ اونٹ اور بکری کو بھی گالی نہ دی۔ اور کسی اچھی بات کو حقیر نہ جاننا اور اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے بات کیا کرنا یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا۔ نیچا رکھنے سے ہمیشہ بچنا کیوں کہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے یا کسی ایسے عیب سے تمہیں عار دلائے جو تم میں وہ جانتا ہے تو تم اسے اس کے ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو، اس کا وبال اس پر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں اس کا ثواب ملے گا اور اس پر اس کا وبال ہوگا۔

اس حدیث میں اصلاح احوال اور اخلاقیات کی وہ اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر اس سے نکلنے والے تمام مسائل پر تفصیلی بحث کی جائے تو پوری ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے تاہم چند مقامات پر اختصار کے ساتھ گفتگو ضروری ہے۔

پہلا مسئلہ: حضور علیہ السلام نے دو مرتبہ اس شخص کے **علیک السلام یا رسول اللہ** کہنے پر جواب ارشاد نہیں فرمایا کیوں کہ اس کا اس طرح سلام کہنا درست نہ تھا اور جواب نہ دے کر حضور علیہ السلام نے اس کی اصلاح کا بہت عمدہ طریقہ اپنایا کہ اگر فوراً ٹوک دیتے تو وہ اثر نہ ہوتا جو دوبارہ سننے کے بعد مسئلہ بتانے کا اثر ہوا ثابت ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے اور غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے۔

سلام کے مروجہ غلط طریقے

نمبر ۱۔ بعض جاہل بھیا سلام، ابا سلام یا آداب عرض، تسلیمات عرض کہتے ہیں یہ سب غلط ہے ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی اصلاح کرنی چاہیے اور جیسے حضور علیہ السلام نے مذکورہ حدیث میں اصلاح فرمائی اصلاح کر کے سنت کا ثواب حاصل کریں اور پھر جو ساری زندگی صحیح طور پر سلام کہتا رہے گا آپ کو ثواب ملتا رہیگا۔

نمبر ۲۔ بعض لوگ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود السلام علیکم کہنے کی بجائے سام لیکم کہتے ہیں یا جو زیادہ تعلیم یافتہ ہوں وہ السام لیکم کہہ دیتے ہیں۔ یاد رکھیں یہ سام اور السام کا لفظ بڑا ہی خطرناک لفظ ہے یوں سمجھیں کہ جتنی السلام علیکم میں برکت ہے اس سے زیادہ سام یا السام میں نحوست و بے برکتی ہے۔ وہ کیسے سنیے:

السلام علیکم جملہ اسمیہ ہے جس میں ہمیشگی اور دوام واستمرار کا معنی پایا جاتا ہے یعنی خدا کرے تو ہمیشہ سلامت رہے اور سام یا السام کا معنی موت ہے، اسی سے قبر کی سامی جو بنائی جاتی ہے اس میں بھی موت کا مفہوم پایا گیا۔ تو السام علیکم یا سام لیکم کا معنی ہوا کہ خدا کرے تو ہمیشہ کے لئے مر جائے۔ تو بتایئے جو بندہ روزانہ کئی مرتبہ دوسرے کو اس طرح کہے گا تو اس کی بد دعا کبھی تو قبول ہو جائے گی شاید اسی لیے زیادہ موتیں واقع ہو رہی ہیں کہ دعاؤں میں تو اثر ختم ہو گیا، بد دعائیں ہی قبول ہو رہی ہیں الغرض السلام علیکم میں دعا ہے اور السام لیکم یا سام علیکم میں بد دعا۔ اور لیکم تو بالکل مہمل لفظ ہے جس کا کوئی معنی ہی نہیں۔

ایک مرتبہ کچھ یہودی حضور علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے اسی طرح کہا حضور علیہ السلام نے جواب میں وعلیکم فرما دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا حضور علیہ السلام نے فرمایا عائشہ کیا ہوا نرمی کرو۔ **علیک الرفق**۔ عرض کیا حضور آپ نے سنا نہیں ان بدبختوں نے آپ کے لئے موت کی دعا کی ہے فرمایا ان بدبختوں کی کون سی قبول ہو رہی ہے میں نے جواب میں وعلیکم کہہ دیا ہے (ان کی قبول نہیں ہو سکتی میری رد نہیں ہو سکتی)۔

نمبر ۳ انگریزی کے دلدادہ لوگ مختلف لفظوں سے سلام کہنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً گڈ مارننگ (صبح کا سلام) گڈ نون (دوپہر کا سلام) گڈ آفٹر نون (دوپہر کے بعد کا سلام) گڈ نائٹ (رات کا سلام) یہ الفاظ بھی سلام کی جگہ بولنے بالکل فضول ہیں اس سے نہ سلام کہنے کی سنت ادا ہوتی ہے نہ ہی جواب دینا واجب اسی طرح ان الفاظ کے ترجے سے سلام کہنا کہ صبح کا سلام۔ دوپہر کا سلام بھی غلط ہے۔

نمبر ۴ بعض لوگ صرف ہاتھ ہلا کر سلام کہہ دیتے ہیں زبان سے کچھ نہیں بولتے یہ بھی یہودیوں کا سلام قرار دیا گیا ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے ہاں اگر ساتھ سلام کے الفاظ بھی بولے جائیں تو حرج نہیں ہے بالخصوص جو شخص کچھ دور ہو کہ آواز وہاں نہ پہنچتی ہو تو السلام علیکم کہہ کر ہاتھ سے اشارہ کر دے تاکہ وہ سمجھے مجھے سلام کہہ رہا ہے وہ بھی آگے سے سلام کے لفظ بول کر اشارہ کر دے۔ اسی طرح کسی کو الوداع کہنا ہو تو دور سے اشارہ کر دیتے ہیں یا اشارہ کر کے بائے بائے کہہ دیتے ہیں یہ غلط طریقہ

ہے اس کا تو مطلب یہ بنتا ہے کہ ''جاؤ اور کبھی واپس نہ آؤ''۔

نمبر ۵ بعض لوگوں کو سلام کیا جائے تو جواب میں جیتے رہو یا بسم اللہ کہہ دیتے ہیں یا آؤ جی۔ کیا حال ہے کہہ دیتے ہیں اس سے واجب ادا نہ ہوگا اور بندہ گنہ گار ہوگا۔

دوسرا مسئلہ: مذکورہ حدیث میں علیک السلام کو مُردوں کا سلام فرمایا گیا اس کے کئی مطلب ہیں ایک تو یہ کہ کفار عرب قبرستان جا کر مردوں کو ایسا سلام کیا کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ جب مردے آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو اس طرح سلام کہتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اس طرح سلام کہنا تو مردوں کے حال کے مناسب ہے زندہ تو السلام علیکم کہتے ہیں اور جواب وعلیکم السلام سے دیتے ہیں۔

وگرنہ زندہ جب قبرستان جائیں تو انہیں بھی حکم ہے السلام علیکم یا اہل القبور کہو۔

اخلاقیات کی تعلیم (گالی دینا)

حضور علیہ السلام نے مذکور فی الحدیث شخص (جو کہ خود راویٔ حدیث بھی ہے اور صحابی رسول بھی۔ دیہات کے رہنے والے تھے کبھی کبھار مدینے آتے اس لیے ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں) کو فرمایا کسی کو گالی نہ دینا۔ حضور علیہ السلام کے اس حکم کی کس قدر تعمیل کی کہ فرماتے ہیں انسان تو انسان کبھی کسی جانور کو بھی مرتے دم تک گالی نہیں دی عمل کا یہ جذبہ اگر بیدار ہو جائے تو رحمتوں کے دروازے کھل جائیں کتنے ہی مسلمان بات بات پہ گالیاں بکتے ہیں کئی لوگ ہنسی مذاق میں ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالی دیتے ہیں اور اس کو بُرا بھی نہیں سمجھتے۔ کئی لوگ چھوٹے بچوں کو جب بولنا سکھاتے ہیں تو بسم اللہ یا کسی اور بابرکت لفظ سے آغاز کرنے کی بجائے گالیاں سکھا کر اس کی زبان کھلواتے ہیں۔ باپ کہتا ہے ماں کو گالی دے اور ماں کہتی ہے باپ کو گالی دے جب وہ گالی دیتا ہے تو دونوں خوش ہوتے کہ ہمارے بیٹے نے باتیں کرنا شروع کردی ہیں۔ پھر وہ بڑا ہو کر بھی والدین کو گالیاں ہی دیتا ہے کیوں کہ بنیاد ہی غلط رکھ دی

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

جب مستری پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دے تو آسمان تک بھی دیوار جائے گی تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔

کئی والدین بڑھاپے کی حالت میں دھکے کھاتے دیکھے گئے ہیں مولوی صاحب کوئی تعویذ دے دو منڈا بڑی گندی زبان بولتا ہے۔ اب تعویذ کیا کرے، یہ بھول جاتے ہیں کہ خود ہی اس کی زبان کو گندا کیا ہے۔ مسلمانو! اللہ نے تمہیں زبان بکواس کرنے اور گالیاں بکنے کے لئے نہیں دی بلکہ

؎ دی زباں حق نے ثنائے مصطفیٰ کے واسطے
دل دیا حُبِّ حبیبِ کبریا کے واسطے

ہمارے آقا علیہ السلام کے بارے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی کسی کو گالی نہ دی **لا فاحشا و لا متفحشا**۔

تکبر دوزخی کی علامت ہے

ٹخنوں سے نیچے کپڑا اگر تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ہے ویسے بے پرواہی سے ہو تو مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ۔ اکثر احادیث میں جہاں اس سے منع فرمایا ہے ساتھ خیلاء۔ مخیلہ۔ بطرا وغیرہ کی قید لگائی ہے لہٰذا مطلقاً اس کو حرام کہنا زیادتی ہے اور کوئی تکبر سے کرتا ہے یا نہیں اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے۔ بعض لوگ اس معاملہ میں بہت زیادتی کرتے ہیں بالخصوص وہابی حضرات، اخبارات میں آتا ہے کہ جب مرکز طیبہ مرید کے میں سالانہ اجتماع ہوتا ہے تو قینچیاں لے کر بیٹھے ہوتے ہیں جس کی شلوار ذرا نیچے دیکھی اس وقت کاٹ دیتے ہیں۔ بلکہ اب تو یہ وہابیہ کی علامت بن گئی ہے جیسے ہمیشہ سر منڈانا "**سیما ھم التحلیق**"۔

اگر مطلقاً ایسا حرام ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق کو حضور نے کیوں فرمایا اے ابوبکر باوجود اس کے کہ تیری چادر ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہے تو متکبرین میں سے نہیں ہے مشکوۃ ص ۳۷۶ (تکبر کے بارے حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا)۔

عورتوں کے لئے حکم ہے کہ تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھیں۔

حُسنِ خلق

حضور علیہ السلام نے صحابی کو فرمایا اگر کوئی تیرے عیب کھولے تو تُو اس کے عیب نہ

کھول۔ یہ انتہائی حسنِ اخلاق کی تعلیم ہے

؎ بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردے احسن الی من اسآء

بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینا آسان ہے اگر تو مرد ہے تو بُرائی کے بدلے نیکی کر حضور علیہ السلام کی تورات میں ان لفظوں سے تعریف فرمائی گئی **و لا یدفع بالسیئة السیئة و لکن یعفوا و یغفر**۔ کہ آپ برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ

؎ گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں
دشمن آ جائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں

لیکن اگر کمزور سامنے ہو تو اس پہ چڑھ جانا ظلم اور کمینگی ہے اور اگر طاقتور مقابلے میں ہو تو عاجزی کرنا اور کہنا معاف کیا یہ بزدلی ہے

؎ ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

یہ نرمی اور درگذر اپنے ذاتی معاملات میں ہو تو خوبی اور نیکی ہے وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مگر دین کے معاملے میں غیرت کا مظاہرہ ضروری ہے کوئی دین کا مذاق اڑائے اللہ کے محبوبوں کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو ہرگز معاف نہ کیا جائے بلکہ سرکوبی کی جائے۔

اسی طرح فاسق و فاجر کے عیب ظاہر کرنے چاہئیں تاکہ دوسرے مسلمان اس کے فسق و فجور اور ایذاء رسانی سے محفوظ رہ سکیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے دس عیب بیان فرمائے اور آخر میں فرمایا **عتل بعد ذلک زنیم** ۔ حرام کا تخم ہے۔ (یہ اس وقت فرمایا جب اس نے حضور علیہ السلام کو مجنون کہا تھا)۔

حدیث کے راویوں کے جو عیب بیان کیے جاتے ہیں وہ غیبت کے زمرے میں نہیں آتے بلکہ حدیث کا درجہ متعین کرنے کے لئے ان کو بیان کرنا ضروری اور کارِ ثواب ہے ورنہ دین کا سخت نقصان ہوگا۔

پردہ پوشی

اللہ تعالیٰ غفار وستار ہے وہ خود اپنی مخلوق کے عیبوں کو چھپاتا ہے لیکن یہ سعادت صرف ان کے لئے ہے جنہوں نے اپنا سینہ ایمان سے روشن کرلیا۔ ایک حدیث شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت جائے گا اور جہنم سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا وہ وہ بندہ ہوگا کہ جس کو قیامت کے میدان میں لایا جائے گا اللہ فرمائے گا اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کرو اور بڑے رہنے دو چنانچہ کہا جائے گا تو نے فلاں دن فلاں جگہ فلاں فلاں گناہ کیا وہ کہے گا ہاں اور ڈرے گا کہ اب بڑے گناہ بھی میرے سامنے لائے جائیں گے پس حکم ہوگا فان لک مکان کل سیئة حسنة جا ہر گناہ کے بدلے تجھے نیکی کا ثواب دیتے ہیں (جب دیکھے گا کہ معاملہ میری توقع کے خلاف ہوا میں تو سزا کی سوچ رہا تھا) فیقول رب قد عملت اشیاء لا اراھا یااللہ! میرے بڑے گناہ تو یہاں ہیں ہی نہیں (مطلب یہ ہوگا کہ ان کے بدلے بھی نیکیاں دی جائیں) راوی کہتے ہیں یہ فرما کر حضور علیہ السلام اتنا ہنسے حتی بدت نو اجذہ (رواہ مسلم) کہ داڑھیں مبارک ظاہر ہوگئیں۔

تو جب اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کے گناہوں کی اس قدر پردہ پوشی فرماتا ہے تو دوسروں کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ ایک دوسرے کی پردہ دری کرتے رہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا جو مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غیبت کو زنا سے بھی بڑا گناہ کہا گیا۔ اور سگے مردہ بھائی کا کچا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا گیا۔ لیکن ہماری حالت اس سے مختلف ہے جہاں دو چار بندے مل کر بیٹھتے ہیں دوسرے کسی بھائی کی چغل خوری شروع کردیتے ہیں۔ کاش ہم اپنے گناہوں کی طرف نظر رکھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں

تھی نہ اپنے گناہوں کی ہم کو خبر
دیکھتے رہے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی جونہی گناہوں پہ اپنے نظر
تو جہاں بھر میں کوئی برا نہ رہا

قول وعمل کی اس کمزوری نے ہمارے معاشرے کو تباہ کردیا ہے۔ مسائل سن لیتے ہیں لیکن عمل کے قریب نہیں آتے دیکھو مذکورہ حدیث میں صحابی نے جونہی یہ مسئلہ سنا کہ کسی کو گالی

نہیں دینی، تو مرتے دم تک جانور تک کو گالی نہ دی۔

صحابہ کرام کے جذبہ اطاعت کی چند مثالیں

نمبر ۱۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ میں نے سُرخ رنگے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے **فقال ما ھذا؟** فرمایا یہ کیا ہے؟ پس میں نے سمجھ لیا کہ حضور نے پسند نہیں فرمایا میں گھر گیا اور کپڑے اتار کر جلا دیے (حالانکہ حضور نے جلانے کا نہ کہا تھا اور اس دور میں کپڑوں کی بھی قلت تھی ویسے اتار دیتے تو کافی تھا) پھر حضور کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا **ما صنعت بثوبک؟** کپڑوں کا کیا کِیا؟ میں نے کہا حضور جلا دیے ہیں فرمایا **افلا کسوت بعض اھلک فانہ لا باس بہ للنساء** (رواہ ابوداؤد) گھر میں کسی عورت کو پہنا دیتے ان کے پہننے میں حرج نہیں لیکن جس شے کو حضور علیہ السلام ناپسند فرماتے صحابہ اسے دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

نمبر ۲۔ ایک صحابی کے ہاتھ پر سونے کی انگوٹھی دیکھی (غالباً سونے کی حرمت کا حکم ان تک نہ پہنچا تھا) حضور نے اتار کر پھینک دی فرمایا کوئی تم میں سے آگ کا انگارہ ہاتھ پہ رکھ سکتا ہے؟ جب حضور تشریف لے گئے تو ایک صحابی نے کہا! اُٹھا لو اور کسی کام میں لگا لینا یعنی بیچ کر کوئی استعمال کی چیز لے لینا تو انہوں نے بڑا عاشقانہ جواب دیا۔

قال لا واللہ لا اخذہ ابدا و قد طرحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رواہ مسلم)

خدا کی قسم! میں کبھی اس شے کو نہ پکڑوں گا جس کو حضور نے پھینک دیا ہے۔

بہت سادہ سا ہے اپنا اصولِ زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

ایک اور اندازِ اطاعت

حضور علیہ السلام نے ایک صحابی کی عدم موجودگی میں فرمایا **نعم الرجل خریم الاسدی لو لا طول جمتہ و اسبال ازارہ۔** خریم اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ

ہوں اور تہبند گھسیٹ کے نہ چلے تو۔ یہ بات حضرت خریم کو پہنچی کہ بارگاہِ رسالت میں میری پسندیدگی کو دو شرطوں سے مشروط کر دیا گیا ہے فوراً بال کٹا کر کانوں کے برابر کر دیے اور تہبند کو پنڈلی کے درمیان تک اُٹھالیا۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت انس کے ایک گیسو کو حضور علیہ السلام پیار سے کھینچتے اور پکڑتے تو ان کی ماں نے فرمایا **لا اجزھا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمدھا و یا خدھا**۔ (ابو داؤد) میں اس گیسو کو نہیں کاٹوں گی جس کو حضور پکڑتے اور کھینچتے تھے۔

حضور علیہ السلام کی دعا کا اثر

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی شان سے جو دعائے محمد ﷺ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
رضا پُل سے اب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رب سلّم صدائے محمد ﷺ

مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے خود اپنی دعا کی اثر انگیزی کو بیان فرمایا کہ میں دعا کروں تو تکلیف دور ہو جائے۔ قحط ختم ہو جائے۔ گم شدہ سواری واپس آ جائے لہٰذا چند محبت بھرے واقعات حضور علیہ السلام کی دعا کے متعلق حدیث کی روشنی میں پیش خدمت ہیں۔

نمبر ا۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کی دعا کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا ہے **و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان**۔ (البقرہ)

مگر یہاں بھی فرمایا شرط یہ ہے آپ سے سوال کریں اور کریں بھی میرے بارے تو پھر میں قریب بھی ہوں دعا بھی قبول کروں گا۔ لہٰذا دعا میں حضور علیہ السلام کا حوالہ ضروری ٹھہرا اسی لیے آدم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا اعلان تین سو سال بعد اس وقت کیا جب انہوں نے حضور علیہ السلام کے حوالے سے دعا کو مزین کیا **اللھم انی اسئلک بحق محمد صلی**

الله علیه وسلم ان تغفرلی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں۔ (روح البیان) اور حضور علیہ السلام نے نابینا صحابی کو جو دعا سکھائی اور فوراً قبول ہو کر اُن کو آنکھیں مل گئیں اس میں بھی راز یہی تھا کہ حضور کا وسیلہ درمیان میں لا کر دعا کی گئی۔

اللهم انی اسئلک و اتوجه الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضٰی لی اللهم فشفعه فی (مشکوۃ) اس لیے ہم دعا میں اللہ و رسول دونوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں

؎ یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ! کرم کیجئے خدا کے واسطے

لہٰذا حضور کا حوالہ پیش کیے بغیر دعا کا قبول ہونا۔ ایں خیال است و محال است و جنوں

اور مولانا جامی فرماتے ہیں

؎ اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر نبیوں کی دعا اس بابرکت نام کی برکت سے قبول ہوتی ہے تو تیری میری کیوں نہ قبول ہوگی اور اگر اس نام کے وسیلے کے بغیر انبیاء کی قبول نہیں تو تیری میری کیسے قبول ہوگی

؎ بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شئی حتی تصلی علی نبیک۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۰)

دعا بغیر درود شریف کے زمین و آسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے۔

نمبر۲۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں **اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم و انا ابکی** میں روتا ہوا حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے

رونے کا سبب پوچھا میں نے عرض کیا حضور مجھے اپنی ماں سے بڑا پیار ہے لیکن وہ مسلمان نہیں ہوتی اور میں نہیں چاہتا قیامت کے دن میں جنت میں جاؤں اور وہ میرے سامنے دوزخ میں جائے لہٰذا **فادع اللہ ان یھدی ام ابی ھریرۃ** دعا فرما دیں اللہ اس کو ایمان عطا فرمائے ادھر حضور علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے ادھر ابو ہریرہ نے دوڑ لگا دی دیکھنے والے حیران تھے۔ جب ابو ہریرہ واپس آئے تو صحابہ نے پوچھا آج آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا میں دیکھنا چاہتا تھا نبی کی دعا پہلے عرش پہ پہنچتی ہے یا میں پہلے گھر پہنچتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا پھر کیا ہوا فرمایا نبی کی دعا پہلے پہنچ گئی کیوں کہ میں گھر گیا تو میری ماں مسلمان ہو چکی تھی۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۰۱ ملخصا)

نمبر ۲۔ بخاری شریف میں امام بخاری نے تقریباً سترہ مرتبہ یہ روایت ترجمۃ الباب میں بدل بدل کر بیان فرمائی کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ عین اس وقت کہ آپ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے ایک اعرابی کھڑا ہو گیا۔ حضور! مویشی ہلاک ہو گئے بچے بھوکے مر گئے **فادع اللہ لنا** ہمارے لیے اللہ سے (بارش کی) دعا فرمائیں **فرفع یدیہ فقال اللھم اسقنا۔** آپ نے اپنے (گورے گورے نورانی) ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی اے اللہ! پیاسی زمین کو سیراب کر دے۔ حضرت انس فرماتے ہیں جب آپ نے ہاتھ اُٹھائے تو آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہیں تھے **فوالذی نفسی بیدہ ما وضعھما حتی ثار السحاب امثال الجبال۔** اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابھی حضور نے ہاتھ نیچے نہیں کیے کہ آسمان پر پہاڑوں کی طرح بادل چھا گئے۔ حضور منبر سے اترے تو داڑھی مبارک بارش کے پانی سے تر تھی۔ پورے سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو وہی اعرابی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کیا **تھدم النباء و غرق المال۔** یارسول اللہ! اب تو مکان گرنے لگے اور مال ہلاک ہونے لگے۔ دعا فرمائیں بارش رُک جائے حضور علیہ السلام نے پھر ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی **اللھم حوالینا ولا علینا** اے اللہ! ہمارے اوپر نہ ہو اور گرد ہوتی رہے، ساتھ انگلی کا اشارہ کر کے دائرہ بنایا جدھر جدھر انگلی

پھٹتی گئی بادل چھٹتا گیا۔ (بخاری ج ا ص ۵۰۶، مسلم شریف۔ مشکوۃ)

اس دوران کئی لوگوں نے بارش کے نزول کی اور پھر اس کے بند ہونے کی دعائیں کی ہوں گی مگر بعد میں سب کو معلوم ہو گیا کہ جس نے نزول کی دعا کی رب کی رحمت اسی کی دعا کا انتظار بند ہونے کے لئے بھی کر رہی تھی۔ وہی گورے گورے ہاتھ اُٹھیں گے تو بارش رُکے گی چنانچہ ایسا ھی ہوا۔

نمبر۳۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۳ پہ ہے حضرت انس کو حضور علیہ السلام نے دعا دی، ان کی ماں کے عرض کرنے پر **اللھم اکثر ماله و ولده و بارک له فیما اعطیته** یا اللہ اس کے مال و اولاد میں برکت دے دوسری روایت میں ہے **واطل حیاته وادخله الجنة** اس کی زندگی کو لمبا کر دے اور اس کو جنت عطا کر دے چنانچہ حضرت انس کی عمر سو سال ہوئی۔ ان کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا جس سے مشک کی خوشبو آتی۔ اور بخاری ص ۲۶۶ پہ ہے **فانی لمن اکثر الانصار مالا** میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا تھا اور اولاد کا حال یہ تھا کہ حجاج کے زمانے تک میں نے ایک سو بیس سے زیادہ صلبی اولاد اپنے ہاتھوں سے دفن کی۔ (ظاہر ہے طبعی عمر گذار کر فوت ہوئے ہوں گے ورنہ دعا کا اثر کیسا؟ جب فوت شدہ اتنی تھی تو زندہ کتنی ہوگی)۔

نمبر۴۔ حضرت انس فرماتے ہیں ایک یہودی کو حضور علیہ السلام نے دعا دی یا اللہ اس کو خوبصورت بنا دے حالانکہ بوڑھا تھا بال سفید تھے لیکن اسی وقت بال سیاہ ہو گئے اور پھر سو سال تک بوڑھا نہ ہوا۔ (مدارج النبوۃ ج ا ص ۴۳۸)

نمبر۵۔ جب سوۃ اللھب نازل ہوئی تو ابولہب کے بیٹے عتبہ (جس کے گھر حضور علیہ السلام کی بیٹی تھی) نے کہا **کفرت برب النجم** میں اس سورۃ کے نازل کرنے والے کا انکار کرتا ہوں حضور علیہ السلام نے اسی وقت اپنے رب سے عرض کیا **اللھم سلط علیه کلبا من کلابک**۔

اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے کچھ دنوں بعد اپنے باپ ابو لہب کے ساتھ ملک شام جا رہا تھا ایک جنگل میں رات پڑ گئی۔ ابولہب نے ساتھیوں سے کہا میرے بیٹے کی حفاظت کرنا "می ترسم کہ دعا محمد در وے رسد" میں ڈرتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کا کہا

اس کو پہنچ نہ جائے۔ چنانچہ اس کے اردگرد سب نے بستر بچھا لیے اور اس کو درمیان میں سلا دیا۔ آدھی رات ہوئی تو جنگل کا شیر آیا تمام لوگوں کے منہ سونگھتا ہوا عتبہ کے پاس آ گیا۔ منہ سونگھا گستاخی کی بدبو آئی وہیں چیر پھاڑ دیا۔ ولم یا کلہ لنجاستہ مگر کھایا نہیں کہ گستاخ رسول سے اس کو بھی نفرت تھی ۔ جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا۔ (روح البیان)

الغرض حضور علیہ السلام کی دعاؤں کے بے شمار واقعات ہیں کس کو بیان کیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت عمر فاروق کی قسمت کا فیصلہ بھی حضور کی دعا نے فرمایا۔ اور ستر بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے حضرت دحیہ کلبی کے لئے بھی حضور نے دعا فرمائی اللھم ارزق الاسلام دحیۃ کلبی اے اللہ! دحیہ کو اسلام کی دولت سے نواز پھر انہی کی شکل میں کبھی آسمان سے جبریل علیہ السلام اترتے تھے۔ (روح البیان)

دعا کی اہمیت وافادیت

موجودہ دورِ انحطاط وزوال میں مسلمان قوم کے مصائب وآلام کے جہاں دیگر بے شمار اسباب وعلل ہیں وہاں ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کئی قسم کی تدابیر کر گزرتے ہیں مگر دعا کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں اور اگر تھوڑی بہت اس طرف پیش رفت ہوتی بھی ہے تو آداب وشرائط کا لحاظ بہت کم کیا جاتا ہے حالانکہ حصول مقاصد کے لئے دعا سے بڑھ کر شاید ہی کوئی عمدہ واعلیٰ تدبیر ہو ارشاد خداوندی ہے ادعونی استجب لکم تم مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا۔ حدیث شریف میں سرکار دوعالم فداہ ابی و امی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ سے دعا مانگنے کی توفیق مل گئی وہ سمجھ لے کہ اس کی مراد پوری ہو گئی۔ (ملخصا)

لیکن یہاں یہ بات ذہن میں کھٹکتی ہے کہ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقصد کے لئے کبھی عرصہ دراز تک دعا کی جاتی ہے مگر وہ بعینہ دعا کرنے والے کی مرضی کے مطابق حاصل نہیں ہوتا اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو مذکور ہوئی کہ دعا کے آداب وشرائط کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیا کے معمولی بادشاہوں اور ان کے ماتحت حاکموں کے سامنے اگر کوئی درخواست بغیر شرائط وآداب کا لحاظ کئے پیش کی جائے تو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا بلکہ بعض اوقات درخواست

گزار عتاب کا شکار بھی ہو جاتا ہے تو وہ ذات جو احکم الحاکمین ہے اور اس شہنشاہ حقیقی کا دربار تمام درباروں سے بڑا دربار ہے ضرور بالضرور اس کی بارگاہ سے مانگنے کے لئے بھی کچھ آداب و شرائط کا ہونا لازم ہے۔

دعا کی اہمیت وافادیت نیز اس کے آداب وشرائط بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لغوی معنی ومفہوم کی طرف توجہ کی جائے تاکہ علی وجہ البصیرت اس کی جامعیت ذہن میں راسخ ہو جائے۔

چنانچہ دعا کا معنی ہے پکارنا، مانگنا، سوال کرنا، بلانا اور یہ لفظ مصدر ہے، **دعا یدعو** کا اور یہ لفظ بنفسہ خود اور اپنے کئی مشتقات کے ساتھ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے مثلاً **کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الادعاءً و نداءً** (البقرہ) اسی طرح دعا کا استعمال قرآن پاک میں نام لینے کے معنی میں بھی آیا ہے فرمایا **لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً** جب لوگوں نے یا محمد یا محمد کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کیا تو فرمایا کہ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو ایسے رسول کو نہ پکارا کرو۔

(لغات القرآن ص۱۱۲ ج۳)

دعا شریعت میں عبادت کا حکم رکھتی ہے کیوں کہ اس سے بندوں کی عاجزی کا اور رب کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے کیوں کہ مانگنا، گڑگڑانا، عجز کا اظہار کرنا لوازم عبودیت سے ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۳۳ ج۵ میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وھو طلب الادنیٰ بالقول من الاعلیٰ شیئا علیٰ جھۃ الاستکانۃ کہ کم تر شخصیت کا برتر ہستی سے عاجزانہ انداز میں کسی شے کے طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر صفحہ ۱۰۶ ج۵ پہ فرماتے ہیں۔

و حقیقۃ الدعاء استدعاء العبد ربہ جل جلالہ العنایۃ و استمدادہ ایاہ المعونۃ۔

یعنی دعا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے عنایت و مدد کا طلب گار ہو۔ اس مختصر سی لغوی وضاحت کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ دعا کی اہمیت وافادیت کیا ہے؟ اس بارے میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا۔ **الدعأ مخ العبادۃ** کہ دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا۔

لیس شئی اکرم علی اللہ من الدعا (ابن ماجہ، ترمذی) کہ اللہ کے ہاں کوئی چیز دعا سے زیاہ مکرم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا **من فتح له منكم باب الدعاء فتح له ابواب الرحمة** کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ (ترمذی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا **من لم یسئال الله یغضب علیه** کہ جو اللہ سے نہ مانگے اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا **سلوا الله من فضله فان الله یحب ان یسئال و افضل العبادة انتظار الفرج** (ترمذی) کہ اللہ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے مانگیں۔ (مخلصا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا **ان الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل فعلیکم عباد الله بالدعاء** کہ دعا نفع بخش ہوتی ہے ان حوادث میں جو نازل ہو چکے اور ان میں جو ابھی نازل نہیں ہوئے اے خدا کے بندو! دعا کا اہتمام کرو۔ (ترمذی۔ احمد)

دعا کے چند آداب

(۱) قبلہ رو ہو کر دعا کرنا (۲) بوقت دعا نگاہ کو پست رکھنا (۳) دعا کا آغاز و اختتام حمد و درود کے ساتھ کرنا (۴) ربنا کے لفظ سے دعا کو مزین کرنا (۵) اخروی حاجات کو مقدم رکھنا (۶) دوران دعا آواز میں اعتدال رکھنا (۷) قافیہ بندی سے پرہیز کرنا (۸) گانے کا انداز نہ اپنانا (۹) تضرع و عجز کے ساتھ دعا کرنا (۱۰) یقین کامل کے ساتھ دعا کرنا (۱۱) الحاح کی کوشش کرنا یعنی رو رو کر دعا کرنا (۱۲) بوقت دعا بے کسی و بے قراری کا اظہار کرنا (۱۳) دعا سے پہلے گناہ سے پرہیز اور توبہ کرنا (۱۴) اخلاص کے ساتھ دعا کرنا (۱۵) فراخی و تنگ دستی میں دعا کرتے رہنا (۱۶) دین دار لوگوں سے دعا کرانا (۱۷) مظلوم کی بددعا سے بچنا (۱۸) حضور علیہ

السلام کے توسل سے دعا کرنا (۱۹) اکل حلال اور صدق مقال بھی دعا کی قبولیت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار۔

ایک جامع دعا

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بے شمار دعائیں فرمائی ہیں مجھے یاد نہیں رہتیں فرمایا ایک ہی دعا یاد کر لو تو یہ ایسے ہے جیسے تو نے تمام دعائیں یاد کر لیں یعنی ہر جگہ یہی کر لینا اللھم انا نسئلک من خیر ما سئلک منه نبیک محمد صلی اللہ علیه وسلم و نعوذ بک من شر ما استعاذ منه نبیک محمد صلی اللہ علیه وسلم و انت المستعان و علیک البلغ و لا حول و لا قوة الا باللہ (ترمذی شریف)

جب کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شاید دعا کی قبولیت یہی ہے کہ جو کچھ مانگا ہے بعینہ وہی مل جائے یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے کیوں کہ دعا کی قبولیت کی کئی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ جو مانگا بعینہ وہی مل گیا یا جو مانگا اس سے بہتر مل گیا یا مانگا کچھ تھا مگر کوئی مصیبت آنے والی تھی تو اس کے بدلے وہ ٹال دی گئی یا جو مانگا تھا وہ اس کے لئے نقصان دہ تھا تو اللہ نے مہربانی فرماتے ہوئے اس کے بدلے مفید چیز عطا فرما دی یا یہ کہ اس کی دعا کو ذخیرہ کر دیا گیا روز قیامت اس کو وہ وہ نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی کہ جن کی طرف قیامت کے دن وہ سخت حاجت مند ہوگا بندہ حیران ہو کر پوچھے گا مولیٰ یہ سب کچھ مجھے کن اعمال کی جزا کے طور پر ملا ہے فرمایا جائے گا یہ تیری دعائیں ہیں جو میں نے سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ کوئی مریض اگر میڈیکل سٹور پر چلا جائے اور خود ہی کہنا شروع کر دے کہ مجھے فلاں بیماری ہے فلاں فلاں دوائی دے دو اگر اس کی ہر بات مان لی جائے تو ہو سکتا ہے کوئی ایسی گولی کھا بیٹھے جس سے اس کی زندگی کا ہی خاتمہ ہو جائے لہٰذا وہ کچھ بھی مانگتا پھرے مگر دوائی اس کو وہی دی جائے گی جو ڈاکٹر تجویز کرے گا اور اس میں اس کا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ چونکہ بندوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے۔

لہٰذا بندہ اگر کبھی اپنی کم عقلی کی وجہ سے کوئی نقصان دہ شے مانگ بھی لے تو اللہ اس کو اس ضرر رساں چیز سے بچا کر فائدہ مند چیز عطا فرما دیتا ہے اور پھر اللہ ہی کی مشیت کو بہر حال

اولیت حاصل ہے ارشاد فرمایا۔

فیکشف ما تدعون الیه ان شاء۔ (انعام)

کہ اگر وہ چاہے تو اس چیز کو کھول دیتا ہے جس کی تم دعا کرتے ہو۔

تو جب دعا کی قبولیت کو مقید فرما دیا گیا تو اب یہ سوال بھی ختم ہو گیا کہ بعض دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت کا بھی پہلو موجود ہے کہ اس کی مرضی ہے قبول کرے یا نہ کرے بندے کو کیا حق ہے کہ بندہ ہو کر ذہن میں ایسا تصور بھی لائے بندے کو تو چاہیے اپنی مرضی اس کی رضا پر قربان کر دے حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مرضئی مولیٰ از همه اولیٰ۔

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

بلکہ اہل اللہ تو کہتے ہیں کہ اگر وہ بچا کر راضی ہے تو ہم بچ کر راضی ہیں اور اگر وہ کٹا کر راضی ہے تو ہم خون کی ندیاں بہا کر راضی ہیں الحمد للہ علی کل حال ہر حال میں خدا کا شکر ہے۔

* * *

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں جل جلالہ گذاشتیم
آں ذاتِ پاک جل جلالہ مرتبہ دانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است

۲۰۰۱ء

﴿۶۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَ ضَمَّ اَصَابِعَہٗ

میں اور وہ (جس نے دو بچیوں کی پرورش کی قیامت کے دن) ایسے (آئیں گے)
اور اپنی انگلیوں کو ملا دیا
(رواہ مسلم)

اہل عرب بچیوں سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ ان کے وجود کو برداشت نہ کرتے اور بچی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے۔ جس کے گھر بچی پیدا ہوتی وہ راتوں رات اس کو دفن کر دیتا اور اگر کسی کو خبر ہو جاتی کہ فلاں کے گھر بچی پیدا ہوئی ہے تو دوست احباب افسوس کرنے اس کے گھر جاتے کہ کوئی بات نہیں جو ہونا تھا ہو گیا۔ صبر کرو وغیرہ وغیرہ اور وہ بچی والا آگے سے جواب دیتا کہ میں اپنی پگ کو داغ نہیں لگنے دوں گا اور اس کو زندہ درگور کر کے دم لوں گا اور باقاعدہ بعض لوگ اس ظلم کو کاروبار کے طور پر اپنائے ہوئے تھے قرآن مجید میں چند جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ظالمانہ رسم و رواج اور درندگی کی نشاندہی قرآن پاک میں فرمائی ہے۔

واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم
يتوارىٰ من القوم من سوء ما بشر به ايمسكه على هون ام
يدسه فى التراب الاساء ما يحكمون۔ (النحل)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی تو اس کا منہ (افسوس و صدمہ) سے کالا سیاہ ہو جاتا اور وہ غصہ پی جاتا۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا اس خبر کی بُرائی کے سبب سے (پھر سوچتا) کیا اسے ذلت اٹھا کر زندہ رہنے دوں یا (عزت بچانے کے لئے) زندہ مٹی میں دفن کر دوں بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پہ ارشاد ربانی ہے۔

و اذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه مسودا وهو كظيم۔ (الزخرف)

اور جب ان میں سے کسی کو خبر سنائی جاتی اس (بچی) کی جو رحمٰن کے لئے ثابت کرتا تو دن بھر منہ سیاہ رہتا اور غم کھاتا رہتا۔

اور ظلم کی انتہاء یہ ہے کہ جس کا وجود اپنے لیے لعنت سمجھتے اللہ کے لئے اسی کو ثابت کرتے اور کہتے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ فرمان خداوندی ہے۔

و يجعلون لله البنات سبحنه ولهم ما يشتهون۔ (النحل)

اور اللہ کے لئے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں "پاکی ہے خدا کو" اور اپنے لیے وہ جو پسند کرتے ہیں (خدا کے لئے بیٹیاں اور اپنے لیے بیٹے)۔

اللہ تعالیٰ نے سوالیہ انداز میں ان کی اس ناانصافی کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

اصطفى البنات على البنين مالكم كيف تحكمون افلا تذكرون۔ (الصافات)

کیا اللہ نے اپنے لیے بیٹیاں پسند کیں بیٹے چھوڑ کر تمہیں کیا ہے کیسا حکم لگاتے ہو۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا کے لیے بیٹے ثابت کیے جائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا کہا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پہ اس کی تردید فرمائی۔

وقالوا اتخذ الله ولدا سبحنه، بل له ما في السموت والارض كل له قانتون۔ (البقرہ)

اور کافروں نے کہا خدا نے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے حالانکہ وہ پاک ہے (اس سے) بلکہ اس کی ملکیت ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اس کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحنه، بل عباد مكرمون۔ (انبیاء)

اور کافروں نے کہا (فرشتے) خدا کی اولاد ہیں پاکی ہے اس کو بلکہ فرشتے تو اس کے عزت والے بندے ہیں۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔ (القران)

فرمادیں اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔

قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں مسئلہ کی تنقیح کے بعد ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس میں اہل عرب کی اس صنف نازک کے ساتھ نفرت و دشمنی بھی سمجھ آئے گی اور انقلاب محمدی کی برکات کا بھی اندازہ ہوگا۔

دحیہ کلبی کا واقعہ

اگرچہ تمام سیرت نگاروں نے بعثت نبوی سے قبل عربوں کی حالت کے ضمن میں یہ واقعہ لکھا ہے اس کے علاوہ سُنن دارمی کے اندر بھی پہلے صفحہ پر مذکور ہے تاہم تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے اور درۃ الناصحین میں علامہ عثمان بن حسن بن احمد علیہ الرحمۃ نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان دحیة الکلبي کان ملکا کافرا من العرب و کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یحب اسلامه.

کہ دحیہ کلبی عرب کے کافروں میں سے بہت بڑا دولت مند شخص تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ایمان لانے کے بہت ہی خواہش مند تھے۔

کیوں کہ اس کے زیر اثر اس کے خاندان کے سات سو افراد تھے —— سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ اگر دحیہ کلبی مسلمان ہوگیا تو اس کے خاندان کے سات سو افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے —— **کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یدعوله و یقول اللهم ارزق الاسلام دحیة کلبی۔**

اس بناء پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام لانے کے لئے دعا فرماتے —— اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے —— "اے اللہ! دحیہ کلبی کو اسلام کی دولت

عطا کر دے۔

آخر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی ——— اور ہو بھی کیوں نہ جب کہ ہمارا نبیؐ وہ رسولؐ ہے جس کی ہر دُعا قبول ہے۔

فلما اراد الاسلام اوحی اللہ تعالیٰ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد صلوۃ الفجر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قذفت نور الایمان فی قلب دحیۃ الکلبی فھو یدخل علیک الان.

پھر جب دحیہ کلبی نے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صبح کی نماز کے بعد وحی کی کہ ——— اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے دحیہ کلبی کے دل میں نُورِ ایمان کی روشنی پیدا کر دی ہے اور وہ ابھی تمہاری خدمت میں حاضر ہونے والا ہے۔

فلما دخل دحیۃ الکلبی المسجد رفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رداء ہ عن ظھرہ و بسط علی الارض و اشارا الی ردائہ ———

پس جب دحیہ کلبی مسجد نبوی میں داخل ہوا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کندھے سے اتار دی ——— زمین پر بچھا دی اور دحیہ کلبی کو اس پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔

دحیہ کلبی نے صاحب خلقِ عظیم کا حُسنِ اخلاق دیکھا ——— **بکی و رفع رداء ہ و قبلہ و وضعہ علی راسہ و عینہ** ——— تو وہ رونے لگا۔ اور چادر مبارک کو اُٹھا کر اسے بوسہ دیا اور آنکھوں پر لگائی اور اپنے سر پر رکھ لی اور عرض کیا ——— یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر اسلام پیش کرو۔

فرمایا ——— **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔**

اسلام کے مقدس دامن میں آجانے کے بعد وہ پھر رونے لگا ———

رحمتِ دو عالمؐ نے پوچھا ——— اب کیوں روتے ہو؟

عرض کیا—— **انی ارتکبت ذنوبا کبائر** —— کہ میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں۔ اللہ سے پوچھیں ان گناہوں کا کفارا کیا ہے؟

ان امرنی ان اقتل نفسی اقتلها —— اگر مجھے حکم ہو کہ میں اپنی جان دے دوں۔ تو میں ان گناہوں کے کفارے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔

نبی علیہ السلام نے پوچھا—— دحیہ کلبی تو نے کیا کیا گناہ کئے ہیں۔

عرض کی—— **قتلت سبعین من بنات بیدی** —— کہ میں اپنے ہاتھوں سے ستر (۷۰) لڑکیاں قتل کر چکا ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہت حیران ہوئے۔

فنزل جبریل علیه السلام فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قل لدحیة الکلبی و عزتی و جلالی انک لما قلت لا اله الا الله محمد رسول الله غفرت لک کفرک ستین سنة ——

تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا—— یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دحیہ کلبی کو کہہ دو کہ تیرے کلمہ پڑھنے اور حلقہ بگوش اسلام ہونے کے ساتھ ہی میں نے تیرے ساٹھ سال کے کفر کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے۔

فبکیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم و اصحابه.

پس رسولِ اکرم اور ان کے وفادار صحابہ کرام بھی رونے لگے—— صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقال النبی صلی الله علیه وسلم قد غفرت لدحیة الکلبی قتل سبعین بناته بشهادة مرة واحدة فکیف لا تغفر للمؤمنین صغائرهم شهادة کثیرة.

کہ میرے غفورٌ رحیم اللہ—تو نے دحیہ کلبی کے کبیرہ گناہ ایک بار کلمہ کی گواہی پر

بخش دیئے جو کہ ستر (۷۰) لڑکیوں کے قتل کرنے کی صورت میں تھے تو پھر میری امت کے صغیرہ گناہ تُو کیوں نہ بخشے گا۔ حالانکہ یہ کثرت سے کلمہ طیبہ کی گواہی دیتی ہے۔ (تفسیر روح البیان ج ۱ص ۱۲۴، درۃ الناصحین ص ۱۴۲)

بعض جگہ اتنا اضافہ بھی ہے (اور وہاں حضرت دحیہ کا نام نہیں ہے) کہ میرے اپنے ہاں بچی پیدا ہوئی (شاید یہ سفر پہ تھے مدت بعد آئے تو بچی چلنے پھرنے لگی) میں نے اسے بلایا وہ خوشی سے دوڑتی آئی میں اس کو لے گیا اور کنوئیں میں پھینک دیا وہ ابا ابا کہتی رہی۔ یہ سُن کر حضور علیہ السلام بہت روئے اور فرمایا دوبارہ بیان کرو اس نے پھر بیان کیا تو سرکار کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ (سیرت رسول عربی بحوالہ داری صفحہ نمبر ۱)

انقلاب محمدی اور خواتین

دنیا کے مختلف ملکوں میں انقلاب آتے رہے لیکن انقلاب کے بعد بھی ظالمانہ نظام جوں کا توں چلتا رہا لیکن جو انقلاب اللہ کے رسول نے بپا کیا اس کی مثال نہیں ملتی صرف اسی صنف نازک کی بات کرتے ہیں کہ کہاں عرب کی یہ حالت کہ بیٹی پیدا ہونے پر ان کے گھروں میں قیامت کا سماں ہوتا اور اس کے وجود کو سب سے بڑی نحوست سمجھا جاتا پھر کہاں اپنی بیٹی سے اتنی نفرت اور انقلاب کے بعد کی حالت ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ پہ یہ حدیث موجود ہے کہ حضور علیہ السلام حدیبیہ کے اگلے سال عمرہ کرنے تشریف لاتے ہیں جب تین دن وہاں قیام کے بعد واپس تشریف لے جانے لگے تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کو چمٹ گئی اور یا عم یا عم اے چچا اے چچا (حضرت حمزہ حضور علیہ السلام کے چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی ہیں کیوں کہ انہوں نے بھی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا ہے) مطلب یہ کہ ساتھ جانے کو اصرار کر رہی تھی حضرت علی آگے بڑھے **فاخذ بیدھا** اس کا ہاتھ پکڑا اور عرض کی حضور اس کو میرے حوالے کر دیں میں اس کی تربیت کروں گا اور پھر میری چچا زاد بہن بھی ہے حضرت جعفر نے عرض کیا حضور مجھے دے دیں میری چچا زاد بہن بھی ہے اور میرے نکاح میں اس کی خالہ ہے اُس جیسا کون اس کا خیال رکھے گا حضرت زید بن حارثہ نے عرض کیا حضور مجھے یہ سعادت عطا فرمائیں کیوں کہ اس کے باپ حضرت حمزہ کو مواخات مدینہ

کے موقع پر آپ نے میرا بھائی بنایا تھا لہٰذا میری بھتیجی لگی بچی تو حضور نے خالہ کے حوالے کر دی اور ان تینوں جانثاروں کو یوں خوش فرما دیا کہ حضرت علی کو فرمایا **انت منی و انا منک** اے علی! تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں حضرت جعفر کو فرمایا **اشبھت خلقی و خلقی** آپ تو تخلیق و عادات میں میرے مشابہ ہیں اور حضرت زید کو فرمایا **انت اخونا و مولانا** اے زید! تیری تو کیا ہی بات ہے تو ہمارا بھائی اور ہمارا پیارا ہے اور فرمایا بچی خالہ کے حوالے کر دی جائے کیوں کہ **الخالة بمنزلة الام** خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔

اس واقعہ کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ کہاں اپنی سگی بیٹی سے اتنی نفرت تھی جیسا کہ بیان ہوا اور کہاں دوسرے کی بچی سے اتنا پیار کہ ہر کوئی لینے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے یہ انقلاب لانے کے لئے کوئی خون خرابا نہیں کرنا پڑا حالانکہ تاریخ گواہ ہے پہلی جنگ عظیم میں ایک کروڑ ستر لاکھ جانیں ضائع ہوئیں دوسری میں پانچ کروڑ انسان مارے گئے مگر کیا نتیجے میں کوئی پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکا؟ نہیں۔ عرب کے جو حالات تھے خوف تھا کہ ان حالات کو بدلنے کے لئے بہت نقصان ہوگا آپ حیران ہوں گے طبقات ابن سعد کے مطابق اٹھاسی چھوٹی بڑی جنگیں دس سال کی مدنی زندگی میں لڑی گئیں جن میں ۲۷ غزوات تھے جن میں خود حضور علیہ السلام نے شرکت فرمائی باقی سرایا تھے بعض میں باقاعدہ جنگ ہوئی اور بعض میں بغیر لڑائی کے مقصد حاصل ہو گیا۔ لیکن صرف ڈیڑھ سو ناپاک لوگوں کو قتل کرنا پڑا ان کے وجود سے اللہ کی زمین پاک ہوئی تو نہ صرف امن قائم ہوا بلکہ پورا زمانہ ھی خیر القرون بن گیا۔

ہزاروں سال کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت کو قعر ظلمت سے نکال کر ہمدوش ثریا کر دیا۔ کہ ہندو بھی پکار اُٹھے

کس نے ذروں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

آج کی عورت

کیا یہ ناشکری کی انتہاء نہیں ہے کہ جس نبی نے اتنے احسان کیے اس کی بات اسے اچھی نہیں لگتی صحیح فرمایا کہ عورت ناشکری ہوتی ہے ان کو میں نے جہنم میں زیادہ دیکھا خاوند اگر ستر سال خدمت کرے ایک دن اس کے پسند کی بات نہ ہو تو کہتی ہے جب سے آئی ہوں یہی حال

ہے ثویبہ نے ابولہب کو کائنات کے نجات دہندہ کی خوش خبری دی تو اس نے آزاد کر دیا۔ اسی دن سے اس سسکتی ہوئی صنف نازک کی غلامی کی زنجیریں پاش پاش ہوگئیں آج یہ اس نبی کے حکم کو نظر انداز کر رہی ہے شرم و حیاء کو بالائے طاق رکھ کر ہر بازار و شاہراہ پر بال لہراتی ہوئی سینہ ابھار کر چلتی ہے اور شانہ بشانہ ہونے کا نعرہ لگاتی ہے ان کی یہ آزادی اور شوخ چشمی خویش و اقارب کے لئے ذلت اور سوسائٹی کے لئے ہزاروں مسئلوں کا باعث ہے اس دختر نیک اختر کی زینت بال کٹانے بھنویں بنوانے میں، سر پہ آنچل اُڑانے میں نہیں بلکہ فاطمۃ الزہرا کی صحیح غلامی میں ہے، بیٹی کے سر پہ شفقت کا ہاتھ رکھو بیوی کو عصمت کی چادر پہناؤ ماں کے قدم چومو حضور علیہ السلام نے حاتم طائی کی بیٹی کے سر پہ چادر رکھ کر بتا دیا کہ اگر چہ کوئی کسی کی بچی ہو میں جیسے فاطمہ کا سر ننگا نہیں دیکھنا چاہتا ایسے ہی کسی اور بچی کا بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ فرمایا ماں کو اطاعت کی نظر سے دیکھو بیوی کو حکومت کی نظر سے دیکھو اور باؤ صاحب ماں کو حکومت کی نظر سے دیکھتے ہیں بیوی کو اطاعت کی نظر سے جی حضور جی حضور سے بیوی کے سامنے کام چلاتے ہیں کیوں کہ ماں تو پرانے زمانے کی ہوتی ہے تو میاں ہوتا ہے میٹرک سے دو دفعہ فیل اور بیوی ایم اے پاس وہ انگلش میں گالیاں دیتی ہے یہ پنجابی میں معافی مانگتا ہے وہ کہتی ہے بیڈ فول، یہ کہتا ہے جی حضور۔ اس لیے بیوی کے سامنے منمناتے ہیں اور ماں کے سامنے ہنہناتے ہیں کچھ نہ پوچھو دوستو

ہوا مسموم ہوتی جا رہی ہے، فضا مغموم ہوتی جا رہی ہے
ستم ہے بنت مسلم کی نظر سے حیا معدوم ہوتی جا رہی ہے

بیٹی کو بیوی کو بہن کو بے پردہ نکالو گے تو یزید خوش ہوگا شمر خوش ہوگا ابن زیاد بدنہاد خوش ہوگا اس کو پردے میں رکھو گے حسین خوش ہوگا فاطمہ خوش ہوگی مصطفیٰ اور خدا خوش ہوگا جو بچی بے پردہ پھرتی ہے وہ یزید کو خوش کر کے فاطمہ کی چادر کو داغدار کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جو پردہ میں رہتی ہے وہ حسین کو خوش کر کے فاطمہ کی پاک چادر کی حفاظت کرتی ہے ہمیں ہاکی ٹیمیں عورتوں کی نہیں چاہئیں پوری ٹیم نہ ہو ایک ہو لیکن فاطمۃ الزہراء کی غلام ہو۔ ہمارا حال یہ ہے بچہ وی سی آر کی چھنکار میں پلتا ہے سینماؤں کی فضاؤں میں پل کر کبھی اگر باپ کے ساتھ مسجد میں آجائے تو یہ تو پتہ نہیں ہوتا نماز کیا ہے کیوں کہ والدین نے عید ہی کبھی کبھی پڑھی ہوتی ہے تو باپ جب رکوع میں جاتا ہے بیٹا روتا ہے کہ کہیں میرے باپ کو دردِ قولنج تو نہیں ہو گیا اللہ کا واسطہ گھر میں ماں بہن اور

بیوی بیٹی سے نماز پڑھایا کرو اور مسجد میں خود پڑھا کرو تا کہ بچے کو پتہ چل جائے کہ یہ کالنج کا درد نہیں بلکہ سارے دردوں کی دوا ہے یہ مرض نہیں بلکہ شفا ہے۔

لطیفہ

اگر اولاد کی تربیت اسی طرح بے حیائی کے ماحول میں کرتے رہے تو وہی کچھ ہوگا جو ہو رہا ہے ایک عورت پیر صاحب کے پاس آئی تعویذ دو بیٹا بہت نافرمان ہو گیا ہے، بات نہیں مانتا، مجھ سے ذرا پیار نہیں کرتا بس بیوی کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے پیر صاحب نے پوچھا اس کو دودھ اپنا پلایا ہے کہ بوتل کا، جی بوتل کا انہوں نے کہا پھر وہ پیار تم سے کیسے کرے پیار بھی تو بوتل سے ہی کرے گا۔

فرق صاف ظاہر ہے

پہلے مائیں ناراض ہوتیں تو کہتیں میں تجھے دودھ نہیں معاف کروں گی آج کی ماں یہ کہہ ہی نہیں سکتی آگے سے بیٹا کہے گا میں نے تیرا پیا ہی کب ہے؟

؎ دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

کاش عورت اپنے مقام کو پہچانتی اور مغرب کی نقالی کرنے کی بجائے اسلام کے دیے ہوئے مقام کو دیکھتی۔ آج یہ کس آزادی کی بات کرتی ہے اور کس کے اشاروں پر سڑکوں پہ آتی ہے انہی کے اشاروں پہ جو اس کی عصمت کے سب سے بڑے قاتل ہیں۔

کہتے ہیں بھیڑیوں نے دیکھا بہت ساری بکریاں حویلی میں بند ہیں انہوں نے احتجاجی جلوس نکالا کہ بکریوں کو آزادی دو بکریوں بھولیوں کو نہ سمجھ آئی کہ یہ کیوں ہمارے اتنے خیر خواہ بن گئے ہیں انہوں نے اندر احتجاج شروع کر دیا۔ مالک کو تو پتہ ہے اصل بات کیا ہے۔ جب ہمارا خالق و مالک عورت کو پردے کا حکم دیتا ہے اور یہی بات بے چارا مولوی کرتا ہے جس کی وجہ سے بنیاد پرست ہے جب کہ بابو جی احتجاج کرتے ہیں۔ آزادی دو آزادی دو اس بھولی کو سمجھ نہیں آرہی

؎ زمیں آسمان کا فرق ہے مُلاں و بابو میں
کہ وہ بیوی کا شوہر ہے تو یہ بیوی کا خادم ہے

بچی پیدا ہوتی ہے تو اس کو پالنے پر جنت کی بشارت ملتی ہے۔ بیوی بنتی ہے تو گھر کی مالکہ ہوتی ہے مرد اپنا خون پسینہ اس کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ اس کے فرزندوں نے پاکستان کی بنیادوں کو اپنے خون سے سجایا۔

عورت کی قبر پر حضور (علیہ السلام) کی دُعا

اللہ کے نبی نے ایک عورت کی قبر پہ جا کر دعا مانگی جس کا جنازہ رات و رات صحابہ پڑھ آئے تھے حضور علیہ السلام کو اطلاع نہ دی کہ رات ہے آقا کو تکلیف ہو گی صبح حضور علیہ السلام نے پوچھا صحابہ کے عرض کرنے پر کہ ہم نے آپ کے آرام کی وجہ سے اطلاع نہیں دی۔ فرمایا مجھے اس کی قبر پہ لے چلو وہاں تشریف لے گئے قبر پہ جا کر نماز پڑھی اس سے پہلے یا بعد کسی قبر پہ نماز نہیں پڑھی صرف عورت کو یہ اعزاز دیا اور یہ حضور کا خاصہ تھا فرمایا **ان هذه القبور مملوة ظلمة علی اهلها و ان الله ینورها لهم بصلوتی علیهم** (بخاری ج ا ص ۶۵ و حاشیہ ۷)

فرمایا پورا قبرستان ظلمت سے بھرا ہوا تھا میں نے اس عورت پہ نماز پڑھی تو اللہ نے پورے قبرستان کو روشن کر دیا۔

بیٹی کے بارے پہلے باپ سے سوال ہو گا کہ تو نے اس کو کہاں تک دین دار بنایا ہے پھر بھائی سے پوچھا جائے گا معمولی باتوں پہ مارتا تھا کبھی کپڑے استری نہ ہوئے یا کبھی کھانا ٹائم پہ نہ ملا تو لڑائی شروع کر دی، کبھی نماز کے بارے میں بھی اپنی بہن کو ڈانٹا تھا کہ نہیں۔ پھر شادی ہو گئی تو خاوند سے سوال ہو گا۔ ایک عورت کی وجہ سے اتنے لوگ پکڑے جائیں گے۔ خدا معاف کرے پہلے اس نے برقعہ اتارا پھر دوپٹہ بھی اترا اب بال بھی اتر رہے ہیں اور آئندہ ہو سکتا ہے پورا لباس ہی اتار پھینکے یہ اس مغربی تعلیم کا ھی اثر ہے جو دینی تعلیم سے بے بہرہ ہو کر حاصل کی جاتی ہے۔ سکولوں کے اشتہارات چھپتے ہیں تو لکھا ہوتا ہے ''بچیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے'' یہی وہ خصوصی توجہ ہے جو دن بدن فحاشی کی شکل میں ہمارے سامنے آ رہی ہے؟۔

عورت اور پردہ

یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ میرے خیال میں اگر زندگی بھر بھی اس پہ لکھا جائے تو شاید نتیجہ صفر ہی ہو بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا پہلی اُمت میں ایک بدکارہ

عورت تھی اُس نے کنویں پہ کتا پیاسا دیکھا دوپٹہ اُتار کر جوتے کو ساتھ باندھ کر کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے کتے کی جان بچائی ہے میں تجھے جہنم سے بچالیتا ہوں اس حدیث کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُس زمانے کی بدکارہ عورت تھی لیکن سر پہ دوپٹہ وہ بھی رکھتی تھی آج کی شریف زادی کو کیا ہوگیا ہے ننگے سر بازار میں پھرتی ہے

؎ اندازِ بیاں گرچہ کچھ شوخ نہیں ہے
شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

رابعہ عدویہ دن رات میں اتنی عبادت کرتیں کہ ہزار نفل پڑھ جاتیں اور فرمایا بخدا اس عبادت کی غرض ثواب نہیں بلکہ یہ ہے کہ قیامت کو حضور علیہ السلام فخر کریں گے کہ لوگو دیکھو! یہ میری امت کی ادنیٰ سی عورت ہے۔ رابعہ بصریہ نماز پڑھ رہی ہیں اور پاس بکریاں شیر اور بھیڑیے اکٹھے چر رہے ہیں، کسی نے پوچھا ان کی کب سے صلح ہوئی ہے، کہا جب سے ہم نے اللہ سے صلح کرلی ہے، انہوں نے ہم سے صلح کرلی ہے۔ حضرت مریم کو اللہ نے ایک بار فرمایا یٰمریم اقنتی لربک الخ اتنا قیام کیا کہ پاؤں سے خون جاری ہونے لگا حضرت فاطمہ کا مشہور فرمان ہے کہ جب ایک رکعت میں رات ختم ہوجاتی تو دعا کرتیں مولا ایک رات تو اتنی لمبی بنادے، کہ تیرے نبی کی بیٹی دل کھول کر تیری عبادت کرلے یہی تو وجہ تھی کہ جو ایسی گود میں بچہ پلا تو سید الشہداء بن گیا ماں اچھی ہو تو بیٹا نیک بنتا ہے ماں بدمعاش ہو تو بیٹا عیاش بنتا ہے ماں لچی ہو تو بیٹا لفنگا بنتا ہے ماں فاطمہ ہو تو بیٹا حسین بنتا ہے اور پردہ اتنا کہ

؎ بے اجازت ان کے گھر جبرئیل بھی آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

وہ عزرائیل کہ ماں کی جھولی سے بچہ لے جاتا ہے جو بغیر پوچھے بچوں کو یتیم اور ماں کو بیوہ کر جاتا ہے وہ فاطمہ کے در پہ آ کر تین دن تک اجازت لیتا رہا

؎ جب کبھی غیرتِ نسواں کا خیال آتا ہے
فاطمۃ الزہراء تیرے پردے کا خیال آتا ہے

عبرت

میں نے ایک شخص کو دیکھا دو سیر گوشت کو لفافہ میں لپیٹ کر اوپر کپڑا ڈال کر بغل میں دبا کر آ رہا ہے کہیں کوئی جانور اُچک نہ لے میں نے کہا تو دو سیر گوشت کو اتنی حفاظت سے لا رہا ہے کہیں کوئی اچک نہ لے اور یہاں دو دو من کی لاشیں بازاروں میں ننگے سر پھرتی ہیں ان کو کوئی نہ اچکے گا۔

اکبر الہٰ آبادی نے کیا خوب کہا

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردے کو کیا ہوا
بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

سارے حقوق تو اس کو اسلام نے دے دیے فرمایا **ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف** جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ایسے ہی عورتوں کے مردوں پر بھی۔ لیکن شریعت کا پرچار کرنے والوں کو ملاں کہہ کر ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اور سر عام شریعت کی توہین کرنے والیوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔

حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے دانۂ گندم کھایا۔ جنتی لباس اُتار لیا گیا جب ننگے ہو گئے اور شیطان کا مقصد بھی یہی تھا **لیبدی لھما ماوٗری عنھما من سو اتھما** تاکہ وہ ظاہر کر دے اس کو جس کو انہوں نے چھپایا ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی سب سے پہلے پتوں کے ساتھ شرم گاہوں کو ہی ڈھانپا **و طفقا یخصفٰن علیھما من ورق الجنۃ** حالانکہ باقی اعضاء بھی چھپا سکتے تھے۔

معلوم ہوا بے پردگی کی تلقین کرنا شیطان کی فطرت ہے اور پردہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں وہ شیطان کو خوش کرنے کے ساتھ ساتھ فطرت کے خلاف بغاوت کی مرتکب بھی ہوتی ہیں۔ آج کل تو سیرت کانفرنسوں میں ننگے سر خطاب بھی کر رہی ہیں۔ ادھر ننگا سر ادھر سیرت کانفرنس۔ استغفر اللہ عورت اگر بگڑے تو شیطان کی پسلی بنتی ہے سنور جائے تو رابعہ

بصری بنتی ہے کبھی آدم کو جنت سے نکلوا رہی ہے کبھی یوسف علیہ السلام پہ تہمت لگا رہی ہے کبھی لوط علیہ السلام کی قوم پہ عذاب نازل کروا رہی ہے اور سنورتی ہے تو کبھی گود میں عیسیٰ پل رہا ہے کبھی فاطمہ کے روپ میں جنت کی سرداری مل رہی ہے۔

پردہ عورت کی عزت ہے

عورت کی نماز مرد سے مختلف ہے پورا سر ڈھانپے، شلوار ٹخنوں سے بھی نیچے رکھے سجدہ میں زمین سے لپٹ کر سجدہ کرے، کیوں کہ اس میں پردہ زیادہ ہے فرمایا جا رہا ہے جب تم نے میری بارگاہ میں آنا ہو تو اتنا پردہ کرنے کا تم کو حکم دے رہا ہوں جہاں کوئی خطرہ نہیں تو دفتروں میں تم بے پردہ کیسے جا سکتی ہو، جہاں تمہاری تاک میں ہزاروں بھیڑیے بیٹھے ہوتے ہیں۔

جب عورت مرتی ہے تو مرد کو تین کپڑے پہنائے جاتے ہیں عورت کو پانچ، کیوں کہ فرشتوں سے گفتگو کرنی ہے اے عورت! اللہ نے تیرا کتنا مقام بنایا ہے کہ فرشتے جو کہ شہوت سے پاک ہیں تو نے ان سے کلام کرنی ہو تو اللہ تجھے فرماتا ہے سر ننگا کر کے نہ آ اور تو مردوں کے جلسہ میں ننگے سر تقریر کر رہی ہے میں کہتا ہوں ایسے مرد نہ مرد ہیں نہ ایسی عورتیں عورتیں ہیں بلکہ یہ انسان کی عظمت کی پاک چادر پہ بدنما داغ ہیں جس کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہیے

؎ اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

کسی نے کیا خوب کہا کہ

؎ رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

شریعت نے گناہوں کے اسباب سے کیوں روکا ہے؟

شریعت فقط یہ نہیں کہ گناہوں سے ہی روکتی ہے اور اس کے ارتکاب پہ سزا دیتی ہے بلکہ اُن تمام اسباب پہ بھی پابندی لگاتی ہے، جو گناہوں کا ذریعہ بنتے ہیں تاکہ راستہ ہی بند ہو جائے گناہوں کا۔ نفس کو جوش دلانے والے اور جذباتِ شہوت کو ابھارنے والے اسباب سے نہ روکنا اور پھر توقع رکھنا کہ ہم اپنے قانون کی قوت سے لوگوں کو برائی سے بچالیں گے یہ تو حماقت

ہے ایسا آدمی برائی کا حامی ہوتا ہے زبان پہ دل کی بات نہیں کرتا عورتوں کا مردوں سے مذاق کرنا، ہاتھ ملانا اکٹھے دفاتر اور اسکول بنا کر یہ کہنا کہ دیکھو بُرائی کرو گے تو سزا ہوگی یہ تو قوم کے ساتھ مذاق ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم چھ باتوں کا میرے ساتھ وعدہ کرو تو میں تم سے جنت میں لے جانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ جھوٹ نہ بولو۔ خیانت نہ کرو۔ وعدہ پورا کرو۔ نظریں نیچی رکھو۔ شرم گاہ کی حفاظت کرو۔ ہاتھوں کو روکے رکھو۔ صرف پہلی نظر جو قدرتی عورت کی مرد پہ اور مرد کی عورت پہ پڑھ جائے معاف ہے پھر اس کے بعد حرام، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی ہی اتنی لمبی کر دو کہ سورج غروب ہو جائے اللہ والوں کی تو نشانی یہ ہے **وعباد الرحمن الذین الخ** اور اللہ نے جہاں عورتوں کو فرمایا **و قل للمؤمنت الخ** اس سے پہلے مردوں کو حکم دیا **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم**۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے، حضور علیہ السلام کی چند بیویاں آئیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا پردہ کرو حالانکہ **و ازواجہ امھتھم** اور پھر ماں بیٹے سے پردہ کرے؟ انہوں نے عرض کیا آقا یہ تو اندھا ہے فرمایا تم تو اندھی نہیں ہو اس دن سے پھر اتنا اثر ہوا کہ حضرت عائشہ حضور علیہ السلام کے روضے میں بھی جاتیں تو پردہ کر کے جاتیں اور کہتیں مجھے عمر سے حیاء آتی ہے فرمایا **ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن** بتاؤ اس پہ عمل ہو رہا ہے؟ بازاروں میں عطر پھینک کر ایڑی مار کر دوڑتی ہیں جیسے مال روڈ پہ اربن ٹرانسپورٹ دوڑتی ہے فرمایا عورت بلند آواز سے قرآن نہ پڑھے جماعت اذان نہیں پڑھ سکتی تاکہ کوئی اس کی آواز نہ سُن لے تو جب اونچی آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتی تو قومی اسمبلی میں تقریر کیسے کر سکتی ہے فرمایا محبوب مومن عورتوں کو حکم کریں کہ پردہ کر کے باہر نکلیں اب جو مومن ہے اس کو تو اپنے نبی کی بات مان لینی چاہیے۔ بنو تمیم کی چند عورتیں حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس باریک لباس پہن کر آئیں جیسے آج کل ہوتا ہے کہ جب مولوی زیادہ زور لگائیں تو حکومت کہتی ہے اب پردہ کر کے خبریں پڑھا کریں گی اور وہ پردہ کیا ہوتا ہے آدھا سر تو ویسے ہی ننگا اور باقی آدھے پہ باریک دوپٹہ جس سے ایک ایک بال نظر آتا ہے آپ نے فرمایا **ان کُنتن مومنات فلیس ھذا بلباس المؤمنات و ان کنتن غیر مومنات فمتعھن** ''اگر تم ایماندار ہو تو یہ لباس ایمان والوں کا نہیں اور اگر ایماندار نہیں ہو تو تمہاری مرضی'' اسلام مسلمان کی بچی کو بال کٹانے کی غلط لباس پہننے کی اجازت نہیں دیتا حضور نے لعنت فرمائی ایسی

عورتوں پہ جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہیں اور ایسے مردوں پہ جو عورتوں کا سا لباس پہنتے ہیں۔ پتہ نہیں چلتا عورت جا رہی ہے کہ مرد جا رہے ہیں فرمایا جو عورت مردوں کے سامنے زینت کا اظہار کرتی ہے لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا وہ نہ جنت میں داخل ہو سکے گی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھ سکے گی۔ قرآن کہتا ہے انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے پوری امت اسلامیہ کو فرما رہا ہے بلند تم ہی رہو گے مگر شرط یہ ہے کہ بندے بن جاؤ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی معلوم ہوا جب بھی ہمیں شکست ہوئی اُس کے کرم میں شک نہیں خامی ہم میں ہی تھی کیوں کہ وہ تو فرماتا ہے مومن بن جاؤ فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی یہی وجہ ہے کہ جب ہم مومن تھے تو ہمارے گھر جہاں مجاہد پیدا ہوتے تھے وہاں غوث اور قطب بھی پیدا ہوتے تھے آج ہم مجاہدوں سے بھی خالی ہیں اور قطب اور غوث سے بھی، لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں ولی آج کل نظر نہیں آتے ہم کہتے ہیں ولی اور مجاہد پیدا کرنے والے والدین نظر نہیں آتے وہ مائیں جو بچوں کو دودھ پلاتے وقت قرآن کی لوری دیتی تھی تو بچہ غوث بن جاتا تھا بچہ پیٹ میں ہے، چکی پیس رہی ہیں قرآن پڑھ رہی ہیں تو بچہ پیدا ہوتے ہی پندرہ پاروں کا حافظ ہوتا ہے ایسی مائیں کہاں سے آئیں۔

غیرت کا جنازہ

آج گھر گھر میں فلمیں فحش گانے بیٹی کالج سے آتی ہے ساتھ غیروں کو لے کر ایک کمرے میں بیٹھ کر چائے پیتے ہیں باپ بھولے سے اگر آجائے تو کہتی ہیں کیسی بدتمیزی ہے ابو ہم بات کر رہے تھے وہ **Sorry** سوری کرتا واپس چلا جاتا ہے ایسے گھر سے ولی بننے کی توقع ہو سکتی ہے جہاں سے شرافت کا جنازہ ہی نکال دیا گیا ہو

؎ معدن زر معدنِ فولاد بن سکتی نہیں
بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں

ہر قوم اپنی صورت سے پہچانی جاتی ہے سکھ ہو یا انگریز یا کوئی بھی غیر مسلم اگر نہیں پہچانے جاتے تو مسلمان، مرد بال بڑھا رہے ہیں عورتیں کٹا رہی ہیں۔ بڑی کو ماں کہہ کر چھوٹی کو بہن کہہ کر ادب سے عرض کرتا ہوں کہ کیا تمہارے بال اتنے گندے تو نہیں کہ گلیوں میں اور گندے نالوں میں اور لوگوں کے پاؤں میں روندے جائیں بلکہ یہ تو اس قابل ہیں کہ ان پہ کسی

ناپاک کی نظر بھی نہ پڑے

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویشوں کو تاجِ شہنشاہی

میں سوئے بازار سے گذرا سونے کی دُکانوں کو لوہے کے تالے لگائے جا رہے تھے میں نے حیران ہو کر سوال کیا دُکان سونے کی اور تالا لوہے کا یہ تو سونے چاندی کی توہین ہے وہ کہنے لگا مولوی صاحب سونا سونے کی حفاظت نہیں کر سکتا اگر تالا بھی سونے کا ہوگا تو چور کہیں گے اندر جانے کی کیا ضرورت ہے باہر ہی کام بن گیا ہے اندر سونا ہوتا ہے باہر لوہا پہرہ دیتا ہے سنو عورت انسانیت کا سونا ہے تو مرد فولاد ہے سونا باہر نکال کر لوہا اندر رکھو گے تو کوئی اگر اُٹھا کر لے گیا تو ماتم نہ کرنا ورنہ اس کو وہاں رکھو جہاں اس کا مقام ہے سونے کو لوہے کی طرح باہر بھیجنے والو تم سونے کی قدر سے اندھے ہو اپنی ماؤں بہنوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح پھرانے والو تم ان کی عزت کے محافظ نہیں بلکہ قاتل ہو آج کل کہا جا رہا ہے کہ مولوی عورت کو لفافے میں بند کرنا چاہتے ہیں اسلام نے اتنی تنگی نہیں کی مولوی تنگ نظر ہے ہم کہتے ہیں اگر اسلام نے اتنی تنگی نہیں کی تو اتنا آوارہ بھی نہیں چھوڑا کہ جو چاہو کرتے رہو کون کہتا ہے لفافے میں بند کرو تعلیم دلاؤ کام کراؤ لیکن مخلوط نہ کرواؤ ان کی درس گاہیں علیٰحدہ ہوں ان کے محکمے علیٰحدہ علیٰحدہ ہوں سکول جائیں تو حفاظت کا انتظام ہو وقار کے ساتھ تعلیم سیکھیں تاکہ کوئی بے غیرت کسی کی عزت پہ حملہ نہ کر سکے لیکن یہاں تو تیار ہو کر باہر آتی ہے کوئی اگر توجہ نہ کرے تو واپس جا کر سوچتی ہے کہ مجھ میں کون سی خامی رہ گئی ہے کہ کسی نے توجہ ہی نہیں کی لاکھوں روپے کا باہر سے میک اپ کا سامان آتا ہے۔

علامہ اقبال کی عورت کو نصیحت

اسی لیے تو اقبال رو یا دختران اسلام کو خطاب کرتا ہوا کہتا ہے

اگر پندے ز درویشے پذیری ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

لیکن ان سے عمل کی امید کیا ہو سکتی ہے یہاں تو حال یہ ہے

؎ ادھر وائف رہی شب بھر کلب میں
ادھر صاحب رہے گھر میں اکیلے
وہی لڑکی مہذب آج کل ہے
جو دیکھے کھیل اور پولو بھی کھیلے

اسرارِ خودی میں اقبال کہتا ہے بلکہ حدیث میں یہ واقعہ ہے جب حاتم طائی کی لڑکی قیدیوں میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی ابھی کلمہ نہیں پڑھا اور حالت کیا ہے۔

پائے در زنجیر وہم بے پردہ بود   گردن از شرم و حیا خم کردہ بود

پاؤں میں زنجیر ہیں اور بے پردہ ہے لیکن گردن شرم وحیا سے جھکی ہوئی ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ مزمل کی کملی لے لو اس کا سر ڈھانپ دو اس کا باپ بڑا سخی تھا وہ ایمان نہیں لائی اور شرم وحیاء سے گردن خم ہے ہماری مسلمان مائیں بہنیں بازاروں میں ایسے جاتی ہیں گویا پہلوان جارہا ہے ہم قرآن پڑھتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے پردہ کرو تو وہ کہتی ہیں

؎ پردہ نہیں جب کوئی خدا سے   بندوں سے پردہ کرنا کیا

تو پھر اکبر نے ٹھیک ہی کہا؟

؎ کیا کریں گی کالجوں میں سائنس پڑھ کر بیبیاں
بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں

اللہ نے ہر جگہ مرد کو عورت سے پہلے رکھا **الرجال قوامون علی النساء. ما کان لمومن و لا مومنه......** لیکن زنا کے بیان میں عورت کو پہلے رکھا **الزانیه و الزانی** تاکہ محتاط رہے کہ اس کام میں زیادہ ہاتھ اس کا ہوتا ہے فرمایا یہ ناقصات العقل ہوتی ہیں لیکن بڑوں بڑوں کی عقل مار دیتی ہیں وہ بھی ان کے ساتھ ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ مولوی عورت پہ پردہ کی پابندی لگا کر لفافہ میں بند کرنا چاہتے ہیں۔ ظالمو! تم ان کا پردہ چاک کرنا چاہتے ہو؟ حضور علیہ السلام کے دور میں عورتیں عید پڑھنے گئیں تو ایک نے عرض کیا آقا جس کے پاس چادر نہ ہو وہ ننگے سر آجائے فرمایا نہیں کسی سے مانگ لے ننگے سر نہ آئے مشکوٰۃ ص ۱۲۰ ان کے صندوق بھرے ہوئے ہیں پھر بھی ننگے سر قرآن میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کا ذکر ہے **ولما و رد ماء مدین**

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے تو آپ نے پوچھا ما خطبکما تو انہوں نے کہا و ابونا شیخ کبیر سوال ہے ما خطبکما اور جواب ہے باپ بوڑھا ہے مطلب یہ کہ عورت کا کام کیا باہر آنا ہے ہم تو مجبور ہیں باپ بوڑھا ہے اس لیے آئی ہیں اور یہاں باپ لے کر آتا ہے بیٹی گاڑی چلاتی ہے۔ ماں عائشہ وہ ہے کہ حضرت عمر کی قبر سے حیاء کر رہی ہے اور بیٹی زندوں سے نہیں کرتی یعنی ماں مزار والوں سے پردہ کر رہی ہے اور بیٹی بازار والوں سے پردہ نہیں کرتی۔

پردہ کے بارے میں چند واقعات

نمبر۱- سر سید اگرچہ عقائد کے لحاظ سے کیسا ہی تھا مگر پردے کے متعلق بڑا سخت تھا علی گڑھ کالج قائم ہوا تو یوپی کا گورنر اپنی بیوی کو لے کر دیکھنے آیا اور سر سید کو پیغام بھیجا کہ میں بمعہ بیوی تمہاری بہو محمودہ بیگم سے ملنا چاہتا ہوں تو سر سید نے جواب دیا کہ میری بہو پردہ نشین ہے اور اسلام غیر مسلم بے پردہ خواتین سے ملاقات کی اجازت نہیں دیتا اس لیے میری بہو گورنر کی بیوی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے معذرت خواہ ہے۔

(ماہنامہ بتول بحوالہ رضائے مصطفیٰ فروری 1985ء)

نمبر۲- سر محمد شفیع کے ہاں علامہ اقبال بمعہ فیملی مدعو تھے لیکن وہاں اکیلے گئے سر نے کہا بیوی نہیں لائے جواب میں کہا وہ پردہ نشیں ہے سر نے کہا کہ زنانے میں بیٹھ جاتیں تو فرمایا بے پردہ گھروں کے زنانے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ (بحوالہ مذکورہ)

نمبر۳- کسی نے اقبال سے پردے کے متعلق پوچھا (مولویوں کے فتوؤں کو نہ مانو ان کے تو مانو جن کے ترانے پڑھتے ہو) تو جواب دیا عورتوں کو تو کیا آج کل کے لڑکوں کو بھی پردہ کرنا چاہیے کہ وہ عورتوں کی سی شکل بناتے ہیں۔ (بحوالہ مذکورہ)

نمبر۴- انگریز لارڈ ولنگڈن نے علامہ اقبال کو کہا کہ تم جنوبی امریکہ کا گورنر بن جاؤ من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ تمام سرکاری تقریبات میں بیگم اقبال بھی ساتھ رہے گی اقبال نے کہا میں تیری گورنری کی وجہ سے اپنے نبی کے حکم کو ترک کر دوں؟ کہا میں گنہ گار مسلمان ہوں اعمال کے لحاظ سے مجھ میں بہت غلطیاں ہیں لیکن اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ محض ایک سرکاری عہدے کے لئے اپنی بیوی کو بے پردہ کر دوں (بحوالہ مذکورہ)۔

سوچنے کی باتیں

؎ طاقِ دل میں چراغ انگریزی   سر کے اندر دماغ انگریزی
چال انگریزی ڈھال انگریزی   جسم کا بال بال انگریزی
جسم ہندی میں جان انگریزی   منہ کے اندر زبان انگریزی
چھل رہا ہے گلا تو چھل جائے   لہجہ صاحب سے اپنا مل جائے

انگلستان سے ایک خاتون نے خط لکھا تھا کہ انگلستان پارلیمنٹ میں نوجوان نسل کے بگاڑ کا معاملہ زیر بحث آیا تو فیصلہ ہوا کہ یہ اصلاح مذہب کے بغیر ممکن نہیں اور ہمارا مذہب کافی نہیں دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا جائے اور خاص طور پہ پاکستان کا ذکر کیا۔ دیکھو! کافر ہم سے اصلاح طلب کر رہے ہیں اور ہم ان پہ مرے جا رہے ہیں۔ پردہ۔ نماز، زکوۃ، حج، طواف بھی عورت کے لئے نصف کرنے کے مطالبے ہو رہے ہیں اور یہ مطالبے کرنے والے زن مرید قسم کے مرد ہیں۔ جبھی اقبال کہتا ہے

؎ پردہ آخر کس سے ہو   جب مرد ہی زن ہو گئے

عورت اپنی عزت سمجھتی نہیں ہے لوگوں نے اس کو پاگل بنایا ہوا ہے، جوتا بیچنے والا جوتا بیچتا ہے مگر جوتوں میں عورت کی تصویر لگا رکھی ہے اور اس کو جوتا پہنایا ہوا ہے یہ سمجھ رہی ہے یہی عزت ہے اس سے پوچھیں، تو جوتا بیچتا ہے یہ تصویر کیسی؟ وہ کہتا ہے میں اس کا حُسن دکھا کر بیچتا ہوں یہ مظلوم نہیں تو اور کیا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ یہ چراغ منزل تھی اس نے خود کو شمع محفل بنانا چاہا تو برباد ہوئی اقبال نے پکارا ادھر آ! تو کہاں جا رہی ہے اگر اپنی عزت بحال کرنا چاہتی ہے تو لوگ کہتے ہیں آگے چلو میں کہتا ہوں پیچھے چلو۔ اے میری بہن! یہ نہ دیکھ مغرب زدہ خاتون کدھر جاتی ہے یہ دیکھ فاطمہ کی رات کہاں گذرتی ہے اقبال کی بات مان اور ؎
چشم ہوش از اسوۂ زہرا مبند۔

ایک خبر ہے کہ بیوی نے خاوند کو ڈنڈے مار مار کر زخمی کر دیا ہے کہ اس نے چوڑیاں لے کر نہیں دیں کیوں نہ کرتی جب مرد نے آج کل عورت کو بے حجاب کر دیا تو پھر اس کو ڈنڈا پکڑنے میں کون سا حجاب ہے یہ آزادی ہے، عورت کو جو پردہ کا تحفہ دیا گیا مرد نے وہ چھین لیا تو پھر مرد چوڑیاں لا کر کیوں نہ دے بلکہ دو سیٹ لے کر آئے ایک عورت کے لئے اور ایک اپنے لیے

آئے ہیں دنیا میں ہم دو کام کرنے کے لئے
کچھ خدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کے لئے
عورتیں مردوں پہ ہیں اب حاکمات
فاعلاتٌ فاعلاتٌ فاعلات

پہلا شعر لق لق کا ہے دوسرا حق حق کا، (ماہ طیبہ ۶۸ء) ۔

دل میں بیوی کے تمہارا ڈر نہیں
اے میاں نوکر ہے تو شوہر نہیں

ناشکری اچھی نہیں

آج کی عورت غلط راہ پہ چل رہی ہے۔ اپنی قبل اسلام کی حالت نہیں دیکھتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے اندھے کو آنکھیں ملیں وہ دوسروں کو ڈبونے لگا یہی حال اس کا ہے کچھ اختیار ملا تو آپے سے باہر ہو گئی حیات الحیوان میں ہے عورت کا بال اگر پانی سے بار بار ٹکرائے تو پانی کا سانپ بن جاتا ہے۔ اگر عورت ننگے سر پھرے تو یہی بال جہنم میں سانپ بن کر اس کو ڈسیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا واقعہ مشہور ہے جب حضور علیہ السلام کی چادر اوڑھی تو بارش ہونے لگی رومی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا اس سے ثابت ہوا وہ گھر میں رہ کر بھی پردہ کی پابند تھیں اور تم

روح میں تازگی نہیں قلب میں روشنی نہیں ۔
عشق نبی اگر نہ ہو آدمی نہیں

عورتوں کے بارے میں نکات

❁ — آج بھی مسلمانوں میں بچی کی پیدائش پہ مبارک دینے کو معیوب سمجھا جاتا ہے بلکہ تسلیاں دی جاتی ہیں یہ وہی جہالت کا اثر ہے میرا عقیدہ ہے حضور کی بچی پیدا ہوئی تو فرشتوں نے مبارک دی ہوگی آج بھی جو اس کو نعمت سمجھ کر پالے گا کل اس کو فاطمہ زہراء کی چادر کا سایہ نصیب ہوگا۔ اگر منحوس ہوتی تو اللہ اپنے نبی کو چار نہ دیتا پھر بیٹے سارے فوت ہو گئے۔ بیٹیاں چاروں زندہ رہیں۔

۞—— ہماری عورتیں کہتی ہیں ہم جرنیل بنیں گی مورچے سنبھالیں گی خدارا اگر تم نے مورچے سنبھال لیے تو ہم پہلے جرنیلوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے اسلام کی حدود کو ظالمانہ قرار دیتی ہو یہ کس نے نافذ کیں اور کس کو ظالم کہہ رہی ہو اگر ڈاکٹر کہے یہ ہاتھ کاٹ دو تو تم زندہ رہ سکتے ہو تو فوراً تیار ہو جاتی ہو اس کو ظالم نہیں کہتی اور اگر خدا فرمائے **السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما۔** کہ چور کے ہاتھ کاٹو تب تمہارا ایمان اور معاشرہ پاکیزہ ہو سکتا ہے تو یہ حکم ظالمانہ ہو گیا؟ تمہارے ہی حقوق کے تحفظ کیلئے یہ حدود ہیں اگر ان پر عمل ہو جائے تو تمہاری چوری نہیں ہو گی، تمہاری عزت زانی کو کوڑے لگانے سے محفوظ ہو جائے گی مگر ڈاکٹر پہ اعتماد ہے اللہ پہ عدم اعتماد۔

۞—— آرینا میڈ مکس کو ہی پڑھ لیا ہوتا وہ کہتا ہے عورت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے قابل احترام تھی زندہ درگور ہونے والیوں کو جینے کا حق آپ نے دیا عورت کو وہ درجہ دیا جو آج کے جدید مغربی معاشروں میں بھی اس کو نہ مل سکا۔ (رسول اکرم کا وسیلہ جلیلہ۔ جسٹس الیاس ص ۳)

عورت و مردوں کو ایک دوسرے کی خوبیوں کو تسلیم کرنا چاہیے عموماً دور کے ڈھول سہانے لگتے ہیں اور خاوند بیوی اس قانون پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں۔

لطائف نسواں

نمبر ۱۔ کسی عورت کا خاوند ولی تھا لیکن وہ نہیں مانتی تھی دوسروں کی باتیں کرتی تھی کہ فلاں بڑا ولی کامل ہے ایک دن اس کا خاوند اُڑتا ہوا اپنے گھر سے گذرا رات کو واپس آیا تو بولی تو بھی ولی بنا پھرتا ہے آج میں نے ایک ولی دیکھا ہے جو ہوا میں اُڑ رہا تھا انہوں نے کہا وہ میں ہی تو تھا بولی بھی ٹیڑھا ہو کر اُڑ رہا تھا۔

نمبر ۲۔ ہمیشہ اُلٹا چلنے والی عورت کو خاوند نے بھینس دریا میں ڈال کر کہا اس کی دم نہ پکڑنا اُس نے پکڑ لی اُس نے کہا چھوڑنا نہ اُس نے چھوڑ دی ڈوب گئی تو بھائیو اور بہنو! جب خاوند کی نافرمانی میں اتنا نقصان ہے تو خود سوچو اللہ اور رسول کی نافرمانی میں کتنے نقصان ہوں گے۔

آخری گذارش

وہ عورت جو غیر مردوں کے سامنے بے پردہ ہو کر جاتی ہے اور فیشن کرتی ہے خاوند کے لئے گندی مندی رہتی ہے اور غیروں کے سامنے دنیا جہان کا میک اپ کرتی ہے وہ اگر غیر شادی شدہ ہے تو شادی مانگتی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کا خاوند یا نامرد ہے یا بے غیرت ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے اور سو فیصد درست ہے لیکن یہ اس عورت کی بات کر رہا ہوں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتی ہے اگر غیر مسلم ہے تو اس کے لئے تو یہ چیز باعثِ شرم ہونے کی بجائے عزت کی بات ہے۔ ایک دوست جو امریکہ میں رہتا ہے وہ بتا رہا تھا کہ عورتیں ٹی وی پر آ کر فخر یہ کہتی ہیں میں نے اس ہفتے اتنے مردوں سے انجوائے کیا۔

چند سال پہلے اخبارات میں آیا تھا کہ کسی یونیورسٹی میں چار لڑکیوں (طالبات) کی عزت چار لڑکوں نے پامال کی انتظامیہ نے پکڑ کر لڑکیوں کے والدین کو اطلاع کی کہ تمہارے ملزمان پکڑ لیے ہیں آ کے کاروائی کر لو والدین نے آ کر انتظامیہ کو ڈانٹا اور کہا آخر سارا دن پڑھتے ہیں انجوائے بھی تو کرنا ہوتا ہے ان حالات میں اس کے سوا اور کیا کہا جائے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

* * *

الله
نور السموات والارض

﴿۶۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَا وَامْرَاَةٌ سَعْفَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

میں اور سیاہ رخسار والی عورت (بیوہ) قیامت کو ایسے ہوں گے
(دو انگلیوں کی طرح)

(ابوداؤد)

یزید بن زریع نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا (کہ اس طرح ساتھ ساتھ) وہ عورت جو اپنے خاوند سے الگ ہوگئی، عزت والی جمال والی تھی (بچوں کی دیکھ بھال میں اپنا خیال نہ رکھا۔ عزت و جمال جاتا رہا) اپنے آپ کو یتیموں پر روک رکھا حتی کہ وہ جُدا ہو گئے یا مر گئے، یعنی بیوہ ہوگئی مگر دوسرا نکاح نہ کیا کہ کہیں بچوں کا مستقبل خراب نہ ہو۔ پتہ نہیں کس طرح کے حالات ہو جائیں گے۔ اس فرمان میں طلاق والی عورت بھی داخل ہے۔ جو کہ طلاق ہونے کے بعد حیادار ہو کر رہے جب کہ آگے نکاح کرنے پر کوئی اس سے تیار نہ ہوا جیسا کہ ہمارے ہاں بیوہ اور مطلقہ عورت سے نکاح کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

ادھر حضور علیہ السلام نے مردوں کو بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب دلائی اور اس کے فضائل بیان فرمائے اور ادھر عورتوں کو تسلی دی کہ اگر آگے کوئی سبب نہ بن سکے تو صبر کر کے بیٹھے رہنا تمہارے لیے اس قدر اجر و ثواب کا باعث ہے کہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔

اس خوش خبری میں وہ عورت بھی شامل ہے جن کا خاوند گم ہو جائے یا دیوانہ ہو جائے غرضیکہ کسی طرح بھی خاوند کی سرپرستی سے محروم ہو جائے تو اس اجر و ثواب کی مستحق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دوسروں کو ہی ترغیب نہیں دی خود عمل کر کے بھی دکھایا۔ صرف ایک کنواری عورت سے نکاح کیا باقی تمام ازواج مطہرات کوئی بیوہ کوئی مطلقہ تھی۔ تعدد ازواج پر اعتراضات کرنے والے ان حکمتوں کو نہیں سمجھ پاتے اور سرکار کی ذات بابرکات پر حملوں پر اتر آئے حالانکہ جب حضور پچیس سال کے تھے جوانی کا عالم تھا تو ایک چالیس سالہ بیوہ عورت سے نکاح فرما رہے ہیں۔ جب کہ قریش مکہ یہ کہہ چکے تھے کہ عرب کی جس حسینہ سے نکاح کرنا چاہتے ہو ہم انتظام کر دیتے ہیں مگر آپ نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ اگر کوئی نفسانی خواہش ہوتی تو اس موقع سے ضرور فائدہ اُٹھاتے حالانکہ حضور علیہ السلام کو اللہ نے چالیس جنتی مردوں کی طاقت عطا کی ہوئی تھی اور ایک جنتی مرد میں سو افراد کی طاقت ہوتی ہے۔ (مراۃ۔ مرقاۃ)

تعدد ازواج میں بے شمار حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو زوجہ محترمہ جس قبیلہ سے آئی اس قبیلہ میں اس کے ذریعے اسلام کا نور پھیل گیا۔

* * *

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ

بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

﴿۶۵﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا وَ هُوَ فِی الْجَنَّۃِ کَھَا تَیْنِ وَ قَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ

میں اور وہ (یتیم کی کفالت کرنے والا) جنت میں اس طرح ہوں گے اور اپنی دونوں انگلیوں کو ملا دیا

(مشکوۃ ص ۴۲۳)

اس حدیث کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے اور اس کا ماسبق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو کسی یتیم کے سر پر (محبت سے) ہاتھ پھیرے۔ جتنے بالوں کو ہاتھ سے مس کرے گا ہر بال کے بدلے کئی نیکیاں ملیں گی اور جو یتیم بچے یا بچی سے اچھا سلوک کرے میں اور وہ جنت میں دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ جب خالی ہاتھ پھیرنے کا یہ ثواب ہے تو مکمل کفالت کرنے کا، مال خرچ کرنے کا تعلیم و تربیت کرنے کا ثواب کس قدر زیادہ ہوگا۔

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق بہت ساری احادیث ہیں نیز قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو فرمایا۔

فاما اليتيم فلا تقهر (الضحیٰ) یتیم پر دباؤ نہ ڈالو یعنی اس سے پیار کرو کیوں کہ حضور بھی یتیم پیدا ہوئے تو فرمایا جب کوئی یتیم تیرے پاس آئے تو محبوب اپنی یتیمی یاد کر لیا کر کیوں کہ تجھے یتیمی کی حالت میں خدا نے نوازا لہٰذا تو اس کو نواز کر **هل جزاء الاحسان الا الاحسان** پر عمل کر۔

حدیث شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک ہو اور بد

ترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے گا (گھر میں پالے یا یتیم خانے میں خرچہ دیتا رہے) تو اللہ اس کے لئے جنت یقینی طور پر لازم فرما دیتا ہے مگر یہ کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل بخشش نہ ہو (کفر و شرک) اور جو تین بیٹیاں یا تین بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے، ان پر مہربانی کرے حتیٰ کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر دو کی کفالت کرے فرمایا اس کو بھی اسی طرح اجر ملے گا راوی کہتے ہیں اگر کوئی یہ کہتا کہ یا رسول اللہ! اگر ایک کی پرورش کرے تو آپ فرما دیتے ایک کو بھی یہی اجر ملتا اور اللہ تعالیٰ جس کی دو پیاری چیزیں لے لے یعنی آنکھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلے اس کو بھی جنت عطا فرمائے گا۔ مشکوۃ ص ۵۶۴

؎ یتیم ہو کے یتیموں کو پالنے والے

* * *

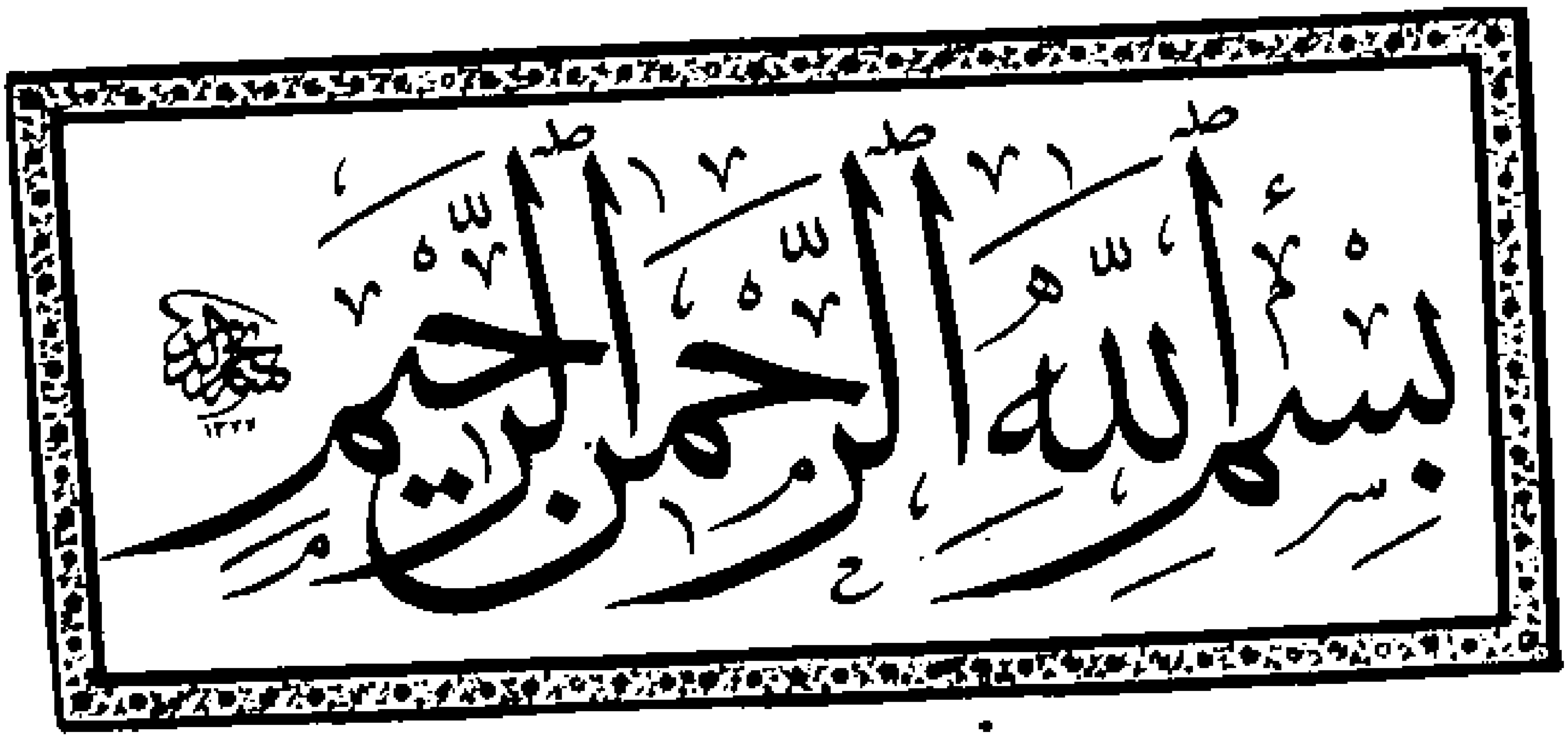

﴿٦٦﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَ لِغَيْرِهٖ فِى الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَ اَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَ فَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا

میں اور یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اس کا اپنا ہو یا کسی اور کا، جنت میں اسی طرح ہوں گے جس طرح کلمہ کی انگلی اور درمیان والی اور ان (دوانگلیوں) کے درمیان کچھ فاصلہ کیا

(رواہ البخاری)

یتیم وہ نابالغ بچہ ہے جس کا والد فوت ہو جائے خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اور جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ ہے جس کی ماں فوت ہو جائے اور موتیوں میں اس موتی کو دُرِ یتیم کہتے ہیں جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو۔ یہاں یتیم سے مراد انسان کا بچہ یا بچی ہے۔

اگرچہ مذکورہ چار احادیث میں مطلقہ یا بیوہ عورت اور یتیم بچہ اور بچی کو پالنے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اور اس کتاب میں ان احادیث کو لانا تھا جس میں حضور علیہ السلام نے انا کے لفظ کے ساتھ خود اپنی تعریف فرمائی لیکن اگر آپ غور فرمائیں گے تو کسی گرے ہوئے انسان کو عزت دینے والا اس کو عزت بعد میں دے گا اس عمل سے پہلے اس کی اپنی عزت ظاہر ہو گی حضور علیہ السلام نے بے سہارا لوگوں کو سہارا عطا فرمایا تو یہ آپ کا بڑا پن ہے اور حقیقت میں بڑا وہی ہوتا ہے جو عاجزی کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا نہ کہے اور دنیا کی نگاہوں میں بڑا ہو بلا تشبیہ یوں سمجھیں ایک بڑا آدمی ہے کوئی غریب اس کے پاس کام کے سلسلہ میں جاتا ہے وہ بڑا آدمی نہ سلام کا جواب دیتا ہے نہ حال پوچھتا ہے نہ بٹھاتا ہے اور کام کر دیتا ہے کوئی شخص اس غریب سے پوچھے

کہ بتا اس کو کیسا پایا تو وہ کہے گا بھئی کام تو اس نے کر دیا لیکن بڑا آدمی تھا، نہ سلام کا جواب دیا نہ حال چال پوچھا۔

اب اگلے دن وہ غریب پہلے سے بھی دس گنا بڑے آدمی کے پاس جائے وہ ہنس کر بولے بھی سلام کا جواب بھی دے بیٹھک کا دروازہ کھول کر بٹھائے اور چائے بسکٹ بھی پیش کرے اور کام بھی کر دے، ساتھ یہ بھی کہے میں آپ کا خادم ہوں کوئی حکم ہو تو مجھے بتایا کریں تو حقیقت میں بڑا دوسرا ہوا نہ کہ پہلا۔

حضور علیہ السلام نے بھی گرے پڑے لوگوں کو پیار عطا فرمایا عزت عطا کی۔

مدینہ شریف میں ایک عورت دیوانی مشہور تھی کوئی اس کو منہ نہ لگاتا مگر حضور علیہ السلام کو صحابہ کرام کی مجلس سے اُٹھا کر لے جاتی اور دیر تک باتیں کرتی رہتی جب زیادہ دیر ہو جاتی تو خود ہی محسوس کرتی کہ حضور کہیں اُکتا نہ گئے ہوں سرکار اس کا ذہن بھانپ لیتے اور فرماتے تو مدینہ کی جس گلی میں چاہے مجھے لے جا میں تیری ہر بات سننے کو تیار ہوں۔ سرکار جانتے تھے اگر میں بھی اس کی نہیں سنوں گا تو پھر کون سنے گا۔ میں نے بھی دھکا دے دیا تو کس دروازے پر جائے گی۔ اس لیے فرمایا **فاما الیتیم فلا تقهر و اما السائل فلا تنهر** ۔ اسی موضوع کی ایک حدیث آ رہی ہے پڑھیے اور ایمان تازہ کیجیے۔

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین

﴿۶۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا ابْنُ امْرَاۃٍ مِنْ قُرَیْشٍ کَانَتْ تَأکُلُ الْقَدِیْدَ

میں اس قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک بڑا گوشت کھا لیتی تھی

(البدایہ والنہایہ، ۴: ۲۹۴)

اس حدیث کو پڑھ کر عجیب سی لذت محسوس ہوتی ہے کہ اس میں عاجزی وانکساری کی انتہا ہے اور اس عاجزی کے نتیجے میں رفعہ اللہ کا جلوہ بھی۔ ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایک شخص جس نے حضور علیہ السلام کی عظمت وشان بھی سن رکھی ہوگی اور کفار مکہ کے حضور علیہ السلام کے ظلم وستم اور اس کے بعد مکہ سے حضور علیہ السلام کا ہجرت کرنا بھی معلوم ہوگا اور پھر جب یہ سنا کہ آج حضور فاتح بن کر مکہ میں تشریف لا رہے ہیں کسی دیہات سے چلا اور سرکار کی زیارت کو آیا۔ ہر بندے کی ذات وصفات کا دوسرے پہ اثر پڑتا ہے کوئی کم علم والا تقریر کر رہا ہو اور پرسے بڑا عالم آجائے تو اس کی بولتی بند ہو جاتی ہے اسی طرح حسن وجمال کا رعب، فضل وکمال کا اثر ایک فطرتی امر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ذات میں ہر کمال درجے کا ودیعت فرمایا ہوا تھا۔ اب تو شرم وحیاء کا جنازہ نکل چکا ہے اور غیرت وحمیت کی قدریں پامال ہو چکی ہیں۔ جب لوگ بڑوں کا حیا کرتے تھے تو سنا ہے بیٹا باپ کے سامنے سگریٹ پینا تو کجا ریڈیو بھی نہیں سنتا تھا۔ مذکور شخص پر دنیا کے بادشاہوں کے جلال کا ایک انجانا سا خوف طاری تھا بس حضور علیہ السلام اس کے سامنے تشریف لائے یکایک اس کی نظر سرکار کے چہرے پر پڑی تو مارے خوف کے کانپنے لگا کہ یہ وہ ذات ہے جس نے کفار مکہ کا غرور خاک میں ملا دیا ہے اور آج وہی جو تیرہ سال تک ظلم کرتے رہے ان سے معافی کی بھیک مانگ رہے ہیں سرکار نے اس کی حالت دیکھی تو رحم آ گیا (کوئی ہم جیسا ہوتا تو مزید رعب ڈالنے کی کوشش کرتا اور اس کو عظمت وشان سمجھتا لیکن حقیقی عظمت یہی ہے جس کا حضور علیہ السلام نے اظہار فرمایا) فرمایا ھون علیک لست

بملک اے اعرابی! اپنے آپ کو سنبھال میں کوئی بادشاہ تھوڑا ہوں میں تو اس کا بیٹا ہوں جو بڑے گوشت کو خشک کر کے کھالیا کرتی تھی۔

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

* * *

ھدی للمتقین
١٢٢٩

﴿۶۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

میں قیامت کے دن اس (مظلوم) کی طرف سے جھگڑوں گا

(سنن ابی داؤد ۲: ۷۷)

اس فرمان میں ذمیوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے اس جملہ سے پہلے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

الا من ظلم معاهدا او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئا بغير طيب نفسه فانا حجيجه يوم القيمة.

خبردار! جس نے کسی (معاہد) ذمی پر ظلم کیا یا اس کے حق میں کمی کی یا اسے کسی ایسے کام کی تکلیف دی جو اس کی طاقت سے باہر ہو یا اس کی دلی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز اس سے لے لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے جھگڑا کرنے والا ہوں گا۔

ایک حدیث میں فرمایا جس نے ذمی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ (طبرانی)

جب ہمارا دین غیر مسلموں کے حقوق کی اتنی پاسداری کرتا ہے تو جو مسلمان ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہیں کرتے ان سے اللہ ورسول کس قدر ناراض ہوتے ہوں گے اس ضمن میں حقوق العباد کے نہایت ہی وسیع موضوع کو اگر بیان کیا جائے تو والدین کے اولاد پر حقوق، اولاد کے والدین پر حقوق۔ زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق۔ ہمسائیوں کے حقوق۔ عام مسلمانوں کے ایک دوسرے پر حقوق۔ چھوٹے کے بڑے پر حقوق بڑے کے چھوٹے پر حقوق یہ ایک نہایت ہی طویل سلسلہ ہے جس کو بیان کرنے سے طوالت ایک یقینی امر ہے صرف ایک

حدیث برکت کے لئے لکھی جاتی ہے۔

من لم یرحم صغیرنا و لم یؤقر کبیرنا فلیس منا.

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں

اس مختصر سے جملے سے حقوق العباد کی اہمیت و فرضیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

* * *

اطلبوا العلم من المهد الى اللحد

(الحدیث)

علم حاصل کرو گود سے لے کر گور (قبر) تک

﴿۲۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ الصَّادِقُ الزَّکِیُّ

میں اللہ کا سچا نبی امی پاکیزگی والا ہوں

(طبقات ابن سعد، ۱: ۳۳۴)

۹ھ کو بنوکلب قبیلے کے دو وفد حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پہلا وفد دو افراد پر مشتمل تھا۔ ایک کا نام عاصم اور دوسرے کا نام عبد عمرو تھا حضور علیہ السلام نے ارکان وفد کو مخاطب کرتے ہوئے مذکورہ جملہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد فرمایا

والویل کل الویل لمن کذبنی و تولّٰی عنی و قاتلنی و الخیر کل الخیر لمن اٰو انی و نصرنی و اٰمن بی و صدق قولی و جاھد معی۔

مکمل خرابی ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھ سے منہ موڑا اور مجھ سے جنگ کی اور مکمل بھلائی ہے اس کے لئے جس نے میری مدد کی، مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق کی اور میرے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

حضور علیہ السلام کا اسلوب تبلیغ اور طریقہ دعوت اس قدر سادہ اور دلکش تھا کہ زبان مبارک سے جو بات نکلتی دل و دماغ میں ایمان کے چراغ روشن کرتی جاتی، جب وفد کے ارکان نے یہ پیاری گفتگو سنی تو عرض کیا۔ ''بیشک ہم آپ پر ایمان لائے اور آپکی تصدیق کرتے ہیں''۔

لفظِ اُمّی کا معنی و مفہوم

حضور علیہ السلام کے اسماء مبارکہ میں سے ایک نہایت ہی پیارا نام ''اُمّی'' بھی ہے چونکہ بعض لوگ جو عظمت رسالت سے بے خبر ہیں اس بابرکت لفظ کا معنی ''ان پڑھ'' کرتے ہیں اور پھر اس کی آڑ میں علم مصطفیٰ میں طعن کرتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ تھوڑی سی وضاحت کر

دی جائے۔

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کا یہ اسم گرامی آیا ہے اور قرآن پاک نے تورات و انجیل کے اندر بھی اس نام پاک کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔ (الاعراف)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے (یہود و نصاریٰ) اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔

(ترجمہ کنزالایمان از اعلیٰ حضرت)

امام الانبیاء جن کو اللہ نے **علمک مالم تکن تعلم. الرحمٰن علم القران** کی شان علم عطا فرمائی یقیناً جو خود ان پڑھ ہیں وہی ایسا وسیع علم رکھنے والے کو ان پڑھ کہہ سکتے ہیں۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان پڑھ اور بے پڑھے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیوں کہ ہمارے ہاں ان پڑھ جاہل کو کہا جاتا ہے جب کہ بے پڑھا وہ ہے جس نے کسی سے پڑھا نہ ہو کوئی اس کا استاد نہ ہو اور جب یہ لفظ حضور علیہ السلام کے لئے بولا جائے گا تو اس کا معنی ہو گا کہ اللہ کے سوا جس کو کوئی پڑھانے والا نہیں ہے اور بے پڑھے ہونے کے باوجود اللہ نے آپ کو سارے علوم عطا فرما دیے

پڑھے نہ لکھے حضرتِ والا شاگرد جناب حق تعالیٰ

کیوں کہ کسی حکومت کے محکمہ تعلیم کے منظور شدہ استاد کو ان پڑھ کہو گے تو پورے محکمے اور پوری حکومت کی توہین ہو گی اور امام الانبیا کو ان پڑھ کہو گے تو خدا کی توہین قرار پائے گی کہ خدا کو کوئی پڑھا لکھا رسول نہ ملا؟ اور جو خود ان پڑھ ہو گا وہ دوسروں کو کیا پڑھائے گا حالانکہ حضور علیہ السلام کے منصب نبوت میں سے پہلا منصب ہی یہ ہے **و یعلمکم الکتاب والحکمۃ و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون** (البقرہ) حضور علیہ السلام تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور جو تم نہیں جانتے تھے وہ تمہیں سکھاتے ہیں۔

اور جس کتاب کی تعلیم دیتے ہیں اس کی شان یہ ہے **فیہ تبیانا لکل شئی**۔ ہر چیز کا اس میں بالدلائل بیان ہے

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہ لفظ اُمّ سے ہو تو ی نسبت کی لگا کر امّی بنا جس کا معنی ہوا ماں والا۔ اور ماں کو ام اس لئے کہا گیا کہ ام کا ایک معنی اصل ہے اور ماں بچے کی اصل ہوتی ہے سوال یہ ہے کہ ہر کوئی ماں والا ہوتا ہے اس میں کیا کمال ہوا؟ جواب یہ ہے کہ بے شک ہر کوئی ماں والا ہے مگر یہ تو دیکھو ان کی ماں جیسی کسی کی ماں ہو سکتی ہے جو اپنی گود میں اللہ کے محبوب کو جن رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے فرمایا یہ لفظ دوسروں کے لئے عیب ہے حضور کے لئے کمال جیسا کہ تکبر اللہ کے لئے کمال ہے اور مخلوق کے لئے عیب۔ وہ بے پڑھے ہو کر بھی ایسا علم رکھتے ہیں کہ جبریل بھی حیران نظر آتے ہیں۔

چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ جب حضرت جبریل امین علیہ السلام سورۃ مریم لے کر آئے اور حروف مقطعات پڑھنا شروع کیا انہوں نے کہا **کاف** سرکار نے فرمایا **علمت** میں جان گیا انہوں نے **ھا** پڑھا تو فرمایا میں سمجھ گیا انہوں نے **یا** پڑھا فرمایا میں سمجھ گیا۔ عرض کیا حضور میں تو اس سے کچھ نہ سمجھا اور آپ سب کچھ ہی سمجھ گئے فرمایا یہ میرے اور رب کے درمیان راز کی باتیں ہیں کسی تیسرے کو کیا خبر ہو سکتی ہے (ملخصا)

میان طالب و مطلوب رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

استاد کے علم کا اندازہ لگانا ہو تو شاگرد کی علمی قابلیت دیکھ کر لگایا جاتا ہے اور حضور علیہ السلام کے شاگرد کی علمی استعداد یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں اگر میں **بسم اللہ** شریف کی تفسیر لکھنی شروع کر دوں تو ستر اونٹ کتابوں کے بوجھ سے لد جائیں۔ حضور علیہ السلام فرمائیں **سلونی عما شئتم** جو چاہو مجھ سے پوچھو اور باب مدینۃ العلم فرمائیں **سلونی قبل ان تفقدونی**۔ میری زندگی میں مجھ سے پوچھ لو جو بھی پوچھنا چاہو

امی و دقیقہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

مکۃ المکرمہ کو ام القریٰ فرمایا گیا اس لحاظ سے امی کا معنی ہوا مکہ میں پیدا ہونے والا، مکۃ المکرمہ کی بابرکت نسبت رکھنے والا۔ اس معنی کی رو سے بھی کئی کہیں گے مکہ والے تو بے شمار ہو

سکتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام کو جو مکہ سے نسبت ہے وہ دوسروں کو کیسے حاصل ہو کہ حضور علیہ السلام تو مکہ کو کفار کے قبضے سے آزاد فرمانے والے ہیں۔ اور مکہ کو کعبہ کی وجہ سے یہ شان ملی اور کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ بنانے والے حضور علیہ السلام ہیں کہ آپ کی آمد سے پہلے کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا حضور نے اس کو بتوں کی آلودگی سے پاک فرمایا اور بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ بنایا اسی لیے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کے پرنالے کا اشارہ دیکھو وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ حج تو یہاں ہو گیا مگر اس کی قبولیت چاہتے ہو تو جدھر میں اشارہ کر رہا ہوں ادھر جاؤ

؎ غور سے سُن اے رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

اُمّ کا معنی ٹھکانہ بھی ہے فامه هاوية (القران) اس کا ٹھکانہ هاويه ہے اب اُمّی کا معنی ہوگا کہ ٹھکانے والا یعنی جس کو کہیں ٹھکانہ نہ ملے حضور اس کے لئے جائے پناہ ہیں یعنی حرزا للامیین (بخاری شریف) اللہ کو حضور کے ٹھکانے سے بھی محبت کہ اس کا ذکر فرمایا۔

سوال

اگر حضور لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو لا تخطه بيمينك کا کیا معنی یعنی اللہ نے لکھنے کی نفی کیوں فرمائی؟

جواب

خود اسی آیت میں جواب موجود ہے اذا لارتاب المبطلون ۔ کہ اہل باطل شک کریں گے کہ قرآن خود لکھ کر لے آئے ہیں۔ اور پھر یہ ایک وقت کی بات ہے دوسرے اوقات میں کیا حضور نے شاہان زمانہ کو خطوط لکھ کر نہیں بھیجے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ پھر جبریل امین کیا کرنے آتے اگر سکھانے نہیں آتے تھے۔ تو یاد رکھیں جبریل امیں سکھانے نہیں بلکہ اللہ کا پیغام پہنچانے آتے تھے

؎ تعلیم جبرائیل امیں تھی برائے نام
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

حضرت کا علم علمِ لدُنی تھا اے امیر
دیتے تھے قدسیوں کو سبق بے پڑھے ہوئے

معراج کی رات کے متعلق ہم جب یہ کہیں کہ حضور علیہ السلام نے جبریل امین سے فلاں بات پوچھی فلاں پوچھی تو کہتے ہیں لہٰذا حضور کو علم نہیں تھا تبھی پوچھی، لیکن حدیث جبریل امیں میں جب جبریل شاگردوں کی طرح بیٹھ کر سوال کر رہا ہے **ما الایمان، ما الاسلام، ما الاحسان** یہاں کیوں نہیں کہتے ہو لہٰذا حضور علیہ السلام جبریل امین کے بھی استاد ٹھہرے۔ اور اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا **وما تلک بیمینک یا موسیٰ** اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو کیا اللہ کو بھی علم نہیں تھا۔ معاذ اللہ۔

لوح محفوظ کو قرآن میں ام لکتاب کہا گیا۔ **و عندہ ام الکتاب**۔ کیوں کہ سارے علوم اس میں جمع ہیں اور لوح محفوظ حضور کے خزانہ علم کا ایک جُز ہے امام بوصیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا و ضرتھا
ومن علومک علم اللوح والقلم

اور پھر لوگ مار کھا کھا کے پڑھتے ہیں لیکن **الرحمن علم القرآن** رحمت والے نے تجھے آغوشِ رحمت میں یہ سارا علم عطا فرما دیا۔

ام بمعنی اصل کے ضمن میں علماء نے یہ بھی فرمایا کہ **امی** کا معنی ہوا جو اپنی اصل پر قائم ہے اور اصل کیا ہے **کل مولو د یولد علی الفطرہ**۔ یعنی دوسرے بچے اصل (اسلام) پر پیدا ہو کر بھی کوئی یہودی بن جاتا ہے کوئی عیسائی کوئی مجوسی۔ لیکن آپ اصل پر ایسے قائم ہیں کہ چالیس سالہ زندگی مشرکین مکہ کے درمیان گذار دی جب کہ شراب جوا اور ظلم کا دور دورہ تھا ہر طرف ظلمت ہی ظلمت سارا معاشرہ خدا کا نافرمان تھا لیکن آپ کے قدموں میں ذرا لغزش نہ آئی۔ کوہ وقار اور پیکرِ استقلال بن کر اپنی اصل پہ ثابت قدم رہے۔ کوئی طاقت شیطانی آپ کو اصل سے نہ ہٹا سکی۔ پیدا ہوئے **امی** کی شان سے اور آج اعلان نبوت فرما رہے ہیں تو اس طرح پاک ہیں جیسے پیدا ہوتے پاک تھے۔ کوئی بُرائی ان کے قریب سے بھی نہ گذر سکی۔ تب بھی معصوم تھے آج بھی معصوم ہیں۔

اکتسابی علم اور وہبی ولدنی علم

وہ علم جو حاصل کیا جائے اس کو اکتسابی علم کہتے ہیں اس میں غلطی ہوسکتی ہے استاد سے بھی شاگرد سے بھی کبھی تجربہ علم کے خلاف ہوجاتا ہے کبھی الفاظ کی ترتیب بدل جاتی ہے ایک بندہ ایک تقریر آج کرتا ہے وہی تقریر اسی ترتیب کے ساتھ دوبارہ نہیں کرسکتا (بشرطیکہ رٹا نہ لگایا ہو) جب کہ علم لدنی یا وھبی خالص عطا الٰہی ہے اس میں اتنی سی کمی بیشی کا بھی امکان نہیں کیوں کہ وہ علم ظنی تھا یہ قطعی ویقینی ہے (نبی کے لیے) دنیا جہان کے سکول وکالج، یونیورسٹیاں کھنگالنے والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے سب کچھ جان لیا ہے اور مجھے وہ سنائی دیتا ہے جو تمہیں نہیں دیتا یا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے لیکن ایک دن بھی پڑھنے کے لئے کسی کے پاس نہ جانے والا اعلان فرمارہا ہے **انما بعثت معلماً۔ انی اریٰ مالا ترون واسمع مالا تسمعون۔** میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے اور جس کو بھیجنے والا اعلان فرمائے **وعلمک مالم تکن تعلم** آپ کو ہر شے کا علم دے دیا گیا۔ پڑھے ہوئے پھر بھی کوئی نہ کوئی بات اندازے اور انکل پچو سے کر جاتے ہیں مگر فرمایا **ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان** ۔ تو ایمان وکتاب کو اندازہ سے نہیں خدا کی وحی سے جانتا ہے لہٰذا محبوب تیری ہر بات یقینی ہے۔

جو شخص ان پڑھ ہو وہ اکثر تمنا کرتا ہے کاش تھوڑا بہت پڑھ جاتا، جمع تفریق کر لیتا کاروبار تو چلا سکتا لیکن حضور علیہ السلام نے کبھی ایسی تمنا کی ہی نہیں فاتح عرب ہو کر بھی ایک دن بھی ایسی آرزو پیدا نہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ سرکار جانتے تھے میرا علم سوائے رب کے کسی کے پاس ہے ہی نہیں اس لیے رب سے ہی سوال کرتے **رب زدنی علما۔**

ایک معنی یہ بھی ممکن ہے کہ امی امت سے ہو یعنی امت والے، امت تو ہر نبی کی ہے لیکن تیری امت تو وہ ہے کہ اس کو خدا بھی خیر امم فرماتا ہے۔ نبی اس امت میں آنے کی دعائیں کرتے ہیں اور فرشتوں کا سردار پل صراط سے گذرتے ہوئے اس امت کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتا ہے۔

* * *

﴿۷۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ لَنْ اُخَالِفَ اَمْرَهٗ وَ لَنْ يُّضِيْعَنِىْ

میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا

(الطبری تاریخ الامم والملوک)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا فرمان ایک انتہائی نازک موقع سے متعلق ہے صلح حدیبیہ کی شرائط جب لکھی جا رہی تھیں تو بعض صحابہ کرام جن کو بعض شرائط پر پوری طرح شرح صدر نہ ہو سکا، ان شرائط کو قبول نہ کرنے پر اصرار کرنے لگے، جن میں حضرت عمر فاروق، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم پیش پیش تھے۔

ان کا اعتراض دو شقوں پر تھا۔ اول یہ کہ مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس لوٹ جائیں اور دوسری یہ کہ جو لوگ مدینہ پناہ لینے آئیں انہیں پناہ نہ دی جائے اور واپس کر دیا جائے لیکن قریش اس کے پابند نہ ہوں گے کہ وہ کسی کو مکہ سے واپس کریں۔

حضرت عمر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کیا آقا ہمیں یہ شرائط کسی قیمت پر منظور نہیں، دباؤ میں آ کر معاہدہ نہ کیا جائے۔ حضرت عمر جذبات سے مغلوب ہو کر بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں یہ گذارشات پیش کر رہے تھے۔ اور جذبات میں آ کر ان کا لہجہ قدرے سخت ہو گیا جس کا انہیں عمر بھر افسوس رہا۔ بعض علماء نے **لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر** آیہ قرآنی کی تفسیر میں **ما تقدم** کے تحت صحابہ کرام کو شامل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کی انہی لغزشوں کی معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ الست برسول اللہ قال بلیٰ قال اولسنا بمسلمین قال بلیٰ قال اولیسوا بمشرکین قال بلیٰ قال فعلیٰ ما نعطی الدنیۃ فی دیننا۔ یارسول اللہ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں عرض کیا ہم مسلمان نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں تم مسلمان ہو۔ عرض کیا! کیا وہ (ہمارے مدمقابل) مشرک نہیں؟ فرمایا مشرک ہیں۔ عرض کیا پھر ہم اپنے دین میں یہ کمزوری کیوں قبول کریں (کہ ان کی ہر شرط مانتے جائیں چاہے وہ اس میں انصاف نہ کریں) اس گفتگو کے بعد حضرت عمر کی دلی کیفیت کو بھانپ کر حضور علیہ السلام نے مندرجہ بالا جواب دیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر اسی جذباتی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس بھی گئے اور مذکورہ شرائط کے بارے اپنے ردعمل کا اظہار کیا تو یارغار مصطفیٰ نے فرمایا عمر! حضور اللہ کے سچے رسول ہیں جو فیصلہ وہ کریں وہی درست ہوگا۔

* * *

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

عبدالمجید پرویں رقم

﴿۷۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَقُوْلُ ذٰلِكَ اَنْتَ اَحَدُهُمْ

میں نے یہ بات کہی اور تو بھی ان میں سے ایک ہے

(سیرت ابن ہشام، ۱:۴۸۳)

شب ہجرت جب کفار و مشرکین مکہ اپنے مکر و فریب کے جال بُن رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو محفوظ طریقے سے مدینہ منورہ لے جانے کی خفیہ تدبیریں فرما رہا تھا۔ تو جن سات کافروں نے حضور علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کیا ان میں ایک ابو جہل بھی تھا باقیوں کے نام یہ ہیں۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیط نضر بن الحارث۔ امیہ بن خلف۔ زمعہ بن الاسود اور ابولہب (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۷) قریش کے یہ ساتوں جوان شام کے سائے گہرے ہوتے ہی حضور علیہ السلام کے گھر کے اردگرد آ گئے اور کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کر لیا۔ اپنی جوانیوں کے زعم میں پاگل ہو رہے تھے۔ انہیں پورا یقین تھا کہ آج رات وہ شمع حق بجھا دیں گے اور لات و عزّیٰ کا پرچم بلند کر دیں گے۔ یہ کفر کے نمائندے اور شر کے گماشتے اس عظیم ہستی کی شہادت کے آرزومند تھے جن کو یہ خود صادق و امین کا لقب دے چکے تھے۔ اپنے جذبۂ انتقام کو بھڑکانے کے لئے حضور علیہ السلام کے خلاف باتیں بنانے لگے اور وقت گزارنے کے لئے اول فول بکنے لگے اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں اخلاق سے گری ہوئی باتیں موضوع گفتگو بن گئیں۔

ابو جہل بولا!

ان محمدا یزعم انکم ان تابعتموہ علیٰ امرہ کنتم ملوک العرب والعجم، ثم بعثتم من بعد موتکم، فجعلت لکم جنان کجنان الاردن، و ان لم تفعلوا کان له فیکم ذبح ثم

بعثتم من بعد موتکم ثم جعلت لکم نار تحرقون فیھا۔

سیرت ابن ہشام ج۱ص۲۸۳ وج۲ص۱۲۷

بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ گمان کرتا ہے کہ تم اس کی اطاعت اختیار کرلو تو تم عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے اور پھر مرنے کے بعد تمہیں زندہ کیا جائے گا اور اُردن کے باغات کی طرح تمہیں سرسبز باغات ملیں گے اور اگر تم ان کی اطاعت اختیار نہ کرو گے تو تمہیں بے دریغ قتل کر دیا جائے گا اور موت کے بعد زندہ کر کے آگ کے شعلوں میں پھینک دیا جائے گا۔

یہ حیاباختہ نوجوان انہی باتوں میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں کاشانہ نبوت کا دروازہ کھلا اور بقول حفیظ جالندھری

ے وہ درّاتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا

حضور علیہ السلام کسی خطرے کی پرواہ کیے بغیر باہر تشریف لائے اور ان کفر کے نمائندوں کے سروں پر خاک ڈالی۔ کفر کو للکارا اور ابوجہل کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو کچھ تو میرے متعلق کہہ رہا تھا۔ **انا اقول ذلک انت احد ھم۔**

ے نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

* * *

دُنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
مَیں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

﴿۷۲﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا کَفِیْلٌ عَلٰی قَوْمِیْ

میں اپنی ساری قوم کا کفیل ہوں

(سبیل الہدیٰ والرشاد، ۳:۲۸۱)

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انصار میں سے بارہ نقباء کا تقرر فرمایا اور ان کو ان کے قبیلوں پر مامور فرمایا۔ چنانچہ بنی خزرج کے نو نقباء تھے اور بنی اوس کے تین نقباء۔ اور ان بارہ پر حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ کو نقیب النقباء کے طور پر متعین فرمایا جو بنی نجار کے نقیب بھی تھے اور بارہ نقباء پر نقیب النقباء بھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان نقباء کے تقرر کے بعد حضور علیہ السلام نے ان سے اس بات پر حلف لیا کہ جن قبیلوں کے وہ ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں، ان قبائل میں وہ اپنی ذمہ داریاں بھرپور طریقے سے ادا کریں گے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث کا پس منظر بھی یہی ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے۔

انتم علٰى قومكم بما فيهم كفلاء ككفالة الحواريين لعيسٰى ابن مريم و انا كفيل علٰى قومى۔ (ای المسلمین)

تم اپنی اپنی قوم کے کفیل ہو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے مقرر کردہ کفیل تھے اور میں اپنی تمام قوم کا کفیل ہوں (یعنی پوری امت مسلمہ کا)۔

بیعت عقبہ ثانیہ تاریخ اسلام میں ایک بڑا اہم اور تاریخ ساز واقعہ ہے۔ اگرچہ بیعت کرنے والے خوش نصیب جانثاروں کو اس کی اہمیت کا اندازہ تھا مگر حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری سے نہ رہا گیا اور اُٹھ کر فرمانے لگے۔ **هل تدرون علٰى ما تبا يعتمون هذا الرجل؟** کیا تم جانتے ہو کہ کس شے پر اس ہستی سے بیعت کر رہے ہو **قالوا نعم۔** سب نے

یک زبان ہو کر کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔

تاہم انہوں نے بعض امور اور نکات کی مزید وضاحت کے لئے ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔

انکم تبایعتمونه علیٰ حرب الاحمر واسود من الناس فان کنتم تریدون انکم اذا نهکت اموالکم مصیبة و اشرافکم قتل اسلمتموه فمن الان هو والله ان فعلتم خزی الدنیا والاخره و ان کنتم تریدون انکم و افون له بما عاهدتموه علی نهکة الاموال و قتل الاشراف فخذوه فهو والله خیر الدنیا و الأخرة۔ (سبل الهدیٰ والرشاد ۳: ۲۸۳)

سنو! تم ہر سُرخ و سیاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بیعت کر رہے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب مصائب تمہارے مال و اسباب کو تباہ کر دیں اور جب تمہارے بڑوں کو مار دیا جائے تو تم ان کو دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو ابھی پیچھے ہٹ جاؤ اور اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا و آخرت میں ذلیل ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے مال کی تباہی اور اپنے رؤسا کے قتل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام سے وفا کرو گے تو پھر انہیں لے جاؤ (مدینے) اس صورت میں دنیا و آخرت میں تمہارے لیے بھلائی ہو گی۔

اس جوش ایمان سے بھرپور خطبے کو سُن کر شرکائے مجلس میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہوا اور سب نے یک زبان ہو کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔

فانا ناخذه علی مصیبة الاموال و قتل الاشراف فما لنا بذٰلک یا رسول الله.

ہم مال و متاع کی تباہی اور سرداروں کے قتل ہو جانے پر بھی آپ سے اگر عہد نبھائیں تو ہمیں کیا ملے گا فرمایا **الجنة**۔ تمہیں جنت ملے گی۔

چنانچہ سب نے عرض کیا

ابسط یداک فبسط یداه فبایعوه.

یارسول اللہ! اپنا ہاتھ آگے کیجیے پس آپ نے ہاتھ بڑھایا تو سب نے بیعت کرلی۔

ایک بار پھر حضرت عباس بن عبادہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ والذی بعثک بالحق ان شئت لنمیلن غدا علیٰ اھل منی باسیافنا.

یارسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ حکم کریں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر تلواروں سے پل پڑیں۔

سرکار نے فرمایا۔

انا لم نومر بذٰلک ارفضوا الیٰ رحالکم.

ہمیں ابھی اس امر کی اجازت نہیں دی گئی اب تم اپنی آرام گاہوں میں چلے جاؤ۔

یہ بیعت چونکہ مکہ میں رات کے اندھیرے میں ہوئی تھی اس لیے کفار و مشرکین کو خبر تک نہ ہوئی اس سال یثرب (مدینہ) سے حج پر آنے والوں کی تعداد ۵۰۰ تھی۔ جن میں سے ۷۵ مسلمان تھے ۷۳ مرد، ۲ عورتیں۔ حضرت مصعب بن عمیر کی زیر قیادت ان لوگوں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

چنانچہ شیطان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ اتنے افراد خاموشی کے ساتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے جا رہے ہیں اور میرے چیلوں کو خبر تک نہ ہوئی، عبداللہ بن کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ **فلما بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرح الشیطان من راس العقبة.** (سیرت النبی، ابن کثیر ۲:۲۰۴)

جب ہم حضور علیہ السلام سے بیعت کر رہے تھے تو شیطان عقبہ کی چوٹی پہ با آواز بلند چیخ رہا تھا

حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جلا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

* * *

﴿۷۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا وَاللّٰہِ اُحِبُّکُمْ وَ اَنَا وَاللّٰہِ اُحِبُّکُمْ وَاَنَاوَاللّٰہِ اُحِبُّکُمْ

میں بھی اللہ کی قسم تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں،
اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر۲:۲۷۵)

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب مکۃ المکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف لائے، قبیلۂ بنونجار کے مقدر کا ستارہ چمکا، ان کے سوئے ہوئے بخت جاگے، کیوں کہ امام الانبیاء کی میزبانی کا ان کو شرف نصیب ہوا۔ بنونجار کی بچیوں کے لبوں پر ترانہ جاری ہوگیا

نحن جوار بنی نجار یا حبذا محمد من جار

ہم قبیلۂ بنونجار کی بچیاں ہیں اے (محمد صلی اللہ علیک یارسول اللہ)! آپ کتنے بہترین پڑوسی ہیں۔ (سیرت النبی، ابن کثیر،۲: ۲۷۳)

اس موقع پر بنونجار کی ان خوش نصیب بچیوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کا مکالمہ ہوا۔ وہ حضور علیہ السلام کے گرد ہالہ باندھے کھڑی تھیں اور جھوم جھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ سرکار نے جب ان کا یہ والہانہ انداز دیکھا تو محبت و شفقت بھرے انداز میں فرمایا۔

یعلم اللہ ان قلبی یحبکم.

اللہ جانتا ہے میرا دل تم سے محبت کرتا ہے۔

مشدرک حاکم میں ہے کہ حضور علیہ السلام ان بچیوں کے پاس خود تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا اتحبونی کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ انہوں نے بیک زبان عرض کیا ای

واللہ یا رسول اللہ اللہ کی قسم یارسول اللہ! ہم آپ سے محبت کرتی ہیں۔ اس پر دریائے رحمت جوش میں آیا اور آپ نے بچیوں کو تین مرتبہ فرمایا و انا واللہ احبکم اللہ کی قسم میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر)

* * *

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذرہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

﴿۷۴﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا اَنْظُرُ اَلَیہ

میں اس (مسجد اقصیٰ) کی طرف دیکھ رہا تھا

(بخاری، مسلم۔ نسائی۔ ترمذی، مسند احمد، بیہقی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس موقع کا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزہ معراج عطا کیا اور آپ نے لوگوں کو بتایا کہ میں راتو رات مسجد اقصیٰ گیا۔ قریش نے آپ کو جھٹلایا اور مطالبہ کیا کہ مسجد اقصیٰ کے بارے میں تو ہمیں معلومات ہیں لہٰذا ہم آپ سے اس کی کچھ نشانیاں پوچھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام وہاں دروازے کھڑکیاں گننے تو نہیں تشریف لے گئے تھے جب کہ انہوں نے اسی طرح کے سوالات کرنے شروع کر دیے تو اللہ تعالیٰ نے پوری مسجد کو ہی ارقم کے گھر کے برابر حضور کے سامنے ظاہر کر دیا تاکہ محبوب دیکھ دیکھ کر ایک ایک نشانی بتاتا جائے چنانچہ مسلم شریف کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں

عن جابر بن عبداللہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما کذبتنی قریش حین اسری بی الی بیت المقدس قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہ و انا انظر الیہ۔ (صفحہ نمبر ۹۶)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا، جس وقت مجھے بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا تھا تو میں حجر اسود کے ساتھ کھڑا ہوا اور اللہ نے مسجد کو میرے لیے ظاہر فرما دیا پس میں مسجد کو دیکھ دیکھ کر ان کو نشانیاں بتا رہا تھا۔

کفار کے مطالبے پر جب حضور علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تمام نشانیاں بتا دیں ان کی

پھر بھی تسلی نہ ہوئی تو انہوں نے دورانِ سفر کچھ نشانیاں دریافت کیں حضور علیہ السلام نے ان کی تسلی کے لئے تین نشانیاں بیان فرمائیں۔ امام زرقانی نے اجمالاً قافلوں کی حدیث کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا۔

نمبر ۱- فرمایا جب میں بیت المقدس کے لیے روانہ ہوا تو راستے میں ایک مقام آیا جس کا نام روحا تھا وہاں تمہارا ایک قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ان کی ایک اونٹنی گم ہوگئی تھی جس کو وہ تلاش کر رہے تھے۔ میں وہاں سے گذرا تو پالان میں پانی کا بھرا ہوا پیالہ پایا۔ مجھے پیاس محسوس ہوئی تو میں نے وہ پانی پی کر خالی پیالہ وہاں رکھدیا۔ وہ قافلہ تمہارے پاس غروب آفتاب کے بعد پہنچے گا ان سے پوچھ لینا۔ چنانچہ قافلہ غروب آفتاب کے بعد ہی پہنچا اور وہی تفصیلات بیان کیں جو آپ بتا چکے تھے اور قافلے والوں نے یہ بھی کہا کہ ہم حیران تھے کہ پیالہ کا پانی گیا کدھر؟

نمبر ۲- فرمایا میں براق پر سوار تھا کہ مقام ''ذی طویٰ'' سے گذرا وہاں مکہ کے دو آدمیوں کو ایک ہی گھوڑے پر سوار پایا۔ جب میرا براق ان کے قریب سے گذرا تو گھوڑا بدکا اور ایک آدمی گھوڑے سے گر گیا اس کی ہڈی ٹوٹ گئی، بے شک وہ آئیں گے تو تصدیق کر لینا چنانچہ وہ آئے تو ایک کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ قریش نے تفصیل پوچھی تو انہوں نے من و عن اسی طرح بتائی جیسے حضور فرما چکے تھے۔

نمبر ۳- فرمایا میں مقام ''تنعیم'' سے گذرا وہاں ایک قافلہ دیکھا جو مکے کی طرف آ رہا تھا اور قافلے کے آگے بھورے رنگ کا ایک اونٹ تھا جس پر دھاری دار سُرخ رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں اور ایک سیاہ فام حبشی اس پر سوار تھا اور فرمایا کہ یہ قافلہ صبح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی تمہارے پاس مکے پہنچ جائے گا۔

کافروں نے یہ سُنا تو بڑے خوش ہوئے کہ ایک اور موقع جھٹلانے کا مل گیا ہے اگر قافلہ صبح تک نہ پہنچا تو ہم سچے ہو جائیں گے چنانچہ ابو جہل اپنے چیلوں کو لے کر مکہ کی ایک پہاڑی کے اوپر بیٹھ گیا اور سورج کے نکلنے کی انتظار کرنے لگا جب کہ دوسری پہاڑی پر یارِ غار مصطفیٰ ابو بکر صدیق اہلِ ایمان کا ایک گروہ لے کر قافلے کی راہ دیکھنے لگے۔ کافروں کے دل دھڑک رہے تھے کہ کہیں سورج قافلے کے آنے سے پہلے نہ طلوع ہو جائے اور اہل ایمان کے ارمان مچل رہے

تھے کہ ضرور قافلہ و سورج ایک ہی وقت میں طلوع کریں گے چنانچہ جونہی وادیٔ مکہ کے افق پر سورج کی پہلی کرن نمودار ہوتی تو ابوجہل نے چلا کر کہا "لو سورج نکل آیا" اسی لمحے دوسری طرف صدیق اکبر کی آواز آئی "وہ دیکھو قافلہ آ گیا"۔

جب حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی تمام نشانیاں حرف بحرف درست ثابت ہوئیں اور کافروں کے پاس انکار کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تو پھر بھی اسے جادو ہی کہتے رہے۔

(مظہری۔ کشاف۔ زرقانی علی المواہب)

رفتارِ نبوت

حضور علیہ السلام کا سفر معراج جس تیز رفتاری کے ساتھ ہوا یہ اپنی جگہ ایک معجزانہ شان رکھتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کا کیا کمال ہے یہ تو براق کی تیز رفتاری تھی تو میں پوچھتا ہوں کہ سدرۃ المنتہیٰ پر تو براق بھی جواب دے گیا اس سے آگے کس کا کمال مانو گے براق تو نبوت کی تیز رفتاری کی گرد کو بھی نہیں چھو سکتا اور پھر حضور علیہ السلام کی رفتار کا تو عالم ہی کیا ہوگا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جب ان کی قبرانور کے پاس سے گذرا وهو قائم يصلي في قبره (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۸) وہ قبر میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ صلوۃ سے مراد نماز ہے یا درود شریف کیوں کہ کوئی بڑا مہمان آپ کے ہاں آنے والا ہو تو اس کے آنے پر اگر آپ نماز شروع کر دیں تو عجیب ہی لگتا ہے اور پھر کیا کھڑے ہو کر قبر میں نماز ضروری تھی لہٰذا یہی معنی موقع محل کے مطابق بہتر ہے کہ جیسے کسی شہنشاہ کی سواری آ رہی ہو تو راستے میں کھڑے ہو کر اس کے چاہنے والے استقبال کرتے ہیں پھول اور گلدستے پیش کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ نے بتا دیا کہ آج میرا محبوب آپ کے پاس سے گذرنے والا ہے لہٰذا ان کی شایانِ شان استقبال کیا جائے تو موسیٰ علیہ السلام استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب سواری گذری تو نماز پڑھنے والے کی طرح حالت قیام میں درود و سلام کے پھول اور گلدستے پیش کرنے لگے۔ اگر کوئی کہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بتا دیا گیا کہ حضور علیہ السلام آپ کے پاس سے گذر رہے ہیں؟ تو گذارش ہے جس نے یہ بتایا کہ آج حضور بیت المقدس میں سارے نبیوں کی امامت کروا رہے ہیں اسی نے یہ بھی بتا دیا کہ اے پیارے موسیٰ! دوسرے نبی تو جلدی بیت المقدس پہنچ

تھی اپنے پاس بلایا اور اس کے تھنوں کو چھوا اور اللہ کا نام لے کر دوھنا شروع کر دیا بس پھر کیا تھا اس بکری کے سوکھے ہوئے تھن دودھ کی نہریں بن گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی برتن بھر گئے۔ تمام لوگوں نے پیا۔ ام معبد فرماتی ہیں کہ یہ بکری ''عام الرماد'' تک زندہ رہی اور صبح و شام اٹھارہ سال دودھ دیتی رہے (انساب الاشراف، ۱:۶۶۲)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں

* * *

﴿۷۸﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ وَ رَسُوْلُ الرَّاحَةِ وَ رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ

میں رحمت وراحت کا رسول ہوں اور میں لڑائیوں کا رسول ہوں

(الشفاج ا ص ۲۳۱)

رسول رحمت وراحت

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وما ارسلنک الا رحمة للعالمین۔ (الانبیاء)

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف میں فرمایا کہ ''وہ لوگوں کو پاک کرتے ہیں انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں اور آپ مسلمانوں پر مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو امت مرحومہ بنایا ہے (جس کو رحمت والا نبی دے کر اس پر رحم کیا گیا) اور ان کے بارے فرمایا گیا۔

وتواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمة۔ (البلد)

وہ صبر اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔

یعنی ان کا ایک دوسرے پر رحم کرنا ہے۔ تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی امت کے لئے اور ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (شفا شریف)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو رحمة العلمین نہ فرمایا بلکہ رحمة للعالمین فرمایا اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ پہلے لفظ میں حضور جہانوں کی ملکیت قرار پاتے کیوں کہ

کتاب زید کا معنی ہے زید کی کتاب یعنی زید کتاب کا مالک ہے۔ تو رحمۃ العلمین کا معنی ہوتا کہ جہان اس رحمت کے مالک ہیں جب کہ دونوں جہان تو خود حضور کی ملکیت ہیں

ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں دونوں جہان

اور کتاب لزید کا مطلب ہے زید کتاب کا مالک تو نہیں لیکن اگر چاہے تو کتاب سے استفادہ کرسکتا ہے تو فرمایا رحمۃ للعالمین کہ جہان میرے حبیب کے مالک تو نہیں لیکن اگر چاہیں تو اس کی رحمت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ رحمت مصدر ہے دنیا میں جو بھی رحمت کی جھلک نظر آ رہی ہے چاہے وہ ماں کی اولاد پر ہو یا استاد کی شاگرد پر، یہ سب اسی مصدرِ رحمت کے جلوے ہیں اور اسی دریائے رحمت کے قطرے ہیں۔ قرآن مومنین کے لئے رحمت اسلام مسلمانوں کے لئے رحمت اور حضور علیہ السلام سارے جہانوں کے لئے رحمت۔

ہر نعمت کی جتنی مخلوق کو ضرورت تھی اس کے مطابق ہی اللہ نے اس کو پیدا کیا جس کی زیادہ ضرورت تھی اس کو زیادہ پیدا فرمایا جس کی کم ضرورت تھی اس کو کم پیدا کیا۔ مثلاً مرچ سے زیادہ نمک کی ضرورت تھی اس کی کانیں بنادی گئیں۔ پھلوں سے زیادہ غلہ کی ضرورت تھی کھیتوں کے کھیت پیدا کر دیے۔ غلہ سے زیادہ پانی کی ضرورت تھی کہ غلہ تو انسان ہی کھاتے ہیں جب کہ پانی جانوروں کی بھی ضرورت اور خود غلہ کو بھی ضرورت تو زمین کے تین حصے پانی سے بھر دیے۔ پانی سے زیادہ ہوا کی ضرورت، چنانچہ جہاں پانی کا قطرہ بھی نہیں ہوا کو وہاں بھی پہنچا دیا اسی طرح روشنی سورج چاند کی سب کو عطا فرمائی (خدا کا کرم ہے نہ کبھی ہوا کا بل آیا نہ روشنی کا۔ اگر یہ دو بل بھی آجاتے تو پاکستانی تو بلوں میں ہی گھس جاتے ہاں مگر بل ہے وہ کیا لئن شکرتم لازیدنکم میرا شکر ادا کرو میں اور زیادہ نعمتیں عطا فرماؤں گا) ان سب چیزوں سے زیادہ رحمت کی ضرورت تھی کہ یہ سب نعمتیں ہوں رحمت نہ ہو بات نہ بنتی تھی اس کو اتنا عام کر دیا کہ فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔

یہاں سے بھارت جاؤ حکومت بدل گئی مگر رحمت نہیں بدلی دوسرے تیسرے ملکوں میں چلتے جاؤ حکومتیں بدلتی جائیں گی نہ خدا کی قدرت بدلے نہ نبی کی رحمت بدلے۔

لوگ کہتے ہیں کوئی کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا مگر مصطفیٰ کی رحمت سے ہر ایک کو فائدہ ہو رہا ہے منکر کو بھی ہو رہا ہے کیوں نہ ہو وہ آفتاب نبوت ہیں جب دروازہ بند کرنے سے اس آفتاب

کی روشنی کمرے میں آسکتی ہے تو سراجاً منیرا کے فیض کا عالم کیا ہوگا۔

ایسے شخص کو جو یہ کہے کسی سے مدد مانگنا شرک ہے سردیوں میں ایک رات ننگا چھوڑ دو کپڑے مانگے کہو مانگنا شرک ہے، جون جولائی میں ایک دن پانی نہ دو صرف ایک دن میں توحید کا معنی سمجھ آجائے گا۔ کپڑے پانی کی محتاجی مانتے ہو اور مانگتے بھی ہو حضور علیہ السلام کی طرف محتاجی نہ مانتے ہو نہ ان سے مانگتے ہو۔ حالانکہ چیز کی جتنی کثرت ہواتی ہی اس کی طرف محتاجی زیادہ ہوتی ہے تو رحمت سب سے عام ہے لہٰذا سارا زمانہ حضور کا محتاج ٹھہرا

؎ جملہ عالم است محتاجٌ الیہ زیں سبب فرمود رب صلوا علیہ

کوئی رزق کی نعمت کوئی علم کی، مگر حضور کی رحمت سب پہ حاوی کہ عالم ماسوا اللہ کا نام ہے اور خدا نے عالمین فرمایا ہے اگرچہ عالم کے اندر ہی ہر شے آگئی تھی تاہم پھر بھی عالمین جمع فرمایا تاکہ کسی کو ذرہ بھر گنجائش نہ رہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی رحمت کے دائرہ سے باہر رہے۔ ہر محتاجی ایک وقت تک رہتی ہے دوسرے وقت میں ختم، بچہ ماں کے دودھ کا ایک خاص وقت تک محتاج رہتا ہے پھر محتاجی و ضرورت نہیں رہتی۔ پھر استاد کا محتاج۔ بیمار ہو تو حکیم کا محتاج، تندرست ہوا محتاجی ختم۔ بھوک پیاس ہو تو کھانے پینے کا محتاج، کھا پی لیا محتاجی ختم۔ مگر رحمت کی محتاجی دنیا میں بھی ہے قبر میں بھی رہے گی اور حشر میں تو منکر بھی مان جائیں گے جب

؎ کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری
میرے حبیب کے لب پر اَنَا لَھَا ہو گا

مسلمان تو کیسے انکار کرے گا اللہ نے کافروں کو فرمایا **ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم** تم عذاب سے بچے ہوئے ہو تو صرف میرے حبیب کی وجہ سے۔

بعض لوگ کہتے ہیں حضور کو منافق کی قبر پہ کھڑا ہونے سے روکا گیا **لا تقم علی قبرہ** کیوں کہ فائدہ ہی کوئی نہیں میں کہتا ہوں یہی آیت تو آپ کے نافع ہونے کی دلیل ہے کہ اگر نفع نہیں دیتے تھے تو روکا کیوں گیا؟ اسی لیے روکا کہ حبیب تیرے قدم جہاں آجائیں وہاں عذاب نہیں آسکتا آپ پیچھے ہٹ جائیں پھر دیکھیں میں ان کو عذاب کیسے دیتا ہوں۔

ہمارے آقا کی رحمت ایسی ہے کہ جس کو راس آجائے اس کو ایسی حیات ملے کہ مر کر بھی زندہ رہے اور منکر و گستاخ جس کو راس نہ آئے زندہ ہو کر بھی **اموات غیر احیاء** مگر گستاخ یاد

رکھیں اللہ نے گستاخ نبوت کو برداشت نہیں کیا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی فاخذتکم الصعقة و انتم تنظرون فوراً ماردیا حالانکہ کئی اپنے گستاخوں کوتب بھی چھوڑا ہوا تھا اب بھی چھوڑا ہوا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کے گستاخوں کو فوراً پکڑ لیا۔ تو سب سے پہلے خود اللہ نے گستاخ رسول کو سزائے موت دی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گستاخ کو اللہ تعالیٰ موقع پر موت کی نہ صرف سزا سناتا ہے بلکہ سزا دیتا ہے تو جس کے لئے اللہ نے ساری کائنات بنائی اس کی گستاخی کرنے والے کو بھی اس دھرتی پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے

؎ وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

رحمت کالازمی نتیجہ

جب رحمت مصدر ہے تو ضروری ہے کہ مصدر یا اسم فاعل کے معنی میں ہو یا اسم مفعول کے معنی میں ظاہر ہے یہاں بمعنی اسم فاعل ہے جس پر للعالمین کا قرینہ موجود ہے لہٰذا حضور راحم للعالمین ہوئے۔ یعنی تمام جہانوں پر رحم فرمانے والے۔ ظاہر بات ہے جو (نعوذ باللہ) مر کے مٹی ہو گیا ہو وہ کسی پر کیا رحم کرے گا۔ جس کو پتہ ہی نہ ہو کہ فلاں کو عالمین میں میری رحمت کی ضرورت ہے وہ کسی پر رحم نہیں کر سکے گا۔ اور جس کو اختیار ہی نہ ہو تو بغیر اختیار کے رحم کیسے ہو سکے گا مثلاً ایک رحیم و شفیق بندہ جو آپ پر بہت ہی مہربان ہے وہ اگر کسی دوسرے ملک میں رہتا ہے اور آپ یہاں پاکستان میں رہتے ہیں اس کو علم ہو گا کہ فلاں بندہ تکلیف میں ہے مجھے اس پر رحم کر کے اس کی مدد کرنی چاہیے تب ہی مدد کر سکے گا۔ اگر وہ مدد کرنا چاہتا ہے مگر یہاں آ ہی نہیں سکتا آنے کا اختیار ہی نہیں تو کیسے مدد کرے گا لہٰذا حاضر ہونا بھی ضروری اور اگر وہ زندہ ہی نہیں تو کیا مدد کرے گا ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رحمت مان کر ضروری ہے، حیات النبی کا عقیدہ اپنایا جائے، حاضر ناظر مانا جائے آپ کو علم غیب تسلیم کیا جائے، اور مختار کل مانا جائے۔ یہ تمام مسائل اس لفظ رحمت سے روز روشن کی طرح واضح ہیں

؎ ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو کوئی آگے مانے یا نہ مانے

رسول الملاحم

ملاحم جمع ملحمة کی ہے جس کا مادہ لحم بمعنی گوشت ہے بڑی جنگوں میں چوں کہ انسانوں کا گوشت کثرت سے بکھرتا ہے اس لیے بڑی جنگ کو ملحمہ کہا جاتا ہے۔ یا یہ لحمة سے بنا ہے "کپڑے کا تانا بانا" چونکہ جنگ میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہونا پڑتا ہے تو جیسے کپڑے کے دھاگے ملے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح دشمن ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ جہاد سے تعلق رکھتا ہے دوسرا تہائی انفاق (خرچ کرنا) اور تیسرے تہائی حصے میں دیگر تمام احکامات بیان ہوئے اس لیے قرآن مجید کی وہ آیات جن میں جہاد کا ذکر فرمایا گیا ان کو اگر لکھنا شروع کر دیا جائے تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی حصول برکت کے لئے چند آیات جن کی طرف عموماً توجہ کم کی جاتی ہے حالانکہ انہی آیات میں اس دور کے مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل موجود ہے کاش کہ مسلمانوں کو قرآن میں غور و فکر، تدبر و تفکر کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

بدقسمتی سے اگر ایک طرف جہاد کو دہشت گردی اور فساد کہہ کر پوری دنیا میں امریکہ بہادر کے حکم پر دبایا جا رہا ہے اور بدنام کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف کچھ لوگ واقعی دہشت گردی اور فساد کو جہاد کا نام دے رہے ہیں اور مساجد و امام باڑوں میں معصوم جانوں کو اس قدر بے دردی کے ساتھ ضائع کیا جا رہا ہے کہ۔ الامان. الحفیظ ۔ اور پھر فریقین اپنے اپنے مقتولین کو شہادت کے رتبے پر فائز کر کے ان کے دن منا رہے ہیں۔ اور پھر تازہ دم ہو کر ایک دوسرے کے قتل کے در پے ہو جاتے ہیں حاشا و کلا یہ جہاد نہیں بلکہ فساد در فساد ہے۔

اگر چہ یہ دونوں گروہ بذات خود دہشت گرد ہیں ایک عالمی اور بین الاقوامی دہشت گردی کا مرتکب ہو رہا ہے اور امن کے نام پر دنیا میں بدامنی پھیلا رہا ہے جیسا کہ حالیہ دو جنگوں (افغانستان اور عراق) کا نتیجہ پوری دنیا دیکھ رہی ہے اور دوسرا دین اسلام، محبت صحابہ و اہل بیت کے نام پہ غنڈہ گردی اور فساد کا ارتکاب کر رہا ہے۔ تاہم ان سازشوں کے باوجود مجاہدین اسلام چٹان سے زیادہ مضبوط ارادوں کے ساتھ فریضہ جہاد بھی ادا کر رہے ہیں اور الجهاد ماض الى يوم القيمة کے فرمانِ رسول پر عمل پیرا ہیں۔ اور یہ سلسلہ نہ کبھی رکا ہے نہ قیامت تک رُکے گا

؎ اسلام کی فطرت میں اللہ نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

اور

؎ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی

غیر مسلم ہمارے آقا و مولیٰ علیہ السلام کے اس نام مبارک (رسول الملاحم) پر بہت سٹ پٹاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام لڑائی کے دلدادہ تھے اور اسلام شدت پسند دین ہے اور اپنے آپ کو امن پسند قرار دیتے ہیں لیکن کون نہیں جانتا۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

حضور علیہ السلام باجود رسول الملاحم ہونے کے اپنی پوری زندگی میں بیسیوں جنگوں کے باوجود صرف چند افراد کے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین کو پاک کر کے مثالی امن قائم فرما رہے ہیں اور یہ نام نہاد امن کے علمبردار جدھر جاتے ہیں لاکھوں انسانوں کا قتل عام کر کے ہمیشہ کے لئے بدامنی کی فضا سے دنیا کو جہنم بنا رہے ہیں۔ سب سے بڑا امن و حقوق انسانیت کا علمبردار امریکہ کو سمجھا گیا ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ "ہیروشیما" سے لے کر افغانستان و عراق کی بربادی کا ذمہ دار امریکہ ہی ہے اور ان واقعات میں جتنی انسانیت کی تباہی کا اعزاز اس کو حاصل ہوا ہے حساب و کتاب سے باہر ہے۔ اس کا مطلب ہے اسلام کے خلاف بنیاد پرستی کے نام پر پروپیگنڈا "چور مچائے شور" کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔ اس دور میں سخت ضرورت ہے کسی ایسے مرد میدان حکمران کی جو یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو سمجھے اور ان کو ناکام بنائے اور ان کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کرے کیوں کہ تمام اسلامی ممالک کے سربراہان پوری طرح یہود و نصاریٰ کے دام تزویر میں پھنس چکے ہیں اور ان کے آلہ کار بن کر باری باری خود اپنے ہی برادر اسلامی ممالک کی تباہی و بربادی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

؎ اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حالانکہ کسی لحاظ سے بھی (وسائل۔ افرادی قوت) مسلمان ممالک غیر مسلموں سے پیچھے نہیں صرف بیداری غیرت اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

لمحۂ فکریہ!

عالم اسلام کے قدرتی وسائل اور بے حسی و بے بسی کی انتہا

تاریخ وتمدن اور اعداد وشمار کے لحاظ سے اسلام دنیا بھر میں سب سے بڑا مذہب اور مسلمان سب سے بڑی طاقت ہیں۔ مسلمان ممالک کی مجموعی تعداد ۵۶ ہے مسلمانوں کی مجموعی تعداد ایک ارب ۴۰ کروڑ سے زائد ہے۔ غیر مسلم ممالک میں بھی مسلمان آباد ہیں اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام اقوام عالم کے مقابلہ میں مسلمان تعداد، رقبہ اور وسائل کے اعتبار سے ہر قوم ہر مذہب اور ہر علاقہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ براعظم ایشیا میں مسلم ممالک کی تعداد ۲۷، براعظم افریقہ میں بھی مسلم ممالک کی تعداد ۲۷ ہے اور براعظم یورپ میں مسلم ممالک کی تعداد ۲ ہے۔ مسلمان ممالک کے زیر قبضہ رقبہ نو کروڑ مربع میل سے متجاوز ہے۔ دنیا بھر کا ۷۰ فیصد تیل (پٹرولیم) مسلمانوں کے پاس ہے۔ دنیا کی ۲۵ فیصد زرعی زمین مسلمانوں کے پاس ہے۔ تانبے لوہے کوئلے کے علاوہ سونے چاندی اور زمرد ہیرے اور یورینیم کے ذخائر بھی مسلمان ممالک کے پاس دیگر ممالک سے زیادہ ہیں اور مواصلاتی طور پر بھی سب آپس میں مربوط ہیں۔ چند ایک ممالک کی چند معلومات قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام ملک	رقبہ مربع کلومیٹر	آبادی	وسائل
۱۔	سعودی عرب	۲۳لاکھ۳۱ہزار	ایک کروڑ ۷۰ لاکھ	تیل، سونا، چاندی، لوہا، کھجوریں، گیس، گندم وغیرہ
۲۔	پاکستان	آٹھ لاکھ	تیرہ کروڑ	گیس، لوہا، نمک، چاول، گندم، کپاس
۳۔	ایران	سولہ لاکھ ۴۸ ہزار	چھ کروڑ بارہ لاکھ	پٹرول، گیس، کوئلہ، زمرد وغیرہ

۴۔ افغانستان	۶ لاکھ ۵۲ ہزار	ایک کروڑ ۶۳ لاکھ	سونا، تانبا، لوہا، گندم، چاول، خشک میوہ جات
۵۔ انڈونیشیاء	۱۹ لاکھ ۴ ہزار	۱۸ کروڑ ۱۰ لاکھ	تیل، تانبہ، گیس، ناریل، چائے چاول، ربڑ
۶۔ بنگلہ دیش	ایک لاکھ ۴۴ ہزار	۱۱ کروڑ	پٹ سن، چاول، چائے، گیس، کوئلہ، تیل
۷۔ ترکی	۳ لاکھ ۹۴۸ مربع میل	۶ کروڑ	کپاس، پھل، سبزیاں، کاپر
۸۔ شام	۱ لاکھ ۸۵ ہزار	ایک کروڑ ۳۵ لاکھ	تیل، گیس، کپاس، گندم
۹۔ عراق	۴ لاکھ ۳۴۹۲۴	ایک کروڑ ۸۵ لاکھ	پٹرول، گیس، نمک، گندم، کھجوریں
۱۰۔ قطر	گیارہ ہزار ۴۳۷	۴ لاکھ ۷۶ ہزار	پٹرول، گیس، چاول، مچھلی، کھجور
۱۱۔ کویت	۱۷ ہزار ۸۱۸	۱۷ لاکھ ۸۶ ہزار	تیل، گیس، کھجور وغیرہ
۱۲۔ متحدہ عرب امارات	تراسی ہزار چھ سو	۲۵ لاکھ	تیل، گیس، سبزیاں، کھجوریں وغیرہ
۱۳۔ ملائیشیاء	۳ لاکھ ۳۲۶۳۲	ایک کروڑ ۳۳ لاکھ	ٹن، لوہا، گیس، پام، آئل، ربڑ
۱۴۔ یمن شمالی	۲ لاکھ	۸۵ لاکھ ۵۷ ہزار	تانبا، بلوری، پتھر، گندم، کپاس، کھجور
۱۵۔ یمن جنوبی	۳ لاکھ ۳۳ ہزار	۲۰ لاکھ	پیتل، نمک، گندم، کپاس، باجرہ، کھجور
۱۶۔ الجزائر	۹ لاکھ ۹ ہزار	۲ کروڑ ۷۰ لاکھ	تیل، گیس، کاپر، گندم، آلو، مکئی، انگور
۱۷۔ آئیوری کوسٹ	۱ لاکھ ۲۷ ہزار مربع میل	۷۹ لاکھ ۷۳ ہزار	ہیرے، سونا، لوہا، تانبا، کافی، کپاس
۱۸۔ تنزانیہ	۹ لاکھ ۴۵ ہزار	۲ کروڑ ۷۸ لاکھ	ہیرے، سونا، نکل، کاٹن، کافی، چاول
۱۹۔ چاڈ	۱۲ لاکھ ۸۴ ہزار		یورینیم، پٹرولیم، کپاس، چاول، باجرہ

۲۰۔ سوڈان	۲۵لاکھ۵۸۱۳	۲کروڑ۸۰لاکھ	کرومیم، سونا، تانبہ، سیسہ، گنا، گندم، کپاس
۲۱۔ لیبیا	۱۷لاکھ۵۹ہزار	۴۴لاکھ۸۰ہزار	تیل، گیس، سنگ مرمر، زیتون، گندم
۲۲۔ مراکش	۱۴لاکھ۵۸ہزار	۲کروڑ۶لاکھ	تیل، کوئلہ، سرمہ، فاسفیٹ، زیتون
۲۳۔ مصر	۱۰لاکھ۱۴۴۹	۵کروڑ۶۳لاکھ	تیل، نمک، لوہا، چونا، گندم، چاول، کپاس
۲۴۔ نائجر	۱۲لاکھ۶۷ہزار	۸۰لاکھ۵۰ہزار	یونیم، ٹن، فاسفیٹ، خشک، پھل، چاول
۲۵۔ تیونس	۶۳ہزار۳۸۰ مربع میل	۸۵لاکھ۲۰ہزار	گیس، کیلشیم، سیسہ، بادام، زیتون، کپاس
۲۶۔ سیرالیون	۷۱ہزار۷۴۰	۴۴لاکھ۵۰ہزار	خام لوہا، ہیرے، آم، چاول، مکئی، مچھلی
۲۷۔ سینیگال	۸۲لاکھ	۸۲لاکھ	چونے کا پتھر، فاسفیٹ، چاول، باجرہ، ناریل
۲۸۔ صومالیہ	۲۷لاکھ۳۰ہزار	۲۷لاکھ۳۰ہزار	یونیم، لوہا، جپسم، گوند، کیلا، مونگ پھلی، مکئی

ایک اندازہ کے مطابق کویت کے پاس دس ارب ٹن تیل کے ذخائر ہیں جو دنیا بھر کے ذخائر کا پندرہواں حصہ ہیں۔

ان ۲۸ ممالک کی مختصر تفصیل و خاص خاص وسائل کے ذکر کے بعد باقی ۲۸ مسلمان ممالک کے نام درج ذیل ہیں۔

آذر بائیجان، اُردن، ازبکستان، اومان، بحرین، برونائی، تاجکستان، ترکمانستان، قازقستان، کرغزستان، لبنان، مالدیپ، اریٹریا، ایتھوپیا، بورکینا فاسو، جبوتی، کوموروس، کیمرون، گنی، گنی بساؤ، گیبون، گیمبیا، ماریطانیہ، مالی، نائجریا، البانیہ، بوسینا، لائبیریا۔

یہ ممالک بھی زبردست قدرتی وسائل سے سرفراز ہیں۔ پٹ سن کی پیداوار کا ۹۲ فیصد

مسلمان اقوام کے پاس ہے۔ یوں تو ہر مسلمان مرد پیدائشی مجاہد اور فوجی ہے۔ تاہم اسلامی ممالک کی ریگولر فورس (افواج) ۶۶ چھیاسٹھ لاکھ سے زائد ہے۔ معرکہ بدر کے ۳۱۳ مجاہدین کے وارثان اتنی بڑی تعداد کے باوجود کیوں بے حس اور بے بس ہیں۔ اور کیوں بزدل حقیر اور بے وقعت عالم کفر سے مرعوب ولرزاں ہیں۔ ؎ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

ایک خدا کے ماننے والے ایک رسول کے اُمتی ایک دین کے حامل مسلمان یک جان کیوں نہیں آپس میں منتشر کیوں ہیں۔ ۱۵۶ اسلامی ممالک کے سربراہان کب جاگیں گے کب آنکھیں کھولیں گے کب عالم کفر پر غالب آئیں گے۔

؎ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کا شغر

(اقبال)

جہاد اور قرآن پاک

صرف دو آیات مبارکہ لکھی جاتی ہیں۔

آیت نمبر۱ **فلا تهنوا و تدعوا الى السلم و انتم الا علون والله معكم و لن يتر كم اعمالكم۔** (سورہ محمد آیت نمبر ۳۵)

پس تم سُستی نہ کرو اور آپ (کافروں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں نقصان نہ دے گا۔

آیت نمبر۲ **لن يضرو كم الا اذى و ان يقاتلو كم يولو كم الادبار ثم لا ينصرون۔** (ال عمران آیت نمبر ۱۱۱)

وہ (کافر) تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر (ہمت کر کے) تم سے لڑیں گے بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

کس قدر حوصلہ افزا آیات ہیں پہلی آیت میں اہل ایمان کو سُست اور بزدل بن کر بار بار کافروں کو بات چیت، مذاکرات اور صلح کی پیش کش کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ خیال جو مسلمانوں کو دن بدن کمزور کر رہا ہے کہ فلاں کے ساتھ امریکہ ہے فلاں کے ساتھ فلاں ہے فرما،

ایسی باتیں نہ کیا کرو ذرا یہ تو دیکھو کوئی تمہارے ساتھ بھی ہے **واللہ معکم** اور تمہارے ساتھ اللہ ہے جس کے سامنے نہ امریکہ کی کوئی حیثیت ہے اور نہ کسی اور نام نہاد بزعم خویش سپر پاور کی۔

ایک مقام پہ غلبہ کو ایمان کے ساتھ مشروط فرمایا گیا **و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین** ۔ تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ مؤمن ہو کر رہو۔ ہم اللہ کی مدد کے منتظر تو رہتے ہیں مگر اپنے ایمان کی خبر نہیں لیتے۔

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

ایک نظر اپنے اعمال کی طرف

پچھلے دنوں مسلم وغیر مسلم مفکرین، دانشوروں اور ڈاکٹروں کا اجلاس ہوا جس کا ماحاصل یہ تھا کہ بہترین نظام، نظام اسلام ہے اور بدترین قوم، قومِ مسلم ہے کہ اپنے گھر میں اسلام کے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے مگر یہ غیروں سے کھاری پانی کی بھیک مانگ رہی ہے۔

جن بے حیائی کے کاموں سے یورپ والے تنگ آ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں اور چھوٹ نہیں رہی اور اب بات یہ بن گئی ہے کہ چور تو کمبل چھوڑنا چاہتا ہے لیکن اب کمبل چور کو نہیں چھوڑ رہا ہم انہی بے حیائی کے کاموں کو بڑے شوق سے اپنا رہے ہیں۔ اور ان کو سینے سے لگانے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ مر رہے ہیں۔

ڈاکٹر ہمیں اگر کہے کہ تیری صحت کے لئے ضروری ہے کہ یہ کھائے وہ نہ کھائے۔ واک کرے تو ہم ایسا ضرور کرتے ہیں لیکن اللہ اور اس کا رسول فرمائے یہ کام کرنے ہیں یہ نہیں کرنے پانچ نمازیں پڑھنی ہیں حلال وحرام کی تمیز کرنی ہے جائز و ناجائز کا خیال کرنا ہے تمہیں جنت ملے گی میری رضا ملے گی میرے نبی کی شفاعت ملے گی تو صحت کو قائم رکھنے کے لئے ڈاکٹر کی ہر بات قبول ہے اور جہنم سے بچنے کے لئے اور اتنی بڑی بڑی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی سرعام خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

حالانکہ اللہ نے ہمیں وہ رسول عطا کیا ہے کہ جس کی اداؤں سے بھی اللہ پیار کرتا ہے بلکہ ان اداؤں کو اپنی عبادت گردانتا ہے۔ اللہ کا فرض بھی ادا کرنا ہو تو رسول کی سنتوں کے بغیر نہیں

ادا ہوسکتا خدا نے اپنے فرائض کو رسول کی سنتوں سے سجادیا ہے۔ نماز میں فرض سات ہیں لیکن سنتیں ۷۹ ہیں۔ وضو میں فرض چار ہیں مگر سنتیں سولہ ہیں۔ فرض قبول کروانا ہو تو سنت کا سہارا ضروری ہے، خدا کو پانا ہو تو مصطفیٰ کا وسیلہ ضروری ہے۔

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
رب کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

سرکار کی اداؤں کو اپنانے والے کو اللہ اپنی محبوبیت کا اعزاز عطا فرماتا ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (ال عمران)

فرمادیجیے اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ (خود ہی نہ صرف تمہیں اپنی محبت دے گا بلکہ) تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ مسجدیں ویران پڑی ہیں سینمے آباد ہیں صرف رمضان کے مہینے ہمیں خدا یاد آتا ہے وہ بھی روزے نماز کی حد تک اور پھر سارا سال

با مسلماں اللہ اللہ   با برہمن رام رام

شیطان اس ایک مہینے کے ہم سے خوب بدلے لیتا ہے۔

ایک سبق آموز اور عبرت ناک واقعہ

ایک بزرگ کا کسی گاؤں سے گذر ہوا رات مسجد میں ٹھہرے تہجد کو اُٹھے تو کوئی رو رو کر گاؤں والوں کو بددعائیں دے رہا تھا نگاہ ولایت سے دیکھا تو خود مسجد ہی کہہ رہی تھی جنہوں نے مجھے برباد کیا خدا ان کے گھروں کو برباد کرے۔ صبح کی نماز پڑھی کوئی نمازی مسجد میں نہ آیا نماز کے بعد گاؤں کی طرف گئے تو واقعی گاؤں میں بے سکونی اور بربادی نظر آئی، انہوں نے گاؤں کے چند معزز افراد کو بلایا اور پوچھا کہ تم اگر بربادی سے بچنا چاہتے ہو تو میرے پاس اس کا علاج ہے اس دور میں لوگ بزرگوں کی بات مان لیا کرتے تھے انہوں نے پوچھا کیسے! تو بزرگ کہنے لگے مسجد آباد کرو، نماز کی پابندی کرو۔ چند دنوں کے بعد وہ بزرگ پھر رات کو اسی مسجد میں ٹھہرے تو رات کو تہجد کے لیے اُٹھے وہی مسجد دعا کر رہی ہے۔ اے اللہ! جنہوں نے مجھے آباد کیا ہے تو ان کے گھروں کو آباد کردے۔

مسجد کی آبادی رنگ روغن اور بجلی کے قمقموں، قالینوں اور مرمر کی سِلوں سے نہیں بلکہ نمازیوں سے ہے، خوبصورت مسجد اگر سجدوں سے محروم ہے تو بے آباد ہے اور مسلمانوں کی بربادی کا سبب بن رہی ہے اور اگر کچی اینٹوں کی بنی ہوئی مسجد ہو لیکن نمازیوں کی رونق اس میں ہو تو وہ مسجد آباد ہے اقبال نے کیا خوب کہا اپنی نظم "خدا کا پیغام فرشتوں کے نام" میں

میں ناخوش و بے زار ہوں مرمر کی سِلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو

ایک مقام پہ اقبال کہتے ہیں۔

مسلماں تا بمسجد صف کشیدند
گریبان شہنشاہاں دریدند

کہ مسلمان جب تک مسجد کی صفوں کو بچھاتے رہے بادشاہوں کو بھی گریبان سے پکڑ لیتے تھے حضرت عمر اینٹ سر کے نیچے رکھ کر آرام فرما رہے ہیں ادھر قیصر روم اور کسریٰ ایران ان کے نام سے (اس دور کی سپر پاور ہونے کے باوجود) کانپ رہے ہیں۔

ہماری ذمہ داری

خدا نے ایک کام ہمارے ذمے لگایا اور ایک کام اپنے ذمۂ کرم پہ لیا۔ ہماری ذمہ داری کیا بنائی۔ ارشاد فرمایا

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (الذاریات)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔

اور اپنے ذمۂ کرم پہ کیا کام لیا فرمایا

و ما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها۔ (سورۂ ہود)

ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔

لیکن ہم نے کیا کِیا؟ اپنا کام بھول گئے اور خدا کی ذمہ داری والے کام میں زندگی ضائع کردی۔

؎ خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں
خیال رزق ہے رازق کا کچھ خیال نہیں

اسی لیے تو برکت اُٹھ گئی پرانے لوگ کہتے تھے ایک کمانے والا ہوتا سارا خاندان کھاتا تھا رزق ختم ہی نہیں ہوتا تھا اب سب کمانے پر لگے ہوتے ہیں پانچ سال کے بچے کو بھی سکول سے اُٹھا کر کام پہ بٹھا دیا ہے مگر پھر بھی پوری نہیں پڑتی، اور پوری کیسے پڑے کہ ؎

کاسۂ چشمِ حریصاں پُر نہ شد
تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد

لالچیوں کا کاسہ کبھی نہیں بھرتا جب تک سیپ اپنا منہ بند نہ کرے موتی نہیں بنتا اور مولائے روم بھی فرماتے ہیں ؎ کارسازِ ما بفکر کارِ ما۔

ہمارے کارساز حقیقی (اللہ تعالیٰ) کو ہماری اتنی فکر ہے جتنی ہمیں خود بھی ہماری فکر نہ ہو گی۔ لیکن ہمارا دھیان ہی اس کی طرف نہ ہوا، کبھی اس کو راضی کرنے کی پرواہ ہی نہ کریں تو وہ تو ہے ہی بے نیاز۔ ہم یہ تو کہتے ہیں ہمارا بیٹا ڈاکٹر بنے گا انجینئر بنے گا وکیل بنے گا مگر یہ نہیں کہتے ہمارا بیٹا حافظ قرآن بنے۔ عالم بنے۔ نمازی بنے۔ پرہیزگار بنے۔ یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد اولاد دعا مانگنے سے بھی گئی۔ خدارا! جدید علوم پڑھاؤ اپنی اولاد کو لیکن ساتھ دین بھی پڑھاؤ کیوں کہ خالی فزکس، کیمسٹری پڑھا ہوا والدین کا احترام نہیں جانتا والدین کے احترام کی نعمت قرآن و سنت کی تعلیم سے نصیب ہوتی ہے۔

شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

اگر کوئی شخص آپ کو یہ کہے کہ میں نے آپ کی بیٹی کی تصویر بنانی ہے تو بتائیے آپ کیا محسوس کریں گے؟ یقیناً یہ کہ یا اس کو مار دوں یا خود مر جاؤں لیکن آپ کی یہ غیرت اس وقت کہاں غرق ہو جاتی ہے جب شادی بیاہ کے موقع پر خود ہی اپنی بہن بیٹی کو بنا سنوار کر مووی والے کو درخواست کرتے ہیں کہ برائے مہربانی میری بیٹی کی تصویر ذرا نمایاں ہونی چاہیے جب کھانا کھا رہی ہو تو مووی بنانا۔ تیل مہندی والے دن ناچ رہی ہو تو فلم بنانا اور مختلف پوز ہونے چاہییں۔

پہلے بچیاں بزرگوں کے پاس شادی بیاہ کے موقع پر بھی ڈھولک نہیں بجایا کرتی تھیں۔

ذرا بزرگ باہر گئے تھوڑا سا بجالیا اب بابا جی خود ہی ساتھ بیٹھ کر فلم دیکھتے ہیں اس میں سین آتا ہے کوئی بچی اغوا ہوگئی ہے۔ کوئی کسی کو آئی لو یو کہہ رہی ہے۔

ایک بندہ کسی بزرگ کے پاس گیا بیٹی لاپتہ ہوگئی ہے دعا کرو انہوں نے پوچھا کبھی بیٹی کے ساتھ بیٹھ کر ڈرامہ یا فلم دیکھی ہے شرما کے کہتا ہے ہاں جی۔ انہوں نے پوچھا اس میں اغوا کا بھی کوئی سین آیا ہوگا؟ ہاں جی آیا تھا۔ انہوں نے کہا اب روتا کیوں ہے خود ہی تو اغوا ہونے کا طریقہ سکھایا ہے۔

غافلو گر خواب میں یوں سوتے ہی رہو گے
جب نیند سے جاگو گے تو پھر روتے ہی رہو گے

فلموں ڈراموں میں اغوا، قتل، پیار و محبت کی داستانیں اور بے حیائی کے مناظر کے سوا ہوتا ہی کیا ہے۔ ہمارے نوجوان خواہش کرتے ہیں کہ ہمارا ہیئر اسٹائل فلاں اداکار جیسا ہونا چاہیے۔ بہن بیٹی کی پوری کوشش ہوتی ہے میرا لباس فلاں اداکارہ کی طرح ہو۔ کبھی سوچا کہ ہمارا دین بھی ہم سے کوئی تقاضا کرتا ہے کبھی نوجوان نے اپنے آپ کو جنت کے جوانوں کے سرداروں امام حسن و حسین کی طرح زندگی گذارنے کا سوچا اور ہماری ماں بہن نے جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ کی سیرت اپنانے کا بھی تذکرہ کیا ہے خدا کرے ہمارا سارا پروگرام اس دین کے مطابق ہو جائے جس کو خدا نے ہمارے لیے پسند کیا ہے۔ **ان الدین عند اللہ الاسلام۔** ظلم کی انتہا نہیں تو کیا ہے کہ جنازہ جا رہا ہے اور اس پر جوا لگ گیا مرد کا ہے یا عورت کا پھر اگر عورت کا ہے تو کنواری ہے یا شادی شدہ اور اگر شادی شدہ ہے تو حاملہ ہے کہ غیر حاملہ۔ **استغفر اللہ العظیم۔**

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہے
(اقبال)

ہم لوگ حرص و لالچ کے اس طرح دلدادہ ہو چکے ہیں کہ مرتے رہتے ہیں کسی وزیر کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے تصویر بن جائے اور اخبار میں چھپے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ اس کا فلاں وزیر کے ساتھ تعلق ہے اور یہ فلاں منسٹر کا بندہ ہے۔ افسوس! کبھی خدا سے ملنے کا شوق بھی دل میں ہوتا اور اس کا بندہ بننے کی تڑپ بھی ہوتی۔ دنیا دار جس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہم مارے

مارے پھرتے ہیں اور کتوں کی طرح اس کی کوٹھی کا طواف کرتے ہیں اگرچہ وہ دین کا کتنا ہی بڑا باغی کیوں نہ ہو......

صد افسوس دل کا برتن اللہ نے ہمیں اپنی محبت کے لئے دیا تھا ہم نے اس میں مردار دنیا کی محبت کو ڈال دیا صوفیاء کرام فرماتے ہیں **الدنیا جیفة و طالبها کلاب** دنیا غلاظت ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص آپ کو برتن دے کر کہے اس میں دودھ لے کر آ۔ اور آپ اس برتن کو پیشاب سے بھر کر لے جائیں یاد رکھو! بے حیائی اور دنیا کی حرص ایسی لعنتیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کبھی اللہ کی مدد نہیں آسکتی کیوں کہ ان کے ہوتے ہوئے بندہ جہاد پر آمادہ ہی نہیں ہو سکتا۔ جہاد کا جذبہ کب پیدا ہوگا؟ جب کہ اللہ کے رسول سے عشق و محبت اور ادب و تعظیم کا یہ عالم ہو کہ آپ کی محبوب ہستی جان جاں بن کر دل و روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جائے، آپ کا رُخ زیبا جمال جہاں آرا بن کر مشتاق نگاہوں میں بس جائے، آپ کی یاد بوئے گل بن کر گلشن حیات میں مہک اُٹھے، آپ کا وصال با کمال طلب و مراد بن کر افق تمنا پر جگمگاتا رہے آپ کا ہجر سوزِ حیات بن کر دل تار تار کو تڑپاتا رہے، اور آتش عشق رسول کی آنچ پر پکنے والے نالہ ہائے شب یہ صدا دیتے رہیں کہ ؎

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے بس اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

جہاد احادیث کی روشنی میں

تکمیل موضوع کے لئے چند احادیث مبارکہ لکھی جاتی ہیں ورنہ جیسے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات مبارکہ جہاد سے متعلق ہیں اسی طرح احادیث کا بھی ایک معتد بہ ذخیرہ جہاد پر موجود ہے۔

۱۔ **عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من امن بالله و رسوله و اقام الصلوة و صام رمضان کان حقا علی الله ان یدخله الجنة جاهد فی سبیل الله او جلس فی ارضه التی و لد فیها قالوا افلا نبشر به الناس قال ان فی الجنة مائة درجة اعدها الله للمجاهدین**

فی سبیل اللہ ما بین الدرجتین کما بین السماء والارض فاذا سئلتم اللہ فاسئلوہ الفردوس فانہ اوسط الجنۃ و اعلی الجنۃ و فوقہ عرش الرحمٰن و منہ تفجر انہار الجنۃ.

(رواہ البخاری)(مشکوۃ ص ۳۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ و رسول پر ایمان لایا اور نماز روزہ کی پابندی کی اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے چاہے وہ جہاد کرے یا اپنے گھر بیٹھا رہے صحابہ کرام نے عرض کیا حضور ہم لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا دیں؟ فرمایا (مجاہد کی شان بھی سن لو) جنت کے سو درجے اللہ نے مجاہد کے لئے بنائے ہیں دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔ پس تم جب بھی اللہ سے مانگو جنت الفردوس مانگو، یہ جنت کا درمیانہ، افضل اور سب سے اونچا درجہ ہے اس سے اوپر پھر اللہ کا عرش ہی ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔

۲- فرمایا اگر اہل ایمان کے لئے جہاد کے وسائل کی کمی نہ ہوتی اور وہ خوش دلی کے ساتھ میرے بغیر پیچھے رہ سکتے تو میں کسی لشکر جہاد میں شامل ہوئے بغیر نہ رہتا (یعنی ہر میدان میں خود جاتا)۔

والذی نفس بیدہ لودت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل.

(متفق علیہ)(مشکوۃ ص ۳۲۹)

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا و ما فیہا۔ (متفق علیہ)

اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) ایک دن گھوڑا باندھنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۴۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

لغدوة فی سبیل اللہ او روحة خیر من الدنیا و ما فیھا.

(متفق علیہ)

اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) ایک بار صبح یا شام جانا دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔

۵۔ حضرت ابی عبس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسه النار۔ (رواہ البخاری)

یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم راہ خدا میں غبار آلود ہوں اور پھر بھی اس کو (جہنم کی) آگ چھولے۔

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک بندے نے احد کے دن عرض کیا۔

ارأیت ان قتلت فاین انا قال فی الجنة فالقی تمرات فی یده ثم قاتل حتی قتل۔ (متفق علیہ) مشکوۃ ص ۳۴۲

آپ کا کیا خیال ہے اگر میں جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں تو کہاں جاؤں گا؟ فرمایا! جنت میں پس (اسی وقت جو وہ کھجوریں کھا رہا تھا) کھجوریں پھینک دیں لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل ہوگیا (اور جنت میں چلا گیا)۔

۷۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

من جهز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا و من خلف غازیا فی اهله فقد غزا۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۳۲۹)

جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے بھی جہاد ہی کیا اور جو کسی غازی کے گھر میں اس کا نائب بن کر رہا (بعد میں اس کی ضروریات پوری کرتا رہا) اس نے بھی جہاد ہی کیا (یعنی اس کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا)۔

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ما من احد یدخل الجنة یحب ان یرجع الی الدنیا وله ما

فی الارض من شئی الا الشهید یتمنّٰی ان یرجع الیٰ الدنیا فیقتل عشر مرات لما یری من الکرامات.

کوئی ایسا شخص نہیں جو جنت میں داخل ہو کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے اگر چہ دنیا کی ہر چیز (اس کو وہاں مہیا کی جائے) سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرتا ہے دنیا میں پھر جاؤں اور دس مرتبہ راہ خدا میں قتل کیا جاؤں بوجہ اس عزت کے جو جنت میں دیکھے گا۔

۹- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

یوشک الامم ان تداعی علیکم من کل افق کما تداعیٰ الا کلة الی قصعتها فقال قال من قلة نحن یومئذ؟ قال بل انتم یومئذ کثیر و لکنکم غثاء کغثاء السیل و لینز عن اللہ من صدور عدو کم المهابة منکم و لیقذ فن اللہ فی قلوبکم الوهن فقال قائل وما الوهن قال حب الدنیا و کراهیة الموت و فی روایة حبکم الدنیا و کراهیتکم للقتال.

(مشکوۃ ص ۴۵۱)

قریب ہے کہ لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں ہر طرف سے، جیسے بھوکے لوگ پیالے پر، ایک شخص نے عرض کیا حضور کیا ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے اس لیے؟ فرمایا نہیں بلکہ آج سے زیادہ ہو گے لیکن ایسے ہو گے جیسے سیلاب کے تنکے، اللہ تمہارے دلوں سے رعب نکال کر وہن بھر دے گا عرض کیا وہن کیا ہے فرمایا دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا، ایک روایت میں ہے دنیا کی محبت اور لڑنے کو ناپسند کرنا۔

۱۰ حضرت ابو وائل بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فارس والوں کو خط لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من خالد بن الولید الی رستم و مهران فی ملأ فارس سلام علیٰ من اتبع الهدیٰ اما بعد فانا

ندعو کم الیٰ الاسلام فان ابیتم فاعطوا الجزیة عن یدوھم صاغرون فان معی قوما یحبون القتل فی سبیل اللہ کما یحب فارس الخمر والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(مشکوٰۃ ص ۳۴۲)

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے یہ خط خالد بن ولید کی طرف سے رستم اور مہران جماعت فارس کی طرف ہے اس پر سلام ہو جو ہدایت کی اتباع کرے اس کے بعد ہم تم کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن اگر [illegible] جزیہ اپنے ہاتھوں سے ادا کرو ذلیل ہو کر پھر اگر تم نہ مانو تو میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے کو ایسا پسند کرتے ہیں جیسے فارس کے لوگ شراب پسند کرتے ہیں اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

۱۱ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں

نھیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء والصبیان۔ (متفق علیہ)

حضور علیہ السلام نے عورتوں اور بچوں کو (دورانِ جنگ) قتل کرنے سے منع فرمایا۔

* * *

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
صلی اللہ علیہ وسلم
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

﴿۷۹﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا قَیِّمٌ (وَالْقَیِّمُ الْجَامِعُ الْکَامِلُ)

میں قیم ہوں (اور قیم وہ ہوتا ہے جو جامع، کامل ہو)

(شفا شریف ص۲۳۲)

حضرت قاضی ابوالفضل عیاض یحصبی علیہ الرحمۃ قیم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو میں نے ایسے ہی پایا ہے لیکن اس کو کسی معتبر طریقے سے روایت نہیں کیا ہے اور میں جانتا ہوں ان صوابہ قثم بالثاء کما ذکرناہ بعد عن الحربی و ھو اشبہ بالتفسیر و قد وقع ایضا فی کتب الانبیاء قال داؤد علیہ السلام اللھم ابعث لنا محمدا مقیم السنۃ بعد الفترۃ۔ کہ قیم سے بہتر قُثَمُ والی روایت ہے (جس کا معنی دینے والے اور تقسیم کرنے والے کے ہیں) یہ روایت میں نے حربی سے نقل کی ہے اور یہ تفسیر کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے اور ایسا ہی نبیوں کی کتابوں میں آیا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ! ہمارے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج جو سنت کو وحی منقطع ہونے کے بعد قائم فرمائیں گے تو قیم اس معنی میں ہے۔

اس کے بعد قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

و روی الحربی فی حدیثہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اتانی ملک فقال لی انت قثم ای مجتمع قال و القثوم الجامع للخیر و ھذا اسم ھو فی اھل بیتہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم۔ شفا شریف ج۱ص۲۳۳

حربی نے حضور علیہ السلام سے ایک روایت ذکر کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے مجھے بتلایا کہ آپ قثم ہیں (یعنی تمام کمالات کے

جامع)اور فرمایا کہ قثوم بھلائیوں کو جمع کرنے والے کو کہتے ہیں آپ کا یہ وہ نام ہے جو آپ کے اہل بیت کے درمیان مشہور ہے۔

امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے الیواقیت والجواہر میں فرمایا کہ معراج کی رات حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کے ماحول سے گذارا گیا جس صفت کے پاس سے گذرے اس کا فیض آپ کو ملتا گیا۔

اذ اعلا حضرات الاسماء الالهية صار متخلقا بصفاتها فاذا مر على الرحيم كان رحيما او على الكريم كان كريما او على الحليم كان حليما او على الغفور كان غفورا او على الجواد كان جوادا فما يرجع من هذا الا وهو فى غاية الكمال۔ (الیواقیت والجواہر)

جب آپ اسماءِ الٰہیہ کے ماحول سے گذرے تو انہیِ صفات سے متصف ہوتے گئے پس جب صفت رحیم کے پاس سے گذرے تو رحیم بن گئے۔ کریم کے پاس سے گذرے تو کریم بن گئے، صفت غفور کے پاس سے گذرے تو غفور ہو گئے، جواد کی صفت کے قریب جا کر جواد بن گئے اور واپس تشریف لائے تو تمام کمالات کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تسلیماً۔

صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **ان الله جعل نبيه صلى الله عليه وسلم مظهر لكمالاته و مراة لتجلياته** اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام کمالات کا مظہر اور اپنے انوار و تجلیات کا آئینہ بنایا۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا　منعکس در وے ہمہ خوئے خدا

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

لما تعلقت ارادته تبارك و تعالىٰ بايجاد خلقه و تقدير رزقه ابرز الحقيقة المحمدية من انوار الصمدية فى حضرة الاحدية ثم انسلخ من معالم كلها علوها و سفلها فهو

صلی اللہ علیہ وسلم الجنس العالی علی جمیع الاجناس۔

جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کی تخلیق سے متعلق ہوا اور رزق کے مقرر کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو حقیقت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کو صمدیت کے انوار سے ظاہر فرمایا احدیت کے جلوؤں سے، پھر تمام بلندیوں سے آگے بڑھے اور تمام اجناس سے اوپر ہو گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ نے انسان کو اللہ کی طرف سے خلافت عطا کرنے کے فلسفہ کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا **لا ظهار شانه** (بیضاوی) کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے اظہار کے لئے اپنی خلافت انبیاء کرام کو عطا فرمائی۔

عرائس البیان باب المعراج میں ہے۔

ثم استغرق فی بحر الذات و لم یبق من سمعه شئی ولا من بصره شئی ولا من علمه شئی ولا من ادراکه شئی فرأی الحق بنور الحق و بسمع الحق من الحق بسمع الحق۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات باری کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے تو اپنی سمع، بصر کا ادراک نہ رہا بلکہ نور حق کو نور حق سے دیکھا اور حق کی آواز کو قوت سماعت حق سے دیکھا۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مُرسل تو کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا ہے
واں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے

* * *

﴿۸۰﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَمَنَۃٌ لِّاَصْحَابِیْ

میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں (پناہ گاہ۔ وجہ سکون)

(الشفاء جعریف حقوق المصطفیٰ ص ۲۳۲)

اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے کس طرح پناہ گاہ، وجہ سکون اور باعث اطمینانِ قلب تھے اس کی چند جھلکیاں احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر۱۔ حضرت ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ خواب میں وہ حضور علیہ السلام کی پیشانی اقدس پہ سجدہ کر رہے ہیں۔

فاخبرہ فاضطجع لہ و قال صدق رؤیاک فسجد علی جبھتہ۔ (مشکوۃ ص ۳۹۶)

انہوں نے حضور علیہ السلام کو خواب سُنایا تو آپ سرکار لیٹ گئے اور فرمایا میری پیشانی پہ سجدہ کر کے اپنا خواب پورا کر لے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

نمبر۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا نام عبداللہ تھا اور لوگ اس کو حمار کہا کرتے تھے **کان یضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم** وہ حضور علیہ السلام کو ہنسایا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ شراب پینے کا مرتکب ہوا تو حضور علیہ السلام نے اس کو سزا دی۔ (چند دن بعد) دوبارہ اس نے یہ حرکت کی، پھر سزا دی گئی۔ ایک بندے نے کہا اس پر لعنت ہو بار بار اس جرم کو کیے جا رہا ہے (اور سزا بھی پا رہا ہے پھر پرواہ نہیں کرتا)

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوہ فو اللہ ما علمت

انہ یحب اللہ و رسولہ۔ (رواہ البخاری۔ مشکوۃ ص۳۱۶)

اس پر لعنت نہ کرو میں تو اللہ کی قسم صرف یہ جانتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا حضور! قیامت کب آئے گی فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے، عرض کیا سوائے اس کے کوئی تیاری نہیں **انی احب اللہ و رسولہ** میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا **انت مع من احببت۔** تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت کرے گا۔ حضرت انس فرماتے ہیں آپ کا یہ فرمان سُن کر۔

فما رایت المسلمین فرحوا بشئی بعد الاسلام فرحھم بھا

(متفق علیہ) مشکوۃ ص۴۲۶

میں نے مسلمانوں کو اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی اتنا خوش نہ دیکھا۔ (کہ ہم سب حضور سے محبت کرتے ہیں لہٰذا جنت میں سب حضور کے ساتھ ہوں گے)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (کسی سفر سے) مدینہ آئے، حضور علیہ السلام میرے گھر میں تھے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا حضور علیہ السلام دروازہ کھولنے تشریف لے گئے، اور (ان کے آنے کی خوشی میں) پوری طرح لباس بھی نہ سنبھالا، بلکہ کپڑے گھسیٹتے ہوئے جا کر دروازہ کھولا،

و اللہ ما رایتہ عریانا قبلہ و لا بعدہ فاعتنقہ و قبلہ

(رواہ الترمذی۔ مشکوۃ ص۴۰۲)

بخدا! میں نے آپ کو اس طرح برہنہ (مختصر لباس میں) نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا نہ اس کے بعد۔ حضور علیہ السلام نے ان کو گلے لگایا اور چومنا شروع کر دیا۔

۵۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (ان کا اپنا واقعہ ہے یا کسی اور انصاری

صحابی کا) ایک مرتبہ لوگوں میں خوش طبعی فرما رہے تھے کہ حضور علیہ السلام نے ان کو ازراہ مزاح کوکھ میں چھڑی چبھوئی، وہ بولے، حضور مجھے قصاص دیں آپ نے فرمایا قصاص لے لو۔ عرض کیا جب آپ نے مجھے چھڑی چبھوئی میرے جسم پر قمیص نہیں تھی آپ بھی قمیص اتار کر قصاص دیں آپ نے قمیص اتار دی اور اپنے آپ کو پیش کر دیا

فاحتضنه و جعل یقبل کشحه فقال انما اردت هذا یا رسول الله

(مشکوٰۃ ص ۴۰۲)

وہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف چومنے لگے اور عرض کرنے لگے حضور میرا یہی ارادہ تھا۔

۶۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے انہیں یمن کی طرف (قاضی) بنا کر بھیجا۔ تو سرکار ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے اور ہدایات دے رہے تھے جب کہ حضرت معاذ سوار ہو کر جا رہے تھے۔

فلما فرغ قال یا معاذ انک عسیٰ ان لا تلقانی بعد عامی هذا ولعلک ان تمر بمسجدی هذا و قبری فبکیٰ معاذ جشعا لفراق رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم التفت فاقبل بوجهه نحو المدینة فقال ان اولی الناس بی المتقون من کانوا حیث کانوا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۶)

جب (ہدایات سے) فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! ہو سکتا ہے اس سال کے بعد تمہاری اور میری ملاقات نہ ہو اور تو (مدینہ آئے تو) میری مسجد اور قبر کے پاس سے گذرے (یہ سن کر) حضرت معاذ شدید روئے پھر حضور نے مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ پرہیزگار لوگ جو ہوں گے جہاں ہوں گے میرے قریب ہی رہیں گے۔

۷۔ حضرت صہیب فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

عجبا لا مر المؤمن ان امره کله له خیر و لیس ذلک لاحد الالمومن ان اصابته سَراء شکر فکان خیر اله و ان اصابته

ضراء صبر فکان خیر الہ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص ۴۵۲)

تعجب ہے مومن کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے اور یہ شان مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں، کہ اگر خوشی ملے تو شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے (اللہ کی رضا ملتی ہے) اور اگر تکلیف آئے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دیہات سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتا جس کا نام زاہر بن حرام تھا۔ دیہات سے حضور علیہ السلام کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ، ہدیہ لے کر آتا اور حضور علیہ السلام بھی جواباً کچھ نہ کچھ عنایت فرماتے اور فرماتے یہ ہمارا دیہاتی دوست ہے اور ہم اس کے شہری دوست ہیں اور حضور علیہ السلام اس سے محبت فرماتے۔ کیوں کہ شکل وصورت کے اعتبار سے وہ نہایت ہی کریہ المنظر تھا (عموماً لوگ ایسی شکل والوں کو پسند نہیں کرتے اور جس کو دنیا ٹھکرا دے حضور علیہ السلام اس کو سینے سے لگاتے ہیں کہ اگر آپ بھی ٹھکرا دیں تو کہاں جائے) ایک مرتبہ حضور علیہ السلام بازار تشریف لائے تو دیکھا کہ زاہر بن حرام بازار میں کچھ خرید وفروخت کر رہا ہے حضور نے پیچھے سے آ کر اس کی دونوں آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ لیے (جیسے عموماً مزاح کے طور پر کیا جاتا ہے کہ بھلا پہچانوں میں کون ہوں؟) زاہر نے کہا **ارسلنی من ھذا** چھوڑ و چھوڑ و کون ہو؟ جب معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہیں تو (سرکار کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں کے اوپر ہی پکڑ لیا اور) اپنی پشت حضور کے سینے کے ساتھ رگڑنا شروع کر دی۔

وجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یشتری العبد.

حضور علیہ السلام نے (ازراہ مزاح) فرمایا بھئی ہے کوئی جو اس غلام کو خریدنا چاہتا ہو۔

فقال یا رسول اللہ اذا واللہ تجدنی کاسدا.

عرض کیا حضور مجھے بیچو گے تو بہت ہی کم قیمت ملے گی (مجھے کوئی خرید کر کیا کریگا)۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن عنداللہ لست بکاسد۔

مشکوٰۃ ص ۴۱۶ و ص ۴۱۷

آپ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک تو اتنا سستا نہیں ہے (بہت قیمتی ہے کہ اس کا محبوب تجھ سے محبت کرتا ہے)۔

اس نے جھوم کر عرض کیا ہو گا۔

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

۹۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد حضور علیہ السلام اپنے مصلے پر تشریف فرما ہو جاتے اور وہیں سورج طلوع ہو جاتا صحابہ کرام زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کرتے اور ہنستے **و یتبسم صلی اللہ علیہ وسلم** اور سرکار علیہ السلام اپنے غلاموں کو خوش دیکھ کر تبسم فرمایا کرتے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

۱۰۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں دس سال سرکار کی بارگاہ میں خادم بن کر خدمت کرتا رہا

فما قال لی اف ولا لم صنعت ولا الاصنعت.

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

کبھی ایک دن بھی حضور علیہ السلام نے مجھے اف تک نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہ کیا؟

بلکہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نے مجھے ضروری کام کے سلسلہ میں حکم دیا کہ جاؤ **فقلت واللہ لا اذهب** (بچوں کی جیسے عادت ہوتی ہے کہ بھلا دیکھوں کیا کہتے ہیں) میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا **و فی نفسی ان اذهب لما امرنی به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** دل میں یہی تھا ضرور جاؤں گا کیوں کہ اللہ کے رسول کا حکم ہے، میں جا رہا تھا کہ بچے بازار میں کھیل رہے تھے، میں بھی بچہ تھا ساتھ کھیلنا شروع کر دیا، حضور علیہ السلام تشریف لائے فرمایا یا

اُنیس ذھبت حیث امرتک؟ اے انیس! (پیار سے تصغیر کا صیغہ بولا جیسے ہم پیار سے بچے کو بچڑا کہتے ہیں) گیا نہیں جدھر میں نے تمہیں بھیجا تھا؟ **قلت نعم انا اذھب یا رسول اللہ۔** میں نے کہا حضور یہ دیکھیں میں جا رہا ہوں۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص ۵۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں مدینہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی حضور علیہ السلام کو جہاں چاہتی گھماتی رہتی۔ (یاد رہے لونڈیوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ کوئی ان کو منہ نہ لگاتا مگر اس دربار میں سب کو عزت ملتی ہے) حضرت انس فرماتے ہیں۔

ان امراۃ کانت فی عقلھا شئی فقالت یا رسول اللہ ان لی الیک حاجۃ فقال یا ام فلاں انظری ای السکلک شئت اقضی حاجتک فخلا معھا فی بعض الطرق حتی فرغت من حاجتھا۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص ۵۱۹)

ایک پاگل عورت نے عرض کیا! حضور مجھے آپ سے ضروری کام ہے فرمایا مدینہ کی جس گلی میں جی چاہے چل میں پہلے تیرا کام کر کے کوئی اور کام کروں گا چنانچہ وہ گھماتی رہی یہاں تک کہ اس کا کام ہو گیا (کام کیا تھا بس کافی عرصہ باتیں کر کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہی کیوں کہ ہر کوئی پاگل سمجھ کر گذر جاتا اور سرکار نے سوچا ہو گا۔ گر میں بھی نہ سنوں گا تو پھر کون سنے گا)۔

مقام غور ہے کیا یہ واقعات اور محبت کی داستانیں صحابہ کرام کے لئے باعث اطمینان و سکون نہ تھیں۔ تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزا دیا۔

۱۰۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی ماں سے کہا **دعینی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاصلی معہ المغرب و اسئلہ ان یستغفر لی ولک** مجھے اجازت دیں میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں جاؤں آپ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھوں (ہمارے بچے ہم سے ویڈیو گیمز کھیلنے کی اجازت مانگتے ہیں وہ کیسے بچے تھے اور کیا پاکیزہ ان کے جذبات تھے کہ ماں سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جانے کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت چاہ رہے ہیں۔ وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے) اور عرض کروں گا حضور

میرے لیے اور میری ماں کے لئے دعا فرمائیں (یہ ایک مقدس بہانہ تھا کہ ماں دعا کے لالچ میں اجازت دے دی گی) چنانچہ اجازت مل گئی میں سرکار کے پاس آیا آپ کی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی بلکہ عشاء بھی پڑھی پھر آپ گھر کو چلے تو میں پیچھے پیچھے ہو لیا (کہ ماں سے کیا ہوا وعدہ تو پورا کرلوں) آپ نے میری آواز سنی (کہ پیچھے کوئی آرہا ہے) **فقال من ھذا حذیفة؟ قلت نعم قال ما حاجتک غفر اللہ لک و لامک** فرمایا کون ہے حُذیفہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا کیا کام ہے اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔ محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں۔ (حضرت حذیفہ نے خیال کیا کہ میرا کام تو ہو گیا ہے مگر کیا بات ہے آج سرکار نماز پڑھا کر فوراً کیوں گھر تشریف لے جا رہے ہیں) آپ نے فرمایا **ان ھذا ملک لم ینزل الارض قط قبل ھذه اللیلة استاذن ربه ان یسلم علیّ و یبشرنی بان فاطمة سیدة نساء اھل الجنة و ان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة۔** (مشکوۃ ص۵۷۱) (فرمایا جلدی اس لیے جا رہا ہوں) ایک فرشتہ جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ یا اللہ میں تیرے محبوب کو سلام کرنے جانا چاہتا ہوں (اللہ نے اجازت دی کہ جا سلام بھی کر آ اور کلام بھی کر آ) فرشتے نے مجھے خوشخبری سنائی کہ آپ کی بیٹی فاطمہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور آپ کے نواسے حسن وحسین جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

١١- حضرت واثلہ بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام بمعہ صحابۂ کبار مسجد میں تشریف فرما تھے (بیٹھے ہوئے تھے) کہ ایک بندہ حاضر ہوا (باوجودیکہ اس کے بیٹھنے کو جگہ کافی تھی) **فتزحزح له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔** حضور علیہ السلام نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور آنے والے کو بٹھایا (یہ محبت وشفقت اور اپنے غلاموں کی دلجوئی کا اتنا لحاظ دیکھ کر) اس نے عرض کیا **یا رسول اللہ ان فی المکان لَسَعَة۔** اے اللہ کے رسول جگہ کافی ہے آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ **فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم ان**

للمسلم لحقًا اذ اراہ اخوہ ان یتزحزح لہ ۔ آپ نے فرمایا! مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اس کا بھائی اس کو دیکھے تو اس کے لئے حرکت کرے۔ (مشکوۃ ص۴۰۴) کیا آج بھی کوئی استاذ، پیر اپنے شاگرد و مرید کے لئے ایسا کرتا ہے؟

؎ تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا

* * *

﴿۸۱﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اُحِبُّ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ

میں اسامہ بن زید سے محبت کرتا ہوں

(الجامع الکبیر)

حضرت اسامہ بن زید کا ایمان افروز واقعہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے وہ محبوب صحابی ہیں کہ ایک حدیث کے مطابق حضور علیہ السلام نے اپنی محبت میں حضرت فاطمہ زہرا کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے پہلے ان کو نمبر دیا فرمایا

احب اھلی الی ثم علی بن ابی طالب۔ (مشکوۃ ص۵۷۲)

میرے گھر والوں میں (فاطمہ کے بعد) مجھے سب سے محبوب اسامہ ہے پھر علی بن ابی طالب۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ السلام نے فرمایا **احبّیہ فانی احبہ** اے عائشہ! اسامہ سے محبت کر بے شک میں بھی اس سے محبت رکھتا ہوں۔

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی حضور علیہ السلام کے گھر جاتے ہیں تو حضرت اسامہ سے ہی کہتے ہیں۔ **استاذن لنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** مشکوۃ ص۵۷۲ اے اسامہ! ہمیں اندر آنے کی حضور علیہ السلام سے اجازت لے دے۔

اور جب سرکار کا آخری وقت آیا تو یہ اعزاز بھی حضرت اسامہ ہی کو حاصل ہے **یضع یدیہ علی و یرفعھما فاعرف انہ یدعولی** (مشکوۃ ص۵۷۱) کہ سرکار علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ میرے اوپر رکھے اور ان کو اُٹھایا میں سمجھ گیا کہ میرے آقا میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب وظائف مقرر کیے تو اپنے بیٹے عبداللہ

کے لئے تین ہزار اور حضرت اسامہ کے لئے ساڑھے تین ہزار مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں آپ کا بیٹا بھی ہوں، ہر جنگ میں شریک بھی ہوا ہوں اسامہ میں کیا خوبی ہے جو مجھ میں نہیں ہے کہ آپ نے ان کا وظیفہ مجھ سے پانچ سو زیادہ مقرر فرمایا ہے۔ فرمایا

لان زیدا کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم من ابیک و کان اسامة احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم منک فاثرت حِبَّ رسول الله صلی الله علیه وسلم علی حِبّی۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷۱)

اس لیے کہ (اسامہ کا باپ) زید تیرے باپ سے زیادہ حضور علیہ السلام کو محبوب تھا اور اسامہ تجھ سے زیادہ حضور علیہ السلام کو محبوب تھا پس میں نے حضور کے محبوب کو اپنے محبوب (بیٹے) پر ترجیح دی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اپنا متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) فرمایا اور قرآن میں صرف اسی خوش نصیب کا نام (صحابہ میں سے) آیا ہے اور **ادعوھم لا بائھم** آیۂ قرآنی انہی کے بارے نازل ہوئی۔

حضرت زید شام کے باشندے تھے، تہامہ کے چند سواروں نے ان کو پکڑ کر حکیم بن حزام بن خویلد کے ہاتھ بیچ دیا انہوں نے اپنی پھوپھی اور حضور علیہ السلام کی زوجۂ اول حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو تحفۃً دے دیا اور آپ نے آزاد فرما کر ان کو متبنّٰی بنا لیا۔ ان کے باپ حضرت حارثہ بیٹے کی جدائی میں دیوانے ہو گئے، ملک ملک پھرے۔ بیٹے کے فراق میں جو قصیدے لکھے ان کو پڑھ کر آج بھی دل پسیج جاتا ہے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

بکیت علی زید و لم ادر ما فعل
احیّ فیرجیٰ ام اتی دونہ الاجل

میں زید پر بہت رویا لیکن میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ کیا وہ زندہ ہے کہ اس کے ملنے کی امید رکھی جائے یا اس پر موت آچکی ہے۔

آخر کار کسی کے اطلاع دینے پر اپنے بھائی کے ساتھ مکۃ المکرمہ آئے اپنے نور نظر کو کئی

سالوں کے بعد دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا یہ میرا بیٹا ہے جتنا فدیہ لینا ہے لے لیں اس کو آزاد فرما دیں تاکہ ہم اس کو لے جائیں اس کی والدہ اور بہن بھائی اس کو ملنے کے لئے بہت بے تاب ہیں۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کوئی فدیہ نہیں اگر تمہارے ساتھ جاتا ہے تو لے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن جب باپ نے زید کو کہا چلو ہمارے ساتھ آخر میں تیرا باپ ہوں تو خوش بخت زید نے یہ کہہ کر باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا کہ

یا رسول اللہ لا اختار علیک احد۔ (مشکوۃ ص ۵۷۱)

یارسول اللہ! میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہ جاؤں گا (کیوں کہ جو پیار یہاں ملا ہے ہزاروں باپ اور لاکھوں مائیں بھی نہیں دے سکتیں)۔

حضرت زید کے بھائی جبلہ کہتے ہیں **فرایت رای اخی افضل من رائی** پس میں نے اپنی رائے سے زید کی رائے کو افضل دیکھا کہ ان کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ہی رہنا چاہیے) جوذات اپنے صحابہ کو اس قدر پیار عطا فرمائے کہ والدین بھی بھول جائیں وہ واقعی یہ فرما سکتے ہیں۔ **انا امنۃ لا صحابی۔**

* * *

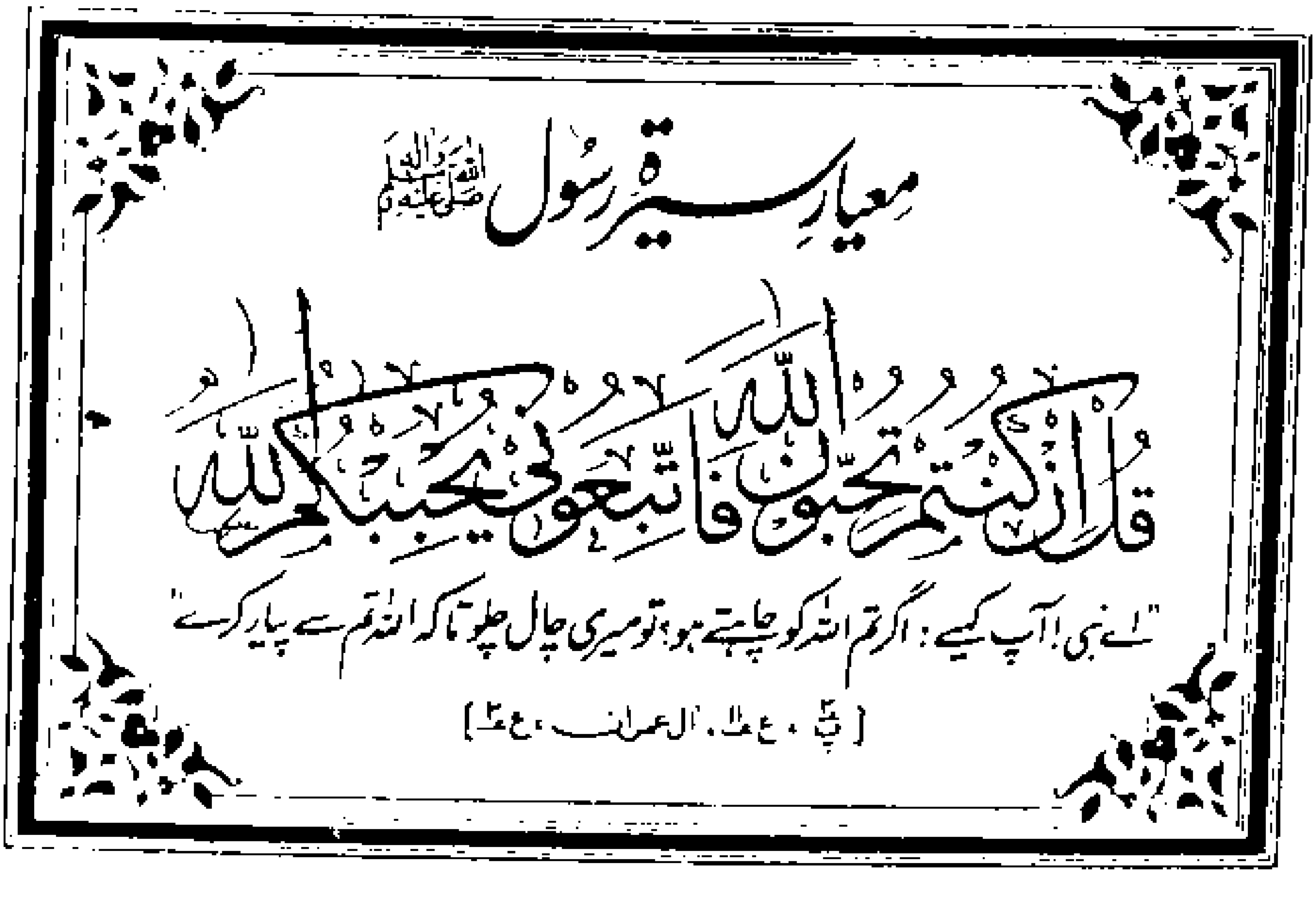

معیارِ سیرتِ رسول ﷺ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

”اے نبی! آپ کہیے: اگر تم اللہ کو چاہتے ہو، تو میری چال چلو تاکہ اللہ تم سے پیار کرے“

[پ۳ ، ع ۱۱ ، آلِ عمران ، ع ۴]

﴿۸۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِیُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُهَا

میں اس (امت) کے شروع میں ہوں امام مہدی درمیان میں ہیں اور حضرت عیسیٰ آخر میں ہیں (بھلا ایسی امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے)

(مشکوۃ ص ۵۸۳)

اس حدیث کا سیاق و سباق یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ امام محمد باقر سے اور وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں (عن جعفر عن ابیہ عن جدہ میں جدہ کی ضمیر امام جعفر کی طرف لوٹ رہی ہے، اس اسناد کو محدثین سلسلۃ الذہب یعنی سونے کی زنجیر کہتے ہیں) کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ اور لوگوں کو خوشخبری سنا دو کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے یہ نہیں کہا جا سکتا پچھلی اچھی ہے یا اگلی (یعنی ساری ہی اچھی ہے) یا اس باغ کی سی ہے جس میں سے ایک سال ایک فوج نے کھایا پھر ایک سال دوسری فوج نے کھایا (ہر دور میں اس کا فیض جاری رہے گا اور رونقیں برقرار رہیں گی) ہو سکتا ہے آخری فوج چوڑائی میں زیادہ چوڑی ہو اور گہرائی میں زیادہ گہری ہو اور حسن میں زیادہ اچھی ہو (اگرچہ فضیلت مطلقہ تو صحابہ کرام کو حاصل ہے لیکن جس قدر علمی کام مثلاً علم حدیث، اسماء الرجال، تفسیر، فقہ، مدارس و مساجد کا سلسلہ بعد میں قائم ہوا ظاہر ہے پہلے ادوار میں نہ تھا) وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اول میں ہوں، اس کے درمیان مہدی ہوں گے اور آخر میں عیسیٰ علیہم السلام ہوں گے (اگرچہ حضرت عیسیٰ و مہدی علیہما السلام کا زمانہ ایک ہی ہے مگر امام مہدی کی وفات چونکہ حضرت عیسیٰ سے پہلے ہوگی اس لیے اس ترتیب سے شمار فرمایا)۔

لیکن اس کے درمیان ٹیڑھی فوج ہے نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں (یعنی گمراہ اور بدعقیدہ فرقے اور بے دین جماعتیں)۔

اصلاحِ احوال

اللہ کے محبوب علیہ السلام نے ہمیں ہلاکت سے بچانے کے لئے کس قدر مضبوط انتظامات فرمائے اور کتنے یقین سے فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں درمیان میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ علیہما السلام ہوں۔ لیکن خود ہم پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم خواہ مخواہ بھاگ بھاگ کر جہنم کی طرف نہ جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ پھر اگر [illegible] اس آگ سے اور نفس و شیطان سے اپنے ایمان کو بچانے کی طاقت نہیں تو فرمایا مجھ سے ہی دعا کر لیا کرو ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (القران) اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا۔ یا اللہ! ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہماری دعا قبول ہوئی ہے کہ نہیں؟ تو فرمایا میرے حبیب کے پاس جاؤ وہ تمہیں بتائیں گے کس طرح کی دعا قبول ہوتی ہے تو اللہ کے حبیب نے ہمیں بتایا اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو پسند فرماتا ہے اس نے اہل ایمان کو وہی حکم دیا جو اپنے رسولوں کو حکم دیا۔ رسولوں کو فرمایا یا ایھا الرسل کلوا من الطیبت و اعملوا صالحا (المومنون) اور اہل ایمان کو فرمایا یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم ۔ پھر سرکار نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز سے سفر کر کے آتا ہے سفر کی مشقت سے بال بکھرے ہوئے، کپڑے گرد آلود، اس حال میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے (دیکھنے والا سمجھتا ہے اس کی دعا تو ضرور قبول ہوگی) یا رب یا رب کہتا ہے لیکن اس کا کھانا حرام کا لباس حرام کا انی یستجاب۔

کہتے ہیں کسی ظالم بادشاہ نے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی علماء صلحاء اور اہل اللہ کی پُر تکلف دعوت کی اور پھر رعایا پر ظلم شروع کر دیا کسی نے کہا ظلم نہ کر کہیں کسی کی بددعا سے تیرا تخت خطرے میں نہ پڑ جائے، تو اس نے کہا وہ انتظام میں نے کر لیا ہے کہ تمام مستجاب الدعوات لوگوں کو حرام دعوت کھلا دی ہے اب ان کی دعا قبول ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ جسم جو حرام کمائی سے پروان چڑھا وہ کبھی جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس کے لئے جہنم کی آگ ہی مناسب ہے۔ (احمد۔ دارمی۔ بیہقی)

ہماری حالت کیا ہے؟

ہمارا تو آج یہ مشن بن گیا ہے کہ پیسہ ہو چاہے کیسا ہو، حرام ہو حلال ہو، جائز ہو نا جائز ہو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ دیکھیں اشیائے خوردنی بیچنے والے جتنے لوگ ہوٹلوں بیکریوں۔ دودھ دہی کی دُکانوں پہ بیٹھتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ بے نمازی۔ بے دین نہ نماز نہ روزہ۔ جانور ذبح کرنے والے ادھر باتیں کرتے رہتے ہیں ادھر چھری چلا دیتے ہیں۔ نہ تکبیر نہ رگوں کے کٹنے کا خیال، غلط جگہ سے گردن کاٹی جا رہی ہے، کیا ان باتوں کا ہمارے دین ایمان پہ اثر نہیں پڑتا ہوگا؟ کیوں نہیں جیسے طیب، پاکیزہ اور حلال کے لقمے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اس طرح حرام اور ناپاک روزی سے دل مردہ ہوتا ہے باطن بے نور ہو جاتا ہے۔

ایک نان بائی آٹا گوندھتا تو **یا عزیز** کا وظیفہ پڑھتا، روٹی لگاتا تو **یا کریم** پڑھتا آگ جلاتا تو **اللھم اجرنی من النار** پڑھتا رہتا، جتنے لوگ اس کی پکی ہوئی روٹی کھاتے سب کو اللہ نے ولی بنا دیا لہٰذا نیک لوگوں سے اشیاء خریدی جائیں تو یہ بھی جہاں **تعاونوا علی البر والتقویٰ** کے زمرے میں آتا ہے وہاں بندے میں نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ ہم فاسق فاجر لوگوں کے رحم و کرم پہ ہیں جو کھلائیں کھاتے جا رہے ہیں اور ہماری تقریبات و دعوتیں بھی فاسق و فاجر لوگوں سے رونق پاتی ہیں حالانکہ سرکار دو عالم علیہ السلام عموماً خوش ہو کر صحابہ کو یہ دعا دیا کرتے۔

اکل طعامکم الابرار و صلّت علیکم الملائکۃ و افطر عند کم الصائمون۔ (مشکوٰۃ ص ۳۶۹)

(خدا کرے) تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تم پر فرشتے رحمت بھیجیں اور تمہارے پاس روزے دار روزہ افطار کریں۔

ایک صحابی کو ارشاد فرمایا **لا تصاحب الامؤمنا و لا یاکل طعامک الاتقی** (مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

مومن کے علاوہ کسی کی صحبت نہ اختیار کر اور تیرا کھانا صرف پرہیز گار ہی کھائے۔

خدا سے دُوری کا سبب

ایک آدمی تہجد کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھتا تھا۔ ایک دن بات ہوئی تو اس کی بیوی

نے کہا جو تو پابندی سے تہجد پڑھتا ہے اس میں میرا بھی ہاتھ ہے اس نے کہا تو اپنا ہاتھ نکال لے، اُٹھتا میں ہوں وضو میں کرتا ہوں، نیند میں خراب کرتا ہوں تو تیرا حصہ کہاں سے آ گیا۔ اس نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ چنانچہ دوسرے ہی دن تہجد کے لئے جاگ نہ آئی جب بیوی سے پوچھا کیا ماجرا ہے تو اس نے کہا میں پہلے وضو کرتی تھی پھر دو نفل پڑھتی اور پھر تمہارے لیے کھانا پکاتی تھی اور ساتھ دعا کرتی یا اللہ! میرے خاوند سے آج جتنے گناہ ہوئے ہیں معاف کر دے، اور آج میں نے ایسا نہیں کیا اب تہجد کے لئے اُٹھ کر دکھا۔ خدا کی شان کہ جیسا منہ ویسی چپیڑ جس طرح حرام کا مال آتا ہے حرام کاموں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے تیل مہندی کی ہندوانہ رسموں پر، بسنت اور شبرات کی آتش بازی پر، بیماری پر، مقدموں پر، گانے باجے پر، نتیجتاً ہم مسجدوں سے دور ہو گئے علماء کے قریب نہیں آتے اور دین سے بھی دور لہٰذا خدا و مصطفیٰ سے بھی دور ہو کر جنت سے دور اور دوزخ کے قریب ہو گئے۔ یہ سینما، ڈرامے، کیبل، وی سی آر کی لعنتیں الغرض خدا کی زمین گناہوں سے بھر گئی ہے اور دنیا جہنم کے مناظر پیش کر رہی ہے اور ان خرافات کو ہم نے مقصد حیات بنا رکھا ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** اور **ففروا الی اللہ** کو بھول کر شیطان کے دامن میں پناہ تلاش کر رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش انجیر کے درخت کے پاس ہوئی تو اللہ نے اس کی قسم یاد فرمائی **والتین**۔ جنت میں زیتون کا درخت حضرت آدم علیہ السلام کے قریب تھا اللہ نے اس کی قسم اُٹھائی **والزیتون**۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کی برکت سے اللہ نے طور پہاڑ کی قسم یاد فرمائی **وطور سینین**۔ اللہ کے محبوب کے ساتھ شہر مکہ کو نسبت ہوئی تو اس شہر مقدس کی قسم اُٹھائی **وھذا البلد الامین**۔ تو کیا یہ چیزیں اشرف المخلوقات ہیں یا انسان؟ یقیناً انسان۔ **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ولقد کرمنا بنی آدم** کا تاج اسی کو پہنایا گیا پھر یہ **اسفل السافلین** بننے کی بجائے اپنے ایمان و اعمال کے زور سے **الا الذین امنوا و عملوا الصلحت** کے زمرے میں شامل ہو کر ابدی راحت حاصل کرنے کی کیوں فکر نہیں کرتا۔

قرآن پاک میں دو مثالیں ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں نمبر ۱۔ کنعان حضرت نوح علیہ السلام نبی اللہ کا بیٹا ہو کر ایمان و عمل سے محروم رہا اور جہنم کا ایندھن بن گیا اور نمبر ۲۔ اصحاب کہف کی صحبت اختیار کرنے والا کتا اللہ کو پیارا ہو گیا

؎ بناں عمل دے نیں نجات تیری
ماریا جائیں گا قطب دیا بیٹیا اوئے

(وارث شاہ)

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب آپ سے پوچھا گیا ای المؤمن اکیس یا رسول اللہ عقل مند مسلمان کون ہے؟ فرمایا اکثرھم للموت ذکرا واحسنھم استعداد (ضیاء القران ج ۴ ص ۲۶۶) جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اس کے لئے خوب خوب تیاری کرے۔

نفس وشیطان کا علاج

اولیاء کرام نے ظاہر و باطن کی طہارت حاصل کرنے کے لئے بہت عمدہ نسخے ہمیں عطا فرمائے ہیں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے تصور اسم ذات کا نظریہ پیش فرمایا کہ سانسوں اور خیالوں میں خدا کا نام جپو، تا کہ دل و دماغ کی طہارت ہو، آپ نے فرمایا زبان سے ذکر کرو گے تو ثواب ملے گا لیکن اگر شیطان نے دل پہ قبضہ جما رکھا ہو تو خالی زبان سے ذکر کر کے ثواب تو لے سکتے ہو لیکن یہ ایسے ہی ہو گا کہ سانپ غار کے اندر بیٹھا ہو اور آپ غار کے منہ پر ڈنڈے مارتے رہیں تو اس کا کیا نقصان؟ لہٰذا پاس انفاس کے ذریعے اس پر بجلی گراؤ، سانس اندر لے جاتے ہوئے اللہ کا تصور کرو اور باہر نکالو تو ھو کی ضرب لگاؤ تو شیطان کا علاج ہو جائے گا اور ساتھ ساتھ حرص۔ تکبر۔ ریا کا بھی خاتمہ ہو گا کہ ان تمام بیماریوں کا تعلق دل سے ہے۔ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے جو ہر وقت ہمارے ایمان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے اور ہم بہت کمزور ہیں کہ جو دشمن ہمیں نظر آئے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہ تو نظر بھی نہیں آتا۔ اس لیے ہم قرآن پڑھنے سے پہلے بھی اعوذ باللہ پڑھتے ہیں کہ یا اللہ! ہم میں اس لعین کے شر سے بچنے کی طاقت نہیں اس کے شر سے بھی تیری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ جیسے کسی کے گھر کے باہر کتا بیٹھا ہو اور آپ گھر والے کو ملنا چاہیں تو پہلے گھر والے کو ہی آواز دیتے ہیں تا کہ کتے کے شر سے بچ کر مالک مکان سے ملاقات کریں تو تلاوت قرآن بھی خدا سے ملاقات کا ذریعہ ہے مگر شیطان راستے میں رکاوٹ ہے تو ہم اعوذ باللہ پڑھ کر اللہ سے ہی عرض کر رہے ہیں تا کہ وہی اس رکاوٹ کو دور کرے اور اپنی ملاقات کا شرف بخشے۔

عُمر اک دن ہو کہ سو سال گذر جاتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے من عمل صالحا فلنفسه و من اساء فعليها و ما ربک بظلام للعبيد۔ (حم السجدہ)

جس نے نیکی کی اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جس نے برائی کی اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ایک دوسرے مقام پہ فرمایا

ان تکفروا فان الله غنی عنکم ولا يرضى لعباده الكفر و ان تشكروا يرضه لكم ولا تزر وازرة وزر اخرى ثم الى ربكم مرجعكم فينبئكم بما كنتم تعلمون انه عليم بذات الصدور۔ (الزمر آیت نمبر ۷)

اگر تم اللہ کی ناشکری کرو تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں اور اگر شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانیوالی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب ہی کیطرف پھرنا ہے وہ تمہیں بتائے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

انسان گناہ کرے یا نیکی بہر حال لمحہ پہ لمحہ موت کے قریب جا رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت میں پڑے رہیں اور ایک دن مسجد کے سپیکر پہ اعلان ہو جائے کہ حضرات! فلاں جو کہ فلاں کا باپ یا فلاں کا بیٹا ہے وہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا ہے۔ پھر دوست احباب کہتے پھریں ابھی میرے پاس کھڑا تھا۔ ابھی مجھے بازار میں ملا ہے کیا ہو گیا اس کو؟ آگے سے جواب ملے بس معمولی بخار چڑھا، خون کی الٹی آئی یا دل پر درد ہوا ہم ہسپتال لے کر جا رہے تھے کہ راستے میں جان دے گیا اور پھر آج کے دور میں موت جتنی سستی ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہو اور جب موت آئے گی تو آج نماز سے بھاگنے والو! مسجد کے قریب نہ آنے والو! قبر میں جا کر اگر دو نفل پڑھنا چاہو گے تو نہ پڑھ سکو گے۔ اور وہاں کفار تک سے جب پوچھا جائے گا کہ تم عذاب میں کیوں مبتلا ہو گئے تو اپنے ہزاروں کفروں اور جرائم کے باوجود جواب دیں گے لم نک من المصلين کہ ہم دوزخ میں نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے پہنچ گئے۔ اور ہاں ایمان اور اعمال صالحہ

والوں کو خوشخبری سنائی گئی۔

من عمل صالحا من ذکرا و انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ (القرآن)

جو نیک اعمال کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایماندار ہو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔

ہم اپنی اس چندروزہ دنیوی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کیا کیا نہیں کرتے مگر کاش کہ سوچا ہوتا یہ زندگی اُس زندگی کے مقابلے میں کتنی ہے کہ جس زندگی کا صرف ایک پہلا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا کان مقدارہ خمسین الف سنۃ (القران) اور دنیا کی تیری کل زندگی کتنی ہے؟ زیادہ سے زیادہ سو سال۔ تو سو کو پچاس ہزار سے کیا نسبت اور پچاس ہزار سال تو ایک دن ہے کیوں کہ وہ تو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے ھم فیھا خلدون۔ مگر اس کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے یاد رکھو!

جو خدا کے آگے سر جھکا لیتا ہے پھر اللہ اس کا سر کسی کے آگے جھکنے نہیں دیتا اور جو خدا کے آگے نہیں جھکتا وہ ہر در پر جھکتا نظر آتا ہے کیوں کہ وہ دنیا دار ہوتا ہے جو دنیا داروں کے گھروں کا کتوں کی طرح طواف کرتا رہتا ہے اور در در کی خاک چھانتا ہے مگر پھر بھی پوری نہیں پڑتی۔

حضرت عمر فاروق نے ایک غلام چیشل اس لیے رکھا ہوا تھا کہ صبح یہ کہہ کر ان کو تہجد کے لئے اُٹھایا کرتے کہ اے عمر! تجھے موت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک دن آپ نے شیشہ دیکھا تو داڑھی میں ایک سفید بال نظر آیا اسی وقت غلام کو آزاد کر دیا فرمایا اب موت کی یاد کے لئے یہ سفید بال کافی ہے۔ اور ہماری داڑھی ہی نہیں (تو سفید بال کہاں دکھائی دے) کہ کہیں موت یاد نہ آجائے۔

منزل قریب آئے تو مسافر سامان لپیٹنا شروع کر دیتے ہیں ہم بھی اپنی منزل (قبر) کے قریب جا رہے ہیں لہٰذا نیک اعمال کا سامان سمیٹنا چاہیے۔ تمام اعضاء اللہ کی امانت ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نیکی کمائی جا سکتی ہے، ہاتھ سے ظلم نہ کر کے، زبان سے غیبت نہ کر کے، کان سے غلط آواز نہ سُن کے بلکہ ہاتھ سے کسی مظلوم کی مدد کرو زبان سے اچھے

کلمات نکالو، کان سے قرآن سنو یہ ان اعضاء کے اذکار بھی ہیں اللہ نے **قد موا لانفسکم** فرما کر اشارہ فرمایا کہ جیسے ایک ملک کی کرنسی دوسرے میں نہیں چلتی اگر چلانا ہو تو بدلنی پڑتی ہے ایسے ہی اُس ملک کی کرنسی اعمال صالحہ ہیں یہ دنیا کی دولت یہیں رہ جائے گی وہاں اعمال صالحہ کی کرنسی چلے گی۔

شکر اور شکوہ

خدا نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ہم ان کا شکر ادا کرنے کی بجائے جو ہمارے پاس نہیں ہے ان کا شکوہ کرتے ہیں کیا کان، ناک، زبان، تندرستی خدا کی نعمتیں نہیں کہ ہم ان کا شکر ادا کرنے کی بجائے مکان وُدکان کار کوٹھی کے رونے روتے پھریں اگر یہ سب کچھ مل جائے اور صحت نہ ہو تو ان چیزوں کو کیا کریں گے۔ حالانکہ کہ حضور علیہ اُلسلام نے ہمیں دین کے معاملہ میں اپنے سے اعلیٰ کو دیکھنے کی تلقین فرمائی کہ اگر تم پانچ نمازیں پڑھتے ہو تو اس کو دیکھو جو تہجد بھی پڑھتا ہے اور دنیا کے معالے میں اپنے سے کم تر اور نیچے والے کو دیکھنے کا حکم دیا تا کہ ناشکری کے جذبات نہ ابھریں۔ اگر آپ کے پاس ایک مکان ہے تو جس کے پاس دو ہیں اس کو دیکھنے کی بجائے اس کو دیکھو جو بے چارہ رات کو سڑک پہ سوتا ہے۔ کہ بارش ہو جائے تو تم گھر میں آرام سے سو رہے ہوتے ہو صبح پتہ چلتا ہے بارش ہوئی اور سڑک والا کبھی ادھر بھاگتا ہے کبھی ادھر سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سفر میں میرا جوتا ٹوٹ گیا چل چل کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے دل میں خیال آیا کہ دنیا دار عیش کر رہے ہیں اور میرے پاس جوتا بھی نہیں جب جامع مسجد میں گیا تو وہاں ایک بندے کو دیکھا جس کے پاؤں ہی نہیں تھے۔ سجدہ شکر ادا کیا کہ چلو جوتا نہیں تو کیا ہوا پاؤں تو ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے **لئن شکرتم لا زیدنکم** اگر میرا شکر ادا کرتے رہو گے تو میں (نعمتیں) زیادہ دیتا جاؤں گا۔ اور پھر خود ہی غیبی خبر دی **و قلیل من عبادی الشکور** (القران) شکر کرنے والے بہت کم ہیں۔

ایسے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ مہینہ نماز پڑھ لیتے ہیں تو خدا کے ساتھ شکوے شروع کر دیتے ہیں کہ نماز بھی پڑھتے ہیں پھر بھی کاروبار نہیں چلتا۔ بیماری نہیں چھوڑتی

؎ سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

یہ چند باتیں بطور اصلاح احوال لکھ دی ہیں حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ کوئی نصیحت کی بات کرے تو اس کو قبول کرو کیوں کہ ایک وقت ایسا آنیوالا ہے کہ نصیحت کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔ اس موضوع پر قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ کا صرف حوالہ لکھ دیا جاتا ہے اگر ضرورت ہو تو ترجمے والے قرآن مجید سے دیکھ لی جائیں۔ ان شاءاللہ! اصلاح احوال کے لئے بہت مفید ہوں گی۔

۱— **قل یعبادی الذین امنوا اتقوا ربکم الخ۔** (الزمر آیت ۹ تا ۱۸)

۲— **افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ۔ الخ**
(الزمر آیت ۲۲ و ۲۳)

۳— **لقد کان لسباء فی مسکنھم ایۃ الخ۔** (سورۃ سبا آیت ۱۵ تا ۲۰)

آخر میں چند پنجابی اشعار اس اصلاحی موضوع پر ملاحظہ فرمائیں اور پھر اگلی حدیث پر بحث کرتے ہیں۔

؎ ایہہ داغ جدائی دا تیتھوں دھویا نیوں جاونا
فیر ہسنا تے کتھوں تیتھوں رویا نیوں جاونا

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی سادہ لیکن عبرت آموز بات فرمائی۔

فریدا اوہ پیاں وسیدیاں ڈھیریاں جتھاں تے لکھ پے
اودھروں کوئی نہیں آوندا ایدھروں لکھ گئے

اور جاتے جاتے علی حیدر کی بات بھی سن کر پلے باندھنے والی ہے کیوں کہ

؎ خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

(مولائے روم)

علی حیدر کہتا ہے

میم مست ہویوں دولت دم پچھے
پیارے دم نالوں پیارے دم تینوں
دولت دور لت مار کے نس جا سی
تیرے دم دی دین گے دم تینوں
ایہہ جو دم تیرا ہم دم ہے ہر دم
بھیت نہیں دیندا اک دم تینوں
علی حیدرا دم جدوں دم ہوسی
گھروں کڈ دیسن اک دم تینوں

* * *

حررہ محمد علی زاہد

﴿۸۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ

''میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو''

(الدرالمنثور للسیوطی ج۲ ص۲۳۳)

اس موضوع پر چند احادیث شروع میں گذر چکیں اور وہاں سیر حاصل بحث ہوگئی جن میں ردمرزائیت کے ساتھ حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کا ذکر خیر بھی ہوا۔ جیسے حضور علیہ السلام کا آخری نبی ہونا آپ کی عظمت وشان کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر ثابت کرتا ہے اسی طرح آپ کی امت کا آخری امت ہونا اس امت کی عظمت وشان کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ جو افضل واعلیٰ ہوتا ہے سب کے بعد اسی کو ہی لایا جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کوئی محفل یا جلسہ ہو تو بڑے نعت خوان یا بڑے مقرر کو سب سے آخر میں وقت دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ تو ثابت ہے کہ اس دنیا میں حضور علیہ السلام اور آپ کی امت تمام نبیوں اور تمام امتوں کے بعد آئے لیکن دوسرے فرمان سے یہ بھی ثابت ہے کہ قیامت والے دن سب سے آخر میں آنے والا نبی تمام نبیوں سے پہلے جنت میں جارہا ہوگا اور سب سے آخر میں آنے والی امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں جارہی ہوگی۔

قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی امت کو خیر امت قرار دیا وہاں ان کی ایک ذمہ داری کو بھی بیان فرمایا اور وہ یہ کہ یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کہ ''وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں'' لیکن افسوس کہ اس ذمہ داری کو امت بھلا چکی ہے اور یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ کام صرف علما کا ہے حالانکہ اصل میں یہ کام حکومت کا ہے اور پھر تمام مسلمانوں کا۔ قرآن پاک میں حکومت اسلامیہ کی ذمہ داریوں کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر۔ (الحج)

(ایمان والے) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔ (صحاح ستہ)

جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے مٹائے اگر نہ ہو سکے تو زبان سے ختم کرے ورنہ دل سے تو ضرور بُرا جانے اگر چہ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

ظاہر ہے طاقت کے ذریعے برائی مٹانا سب سے پہلے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے پاس اقتدار کی طاقت ہے اور علماء لسانی جہاد کر کے برائی مٹائیں جب کہ اس کو دل سے بُرا سمجھنا تو ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے لیکن دور عجیب آ گیا ہے کہ بُرائی ہماری نظر میں بُرائی ہی نہیں رہی بلکہ شیطان کی محبت ہمارے میں نیکی اور اچھائی کا روپ دھار چکی ہے اور جو اس کو بُرائی کہے بھی تو وہ ہمیں بُرا لگتا ہے اور بنیاد پرست یا دہشت گرد، جنونی، دقیانوسی اور پتہ نہیں کیا کیا کہا جاتا ہے۔ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکی کا حکم دو برائی سے روکو اس سے پہلے کہ **تدعون فلا اجیب لکم** تم دعا کرو تو تمہاری دعا قبول نہ ہو، تم سوال کرو تو تمہیں عطا ہی نہ کیا جائے، تم مدد طلب کرو اور تمہاری مدد نہ کی جائے کیا وقت ہوگا کہ تمہاری عورتیں تم پہ غالب ہوں گی نوجوان فاسق ہو جائیں گے اور جہاد کو چھوڑ دیں گے عرض کیا گیا حضور کیا ایسا ہو سکتا ہے **قال والذی نفسی بیدہ و اشد منہ سیکون** اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا؟ فرمایا! **کیف انتم اذ لم تامروا بالمعروف و لم تنھوا عن المنکر** اس وقت تم کیسے ہو گے کہ جب نیکی کا حکم دینا چھوڑ دو گے اور برائی سے روکنا چھوڑ دو گے: عرض کیا گیا کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا خدا کی قسم اس سے بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا؟ فرمایا! **کیف انتم اذ رایتم المنکر معروفا والمعروف منکرا** "کیسا وقت ہوگا جب تم برائی کو نیکی اور نیکی کو بُرائی دیکھنے لگو گے" عرض کیا گیا۔ کیا یہ بھی ہوگا؟ فرمایا اس سے بڑھ کر ہوگا۔ وہ کیا آقا؟ فرمایا **کیف**

انتم اذا مرتم بالمنکر و نہیتم عن المعروف کیا حال ہوگا تمہارا جب تم برائی کا حکم کرنے لگو گے اور نیکی سے منع کرنے لگو گے؟ اللہ نے قسم اُٹھا کر فرمایا لا تیحن لھم فتنۃ یصیر الحلیم فیھا حیران ۔ ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا کہ بڑے سے بڑا صابر بھی حیران ہو کر کانپ اٹھے گا۔

حضرت خضر علیہ السلام اور بچھو کا واقعہ

حضرت خضر علیہ السلام ایک مرتبہ دریا کے کنارے تشریف لے جا رہے تھے کہ دریا میں ایک بچھو غوطے لگاتا آ رہا تھا آپ نے تنکا لیا اور آگے بڑھ کر اس کو باہر نکال کر خشک جگہ پر رکھنے ہی لگے تھے کہ وہ آپ کو ڈنگ مار کر پھر چھلانگ لگا کر دریا میں چلا گیا آپ نے دوبارہ ایسا ہی کیا اس نے بھی ویسا ہی کیا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا تو دور سے ایک بندہ دوڑ کر آیا عرض کیا اتنے بڑے بزرگ ہو کر کیا بچوں کا کام کر رہے ہیں؟ اجی یہ آپ کا مرید تو نہیں کہ آپ کو باہر نکل کے نذرانہ دے گا اس کو سو بار بھی نکالو گے تو ایسا ہی کرے گا۔ آپ نے بڑا اچھا جواب دیا۔ فرمایا! جب وہ برائی کرنے سے باز نہیں آیا تو میں نیکی کرنے سے کیوں باز آؤں ۔

وہ اپنی خو نہیں بدلے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

اللہ تعالیٰ شاکر علیم ہے اپنے بندوں کے معمولی عمل پر بھی بڑا اجر دیتا ہے کہ کتے کو پانی پلانے والی بدکارہ عورت کو بخش دیا۔ امام شامی لکھتے ہیں کہ جانوروں پہ ظلم کا گناہ انسان پر ظلم کرنے کے گناہ سے زیادہ ہے کیوں کہ انسان تو پھر گلہ شکوہ کر لے گا جانور بے چارہ بے زبان ہے سوائے خدا کے اس کی کون سُنے گا۔ اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ۔ اگر کھجور کا ایک حصہ بھی راہ خدا میں دے سکو تو دے دو ہو سکتا ہے اتنی بات پر بخشے جاؤ۔ سانپ کے بچے کو چھوٹا سا سمجھ کے چھوڑ دو گے تو کل اژدھا بن جائے گا کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھو کیوں کہ حدیث میں ہے کہ ایک بلی کو بھوکا پیاسا مارنے والی عورت دوزخ میں چلی گئی (بخاری) یہ چند باتیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے لکھ دی گئیں تا کہ ہم اپنی اس کمی کو دور کریں کہ ہمیں دوسروں سے کیا لگے جی ہم تو نیک ہیں ناں؟ حدیث شریف میں ہے بلغوا عنی ولو ایۃ اگر میرے دین کا ایک مسئلہ بھی تمہارے پاس ہے تو دوسروں تک پہنچاؤ کیوں کہ ہو سکتا ہے تمہیں وہ بھول جائے مگر جس کو بتا رہے ہو اس کو یاد رہے اور ایک پورا سلسلہ تبلیغ کا چل نکلے

بلکہ سرکار نے دعا فرمائی اس بندے کے لئے **نضر اللہ عبدا سمع مقالتی و وعاھا و حفظھا و اداھا۔** اللہ تروتازہ رکھے اس بندے کو جو میری بات سنے اس کو یاد رکھے اور دوسروں تک پہنچائے اور قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **و ذکر فان الذکری تنفع المؤمنین۔** نصیحت کریں کہ نصیحت مومن کو فائدہ دے گی۔

* * *

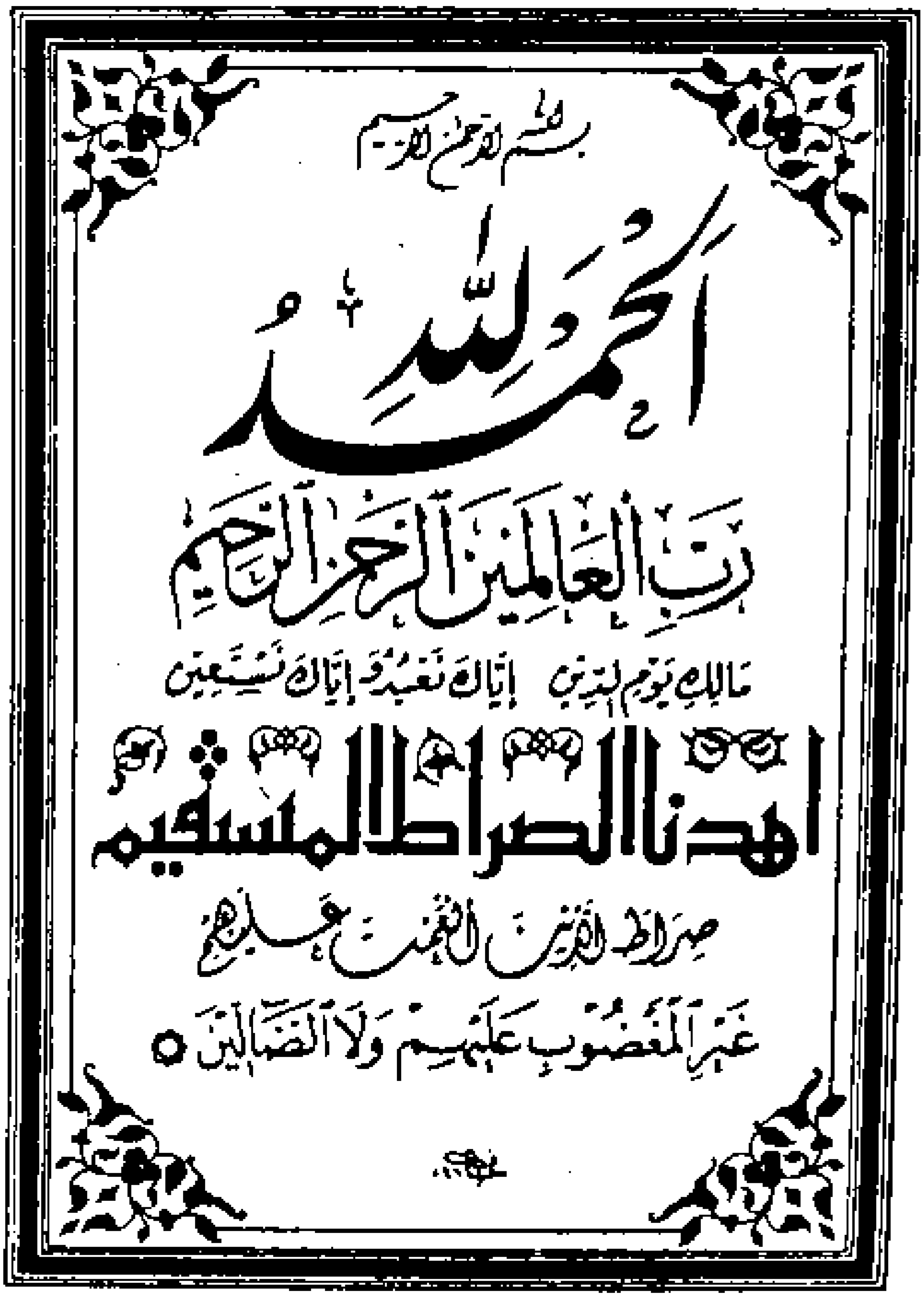
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ
رب العالمین الرحمن الرحیم
مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین
اھدنا الصراط المستقیم
صراط الذین انعمت علیھم
غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۝

﴿۸۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا حَظُّکُمْ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتُمْ حَظِّیْ

میں نبیوں میں سے تمہارے حصے میں آیا اور تم (امتوں میں سے) میرا حصہ ہو

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۶، درمنثور ج ۵ ص ۱۴۸)

کیا عظیم خوشخبری ہے اس امت کے لئے کہ اللہ کے نبی علیہ السلام اپنے آپ کو اس امت کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں اور امت کو اپنے کھاتے میں شامل فرما رہے ہیں ۔ مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے۔

اور ہر کوئی اپنی شے کی تعریف کرتا ہے اسی لیے حضور علیہ السلام امت کی تعریف فرماتے ہیں اور امتی بھی اصل میں وہی ہے جو ہر دم اپنے آقا کی تعریف میں رطب اللسان رہے ۔

جن کے لب پر رہا امتی امتی
یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی
میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لئے

اور کسی عاشق مصطفیٰ علیہ السلام نے کیا خوب کہا کاش! یہ شعر ہمارے دل کی آواز بن جائے ۔

ہم امتی ہیں اپنے رسول کریم کے
جو کچھ انہیں پسند ہے وہ ہے ہمیں پسند
ان عاشقوں کا میں ہوں ادنیٰ نیاز مند
جن کو میرے حضور کی ہے ہر ادا پسند

* * *

﴿۸۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اٰکُلُ کَمَا یَاکُلُ الْعَبْدُ

میں ایسے (کھانا) کھاتا ہوں جیسے غلام (آقا کے سامنے بیٹھ کے کھاتا ہے)

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۸۳)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا **لا اکل متکئاً** مشکوۃ ص ۳۶۳ کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا (کیوں کہ ایسے متکبر کھاتے ہیں) ایک مرتبہ حضور علیہ السلام اکڑوں بیٹھ کر انتہائی عاجزی کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے **فقال الاعرابی ماھذہ الجلسۃ** ۔ یارسول اللہ! یہ آپ کیسے بیٹھ کر کھا رہے ہیں؟ ایک اعرابی نے کہا۔ **فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعلنی عبدا کریما و لم یجعلنی جبارا عنیدا** مشکوۃ ص ۳۶۹ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے عبد کریم بنایا ہے متکبر اور مغرور نہیں بنایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

یا عائشۃ لو شئت لسارت معی جبال الذھب جاء نی ملک و ان حجزتہ لتساوی الکعبۃ فقال ان ربک یقرأ علیک السلام و یقول ان شئت نبیا عبدا و ان شئت نبیا ملکا فنظرت الی جبرنیل علیہ السلام فاشار الی ان ضع نفسک و فی روایۃ ابن عباس فالتفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جبرئیل کالمستشیر لہ فاشار جبرئیل بیدہ ان تواضع فقلت نبیا عبدا قالت فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک لا یاکل متکئاً یقول اکل کما یاکل العبد واجلس کما یجلس العبد۔ (مشکوۃ ص ۵۲۱)

اے عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں میرے پاس فرشتہ آیا کہ اس کی کمر کعبہ کے برابر تھی اس نے مجھے کہا آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور ساتھ یہ پیغام ہے کہ آپ عبد نبی بننا پسند کریں گے یا بادشاہ نبی۔ پس میں نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو اس نے مجھے اشارہ کیا کہ عاجزی کیجیے (یعنی عبد نبی بنیے)۔

ایک روایت میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے جبرئیل امین علیہا السلام کی طرف دیکھا گویا اس سے مشورہ لے رہے ہیں اور جبریل نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع کیجیے پس میں نے کہا عبد نبی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس کے بعد حضور علیہ السلام نے کبھی ٹیک لگا کر نہیں کھایا آپ فرمایا کرتے میں ایسے کھاؤں گا جیسے عبد (بندہ) کھاتا ہے اور ایسے بیٹھوں گا جیسے عبد (بندہ) بیٹھتا ہے۔

شمائل ترمذی میں یہ الفاظ بھی ہیں انا لا اکل متکئا۔ میں ٹیک لگا کر کھانے والا نہیں ہوں۔ ص ۷۷

ریشم پہن کے میری قیمت نہ بڑھ سکی
کھدر بھی ان کے جسم پہ مہنگا بہت لگا

تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶ ص ۳۲ پہ ایک حدیث کے الفاظ یوں بھی ہیں انا لا اکل مماذبح علی النصب۔ میں ان جانوروں کا گوشت کھانے والا نہیں ہوں جن کو بتوں (کے نام) پر ذبح کیا گیا ہو۔

* * *

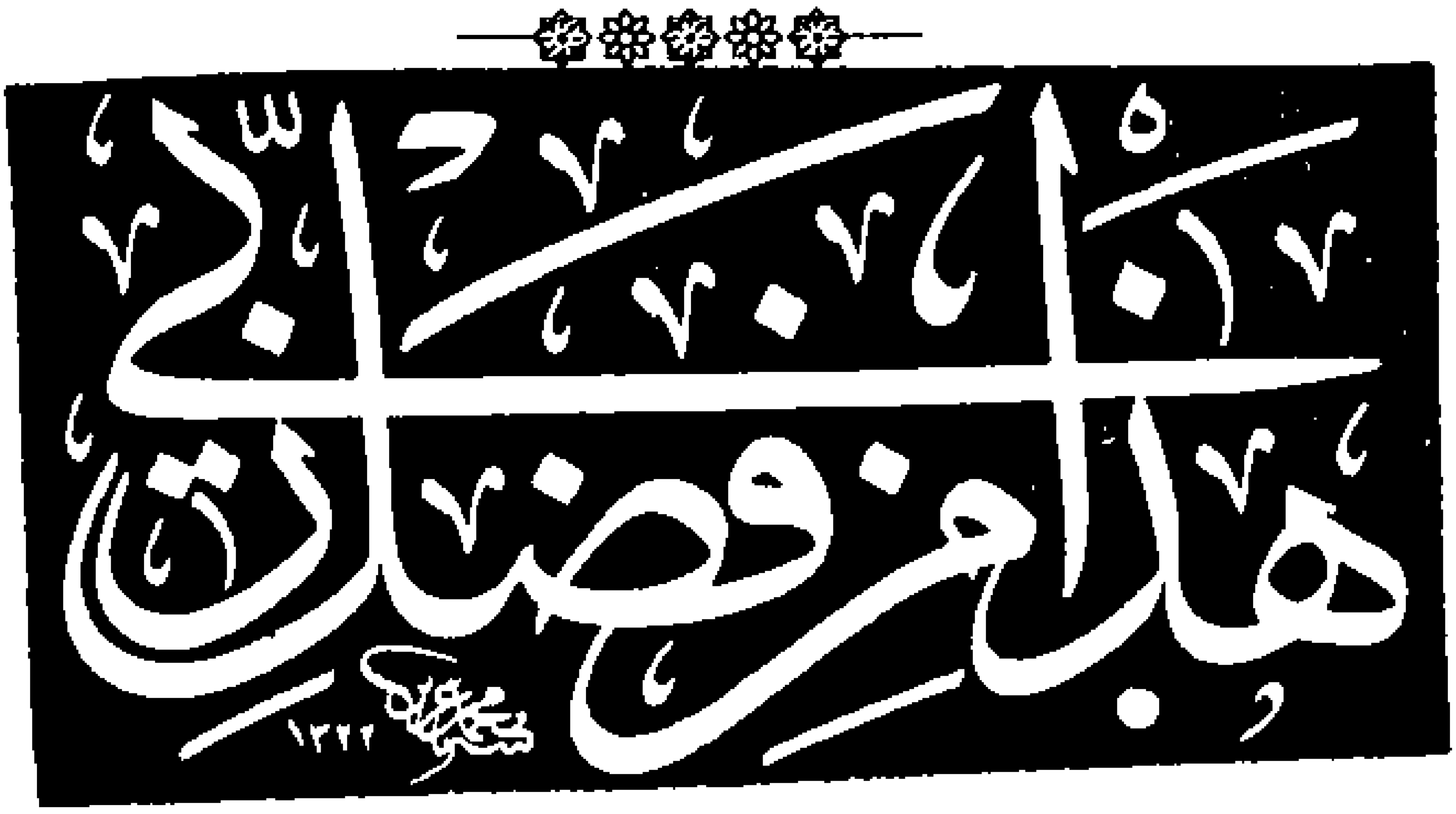

﴿۸۶﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اٰمُرُ کُمْ بِخَمْسٍ اَمَرَنِیَ اللّٰهُ بِهِنَّ السَّمْعُ
وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَاِنَّہٗ
مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ
الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ

میں تمہیں پانچ باتوں کو حکم دیتا ہوں، جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا۔ سمع (سننا)، طاعت (ماننا)، جہاد، ہجرت اور جماعت کا، پس بے شک جو بالشت بھر بھی جماعت سے جُدا ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو اتار دیا

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۱۶)

لزوم جماعت کے موضوع پر امام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے متعدد احادیث میں اسے امام ترمذی کے حوالے سے حارث بن حارث الاشعری سے مروی طویل حدیث میں سے یہ الفاظ نقل فرمائے اور اسی کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے "جابیہ" مقام پہ مشہور خطبہ کا یہ اقتباس بھی نقل کیا۔

"علیکم بالجماعة و ایاکم والفرقة فان الشیطان مع الواحد و هو من الاثنین ابعد" و فیه "ومن اراد بحبوحة الجنة فلیلزم الجماعة".

تم پر جماعت (کے ساتھ چلنا) لازم ہے کیوں کہ اکیلے بندے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو بندوں سے دور رہتا ہے۔ اور اس خطبہ میں یہ بھی ہے "اور جو

جنت کی راحت چاہے وہ جماعت کو لازم پکڑے"۔

والمراد بالجماعة اهل الحل والعقد من كل عصر.

اور جماعت سے مراد ہر دور کے اہل حل وعقد ہیں (صاحبان اختیار)۔

چونکہ بدعقیدہ اور بے دین لوگوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان کے ساتھ کھانے، پینے، نکاح، شادی اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور **اتبعوا سواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار** فرما کر صحیح العقیدہ جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو حضور علیہ السلام کے دور میں بھی تھی آج بھی ہے اور تا قیامت رہے گی لہٰذا نئے نئے فرقے فرقیاں جو بذات خود بدعت ہیں ان سے دور رہنا اور جس جماعت میں اولیاء کرام کا وجود باجود رہا اسی جماعت کو لازم پکڑے رکھنے سے ہی گمراہی سے بچا جا سکتا ہے۔

* * *

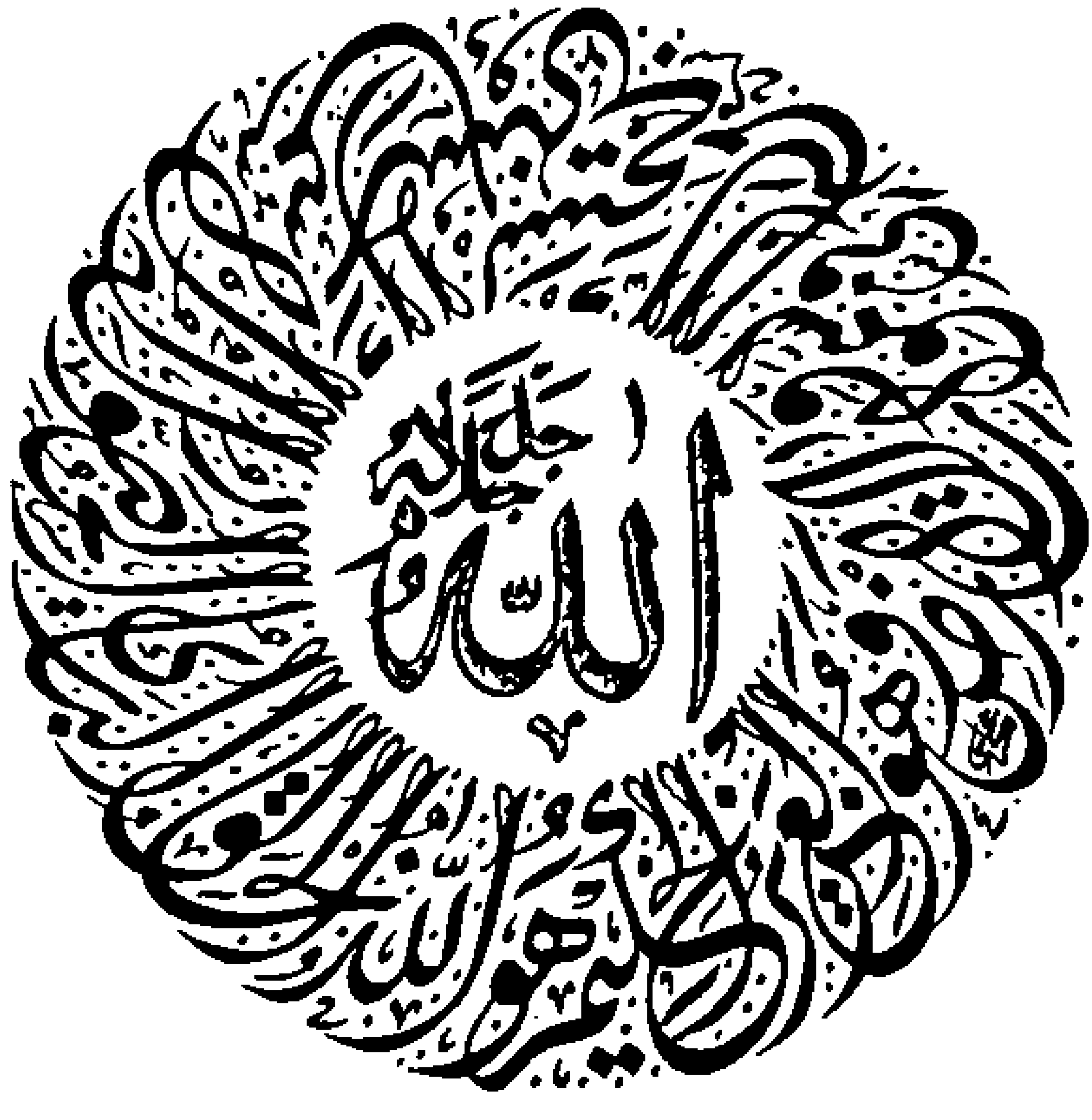

﴿۸۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۷۸، الکشاف ج ۴ ص ۵۶)

یہودیوں کی اکثر عادت رہی ہے کہ انبیاء کرام کے کمالات کو یا تو چھپاتے تھے یا پھر جن انبیاء کی اپنے آپ کو اولاد کہتے (انبیاء بنی اسرائیل) دوسرے انبیاء کے کمالات چوری کر کے اپنے آباؤ اجداد کے کھاتے میں ڈال دیتے بالخصوص ہمارے آقا و مولا کے ساتھ تو ان کو خاص عناد ہے جس پر قرآن مجید شاہد عادل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین۔

جب وہ جانا پہچانا (رسول) ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا پس اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔ (البقرہ)

الذین اتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم و ان فریقا منھم لیکتمون الحق و ھم یعلمون۔ (البقرہ)

وہ جن کو ہم نے کتاب دی وہ آپ (علیہ السلام) کو پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو اور بے شک ایک گروہ ان میں سے جان بوجھ کر حق کو چھپانے لگا۔

چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام چونکہ ذبیح اللہ ہیں اور حضور علیہ السلام ان کی اولاد سے ہیں تو یہودیوں نے حضرت اسماعیل کو ذبیح ماننے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام نہیں بلکہ اسحاق علیہ السلام ہیں تاکہ حضور علیہ السلام کو ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد ہونے کے شرف سے محروم کیا جائے حالانکہ سرکار علیہ السلام کے اپنے کمالات اس قدر ہیں کہ آپ کی فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے نبی کی فضیلت پر موقوف کیا ہی نہیں۔ جب کہ اگر حقائق کو

دیکھا جائے تو خود ان کی کتابیں اہل اسلام کی تائید اور یہودیت کی تردید کرتی ہیں مثلاً

یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ یہ قربانی مکۃ المکرمہ کے قریب منیٰ میں ہوئی اور چار ہزار سال کی تاریخ گواہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام کبھی مکۃ المکرمہ تشریف لائے ہی نہیں بلکہ انہی یہود کی کتاب کے بیسویں باب میں ہے کہ جس کی قربانی ہوئی وہ ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے اور ظاہر ہے حضرت اسحاق سے پہلے تو اسماعیل علیہ السلام تھے پھر اسحاق علیہ السلام اکلوتے کیسے ہوئے اور پھر یہ صراحت بھی ان کی کتاب میں موجود ہے کہ ہاجرہ کے بطن سے ابراہیم علیہ السلام کا ایک بیٹا اسحاق علیہ السلام سے پہلے بھی تھا۔ اب کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں۔

اور پھر ہمارے لیے تو حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہی کافی ہے کہ آپ نے خود فرمایا میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ اور ایک صحابی نے جب عرض کیا یا ابن الذبیحین تو سرکار نے مسکرا کر تصدیق فرمادی۔ پھر سرکار نے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک تو میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہوں اور وہ ذبیح اللہ ہیں اور دوسرا یہ کہ

> **ان عبد المطلب لما حفر بئر زمزم نذر لله لئن سهل الله له امرها ليذبحن احد ولده فخرج السهم على عبد الله فمنعه اخواله و قالوا له افد ابنك بمائة من الابل (الكشاف ج۴ ص ۵٦) اخرجه الحاكم والثعلبى من رواية الصنابحى عن معاوية رضى الله عنه.**

کہ جب حضرت عبدالمطلب (حضور علیہ السلام کے دادا جان) نے زمزم کا کنواں کھودنا شروع کیا تو نذر مانی کہ اگر یہ معاملہ آسانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تو اپنا ایک بیٹا اللہ کی راہ میں ذبح کروں گا۔ جب اللہ نے آسانی سے کنواں کھدوا دیا تو قرعہ اندازی فرمائی تو نام حضرت عبداللہ کا نکلا (حضور علیہ السلام کے والد ماجد) لیکن برادری کے کہنے پر سو اونٹ فدیہ کے طور پر ذبح کر دیے گئے اور اللہ نے نور مصطفیٰ کے امین کو بچا بھی لیا اور ذبیح اللہ بھی بنا دیا۔

اس خاندان کی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا

جلیل القدر پیغمبر بھی رشک کرتا ہوا نظر آتا ہے چنانچہ محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں

كان مجتهد بني اسرائيل يقول اذا دعا اللهم اله ابراهيم و اسماعيل و اسرائيل فقال موسىٰ عليه السلام يا رب المجتهد بني اسرائيل اذا دعا قال اللهم اله ابراهيم و اسماعيل و اسرائيل و انا بين اظهرهم فقد اسمعتني بكلامك و اصطفيتني برسالتك قال: يموسىٰ لم يحبني احد حب ابراهيم قط، ولا خير بيني و بين شئي الاختارني. و اما اسماعيل فانه جاد بدم نفسه. و اما اسرائيل فانه لم ييأس من روحي في شدة نزلت به قط.

(الکشاف ج۴ ص۵٦)

بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عالم (مجتہد) جب بھی دعا کرتا تو کہتا اے اللہ! ابراہیم واسماعیل و یعقوب کے معبود۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا یا اللہ میں تیرا کلیم، تیرا رسول اس کے سامنے موجود ہوں لیکن یہ دعا میں (میرا حوالہ دینے کی بجائے) ابراہیم۔ اسماعیل اور اسرائیل کا وسیلہ پیش کرتا ہے فرمایا اے موسیٰ! میرے ساتھ جیسی محبت ابراہیم نے کی کسی اور نے نہ کی جب بھی میرے اور کسی شے کے درمیان ان کو اختیار دیا گیا انہوں نے مجھے ہی اختیار کیا۔ اور رہے اسماعیل! انہوں نے تو میرے لیے جان کی بازی لگا دی اور یعقوب علیہ السلام کی تو بات ہی کیا ہے کہ (یوسف کی جدائی میں کیا حالت ہو گئی لیکن) میری رحمت سے اس شدت میں بھی مایوس نہ ہوا بلکہ بیٹوں کو فرمایا لا تیئسوا من روح اللہ جاؤ یوسف کو تلاش کرو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کہ یہ کافروں کا کام ہے۔

دلِ ناشاد کی حالت دلِ ناشاد ہی جانے
غمِ اولاد کوئی صاحبِ اولاد ہی جانے

* * *

﴿۸۸﴾

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ، اَللّٰهُ يَرْزُقُ وَ اَنَا اُقْسِمُ

میں ہی ابوالقاسم ہوں اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج۱ص۱۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں **لا تجمعوا اسمی و کنیتی** یعنی میرا نام اور کنیت کوئی اپنے لیے جمع نہ کرے۔ نام میرے والا ہو تو کنیت میرے والی نہ ہو، کنیت میری ہو تو نام اور ہو۔ (بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ سرکار کی ظاہری حیات میں کسی کے لئے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہ تھا بعد میں جائز ہے)۔

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام بازار میں تھے

فقال رجل یا ابا القاسم فالتفت الیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال انما دعوت هذا فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم سمّوا باسمی ولا تکنوا بکنیتی. (متفق علیه)

ایک بندے نے آواز دی اے ابوالقاسم! حضور علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا میں نے (آپ کو نہیں) فلاں کو بلایا ہے تب حضور علیہ السلام نے فرمایا میرا نام تو رکھ لیا کرو کنیت نہ رکھا کرو۔

کیوں کہ نام رکھنے سے یہ غلط فہمی نہ ہوگی کہ کس کو بلا رہا ہے۔ ہزاروں کے نام بھی اگر محمد ہوں تو حضور علیہ السلام کو نام لے کر پکارنا بھی ناجائز ہے لہٰذا کوئی یا محمد! کہے گا تو ظاہر ہے حضور کے علاوہ کو ہی پکارے گا جب کہ حضور کو پکارنا ہو تو **یا ایها النبی. یا ایها الرسول** کہہ کر پکارنا ہوگا۔ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کو عامیانہ انداز میں جیسے ایک دوسرے کو بلا تکلف پکارا جاتا ہے پکارنے سے منع فرمایا گیا۔ **لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم**

بعضا۔ (سورۃ النور) نہ بناؤ رسول کا پکارنا آپس میں ایک دوسرے کے پکارنے کی طرح۔ اگر کوئی آپ کے بابرکت نام کی معنویت کو پیش نظر رکھ کر محبت سے یا محمد! لکھے یا پکارے گا تو وہ الگ بات ہوگی کیوں کہ وہاں انداز عامیانہ نہیں اور نہ خالی نام مقصود ہوتا ہے بلکہ اسم محمد کی برکات پیش نظر ہوتی ہیں جیسے جبرئیل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا یا محمد! یا بروز قیامت اللہ فرمائے گا یا محمد ارفع راسک۔

الغرض حضور علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا انہی کے نام پر حضور علیہ السلام کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

مختلف کتب میں آپ کی کنیت کے متعلق مختلف الفاظ آئے ہیں مثلاً **انا ابو القاسم اللہ یرزق و انا قاسم۔ انا ابو القاسم اللہ یعطی۔ انا ابو القاسم اقسم بینکم۔** (فتح الباری۔ مسند احمد) مذکورہ روایات میں لفظی اختلاف اگرچہ ہے، مگر کنیت ابوالقاسم ہی ہے جب کہ دلائل النبوۃ ج ا ص ۱۶۴ پہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں اس طرح بھی ہے۔

> **لما ولد ابراھیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ماریۃ جاریتہ کان یقع فی نفس النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہ حتی اتاہ جبریل علیہ السلام فقال السلام علیک ابا ابراھیم و فی روایۃ الفقیہ یا ابا ابراھیم۔**
>
> جب حضور علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیم آپ کی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوئے ہو تو آپ کے دل میں کوئی بات آئی تب جبریل امین نے حاضر ہو کر یوں سلام کیا اے ابراہیم کے باپ! آپ پر سلام ہو۔

چنانچہ آپ نے فرمایا **انا ابو ابراھیم** میں ابراہیم کا باپ ہوں۔ (کنز العمال) تاہم یہ تو ایک واقعہ ہے جب کہ آپ کی کنیت ابو القاسم ہی متعین ہے اور اگرچہ یہ کنیت بھی صاحبزادے کے نام کی وجہ سے تھی لیکن آپ نے جو وجہ بیان کی اس کا تعلق عقائد کی دنیا سے بھی ہے فرمایا **انما جعلت قاسما اقسم بینکم** (متفق علیہ) میں (صرف کنیت کی وجہ سے ابو القاسم ہی نہیں بلکہ) خود بھی قاسم ہوں کہ (اللہ کی ہر نعمت) تقسیم کرتا ہوں۔

تقسیمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند جھلکیاں حدیث کی روشنی میں

۱ — روی ابن ھشام ان فضالة ابن عمیر اللیثی اراد قتل النبی صلی اللہ علیه وسلم و ھو یطوف بالبیت عام الفتح فلما دنا منه قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم افضالة قال نعم فضالة یا رسول اللہ قال ما ذا کنت تحدث به نفسک قال لا شئی کنست اذکر اللہ فضحک النبی صلی اللہ علیه وسلم ثم قال استغفر اللہ ثم وضع یده علی صدره فسکن قلبه فکان فضالة یقول و اللہ ما رفع یده عن صدری حتی ما من خلق اللہ احب الی منه۔ (مدینة العلم)

ابن ہشام کی روایت ہے کہ فضالہ بن عمیر لیثی نے حضور علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا جب کہ آپ اور وہ بھی فتح مکہ کے سال بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھے جب حضور علیہ السلام کے قریب آیا تو آپ نے فرمایا ابھی اپنے دل میں کیا باتیں بنا رہا تھا؟ کہا کچھ نہیں میں تو اللہ کا ذکر کر رہا تھا حضور علیہ السلام نے مسکرا کر استغفر اللہ پڑھا پھر اپنا ہاتھ فضالہ کے سینے پہ رکھا تو (وہ سکون کی تلاش میں مارا مارا پھرنے والا پُرسکون ہو گیا

؎ دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے)

اس کے دل کو سکون آ گیا اور فضالہ کہا کرتا تھا کہ ہاتھ رکھ کر ابھی اُٹھایا نہیں تھا کہ اللہ کے نبی مجھے اللہ کی ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہو گئے۔

۲ — حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

قال النبی صلی اللہ علیه وسلم ان اول ما نبدأبه فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعله فقد اصاب سنتنا و من ذبح قبل فانما ھو لحم قدمه لا ھله لیس من النسک

فی شئی فقام ابو بردة و قد ذبح فقال ان عندی جذعة قال اذبحها و لن تجزئ عن احد بعدک۔ (بخاری:۵۴۱۸)

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس (عیدالاضحیٰ کے) دن سب سے پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت پر عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے بھیج دیا۔ وہ قربانی کے زمرے میں نہ آئے گا۔ حضرت ابو بردہ کھڑے ہوئے (عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو نماز سے پہلے ذبح کر چکا ہوں) اب میرے پاس ایک جذعہ (بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ جس کی قربانی جائز نہیں) ہے فرمایا تم اس کی قربانی کر لو لیکن یہ صرف تیرے لیے ہیں تیرے بعد کسی کے لئے جائز نہیں۔

۳۔ حضرت قتادہ نصر بن عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا

فاسلم علی انه لا یصلی الاصلا تین فقبل ذلک منه.

اور اس شرط پر ایمان لایا کہ میں صرف دو نمازیں پڑھا کروں گا تو حضور علیہ السلام نے اس کی یہ شرط قبول کر لی۔ (مسند امام احمد ج۵ ص۲۵)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بندہ گھبرایا ہوا سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا **هلکت** میں ہلاک ہو گیا فرمایا **ما ذاک** کیا ہوا؟ بولا **وقعت باهلی فی رمضان قال اتجد رقبة؟** میں روزے کی حالت میں بیوی کے پاس چلا گیا فرمایا غلام آزاد کر سکتے ہو؟ **قال لا** عرض کیا نہیں **قال هل تستطیع ان تصوم شهرین متتابعین** ۔ فرمایا پے در پے دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا نہیں۔ **قال هل تستطیع ان تطعم ستین مسکینا** ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ کہا نہیں

قال اجلس و مکث النبی صلی اللہ علیه وسلم فبینا نحن علی ذلک اتی النبی صلی اللہ علیه وسلم بعرق فیه تمر

والعرق المکتل الضخم قال این السائل قال انا قال خذ هذا فتصدق به فقال الرجل اعلی افقر منی یا رسول الله فو الله ما بین لا بیتها یرید الحرتین اهل بیت افقر من اهل بیتی فضحک النبی صلی الله علیه وسلم حتی بدت انیابه ثم قال اطعمه اهلک۔ (متفق علیہ) مشکوۃ ص۱۷۶

فرمایا بیٹھ جاؤ تھوڑی دیر بعد بڑا ٹوکرا کھجوروں کا آ گیا فرمایا سائل کہاں ہے عرض کیا حاضر ہوں آقا۔ فرمایا یہ لے جاؤ اور لوگوں میں بانٹ دو عرض کیا پورے مدینے میں مجھ سے زیادہ غریب ہی کوئی نہیں حضور علیہ السلام بہت ہنسے کہ دانت مبارک نظر آنے لگے فرمایا اپنے گھر لے جا (یہی تیرا کفارہ ہے)۔

ہر جرم پہ کرم، ہر خطا پہ عطا
رحمت مصطفیٰ اور کیا چاہیے

۵- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

من یضمن لی ما بین لحیتیه وما بین رجلیه اضمن له الجنة۔ (بخاری: ۶۳۲۷)

کون ہے جو اپنی زبان اور شرمگاہ کی مجھے ضمانت دے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

کون نہیں جانتا کہ ضمانت ملکیت والی شے کی ہی دی جا سکتی ہے یا پھر مالک کی طرف سے ماذون ہو ورنہ فضولی کا عقد ہی بے کار ہے تو جب حضور علیہ السلام خدا کی تملیک سے مالک جنت ہیں اسی لیے تو اللہ کی ہر نعمت کو تقسیم فرمانے کا اعلان کر رہے ہیں۔

ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

* * *

﴿۸۹﴾

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اَنَا اُحَرِّمُ الْمَدِيْنَةَ

میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں

(الجامع الکبیر ۲ ص ۹۷)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ان ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما و انی حرمت المدينة حراما ما بين ما زميها ان لا يهراق فيها دم ولا يحمل فيها سلاح لقتال ولا تخبط فيها شجر الا لعلف.

(رواہ مسلم مشکوۃ ص ۲۳۹)

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا پس اس کو حرام (عزت والا بنایا کہ بغیر احرام داخلہ ممنوع) قرار دیا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دو گوشوں کے درمیان کو، ان میں خون نہ بہایا جائے نہ جنگ کے لئے ہتھیار اُٹھائے جائیں نہ سوائے چارہ کے یہاں کا درخت کاٹا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب پہلا پھل پکتا تو مدینہ کے لوگ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لے کر آتے تو حضور علیہ السلام اسے ہاتھ میں لے کر دعائے برکت فرماتے "یا اللہ! ہمارے پھلوں میں ہمارے لیے برکت دے، ہمارے مدینہ میں برکت دے، ہمارے صاع، مد (پیمانے سے مراد ان میں ناپے جانے والے پھل غلہ وغیرہ ہیں) میں برکت دے۔ پھر یوں عرض کیا

ان ابراهيم خليلک و نبيک و انی عبدک و نبيک و انه دعاک لمكة و انا ادعوک للمدينة بمثل ما دعاک

لمکة و مثله معه ثم قال یدعوا اصغر و لید فیعطیه ذلک الثمر. (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص۲۳۹)

الٰہی ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور نبی ہیں اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی اور میں مدینہ کے لئے ویسی ہی دعا کرتا ہوں جیسی انہوں نے مکہ کے لئے کی اور اتنی اس کے ساتھ اور (دُگنی یا کئی گنا) پھر کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اس کو پھل عطا فرما دیتے۔ (یعنی دعا یا ختم کے بعد)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف کے لئے یوں دعا فرمائی۔

اللهم اجعل بالمدينة ضعفی ما جعلت بمكة من البركة.

یا اللہ! جو برکتیں تو نے مکہ مکرمہ میں دی ہیں ان سے دُگنی برکتیں مدینہ منورہ میں دے دے۔ (مشکوۃ ص۲۴۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے احد پہاڑ کو دیکھ کر یوں فرمایا

هذا جبل يحبنا و نحبه اللهم ان ابراهيم حرم مكة و انی احرم ما بين لا بتيها۔ (متفق علیہ۔ مشکوہ ص۲۴۰)

احد پہاڑ (ہوکر) ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم (رسول خدا ہوکر جوابا) اس سے محبت کرتے ہیں بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا اور میں دو گوشوں کے درمیان (مدینہ) کو حرم بناتا ہوں۔

حرم مکہ اور حرم مدینہ کے سلسلہ میں مذکورہ احادیث سے ہر شخص آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف فرمائی اور مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱- باوجود اس کے کہ اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے لیکن پھر بھی مکہ و مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کی بجائے ابراہیم و محمد علیہما السلام کی طرف کرکے اس دور کے خانہ

ساز تصور شرک کی جڑ کاٹ دی گئی۔ ابراہیم بھی خدا نہیں بلکہ خدا کے خلیل ہیں اور ہمارے آقا بھی خدا نہیں بلکہ خدا کے حبیب ہیں۔ وہ مکہ کو حرم بنا رہے ہیں یہ مدینہ کو، کیا اللہ کا ذکر کر دینا ہی کافی نہیں تھا اور کیا یہ ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب؟

؎ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

۲- علماء فرماتے ہیں جو فرق خلیل وحبیب میں ہے وہی فرق ان کی دعا میں ہے اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی ظاہری و باطنی برکات میں ہے یعنی مدینہ میں مکہ سے دُگنی برکات ہیں کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ڈبل برکت کی دعا فرمائی۔ یہ برکات رزق کی ہوں یا ثواب کی حِسّی ہوں یا معنوی۔ لہٰذا کوئی بعید نہیں کہ مکہ میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نماز کے برابر ہو اور مدینہ میں ان احادیث کی بنا پر ایک نماز کا ثواب دو لاکھ کے برابر ہو یا یہ کہ کمیت (تعداد) میں تو پچاس ہزار ہو لیکن کیفیت (عظمت) کے اعتبار سے وہ پچاس ہزار کئی لاکھ کے برابر ہوں جیسے ایک طرف دس دس کے سو نوٹ ہوں اور دوسری طرف ہزار ہزار کے صرف پانچ ہی نوٹ ہوں تو اگرچہ گنتی میں زیادہ تو سو ہی ہیں مگر قدر و قیمت میں یہ پانچ ان سو پہ بھاری ہیں۔

۳- بے جان چیزیں بھی حضور علیہ السلام سے محبت کرتی ہیں اور جواب میں حضور علیہ السلام ان سے محبت فرماتے ہیں تو اگر کوئی غلام دل سے اپنے آقا سے محبت کرے گا تو حضور علیہ السلام جواب میں کیوں نہ محبت کریں گے۔ احد پہاڑ کا حضور علیہ السلام سے محبت کرنا کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کا انکار کیا جائے یا یہ تاویل کی جائے کہ اس سے مراد احد کے باشندوں کی محبت ہے۔ کیا حضور علیہ السلام کے فراق میں اونٹ نہیں روئے، اور استن حنانہ تو آج بھی اعلان کر رہا ہے کہ ؎ مار دیندی اے جُدائی حضور دی۔ بخاری کی حدیث میں حضور علیہ السلام کے قدوم مَیمنت لزوم کا احد پہاڑ پہ لگنا اور احد کا وجد میں آکر جھومنا اور پھر سرکار کا ایڑی مار کر فرمانا **اثبت احد فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان** "اے احد! ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں" بھی موجود ہے اور پھر کیا ہوا بقول اعلیٰ حضرت

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں
ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں
دو قمر، دو پنجۂ خور، دو ستارے، دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں
اے رضاؔ طوفان محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
شاد ہوھیں کشتی امت کو لنگر ایڑیاں

یعفور گدھے کا واقعہ

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر مال غنیمت میں سے حضور علیہ السلام کے حصے میں ایک سیاہ رنگ کا گدھا آیا آپ نے اُس سے گفتگو فرمائی تو اس نے بولنا شروع کر دیا۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے تو اس نے کہا میرا نام یزید بن شہاب ہے اللہ نے میرے آباؤ اجداد میں ستر ایسے گدھے پیدا کیے جن پر ستر نبیوں نے سواری فرمائی اور مجھے امید تھی کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں گے کیوں کہ میں ان گدھوں میں آخری گدھا ہوں اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں (مرزائی گدھے سے بھی گئے گزرے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد مرزا کو نبی بنا بیٹھے) اس سے پہلے میں ایک یہودی کے پاس تھا وہ مجھے بہت مارتا، بھوکا پیاسا رکھتا کام بہت لیتا تھا۔ آپ نے فرمایا آج سے تیرا نام یعفور ہے بمعنی تیز رفتار حضور علیہ السلام نے کسی کو بلانا ہوتا تو گدھے کو بھیجتے یہ جا کر دروازے سے سر مارتا جب وہ باہر نکلتا تو سر سے مدینہ کی طرف اشارہ کرتا کہ۔

چل تجھ کو مدینے میں سرکار بلاتے ہیں

(وہ بھی آگے سے کہتا ہوگا۔

اس آس پہ جیتا ہوں کہہ دے یہ کوئی آ کر
چل تجھ کو مدینے میں سرکار بلاتے ہیں)

جب حضور علیہ السلام کا وصال ہوا تو اس گدھے نے ہجر رسول میں ایک گڑھے میں چھلانگ لگا کر اپنا خاتمہ کر لیا۔ (تفسیر بینات القرآن ج ا زیر آیت او کالذی مر علی قریة بحوالہ مواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۵۵۴ مطبوعہ بیروت، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ)

۴ تمام حسین صرف انسانوں کے محبوب ہوتے ہیں حضور علیہ السلام انسانوں، جنوں، لکڑیوں، پتھروں بلکہ خدا کے بھی خدائی کے بھی محبوب ہیں۔ دوسرے محبوبوں کو ہزاروں نے دیکھا مگر محب ایک دو ہوئے حضور علیہ السلام کو آج کسی نے نہیں دیکھا ہوا مگر محبت کرنے والے اربوں کھربوں ہیں اور ایسے کہ

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کے لئے
جو تیرے کوچے میں ہے وہی کفن بر دوش ہے

سرکار کو پتھر کے دل کا بھی حال معلوم ہے کہ کس پتھر میں ہماری کتنی محبت ہے پھر ہمارے دل کی کیفیات سے کیوں آگاہ نہ ہوں گے۔ حضور علیہ السلام کو اپنا عشق و محبت جتانے اور ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں انہیں ہمارے حالات خود ہی معلوم ہیں

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

اُحد نے کہا تو نہیں تھا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ جس کے دل میں حضور علیہ السلام کی محبت نہ ہو وہ پتھروں سے بھی گیا گذرا ہے بلکہ سابقہ حدیث کی روشنی میں گدھوں سے بھی گیا گذرا ہے۔ جو حضور علیہ السلام سے محبت کرے گا جواب میں حضور علیہ السلام بھی اس سے محبت کریں گے جب پتھر سے کرتے ہیں انسان تو پھر اشرف المخلوقات ہے۔ حضور علیہ السلام کی محبت آپ کی محبوبیت کا ذریعہ ہے جو چاہتا ہے حضور علیہ السلام اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ وہ حضور علیہ السلام سے محبت کرے۔ جو حضور علیہ السلام کا محبوب بن گیا وہ تمام جہانوں کا محبوب ہو گیا دیکھو آج ہم کیوں احد پہاڑ سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ہمارے آقا کا محبوب ہے۔ اولیاء اللہ سے بھی محبت کرنے کی یہی وجہ ہے کہ یہ ہماری سرکار کے پیارے ہیں الحمد للہ جتنے حضور علیہ السلام کے پیارے ہیں وہ سارے ہمارے ہیں جو ان سے پیار نہ کرے وہ قسمت کے مارے ہیں

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی
ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

اور مدینہ طیبہ سے محبت کرنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقا نے مدینہ سے محبت کی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا (ایسا شدید کہ مکہ کو یاد کر کر کے شعر پڑھتے) حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے دعا فرمائی۔

اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشدو صححا و بارک لنا فی صاعها و مدها و انقل حماها فاجعلها بالجحفة۔ (متفق علیہ)

الٰہی مدینہ ہمیں ایسا پیارا کر دے جیسے مکہ پیارا تھا یا اس سے بھی زیادہ اور اسے صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع و مد میں ہمارے لیے برکت دے اور یہاں کے بخار کو وادی جحفہ میں منتقل کر دے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک خواب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے کالی سیاہ بکھرے بالوں والی عورت دیکھی جو مدینہ سے نکلی اور مھیعہ میں اتر گئی (وادی جحفہ) جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہی مدینہ کی وبا تھی (مشکوۃ) اس کے بعد مدینہ کی حالت یہ ہو گئی کہ

نہ جنت نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا
مزہ جو مدینے کی گلیوں میں دیکھا

۵۔ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ کا نام یثرب (بیماریوں کا مرکز) تھا، پانی کڑوا تھا زمین بنجر و بے آباد تھی۔ آپ تشریف لائے تو پانی میٹھا ہو گیا زمین آباد ہو گئی اور یثرب مدینہ بن گیا۔

؎ جن کی آمد سے یثرب مدینہ بنا
اُن کے قدموں کی برکت پہ لاکھوں سلام

پہلے دار الوبا تھا اب دار الشفاء بن گیا اور ایسا کہ غبار المدینة فیه شفاء للبرص۔ جب لاعلاج مرض کے لئے مدینے کی مٹی شفا ہے تو ماننا پڑے گا

؎ نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اُٹھا لے جائے تھوڑی خاک اُن کے آستانے سے

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ دورانِ حج پھسلے تو ہڈی ٹوٹ گ[illegible] نے کہا حج نہیں ہو سکے گا عرفات نہ جاؤ ہسپتال جاؤ فرمایا ہم ساری عمر بیماریوں کو مدینے بھیجتے رہے اور اب خود مدینہ کے قریب آ کر بیمار ہوا ہوں تو کیوں نہ مدینہ جاؤں۔ مجھے مدینے لے جاؤ ڈاکٹر کہنے لگے سفر سے تکلیف بڑھے گی فرمایا بڑھنے دو، مدینے پہنچ گئے درود و سلام پڑھ کر جالی کے ساتھ کندھا لگایا ساری عمر ہڈی ٹوٹی رہی مگر مرتے دم تک درد بھی نہ ہوئی اور کام بھی کرتی رہی ڈاکٹر ہڈی جوڑ کر صحیح کرتے ہیں مدینے والے ٹوٹی ہوئی سے کام لے لیتے ہیں

؎ وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول کا سُرمہ بنائیں ہم

اے خنک شہرے کہ در وے دلبر است

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ (النساء ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب! تیرے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

قرآن مجید کی یہ آیہ مبارکہ قیامت تک گنہگاروں کے لئے مژدۂ جانفزا ہے کہ جب تک ظلم ہوتا رہے گا معافی کا سلسلہ قائم رہے گا اور یہ معافی مشروط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر، کہ اگر ان کی سفارش کے بغیر معاف کرنا ہوتا تو جاءوک نہ فرمایا جاتا اور اگر

معاف کرنا ہی نہ ہوتا تو پھر بھی جاءوک کہہ کے نہ بلایا جاتا

مجرم بلائے جاتے ہیں جاءوک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اور اگر کوئی غریب گناہ تو کر بیٹھے مگر وہاں پہنچ ہی نہیں سکتا، غربت آڑے آ گئی تو سرکار کا تصور کرے۔ وہ خود تشریف لے آتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے۔ آخر امام بوصیری پہ کرم ہو سکتا ہے تو اس پہ کیوں نہیں ہو سکتا۔

بندہ گناہ کر کے ناراض خدا کو کرتا ہے مگر خدا فرماتا ہے میرے حبیب کو راضی کر لے تو میں بھی راضی ہوں۔

تفاسیر میں ہے ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی وفات کے تین دن بعد مدینہ آیا حضور علیہ السلام کا پوچھا تو پتہ چلا وصال ہو گیا ہے قبر مبارک پہ گیا عرض کرنے لگا میں نے جان پہ ظلم کیا ہے اور بحکم قرآن آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ قبر سے آواز آئی جا تیری نجات ہو گئی۔
(قرطبی بحوالہ ضیاء القرآن۔ خزائن العرفان زیر آیت ولو انهم اذ ظلموا)

الدرر السنیہ ص ۲۳ پہ ہے ایک اعرابی روضہ انور پہ حاضر ہوا اور یوں دعا کرنے لگا اللهم ان هذا حبيبک و انا عبدک و الشيطان عدوک یا اللہ! یہ (روضے والے) تیرے محبوب ہیں، میں تیرا بندہ ہوں اور شیطان تیرا دشمن ہے اگر تو مجھے معاف کر دے تو تیرا حبیب راضی ہوگا (کہ اس کے گنہگار امتی کو معاف کر دیا گیا) وفاز عبدک تیرا بندہ کامیاب ہو جائے گا اور تیرا دشمن شیطان جل جائے گا اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو تیرا دشمن شیطان خوش ہوگا، تیرا بندہ ہلاک ہوگا اور تیرا محبوب خوش نہ ہوگا اور اے اللہ! تیری رحمت کب گوارہ کرتی ہے کہ تیرا محبوب پریشان ہو اور اے میرے رب! جب عرب کا کوئی سردار مرتا ہے تو اس کی قبر پہ غلام لے جا کر آزاد کیا جاتا ہے و ان هذا سيد العالمين فاعتقني على قبره يا ارحم الراحمين اے اللہ! یہ تو سید العالمین کی قبر انور ہے مجھے بھی جہنم سے آزاد فرما دے۔ اس کی درد بھری آواز سن کر بے شمار حاضرین نے کہا اے بھائی ان الله قد غفر لک بحسن هذا السؤال جا اللہ نے تیرے اس حسن سوال کی بدولت تجھے بخش دیا ہے۔

جس خدا نے اياک نعبدو اياک نستعين کہہ کر ہمیں اپنی عبادت کرنے اور

اپنی ذات سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے اسی رب نے ہماری اس طرح مدد فرمائی ہے کہ گناہوں کی معافی چاہتے ہو تو درِ رسول پہ حاضر ہو جاؤ لیکن ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ مومن درِ رسول پہ کشاں کشاں جائے گا اور منافق خدا کے در پہ تو بھاگ کر جائے گا مگر خدا کے رسول کے در کی حاضری سے گھبرائے گا۔

و اذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل الله والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا۔ (النساء۶۱)

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لوّ وارؤسهم و رایتهم یصدون و هم مستکبرون۔ (المنافقون)

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر (بندر کی طرح) گھماتے ہیں (کہ رسول کے پاس نہیں جائیں گے) اور تم دیکھو گے تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اور جو رسول کی بارگاہ میں جانے سے گھبراتا ہے اس کی رب کی بارگاہ کی حاضری بھی قبول نہیں

؎ یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نا منظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے

بخاری ج ا ص ۱۶ پہ حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔

اذا قبل ثلثة نفر فاقبل اثنان الی رسول الله صلی الله علیه وسلم و ذهب واحد فوقفا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاما احدهما فرایٰ فرجة فی الحلقة فجلس فیها واما الاخر فجلس خلفهم و اما الثالث فادبر ذاهبا فلما

فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم قالا الا اخبركم عن النفر الثلثة اما احدهم فاوىٰ الى الله فاواه الله و اما الاخر فاستحيى فاستحيى الله منه و اما الاخر فاعرض فاعرض الله عنه.

تین شخص آئے ایک قریب ہو کر بیٹھ گیا دوسرا ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا تیسرا واپس چلا گیا سرکار نے وعظ سے فارغ ہو کر ان تینوں کا حال بیان فرمایا۔ فرمایا ایک نے اللہ سے پناہ طلب کی اللہ نے اس کو پناہ دے دی دوسرا شرماتا رہا اللہ بھی اس سے شرما گیا (اس کو رحمت سے نہ نوازا) تیسرے نے اللہ سے منہ موڑا اللہ نے اس سے منہ موڑ لیا۔

سوال یہ ہے کہ وہاں تو رسول اللہ تھے اور حضور فرماتے ہیں اللہ نے پناہ دی، اللہ شرما گیا، اللہ نے اعراض کیا، ماننا پڑے گا

؎ بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور یہ بھی ماننا ہوگا

؎ وہ جو اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
اور وہ جو اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا

لا تشدوا الرحال الا الى ثلثة مساجد

بعض لوگ اس حدیث کی آڑ لے کر روضہ مبارکہ کی نیت کر کے جانے سے منع کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث سے آگے والی حدیث میں' بخاری شریف ص ۱۵۹ موجود ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے (ماضی استمراری ہے بار بار) و کان یزوره راكبا و ماشيا ۔ کبھی پیدل جاتے کبھی سوار ہو کر جاتے۔ کیا (نعوذ باللہ) حضور نے خود ہی اپنی بات کا خلاف شروع کر دیا۔ جب کہ عاشقانِ مصطفیٰ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ

اُنؐ کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

خود مدینہ سے روکنے والے کبھی سسرال جارہے ہوتے ہیں کبھی بازار جارہے ہیں اور کبھی کسی جلسہ میں خطاب کرنے۔ اس وقت بھی مذکورہ حدیث کے اطلاق پر عمل کر کے کہیں نہ جایا کریں، صرف مدینہ جاتے ہوئے ہی یہ حدیث یاد آتی ہے؟ حالانکہ قرآن نے مدینہ سے بھاگنے کو علامت نفاق قرار دیا ہے۔

ثم لا یجا ورونک فیھا الا قلیلا ملعونین۔ (الاحزاب)

پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن، پھٹکارے ہوئے (لعنتی)۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

انی احرم ما بین لا بتی المدینه ان یقطع عضا ھھا او یقتل صیدھا و قال المدینه خیر لھم لو کانوا یعلمون لا یدعھا احد رغبة عنھا الا ابدل الله فیھا من ھو خیر منه ولا یثبت احد لا وائھا و جھدھا الا کنت لهٔ شفیعا او شھیدا یوم القیمة۔ (رواہ مسلم)

میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان یہاں سے کانٹے کاٹنا، یہاں کا شکار کرنا حرام کرتا ہوں۔ فرمایا مدینہ مسلمانون کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانتے ہوتے، ایسا کوئی نہیں جو مدینہ سے بے رغبتی کرتے ہوئے چھوڑ دے مگر اللہ اس سے بہتر کو مدینہ میں لا بسائے گا اور کوئی شخص مدینہ کی بھوک اور سختی پر صبر نہ کرے گا مگر میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

بعض ناہنجاروں کو گنبد خضریٰ بھی شرک نظر آتا ہے اگر گنبد شرک ہے تو یہ گنبد تو مقام ابراہیم پہ بھی بنا ہوا ہے حالانکہ کعبہ کے قریب بھی شرک نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ اس کے اندر شرک ہونے لگے اور اگر مقام ابراہیم پہ گنبد شرک نہیں تو مقام مصطفیٰ پہ کیسے شرک ہوسکتا ہے

؎ گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس بات پر تمام امت کا اجماع نقل فرمایا ہے **ان موضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل بقاع الارض** ۔ کہ حضور علیہ السلام کا روضہ منور روئے زمین سے افضل واعلیٰ ہے۔ کیوں نہ ہو کہ روضے والا خود سب سے افضل واعلیٰ ہے

؎ اک طرف روضے کا نور اک سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ مدینہ طیبہ میں روضہ شریف کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پشت کر کے تشریف فرما تھے کہ ایک نجدی سپاہی کہنے لگا کعبہ کو پشت کر کے بیٹھے ہو کیا روضہ شریف کعبہ سے افضل ہے فرمایا تم کعبہ کی بات کرتے ہو میں عرش سے بھی افضل سمجھتا ہوں معاملہ قاضی کے پاس چلا گیا اس نے دلیل طلب کی تو آپ نے فرمایا قرآن میں ہے **لئن شکرتم لا زیدنکم** اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا تو کیا عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پہ شکر نہیں کر رہے؟ تو پھر انتقال کے بعد ان کی قبر عرش پہ بنی چاہیے حالانکہ حضور فرماتے ہیں کہ وہ میرے روضے میں دفن ہوں گے۔ قاضی صاحب مبہوت ہو گئے اور کاظمی صاحب مسرور ہو گئے۔

؎ رحمت نہیں ہے مسجد نبوی پہ منحصر
سارا مدینہ پاک ہے دار السلام ہے
طیبہ کی زندگی ہو مدینے کی موت ہو
میری یہی خدا سے دعا صبح و شام ہے
سلطان و شہر یار بھی اس در کے ہیں گدا
اس در کا ہی سکندر کم تر غلام ہے

مکہ و مدینہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو مکہ کے لئے دعا فرمائی اللہ نے وہ بھی قبول فرمائی اور ہمارے آقا و مولا نے مدینہ شریف کے لئے جو اس سے دُگنی برکت کی دعا فرمائی اللہ نے

وہ بھی قبول فرمائی جب اللہ عام بندے کے ہاتھ خالی واپس پھیرنے سے حیا فرماتا ہے تو خلیل و حبیب کی دعا کو کیسے رد فرمائے گا۔ ایک حدیث میں فرمایا

ان ابراهيم حرم مكة و دعالها و انى حرمت المدينة كما حرم ابراهيم مكة و دعوت لها فى مدها و صاعها مثل ما دعا ابراهيم لمكة.

بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے دعا فرمائی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور مدینہ کے لئے دعا کی اس کے مد و صاع میں (برکت کی) جیسے دعا کی ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے۔

جب کہ دوسری احادیث میں آپ پڑھ چکے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ کے لئے مکہ سے دُگنی برکت کی دعا کی۔ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے ایک تو کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی جس کو مثال کے ذریعے پہلے سمجھا دیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر مان بھی لو کہ مکہ میں ثواب بہر حال زیادہ ہے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ مکہ میں اگر کوئی ایک گناہ کرے گا تو لاکھ گناہ لکھا جائے گا جب کہ مدینہ میں ایک گناہ ہو جائے تو پچاس ہزار نہیں لکھا جاتا بلکہ ایک گناہ ہی لکھا جائے گا۔

اس لیے کسی نے کیا خوب فرمایا

کعبہ کی حاضری میں بھی لذت تو ہے
پر نہیں وہ جو لذت مدینے میں ہے
اِن سروں کے یہ سجدے تو کعبے کو ہیں
پر دلوں کی عبادت مدینے میں ہے

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام مکہ کی زندگی سے ڈرتے تھے کہ بتقاضائے بشریت اگر وہاں گناہ ہو گیا تو ان نیکی کے خوگر و متلاشی اور گناہ سے حتی الوسع بچنے والوں کے کھاتے میں ایک ہی گناہ پر لاکھ کا بوجھ پڑ جائے گا۔

اس بات کو امام اہل سنت، نے اپنے رنگ میں یوں بیان فرمایا جب کسی نے مکہ و مدینہ

کی حاضری کا فرق پوچھا

ے واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو
غور سے سُن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

مثال (میزاب رحمت)

دُکاندار اپنی دُکان کا پتہ بتانے کے لئے چوک میں بورڈ لگا دیتا ہے اور ساتھ تیر کے نشان سے اشارہ بنا دیتا ہے کہ دُکان ادھر ہے۔ تو جن خوش نصیبوں کو کعبہ کی زیارت ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ کعبہ کا پرنالہ (میزابِ رحمت) بھی یہی منظر پیش کر رہا ہے کہ حج تو یہاں کر لیا مگر اس کی قبولیت چاہتے ہو تو میرے اشارہ کو سمجھو اور جاؤ مدینے۔

کیوں کہ حج یہاں ہوتا ہے اور قبولیت کی مہر وہاں لگتی ہے ادھر سے کعبہ اشارہ کرتا ہے اور ادھر مدینہ کے درودیوار کہتے ہیں

ے حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

اور اعلیٰحضرت نے جو یہ فرمایا کہ ے میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو۔
اس میں بھی عجیب نکتہ ہے کہ حاجیو! تم نہیں جانتے اس پیارے کی عظمت کو، مجھ سے پوچھو کہ ان کے آنے سے پہلے میری کیا حالت تھی، میں بتوں سے اٹا پڑا تھا انہوں نے آ کر مجھے بتوں سے صاف کیا اور انہوں نے ہی آ کر اپنی دعاؤں سے مجھے سارے جہان کا قبلہ بنایا لہٰذا اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی بجائے

ے میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ پیارا وہ ہے جو پہاڑ پر چڑھے تو سارے پہاڑ کو ہی "جبل نور" بنا

دے پھر کعبہ میں آئے تو اس کو کیوں نہ بیت اللہ بنائے، اسی لیے جب یہ پیارا تشریف لایا تو کعبہ نے جھوم کر اس کا استقبال فرمایا۔

لیلۃ ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم تزلزلت الکعبۃ ولم تسکن بثلثۃ ایام ولیا لیھن۔ (سیرت حلبیہ)

حضور علیہ السلام کی ولادت پر تین (دن) راتیں کعبہ وجد کرتا رہا۔

؎ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

کیوں کہ

؎ آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے
آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

ہندوستان کا مشہور شاعر ایک نعت لکھ کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لایا کہ دکھائے وہ کتنا بڑا شاعر ہے۔ جس میں ایک شعر یہ تھا

؎ کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

آپ نے فرمایا اس شعر کا مصرعہ ثانیہ بارگاہ رسالت کے شایان شان نہیں (حالانکہ اس کے لئے یہی مصرعہ پوری نعت کی جان تھا) فوراً بولا کیا خرابی ہے اور یہ مصرعہ کیسے ہونا چاہیے فرمایا اس میں فرشتوں کو مجنوں کہا گیا ہے اور روضہ رسول کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے اور ایسے ہونا چاہیے۔

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے

وہاں (مکہ میں) اللہ کا گھر ہے، یہاں (مدینہ میں) رسول اللہ کا گھر ہے، وہاں آب زمزم ہے، یہاں آب کوثر ہے، وہاں خدیجہ ہے، یہاں زہراء ہے، وہاں غار حرا ہے، یہاں گنبد خضریٰ ہے، وہاں لڑائی حرام ہے، یہاں جدائی حرام ہے، وہاں بیت جبار ہے، یہاں یاروں کا یار ہے، وہاں میدانِ عرفات ہے، یہاں رحمت کی برسات ہے، وہاں جلال خدا ہے، یہاں جمال

مصطفیٰ ہے

؎ طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

قرآن مجید میں بیت اللہ کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا **الذی ببکۃ مبارکا** وہ کعبہ جو مکہ میں ہے (تاکہ کعبہ کی عظمت کے ساتھ ساتھ مکہ شہر کی شان بھی واضح ہو جائے) کہ کعبہ کی عظمت تو بہت ہے جس شہر میں کعبہ ہے کعبہ کی نسبت سے اس شہر کی عظمت بھی بہت ہے تو جب کعبہ کی نسبت نے پورے شہر کو یہ فضیلت دے دی تو جو کعبے کا کعبہ ہے اس کی نسبت نے شہر مدینہ کو کتنی عظمت بخشی ہوگی

؎ ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

علامہ اقبال اور حاضری مدینہ

اقبال فرماتے ہیں یا رسول اللہ

؎ تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم وگرنہ جز تو مارا منزلِ نیست

حضور آپ نے فرمایا ہے تو ہم مدینہ آتے ہیں ورنہ ہماری منزل تو آپ ہی ہیں، کیوں کہ آپ ہی کی وجہ سے مکہ کو عظمت ملی اور مدینہ کو رتبہ ملا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد۔ (سورۃ بلد ۱،۲)

میں اس شہر مکہ کی قسم صرف اے محبوب! تیری وجہ سے یاد فرما رہا ہوں۔

اس لیے شہر مکہ کی قسم نہیں کہ یہاں کعبہ ہے، حطیم ہے، زمزم ہے، منیٰ، مزدلفہ، عرفات ہے، صفا، و مروہ و مقام ابراہیم ہے ان سب کی شان اپنی جگہ مسلم ہے مگر اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسم اپنے محبوب (کے قدموں کی نسبت جو شہر مکہ کی گلیوں کو حاصل ہے) کی وجہ سے یاد فرماتا ہے لہٰذا محبوب مکہ میں ہو تو مکہ کی قسم مدینہ جائے تو مدینہ کی قسم حضرت آمنہ کے بطن میں آئے تو اس کی قسم حلیمہ کی گود میں آئے تو اس کی قسم صدیق اکبر کے کندوں پہ سوار ہو جائے تو ان کی قسم

عبداللہ دا چن دکھیاں دا سجن
جتھوں لنگدا گیا رنگ لاندا گیا

علامہ اقبال نے شیخ عبدالعزیز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی دیوانہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قبر انور کو بوسہ دے لے تو خواہ مخواہ اس کو سجدہ قرار دے کر شرک کا فتویٰ نہ لگایا کرو ہو سکتا ہے وہ اپنی پلکوں سے در رسول پہ جھاڑو دے رہا ہو

سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں
بروبم از مژہ خاک در دوست

حضرت ایوب انصاری کا حجاج کو جواب

یہی جواب حضرت ابوایوب انصاری نے حجاج بن یوسف کو دیا جب آپ پریشان ہو کر قبر انور پہ سر رکھ کے پڑے ہوئے تھے تو حجاج نے اعتراض کیا آپ نے فرمایا جئت رسول اللہ ما جئت صنما۔ میں رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی بت کے پاس نہیں اور رسول اللہ نے خود فرمایا تھا جب حاکم ظالم ہوں تو شکوہ شکایت میرے پاس ہی آ کے کر لینا۔ اس کے بعد علامہ اقبال نے شیخ کو کہا

تو ہم آں مے بگیر از ساغر دوست
کہ باشد تا ابد اندر بر دوست

کہ تو بھی محبوب کے ہاتھوں جام پی لے تا کہ محبوب تجھے اپنے دامن میں لے لے یعنی دوسرے لفظوں میں عقیدہ درست کر لے تا کہ جیسے داتا صاحب نے کشف المحجوب میں اپنا خواب بیان کیا کہ حضور علیہ السلام امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو بغل میں لے کر پیار کر رہے تھے اگر تو بھی حضور کی محبت کا جام پی لے گا تو تجھے بھی اللہ کے محبوب اپنی بغل میں لے کر پیار کریں گے کیوں کہ بدعقیدہ تو نبی کی زندگی نہیں مانتا بغل میں لینا کیسے مانے گا؟

علامہ اقبال سے کسی نے حجاز مقدس میں بننے والے ہسپتال کے لئے چندہ مانگا تو اقبال نے چونک کر کہا

؎ اوروں کو دیں حضور یہ پیغامِ زندگی
میں موت مانگتا ہوں زمینِ حجاز میں

حدیث میں ہے من استطاع منکم ان یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها (کنز العمال ج ۱ ص ۱۲۵) ہو سکے تو مدینہ میں آ کر مرو، مدینہ میں مرنا تمہارا کام ہے شفاعت کر کے بخشوانا میرے پیارے نبی کا کام ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

؎ جب اپنے غلاموں کی آقا تقدیر بنایا کرتے ہیں
جنت کی سند دے دیتے ہیں روضے پہ بلایا کرتے ہیں
اے دولت عرفاں کے منگتو اس در پہ چلو جس در پہ صدا
دن رات خزانے رحمت کے سرکار لٹایا کرتے ہیں

مدینہ میں رحمت ہی رحمت

جب حضور علیہ السلام نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو لگتا ہے اللہ نے مکہ کو جلال کی نظر سے دیکھا اور جس شہر نے اللہ کے محبوب کو پناہ دی اس کو اللہ نے محبت و جمال کی نظر سے دیکھا اس لیے مکہ جلال کا مرکز بن گیا مدینہ جمال کا مرکز بن گیا۔ ہزاروں لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ مکہ کے لوگ جلالی، غصہ والے، جھگڑالو اور سخت طبیعت کے ہیں اور مدینہ کے لوگ جمالی، نرم مزاج اور درگذر کرنے والے رحیم و کریم اور سخی ہیں۔ شاید اس لیے کہ تھانیدار کا ہمسایہ بھی سخت مزاج اور اس ہمسائیگی کی وجہ سے دلیر ہو جاتا ہے اور مدینہ والے رحمۃ للعالمین کے ہمسائے ہونے کی وجہ سے نرم دل ہیں، کیوں کہ فبما رحمة من الله لنت لهم کا تقاضا یہی تھا۔ اللہ نے مدینہ کو ایسی رحم و کرم کی نظر سے دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے اعلان کر دیا ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔ کہ میرے گھر سے لے کر منبر تک جگہ کو اللہ نے دنیا میں ہی جنت بنا دیا ہے

؎ اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

گویا خدا کی جنت تو مرنے کے بعد حساب و کتاب کے بعد ملے گی اور مصطفیٰ نے یہاں ہی در جنت کھول دیا ہے جو آئے سیدھا جنت میں جائے۔ اور ایسی جنت کہ ستر ہزار فرشتے صبح

آئیں ستر ہزار شام کو، جو ایک بار آئے دوبارہ آنے کی قیامت تک اجازت نہیں اور حضور پاک کے غلام روزانہ سو بار بھی جائیں تو کوئی رکاوٹ نہیں

؎ اک وار فرشتے روضے تے جو آون فیر نہ آوندے نیں
سرکار دے امتی نیں جیہڑے مُڑ مُڑ کے بلائے جاندے نیں

اور مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا

؎ سیرِ گلشن کون جائے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون دیکھے در تمہارا چھوڑ کر

مکہ اور بکہ کا معنی

قرآن مجید میں مکہ کو بکہ فرمایا گیا اس کا معنی ہے "کچلنا" تو مکہ کو بکہ اس لیے کہا گیا کہ جو بھی اس کو نقصان پہنچانا چاہے گا خود کچلا جائے گا جیسا کہ اصحاب فیل کا واقعہ سورۂ فیل میں ہے اور مکہ کا معنی ہے "چوسنا" چونکہ اس کی زیارت سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور بندہ ایسے ہو جاتا ہے کیوم ولدته امه (الحدیث) جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (گویا یہ گناہوں کو چوس لیتا ہے) الغرض مکہ کے زائر کو یہ انعام ملتا ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جب کہ زائر مدینہ کو دو انعام نصیب ہوتے ہیں من زار قبری و جبت له شفاعتی۔ گناہوں کی بخشش بھی اور شفاعت مصطفوی بھی، جس کی لذت کو اہل عشق و محبت ہی جانتے ہیں

؎ کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گناہ پرہیز گاری واہ واہ

وہ (مکہ) حرم خدا ہے یہ (مدینہ) حرم مصطفیٰ ہے، جو اس کی حدود میں داخل ہو جائے وہ شکار شکاری سے امن پا جاتا ہے اور جو گنہ گار اس کی پناہ میں آ جائے وہ نارِ جہنم سے امن پا جاتا ہے۔

؎ وہاں خیر و شر کی پرسش وہاں خوف سے لرزنا
یہاں عفو کا بہانہ یہاں ناز سے مچلنا
وہ خدا کا آستانہ، یہ نبی کا آستانہ

اور اقبال نے کیا خوب کہا

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرمہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

مکہ اور مدینہ کی نماز

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب الی دیار المحبوب میں فرماتے ہیں کہ جو حدیث میں کعبہ کی نماز کا ایک لاکھ اور مسجد نبوی کی نماز کا پچاس ہزار نماز کے برابر ثواب بیان ہوا ہے اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ کعبہ کی نماز کی نسبت مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف ہے یعنی اگر لاہور کی کسی مسجد کی ایک لاکھ نماز ہو تو کعبہ کی ایک بنتی ہے اور مسجد نبوی کی نماز کی نسبت کعبہ کی طرف ہے یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھو تو کعبہ کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ کیوں کہ وہ بنیاد خلیل ہے اور یہ بنیاد حبیب ہے وہاں غاریں ہیں اور یہاں ان غاروں کو بسانے والے ہیں، وہ پیشانیوں کا قبلہ ہے یہ دلوں کا قبلہ ہے، وہاں سر جھکتے ہیں۔ یہاں دل جھکتے ہیں وہ صرف کعبہ ہے یہ کعبہ کا کعبہ ہے، تبھی تو نماز کے دوران حضور بلائیں تم آجاؤ کام کرو باتیں کرو چار گھنٹے کے بعد نماز جہاں چھوڑی تھی وہیں سے شروع کرو نہ نماز ٹوٹی ہے نہ قضا ہوئی ہے اگر تم کہو منہ کعبہ سے پھر گیا ہے تو میں کہوں گا ادھر ہی تو پھرا ہے جو کعبہ کا کعبہ ہے تفسیر روح المعانی میں زیر آیت ولکل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات (سورۃ بقرہ) ہے انت قبلتی کہ لوگوں کا قبلہ کعبہ سہی لیکن میرا قبلہ (مرکزِ توجہ) تو ہے۔ پوری عبادت اس طرح ہے۔

> المراد بها ان لكل احد قبلة فقبلة المقربين العرش. والروحانين الكرسي والكروبين بيت المعمور والانبياء قبلك بيت المقدس و قبلتك الكعبة و هي قبلة جسدك واما قبلة روحك فانا وقبلتي انت كمايشير اليه "انا عند المنكسرة قلوبهم من اجلي". (روح المعانی ج ۲ ص ۱۵)

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا قبلہ (مرکز توجہ) ہوتا ہے چنانچہ مقربین کا قبلہ عرش ہے، روحانین کا قبلہ کرسی ہے، کروبیان کا قبلہ بیت المعمور ہے آپ سے پہلے

انبیاء کا قبلہ بیت المقدس تھا اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے آپ کی روح کا قبلہ میں ہوں اور میرا قبلہ تو ہے جیسا کہ اللہ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں ان دلوں کے پاس رہتا ہوں جو میری وجہ سے ٹوٹ چکے ہیں۔

دو شہروں سے پہلے انساں کی ہر اک تحریک ادھوری تھی
اک شہر جو تو نے چھوڑ دیا اک شہر جو تو نے اپنایا

نبی کا جس جگہ پر آستاں ہے زمیں کا اتنا ٹکڑا آسماں ہے

لوگ دیکھ رہے ہیں غزنی کا بادشاہ مشک اُٹھائے ہوئے ہے اور مدینہ کی گلیوں میں چھڑکاؤ کر رہا ہے پوچھا گیا تو تو بادشاہ ہے اور کام گداؤں والا کر رہا ہے جواب دیا بادشاہ تو غزنی کا ہوں اس در کا تو گدا ہوں۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

دوسری طرف مصر کا بادشاہ بڑی کروفر سے آرہا ہے، ارے ارے مدینہ شہر اور تو اتنی سج دھج سے کیوں آرہا ہے، بولا! مدینے والے نے ہی تو بادشاہی دی ہے دکھانے آیا ہوں اچھی بھی لگتی ہے کہ نہیں۔

ہر ذرہ نور خزینہ اے شہراں وچوں شہر مدینہ اے
جتھے روضہ کملی والے دا اس تھاں دیاں رِیساں کون کرے

لوگ کہتے ہیں مدینے میں کیا ہے ایک قبر ہی تو ہے اتنے پیسے خرچ کر کے صرف قبر دیکھنے جاتے ہو مگر اہل محبت کہتے ہیں اس قبر والے نے فرمایا ہے من زار قبری وجبت له شفاعتی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی تو کیا یہ چھوٹا مقصد ہے اگر چند ہزار خرچ کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے تو سودا سستا ہے۔ یہ تو پچاس ہزار ہیں جب ایک نظر روضہ پاک پہ پڑتی ہے تو اس ایک نظر میں کئی لاکھ آجاتے ہیں اور دیوانہ جھوم کے کہتا ہے۔

میں تن وار دیواں میں من وار دیواں
محمد مِلن گھر دا گھر وار دیواں

اور سنو تم کہتے ہو، وہاں ایک قبر ہی تو ہے ہم سے پوچھو صرف قبر نہیں۔

ساری دولت خدا کی مدینے میں ہے
ساری رحمت خدا کی مدینے میں ہے

اللہ نے پہلے اپنا گھر بنوایا اور بعد میں محبوب کا شہر بسایا تا کہ جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے مدینے کی زیارت کرو تو پہلے حج یا عمرہ کر کے گناہوں سے پاک ہو کر مدینہ جاؤ کہ اب تم میرے نبی کے شہر کی زیارت کے قابل ہوئے ہو الغرض تم وہاں جانا شرک بتاتے ہو اللہ وہاں کی حاضری کو شرک کا علاج بتا رہا ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک۔

مدینہ کی شان بیان کی جائے تو کچھ لوگ گھبرا جاتے ہیں، کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے ان سے پوچھو ہاں تو پھر قبر میں کوئی ہستی موجود ہے اور ایسی کہ نبی اللہ حی یرزق وہ زندہ بھی ہے اسے رزق بھی ملتا ہے یہ جو کعبہ میں کبھی پتھر کو چوم رہے ہو کبھی صفا مروہ کی تعظیم کے لئے دوڑیں لگا رہے ہو کبھی خانہ کعبہ جو پتھروں ہی کا مجموعہ ہے اس کی تعظیم کے لئے اس کا طواف کر رہے ہو کبھی مقام ابراہیم پتھر پہ نماز ادا کر رہے ہو کبھی پانی کو تعظیماً کھڑے ہو کر پی رہے ہو یہ سب شرک ہے کہ شرک کا علاج ہے۔ حالانکہ کعبہ میں بھلا خدا رہتا ہے، نہیں خدا رہنے سہنے سے پاک ہے جب کہ مدینہ میں تو مصطفیٰ رہتے ہیں جو کعبہ کے اندر خدا کو مانے وہ کافر اور جو مدینہ میں مصطفیٰ کو نہ مانے وہ کافر۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جب پتھر کی مثل پتھر نہیں تو نبی کی مثل بشر کیسے؟

اگر کوئی مشرک مسلمان ہو کر حج کو چلا جائے تو بیت اللہ جاتے ہی جب اس کو کہا جائے گا یہ حجر اسود ہے اس کو بوسہ دے کر طواف شروع کرو۔ یہ خانہ کعبہ ہے اس کی تعظیم میں طواف کے سات چکر مکمل کرو۔ یہ مقام ابراہیم ہے اس کی تعظیم میں دو رکعت واجب الطواف ادا کرو۔ یہ صفا مروہ ہے اس کی تعظیم میں سعی کرو اور یہ آب زمزم ہے اس کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑے ہو کر اس کو پیو۔ ایک بار تو وہ چکرا جائے گا کہ یہ پتھر یہ پانی اس کی تعظیم؟ میں نے ہندوستان میں پتھروں کی تعظیم کی تم نے مجھے مشرک کہا کیا یہ کعبہ یہ حجر اسود یہ صفا مروہ یہ مقام ابراہیم پتھر نہیں ہیں؟ جن

کی مجھ سے تعظیم کروا رہے ہو۔ وہاں ہندوستان میں پتھر کی تعظیم شرک ہے یہاں توحید؟ میں نے ایک پتھر کے سامنے سجدہ کیا تم نے مجھے مشرک کہا اب اتنے پتھروں سے بنا ہوا ایک مکان جس کی طرف منہ کر کے مجھے سجدہ کرنے کا کہہ رہے ہو۔ تو اس کو کہا جائے گا وہ (ہندوستان والے) اور پتھر تھے یہ اور پتھر ہیں وہ ان جیسے نہیں کہ اُن کی نسبت بتوں کی طرف ہے۔ اِن کی نسبت اللہ کے پیاروں کی طرف، صفا مروہ کی مائی ہاجرہ کے قدموں کی طرف، مقام ابراہیم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی طرف لہٰذا وہ پتھر ان پتھروں کی مثل نہیں ہیں جب اتنی بات ہوگی تو وہ ضرور چونکے گا کہ جب پتھر پتھر کی مثل نہیں ہو سکتا تو ہم اور تم نبی کی مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔ معلوم ہوا حج اہل محبت کے مسلک کا مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ مالدار اندھے پہ حج فرض نہیں جب کہ ٹانگوں سے معذور مالدار پہ حج فرض ہے کہ حج تو ہے ہی زیارات کا نام اندھا کیا زیارت کرے گا جب کہ درست آنکھوں والا زیارت تو کر لیتا ہے۔

پھر زمزم کی تعظیم کا آپ اس نومسلم کو کہیں گے تو وہ فوراً کہے گا۔ میں نے ہندوستان میں گنگا جمنا کی تعظیم کی تم نے مجھے مشرک کہا یہ بھی تو پانی ہی ہے اس کی تعظیم کیوں توحید ہے؟ آپ اس کو کہیں گے یہ پانی اس پانی جیسا نہیں کیوں کہ اس کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم کی طرف ہے اور نسبت نے اس پانی کو بے مثل و بے مثال بنا دیا ہے تو کوئی امتی نبی کے مثل ہونے کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے ثابت ہوا حج میں کئی مقامات ایسے آتے ہیں کہ عقل وہاں چکرا جاتی ہے کہ ابراہیم، اسماعیل و ہاجرہ علیہم السلام کو تو شیطان نظر آیا تو انہوں نے اس کو پتھر مارے تم کیوں مار رہے ہو؟ ہاجرہ کو پانی کی ضرورت تھی اس لیے دوڑیں تم کیوں دوڑتے ہو؟ ایک خاص وجہ تھی کہ حضور علیہ السلام نے طواف میں رمل کا حکم دیا تم کیوں رمل کرتے ہو، اور اللہ کے گھر میں طواف کے دوران اکڑ کے چلتے ہو؟ عقل کو سمجھانا پڑتا ہے کہ حکم شریعت ہے لہٰذا تمام کام کروا لیے اب دل کہتا ہے کہ میں تو مرکز محبت ہوں تیری ہر بات کو حکم شریعت کی وجہ سے مان لیا اب ایک میری مان اور مجھے میرے مرکز کی طرف لے چل اور مدینے کا رُخ کر۔

دل کو ہم سمجھا بجھا کر سوئے کعبہ لائے تھے
اب دل ہمیں سمجھا بجھا کر سوئے طیبہ لے چلا

ہم بھی یہی کہیں گے کہ وجہ نہ ہونے کے باوجود تم نے حج کے تمام ارکان ادا کر لیے کہ

اللہ کے پیاروں کی یادیں ہیں اور حضور علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی سُن کر انگوٹھوں میں نور نظر نہ آنے کے باوجود ہم نے چوم لیا کہ یہ تمام پیاروں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حجر اسود کو ہاتھ نہ لگے تو اشارہ کر کے چوم لیتے ہو تو پتھر کی برکات تمہیں مل جاتی ہیں تو حضور کے نام پہ انگوٹھے چومنے پر ہمیں نام مصطفیٰ کی برکتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں حج مقبولوں کی اداؤں کو اپنانے کا نام ہے۔ اور یہی حقیقت ہے وگرنہ کبھی سر منڈانا کبھی کپڑے اتار کر دو چادریں باندھ لینا۔ کبھی دوڑ لگا دینا۔ سب کیا ہے۔

ایہہ پرانیاں رسماں یار دیاں
اسیں گل نال لا کے بیٹھے آں

مکہ جلال والا مدینہ جمال والا

مکہ کی حدود میں داخل ہوتے ہی چاہے کوئی شاہ ہو یا گدا، وزیر ہو یا فقیر حکم ہوتا ہے اپنا لباس شلوار قمیص ہو یا پینٹ شرٹ اتار دو اور کفن کی طرح دو چادریں اوڑھ لو، بوٹ اتار و چپل پہن لو، خبردار خوشبو نہیں لگانی، تیل بھی نہ لگاؤ، چلو طواف کرو اور ہاں ملنگوں کی طرح ایک کندھا ننگا کر دو، چومو حجر اسود، چمٹو ملتزم سے، رو رو کر دعائیں کرو، طواف کے سات پھیرے مکمل کرو، اب صفا مروہ کے سات چکر لگاؤ تا کہ تمہارا پیٹ ہلکا ہو، اب ٹنڈ کراؤ اگر چہ جتنے فیشنی بال رکھے ہوئے ہوں، اللہ اکبر! پچاس لاکھ ٹنڈیں نظر آ رہی ہیں، اب چلو عرفات، منیٰ، مزدلفہ شیطان کو کنکر مارو نظر آئے یا نہ آئے، چاہے اس کو مارتے مارتے خود نیچے آ کر مر جاؤ، دھوپ میں کھلے آسمان تلے گڑ گڑا کر مانگو دعائیں، پانچ ریال کی روٹی، بیس ریال کی پانی کی بوتل، خبردار معمولی غلطی ہوئی تو دم دینا پڑے گا، نہ بال توڑو نہ جوں مارو، اپنی بیوی کے قریب بھی مت جانا۔ حالت دیکھنے والی ہوتی ہے امیر لوگ ہانپ رہے ہوتے ہیں زبانیں باہر نکل آتی ہیں، سانس پھولا ہوا ہے جیسے گاڑی کا کلچ ڈھیلا ہو جائے تو آواز نکل رہی ہوتی ہے، کرو قربانی چاہے کتنی مہنگی ہو، گوشت اُٹھایا ہوا ہے کپڑے خون سے رنگے ہوئے ہیں ایسے لگتا ہے جیسے کسی کو قتل کر کے آ رہے ہیں آخر میں طواف زیارات

اور سعی چار گھنٹے میں مکمل ہوتی ہے یہ مکہ ہے جلال والا۔

اب چلو مدینے تیس میل دور کھجوروں کے باغات آنے والے عاشقوں کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں، مسجد نبوی کے نورانی میناروں کو دیکھ کر دل سینوں سے نکلے جا رہے ہیں۔

مدینے سے بلاوا آ رہا ہے
میرا دل مجھ سے پہلے جا رہا ہے
وہ دیکھو حاجیو پیر علی سے
نظر کعبے کا کعبہ آ رہا ہے

وہاں مکہ میں کیا تھا۔

دل کو ہم سمجھا بجھا کر سوئے کعبہ لائے تھے

اور اب مدینہ میں۔

میرا دل مجھ سے پہلے جا رہا ہے

نہ چادریں، نہ سعی، نہ طواف، نہ کوئی پابندی تیل خوشبو لگانے کی، نہ کوئی دھکا ایسے لگتا ہے جیسے جنت میں چل رہے ہیں اور نور والے آقا اپنی نور والی آنکھوں سے، اپنے غلاموں کو دیکھ رہے ہیں۔ رات عشاء کی نماز پڑھو جا کر سو جاؤ تھکے ہوئے ہو آرام کرو۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ مسجد نبوی عشاء کے بعد بند کر دی جاتی ہے اس لیے کہ آقا خود بند کرواتے ہیں کہ میرے غلام تھکے ہوتے ہیں اگر کھلی رہی تو میرے عشق میں ساری رات بیٹھے رہیں گے رات آرام کریں صبح تہجد کے وقت پھر آئیں گے، تو ہجر کے بعد وصال کی لذت نصیب ہوتی ہے۔

مدینہ نبی کا قریب آ رہا ہے   بلندی پہ اپنا نصیب آ رہا ہے

پیارا بچہ دن بھر ماں سے جدا رہے جب رات کو ملے تو دونوں کی محبت دیدنی ہوتی ہے اور رات بھر آقا سے جدا رہ کر تہجد کے وقت جب امتی اپنے نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اس ملاقات کا لطف بھی عاشق ہی جانتے ہیں۔

مرنے کی تمنا ہے نہ جینے کی تمنا
بس ایک تمنا ہے مدینے کی تمنا

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

مدینہ کی جدائی

مسلم شریف ص ۴۴۳ پہ ہے ایک صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا میں کثیر العیال ہوں اور مختلف مصائب و آلام کا ذکر کیا اور اس ارادے کا اظہار کیا کہ میں چاہتا ہوں کہیں اور چلا جاؤں **فقال ابو سعید لا تفعل الزم المدینة** ایسا ہرگز نہ کر مدینہ کو نہ چھوڑ پھر فرمایا ایک مرتبہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ سفر میں تھے تو ہم نے کچھ اس طرح کی باتیں کیں تو حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف کے بہت سارے فضائل بیان فرمائے (جن کا ذکر پہلے ہو چکا) اور پھر فرمایا **من صبر علی لا وائها کنت له شفیعا او شهیدا یوم القیمة** ۔ جو مدینہ کی سختیوں کو برداشت کرے میں قیامت کو اس کی شفاعت کروں گا یا (اس کے ایمان کی) گواہی دوں گا۔ ایک مقام پہ فرمایا میرا دل چاہتا ہے مدینہ سے جتنی بھی دور چلا جاؤں لیکن رات مدینہ میں ہی آ کر گذاروں ۔

بدن سے جاں نکلتی ہے آہ سینے سے
تیرے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جب ہجرت کے ارادے سے مکہ سے نکلے تو کفار نے پکڑ لیا کہ ہم نہیں جانے دیں گے آخر اس پہ فیصلہ ہوا کہ میرا سارا سامان لے لو اور مجھے مدینہ جانے سے نہ روکو ۔

ان کا درد کہاں تک پہنچا   قلب و جگر اور جاں تک پہنچا
ساری دنیا کعبے پہنچی   میں کعبے کی جاں تک پہنچا

⁂ —— حضرت پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ ہر سال مدینہ شریف حاضر ہوتے ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ گنبد خضریٰ کو دیکھ دیکھ کر رو رہا ہے پھٹے پرانے کپڑے ہیں، بھوکا پیاسا بھی لگتا ہے آپ نے اس کو کھانا کھلایا کپڑے پہنائے، پتہ چلا کہ بچہ یتیم ہے آپ نے اس کو فرمایا چل میرے ساتھ پاکستان میرے لاکھوں مریدین ہیں

تجھے بیٹا بنا کر رکھوں گا ہر چیز ملے گی بچے نے عرض کیا سب ٹھیک ہے مگر یہ تو بتائیں کہ وہاں اس گنبد خضریٰ کی زیارت بھی ہوگی آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں فرمایا اگر یہ وہاں ہوتا مجھے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں سال میں ایک بار آتا ہوں تجھے ساتھ لے آیا کروں گا بچے نے عرض کیا میرا تو ایک دن بھی اس کے بغیر گذارا نہیں سال کون انتظار کرے۔ باباجی مجھے پاکستان کی بادشاہی سے مدینہ کی گدائی منظور ہے مگر گنبد خضریٰ کی جدائی منظور نہیں ہے کیوں کہ ؎

مدینہ کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

عرض کیا میں دنیا کی ساری نعمتوں کو گنبد خضریٰ کی ایک نظر پہ قربان کرتا ہوں۔

روضہ اچھا زائر اچھے اچھی راتیں اچھے دن ؎
سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

✻ — ایک بندے کو حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ روضہ پاک پہ حاضری دے کر روتا ہوا واپس آ رہا ہے فرمایا لوگ روتے ہوئے جاتے ہیں اور خوشی خوشی آتے ہیں تو روتا ہوا کیوں واپس آ رہا ہے؟ عرض کیا حضور بات ہی ایسی ہے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے روضہ پاک کے قریب ایک بلی بیٹھی ہوئی دیکھی مجھے بہت پیاری لگی میں نے ارادہ کیا اس کو اپنے ساتھ پاکستان لے جاؤں گا کیوں کہ وہ مسلسل روضہ پاک کو دیکھتی رہتی ہے۔ اس اثنا میں مجھے نیند آ گئی اور حضور کا دربار لگا ہوا دیکھا۔ وہی بلی اپنا مقدمہ لے کر آ گئی کہ حضور آپ کا فلاں امتی مجھے پاکستان لے کر جانا چاہتا ہے جب کہ میں تو مدینہ نہیں چھوڑوں گی اور حضور نے اس کو تسلی دی کہ نہیں تو ہمارے پاس ہی رہے گی۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ مدینہ کی بلیوں کو بھی مدینہ کی جدائی برداشت نہیں ہمارے پاکستان کے بلے مدینہ سے اس قدر کیوں بغض رکھتے ہیں ؎

جس خاک پہ رکھتے ہیں قدم سید عالم
اس خاک پہ قربان دل شیدا ہے ہمارا

بزرگانِ دین وملت اور احترام مدینہ منورہ

تیری نظروں سے نظروں کا ملانا بھی ہے بے ادبی
تیری سرکار میں پلکیں اٹھانا بھی ہے بے ادبی
وہ ناداں ہیں جو اونچا بولتے ہیں تیری نگری میں
وہاں تو بے تکلف مسکرانا بھی ہے بے ادبی
فرشتے جن کی مٹی پر قدم رکھتے جھجکتے ہیں
میرے جیسوں کا ان گلیوں میں جانا بھی ہے بے ادبی
کنارے پر کھڑے رہنا علامت کم نگاہی کی
تیری موجوں میں لیکن ڈوب جانا بھی ہے بے ادبی
وہاں کی دھوپ میں ٹھنڈک ہے جنت کے مکانوں کی
وہاں کی دھوپ سے خود کو بچانا بھی ہے بے ادبی
وہاں جانے کی خواہش کا نہ ہونا ہے گستاخی
وہاں پہ جاکے انجم لوٹ آنا بھی ہے بے ادبی

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ ساری عمر یہ دعا کرتے رہے **اللھم ارزقنا شھادۃ فی سبیلک و وفاۃ فی بلد رسولک۔** اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت عطا کر اور رسول اللہ کے شہر میں مرنا نصیب کر۔ صحابہ حیران تھے کہ جہاد تو میدانوں میں ہوتے ہیں اور آپ شہادت کی موت بھی مانگتے ہیں اور پھر مدینہ میں لیکن یہ راز اس وقت کھلا جب ان کی دعا قبول ہو گئی اور مسجد نبوی میں مصلے رسول پہ ان کو ایک مجوسی نے شہید کر دیا۔

رحمت دا مہینہ اے لوکاں دیاں لکھ ٹھاراں ساڈی ٹھار مدینہ اے

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

آپ مدینہ شریف کی طرف جا رہے ہیں اور مدینہ کی خاک کے ذروں کو چوم رہے ہیں اور ساتھ فرما رہے ہیں مجھے ان ذروں سے محبوب کے قدموں کی خوشبو آرہی ہے۔

جہاں پہ بھی پائے حضور ہے
وہیں عرش ہے وہیں طور ہے
جو تیری نظر میں نہ آ سکا
تو تیری نظر کا قصور ہے

اور۔

اے پائے نظر ہوش میں آ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا یہاں بے ادبی ہے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

امام مالک علیہ الرحمۃ

آپ نے ساری عمر مدینہ شریف میں گذاری بس ایک فرضی حج کے لئے مکہ گئے۔ دو گھونٹ پانی پیتے معمولی خوراک کھاتے کہ پیشاب پاخانے کے لئے بھی کم از کم مدینہ سے باہر جانا پڑے تاکہ مدینہ کے باہر موت نہ آجائے۔ مدینہ کی گلیوں میں جوتا اتار کر دیواروں کے ساتھ ساتھ چلتے کہیں ایسی جگہ پاؤں نہ آجائے جہاں سرکار کے قدم لگے ہیں۔ دیواروں کو بوسے دیتے کہ ان پر سرکار کی نگاہیں پڑی ہوں گی۔

جو زیرِ فلک گلشنِ گلزار ارم ہے
اس شہر کی میں آب و ہوا مانگ رہا ہوں
ہوتی ہے شب و روز جہاں نور کی بارش
وہ منظر نوری وہ فضا مانگ رہا ہوں

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ

آپ پچاس سال تک مدینہ شریف میں مقیم رہے اور مدینہ سے باہر نہ نکلے صرف مدینہ کی موت کی خاطر۔ روزانہ محفل میلاد کراتے۔ پھر اللہ نے آرزو پوری فرمادی موت بھی مدینہ میں ملی اور قبر جنت البقیع میں نصیب ہوئی۔

ازل سے سوئے مدینہ جھکاؤ رکھتا ہوں
نبی و آلِ نبی سے لگاؤ رکھتا ہوں

حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمۃ

آپ کا مرید مدینہ جانے لگا فرمایا سرکار کی بارگاہ میں عرض کرنا آپ کے در کا کتا ابو المعالی سلام عرض کرتا تھا۔ مرید جب روضہ پاک پہ حاضر ہوا تو ایسا کہنے کی جرأت نہ کرسکا عرض کیا حضور میرے پیر و مرشد سلام عرض کرتے تھے روضہ پاک سے آواز آئی اسی طرح ہی کہو جیسے ہمارے غلام نے کہا تھا۔ معلوم ہوا سرکار کو ہر بات کا علم ہوتا ہے بلکہ بندہ گھر سے چلتا ہے تو مدینے والے کی اس پہ نگاہ ہوتی ہے۔ تجلیات مدینہ میں ہے کہ جب کوئی گھر سے مدینہ کے لئے چلتا ہے تو حضور علیہ السلام اس کا انتظار فرماتے رہتے ہیں اور راستہ میں تکلیف آئے تو مدد بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک آدمی کا واقعہ لکھا ہے ایک آدمی مدینہ کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوا راستے میں بھوک پیاس سے نڈھال ہوگیا اور گر پڑا کسی نے اس کو اٹھا کر اپنے پیچھے سواری پہ بٹھایا مدینہ پہنچا کر واپس جانے لگا تو اس نے پوچھا کون ہے؟ کہا میں رضوان جنت ہوں حضور کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کرنا۔ میری یہی ڈیوٹی ہے کہ زائرینِ مدینہ کی خدمت کرتا ہوں۔

جس شہر کے کانٹوں میں پھولوں کا قرینہ ہے
وہ شہر مدینہ ہے وہ شہر مدینہ ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پروانہ شمع رسالت کشتہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے مذہبِ عشق میں جو مدینہ منورہ کا ادب واحترام ہے اس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ایک مرتبہ ایک حاجی صاحب کی زیارت حرمین شریفین کے موقع پر شہر بریلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا

جب اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کو ملنے لگے تو پہلا سوال ہی یہ کیا! کہ کیا حضور کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی؟ گویا آپ کے نزدیک حج ہو یا عمرہ بارگاہِ رسالت مآب علیہ السلام کی حاضری ہی سب کچھ ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں (جب کسی نے حج سے واپسی پہ) عرض کیا کہ خوش نصیبی ہے حج کی سعادت نصیب ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ حج بعد میں پہلے درِ محبوب کی حاضری ہے نہیں بلکہ

؎ ان کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

بہر حال شہر بریلی کے حاجی صاحب نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا' حضور! دربار رسالت میں صرف دو دن کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔ امام اہل سنت نے عقیدت سے حاجی صاحب کے ہاتھ چوم لیے اور فرمایا'' حاجی صاحب آپ تو بڑے فیروز بخت اور سعادت مند ہیں کہ دو روز تک گنبد خضریٰ کی زیارت کرتے رہے اور مدینہ منورہ کی فضاؤں میں سانس لیتے رہے' عشق کی لہریں سینے میں موجزن ہوں تو جوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مبارک شہر کے مقدس و نورانی ماحول میں لی جانے والی چند سانسیں بھی صدیوں کی زندگی پر بھاری اور سرمایہ حیات ہوتی ہیں' آپ کی سعادت کا ٹھکانا کہ دو روز تک حاضری نصیب رہی۔''

۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت اپنے بھائی کو حج و زیارت کے لیے الوداع کہنے جھانسی مقام تک آئے حالانکہ اب تک آپ کا اپنا پروگرام ساتھ جانے کا نہ تھا مگر الوداع کہتے وقت دل ایسا بے قرار ہوا کہ صبر وضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے فوراً واپس آئے والدہ صاحبہ سے اجازت لی اور پھر واپس جا کر اسی جہاز پر بھائی صاحب کے ساتھ حج وزیارت کو روانہ ہوگئے۔ شاید اسی موقع پر یہ شعر کہا ہوگا۔

؎ جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

لجپال آقا کی لجپالی کو بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک موقع پہ فرمایا کہ دنیا بھر میں چور حاکموں سے چھپتے پھرتے ہیں کہ پکڑے گئے تو سزا ملے گی اس بارگاہ کا قانون ہی نرالا ہے۔

؎ چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یہاں اس کے خلاف

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

اور پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم کا سہارا لے کر عرض کیا کہ آپ کی بارگاہ تو میرے آقا! امن کا گہوارہ، بے سہاروں کا سہارا ہے آپ تو دکھی انسانیت کے لیے ماویٰ وملجا ہیں آپ کی بارگاہ سے بھاگ کر کوئی کہاں پناہ تلاش کرے گا۔

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
جاؤں کہاں، پکاروں کسے، کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

غالب نے تو کسی کے عشق میں یوں کہا تھا۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی میں آئے کیوں

مگر اعلیٰ حضرت نے مدینے کی گلیوں کے ذروں کے بوسے لے کر عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

اور ایسا کیوں نہ کہتے کہ غالب کا محبوب بے وفا صرف اس کا ہی تھا اور اعلیٰ حضرت کا محبوب وہ ہے جو خدا کا بھی محبوب ہے اور ساری خدائی کا بھی محبوب ہے اور جب بارگاہ رسالت سے فیوض و برکات کے خزانے اپنے دامن میں سمیٹتے ہیں تو جھوم کر عرض کرتے ہیں میرے آقا!

لب واہ ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت "اگر" کی ہے
منگتے کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین تھی

دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اسی دردو سوز، بے خودی اور اضطراری کے عالم میں جب کرم ہوا اور آقا علیہ السلام نے جب خواب میں اپنا جمال جہاں آراء دکھایا تو ادھر اس سیفِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہچکیوں اور آہوں کی زبان میں وہ سب کچھ کہہ دیا کہ اس کے بعد کہنے کو باقی رہتا ہی کیا ہے۔

؎ وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں — تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں — در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں — دشت طیبہ کے خوار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں — مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا — تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

ہاں! ہاں! اس سے آگے ایک اور مرحلہ بھی آتا ہے اور باب مراد کھلتا ہے اہل سعادت جس دیدار کی خواب میں دعائیں کرتے ہیں وہ جلوہ آپ کو بیداری میں نصیب ہو جاتا ہے۔ اس صورتحال نے اس عاشق کے خرمنِ صبر میں تو آگ ہی لگادی، آپ تصورات کی وادیوں میں گم تھے کہ جذبات کی دنیا میں ہیجان پیدا ہوا، شوق اپنی آخری سرحدوں کو پہنچ گیا اور جلوۂ یار سامنے آ گیا اور ادھر آپ کو بھی وجد آ گیا اور جھوم کر کہا۔

؎ ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
جب آ گئی ہیں جوش رحمت پہ انکی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

زیارت حرمین شریفین کے بعد جب کسی نے سوال کیا کہ دونوں بارگاہوں کی حاضری میں کچھ فرق محسوس ہوا تو آپ نے تڑپ کر فرمایا۔

؎ واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں گنہ گاروں کو دامن پہ مچلتا دیکھا

کہ وہاں مکہ میں بڑے بڑے پرہیزگار بھی جلال خداوندی سے پانی پانی ہو رہے تھے اور یہاں مدینہ شریف میں بڑے بڑے پاپی سرکار کی رحمت پہ ناز کرتے ہوئے مچل رہے تھے اس لیے آپ مکہ والوں کو مدینہ آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

؎ حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبہ کا کعبہ دیکھو
آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائی پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو
غور سے سُن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ

آپ نے اپنے ایک مرید و خلیفہ حضرت مرولوی علیہ الرحمۃ کو کفن کا کپڑا دیا کہ مدینہ کی کسی گلی میں بچھا دینا تا کہ کسی کتے کا اوپر سے گذر ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے دیکھا چار کُتے آ رہے ہیں انہوں نے ان کے راستے میں بچھا دیا، چاروں سونگھ کر واپس جانے لگے تو یہ ہاتھ جوڑ کے کہنے لگے۔ میرے پیر نے تو تاکید کی تھی، مدینے والی سرکار کا صدقہ کوئی ایک تو مہربانی کر دے چنانچہ ایک کتے نے قدم رکھ کے اُٹھا لیا جب حضرت مرولوی واپس آئے کپڑا خواجہ کی بارگاہ میں پیش کیا اور واقعہ سُنایا تو خواجہ صاحب روتے جاتے، آنکھوں سے لگاتے جاتے اور ساتھ فرماتے جاتے مدینہ کے کتے نے مجھ پر کرم کر دیا ہے۔

اولیاء اللہ اور سگان مدینہ

ہر ولی اللہ نے اپنے آپ کو مدینہ کا سگ کہلانے میں فخر محسوس کیا ہے چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ہوواں میں سگ مدینے دی گلی دا

ایہو رتبہ اے ہر کامل ولی دا

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نہایت تاسف کے ساتھ عرض کرتے ہیں

سگت را کاش جامی نام بودے
کہ آمد برزبانت گاہے گاہے

یارسول اللہ! کاش کہ آپ کی گلی کے کتے کا نام جامی ہوتا کہ اس کو بلاتے ہوئے اسی بہانے کبھی میرا نام بھی آپ کی زبان پہ آجاتا۔

حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک زخمی کتے کو مدینہ کی گلی میں دیکھا تو بے چین ہو کر اپنی دستار اتار دی، کتے کو کلاوے میں لے کر اپنی دستار سے خون صاف کیا پٹی باندھی پھر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے "اے سگ طیبہ سرکار کی بارگاہ میں میری شکایت نہ کرنا میں تیری اس کے علاوہ اور کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

پارۂ دل بھی نہ نکلا تجھ سے تحفہ میں رضا
ان سگان کو سے اتنی جاں پیاری واہ واہ

تجھ سے دَر در سے سگ اور سگ سے ہے نسبت مجھ کو
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

خوف ہے سمع خراشی سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و فغاں ہم کو

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ مدینہ شریف جا کر بیمار ہو گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے اتنے میں ایک کتا دیکھا اس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے لیکن صبر وسکون سے جا رہا ہے تو بزرگ نے سوچا مدینہ کا کتا اتنی تکلیف پہ صبر کر رہا ہے اور میں معمولی درد پہ بے صبری کے ساتھ ہائے ہائے کر رہا ہوں پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے

تیری کی مجال کمینیاں اوئے
کریں ریس مدینے دے کتیاں دی

اوراس موضوع کو حضرت بیدم وارثی کے اس شعر پہ ختم کرتے ہیں ۔

سگِ طیبہ مجھے سب کہہ کر پکاریں بیدمؔ
یہی رکھیں میری پہچان مدینے والے

مدینہ شریف میں جہاں خاک کے ذرے آسمان کے ستاروں پہ فخر کرتے ہیں اس کا احترام ہر مسلمان تو کرتا ہی ہے ہزار ہا لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ کبوتروں کی ڈار آ رہی ہے جب گنبد خضریٰ پہ آتے ہیں تو دو ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں ایک اِدھر سے گذر جاتی ہے دوسری اُدھر سے۔ سوال یہ ہے کہ ان پرندوں کو ادب فطرت کے علاوہ کس نے سکھایا؟ ثابت ہوا بے ادب فطرت کا ہی باغی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام ابراہیم پر آج بھی گنبد بنا ہوا ہے اگر گنبد شرک ہوتا تو نجدی لوگ نہ وہ رہنے دیتے نہ یہ، حالانکہ ان کے فتوے موجود ہیں کہ گنبد بنانا شرک ہے لیکن اللہ نے جب مقام ابراہیم کی اس قدر حفاظت فرمائی ہے تو مقام مصطفیٰ کی حفاظت کیوں نہیں فرمائے گا جب کہ اس کا وعدہ ہے۔ **واللہ یعصمک من الناس** کہ اے محبوب! تیری حفاظت لوگوں سے اللہ ہی فرمائے گا ۔

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

لوگ کہتے ہیں اسرائیل مدینے پہ قبضہ کرلے گا (خدانخواستہ، خاکم بدہن) یہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو مقام مصطفیٰ کا محافظ سعودی حکومت کو ٹھہراتے ہیں حالانکہ نجدی علماء تو گنبد خضریٰ کو گرانے کا فتویٰ دے چکے ہیں، حکومت بھی انہی کی ہے پھر کیوں محفوظ ہے صرف اس لیے کہ ۔ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟ کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے وہاں انقلاب آتے رہے لات وعزیٰ ومنات کی پرستش ہوتی رہی مگر مقام ابراہیم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا اور یہاں تو صرف قدم کا نشان نہیں سراپائے مصطفیٰ آرام فرما ہیں۔

حدیث میں ہے سرکار نے فرمایا جب ہم مدینہ سے باہر جاتے ہیں تو اس کے ہر راستے پر اللہ تعالیٰ فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں (طاعون اور دجال سے) جہاں یہ فرشتے دیگر فتنوں سے حفاظت کرتے ہیں وہاں ان سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے روضے کی بھی حفاظت کرواتا ہے کہ یہ پوری حکومت گنبد خضریٰ کے خلاف ہے اور اس

کے مولوی فتویٰ دے چکے ہیں میرے نبی کے روضے کو گرانے کا، خبردار! کوئی میلی آنکھ سے ادھر دیکھے بھی نہیں۔ ایک نجدی بادشاہ نے میلی آنکھ سے دیکھا ارادہ کیا گرانے کا کہیں سے کنکر آیا واقعی اللہ نے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔

جب محمد کی بات ہوتی ہے وجد میں کائنات ہوتی ہے
لیلۃ القدر کو جو شرما دے وہ مدینے کی رات ہوتی ہے

گنبد خضریٰ

حضور نبی اکرم علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ آپ جتنے لوگوں میں کھڑے ہوتے درمیانہ قد ہونے کے باوجود اور کئی لوگ آپ سے قد کے لحاظ سے لمبے ہونے کے باوجود آپ سرکار ہی سب سے اونچے نظر آتے اور گنبد خضریٰ کی بھی اللہ نے کچھ ایسی ہی شان بنائی ہے کہ باوجود اس کے کہ اونچی اونچی بلڈنگیں بن گئی ہیں لیکن دور سے دیکھو تو سب سے پہلے گنبد خضریٰ ہی نظر آتا ہے **ورفعنا لک ذکرک** اللہ نے آپ کے ذکر کو آپ کی خاطر بلند کر دیا جس شے کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوئی اللہ نے اس کو بلندی عطا فرمائی ان کا ذکر بھی بلند، ان کا مدینہ بھی بلند، ان کا مہینہ بھی بلند، ان کا روضہ بھی بلند۔

عرش بریں سے اونچا ہے زینہ حضور کا
میرے لیے ہے جنت مدینہ حضور کا
گھر سے اللہ کے محبوب کا گھر دور نہیں
ہم نے کعبہ میں کھڑے ہو کے مدینہ دیکھا

ایک شخص نے بیان کیا کہ میں حیران ہو گیا جب میں نے پراٹھا پکوا کر مدینہ شہر میں ایک جگہ چار (کتے) سگانِ مدینہ کھڑے تھے ان کو ڈالا انہوں نے توجہ ہی نہ کی میں سوچ میں پڑ گیا کہ کتے تو گندگی بھی کھا جاتے ہیں یہ پھر پراٹھا ہے تو کسی نے مجھے بتایا یہ مدینے کے کتے ہیں انصاف پسند ہیں، چار ٹکڑے کر اگر ان کو کھلانا چاہتا ہے۔ جیسے ہی میں نے چار ٹکڑے کیے چاروں نے ایک ایک لے لیا۔

یا رسول اللہ! تیرے در کی فضاؤں کو سلام
گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں کو سلام
والہانہ جو طواف روضۂ اقدس کریں
مست و بے خود وجد میں آتی ہواؤں کو سلام
مسجد نبوی کی صبحوں اور شاموں کو سلام
یا نبی! تیرے غلاموں کے غلاموں کو سلام

اسمائے مدینہ

وفاء الوفاء اور خلاصۃ الوفاء میں شیخ نورالدین نے مدینہ منورہ کے ۱۹۵ اسمائے مبارکہ ذکر فرمائے ہیں اگرچہ انہوں نے بہت سارے ناموں پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے دلائل بھی دیے ہیں مثلاً **والذین تبوء الدار والایمان** آیہ قرآنیہ میں ابن زبالہ عثمان بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن جعفر سے روایت فرماتے ہیں کہ الایمان سے مراد یہاں مدینہ منورہ ہے۔ اسی طرح مدینہ شریف کا نام البلد **لا اقسم بھذا البلد** میں موجود ہے واسطی نے حضرت عیاض سے روایت کیا۔ ان کے علاوہ دیگر کئی اسماء بھی آیات قرآنیہ سے لیے گئے جب کہ دیگر بہت سارے اسماء احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جن کو دلائل کے ساتھ شیخ سمہودی علیہ الرحمۃ نے خلاصۃ الوفاء میں ذکر فرمایا تفصیل کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں یہاں ہم صرف چند نام لکھنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

ارض اللہ۔ اُکالۃ البلدان (تمام شہروں پر غالب) **اُکالۃ القریٰ۔ الایمان۔ البلد۔ بیت الرسول۔ جزیرۃ العرب۔ الْجُنَّۃ** (حدیث میں ہے **انا فی جنۃ** میں جنہ (ڈھال) میں ہوں یعنی مدینہ میں) **الحصینۃ۔ الحبیبۃ۔ الحرم۔ حرم رسول اللہ۔ حسنۃ الخیرۃ۔ الدار۔ دار الابرار۔ دار الایمان۔ قبۃ الاسلام۔ سیدۃ البلدان۔ الشافیۃ۔ طابۃ۔ طیبہ۔ العاصمہ۔ العزراء۔ العراء۔ العروض۔ الغراء۔ غلبٰہ۔ القاصمہ۔ قریۃ الانصار۔ قریۃ رسول اللہ۔ المبارکۃ۔ المومنہ قلب الایمان۔ مبین الحلال والحرام۔ المحبوبہ۔ المحفوفہ۔ المحفوظہ مدخل صدق۔ مدینۃ الرسول۔ المرحومہ۔**

المرزوقه- مضجع الرسول- مهاجر الرسول- المقرّ- المقدّسه- الموفیه- ذات النخل- دار الفتح- المکنیه- الناجیه- المسکینه- المطیبه- المختاره- المحرمه- وغیرہ وغیرہ۔

پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے
کہ رحمتوں کی اُٹھی ہے گھٹا مدینے سے
حساب کیسا نکیرین ہو گئے بے خود
جب آئی قبر میں ٹھنڈی ہوا مدینے سے
فرشتے سینکڑوں آتے ہیں اور جاتے ہیں
بہت قریب ہے عرش خدا مدینے سے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ دالہ وسلم کو مدینہ شریف کے ساتھ کس قدر محبت تھی اس ضمن میں چند ایمان افروز احادیث کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ان احادیث کو پڑھنے کے بعد اپنے آقا کے محبوب شہر کی محبت کے جذبات ہمارے دلوں میں بھی پیدا ہوں کیوں کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔

مدینہ منورہ احادیث کی روشنی میں

مدنی احادیث

۱- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سُنا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

المدینة خیر من مکة۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۷)

مدینہ شریف مکہ شریف سے افضل ہے۔

اس راہ کی خاک پر مجھے مرنا پسند ہے
تختِ شہی پہ کس کو نہیں زندگی عزیز

(مولانا حسن رضا)

۲۔ **ان الایمان لیا رز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرھا۔** (بخاری ج۱ص۲۵۲)

(آپ کا فرمان ہے) ایمان مدینہ منورہ میں پناہ لے گا جیسے سانپ اپنی بل میں پناہ لیتا ہے۔

؎ خاک مدینہ پر مجھے اللہ موت دے
وہ مردہ دل ہے جس کو نہ ہو زندگی عزیز

(مولانا حسن رضا)

۳۔ **من مات بالمدینة کنت له شفیعا یوم القیمة۔**

(کنز العمال ج۱ص۱۲۵)

جو شخص مدینہ شریف میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

؎ کبھی یہاں سے مدینہ کبھی وہاں سے یہاں
میرا خیال مسلسل سفر میں رہتا ہے

۴۔ **من اراد اھل ھذہ البلدة بسوء اذابه اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔** (صحاح ستہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو پگھلا دے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

؎ صد غیرت فردوس مدینے کی زمیں ہے
باعث ہے یہی اس کا کہ تو اس کا مکیں ہے

(قمر یزدانی)

۵۔ **اذا قدم من سفر فنظر الی جدرانها ان کان علی دابة حرّکها من حبها۔** (بخاری شریف ج۱ص۲۵۳)

جب حضور علیہ السلام سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینہ کے درودیوار دیکھتے ہی سواری کو تیز چلانا شروع کر دیتے۔

ے والله اس پہ آتش دوزخ حرام ہے
اک بار جو بھی چوم لے روضے کی جالیاں

۶- **اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بمكة من البركة.**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے دوگنا برکت عطا فرما۔ (بخاری ومسلم)

ے جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی
منہ پھیر بیٹھیں ہم تیری دیوار کی طرف

۷- **ان النبی صلی الله علیه وسلم اذا دخل مكة قال اللهم لا تجعل منايا بمكة حتى تخرجنا۔** (رواہ احمد)

جب حضور علیہ السلام مکہ میں داخل ہوتے تو یہ دعا فرماتے یا اللہ! ہمیں مکہ میں موت نہ دینا (اس میں مکہ سے نعوذ باللہ! بے زاری کا اظہار مقصود نہیں بلکہ مدینہ کی موت کی تمنا مطلوب ہے)۔

ے جب لوٹ کے آؤں گا مدینے کے سفر سے
میں کیسا لگوں گا میرا گھر کیسا لگے گا

۸- حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ جب مکہ میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی مکہ میں موت پر اظہار افسوس فرمایا

يرثى له رسول الله ان مات بمكة۔ (بخاری شریف ج۱ص۱۷۳)

ے اک وار جہاں نے ویکھ لیا اے قائد گنبد خضریٰ نوں
اوہ زائر جیوندے ای مرجاندے جس وقت جدائی ہوندی اے
(قائد شرقپوری)

۹- **اللهم بارک لنا فی مدینتنا اللهم اجمع مع البركة بركتين۔** (خلاصۃ الوفاء ص۳۱)

(آپ کی دعا ہے) اے اللہ! مدینہ کو برکت دے۔ اے اللہ ایک برکت کے

ساتھ دو برکتیں جمع کر دے۔

؎ جب نصیبوں سے قدم مصطفیٰ لگا ہوا
طیبہ کی ہر گلی میں ہے میلا لگا ہوا

۱۰- **علی انقاب المدینة ملائکة تحرسونها لا یدخلها الطاعون والدجال۔** (بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مدینہ کے راستوں پہ فرشتے مقرر ہیں اس شہر میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے (فرشتے ان کو داخل نہ ہونے دیں گے)۔

؎ صدقِ دل سے بیان دیتا ہوں میں مدینے پہ جان دیتا ہوں
کوئی آ جائے دل کی مسجد میں روز اُٹھ کر اذان دیتا ہوں

۱۱- **المدینة و مکة محفوفتان بالملائکة۔** (خلاصۃ الوفاء)

مدینہ اور مکہ کو فرشتوں نے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے (فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم)۔

؎ زہے یہ عز و وقار دیارِ رسول
خمیدہ سر یہاں دیکھی ہے خواجگی میں نے

۱۲- **امرت بقریة تاکل القریٰ یقولون یثرب وھی المدینة.**

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مجھے ایسی بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہوگی لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

مدینہ شریف کو اب یثرب کہنا گناہ ہے کیوں کہ یثرب کا معنیٰ ہے بیماریوں کا مرکز، ایک جگہ میں نے یثرب میڈیکل سٹور لکھا ہوا دیکھا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہاں سے بیماریاں لگانے والی دوائیں ملتی ہیں (استغفر اللہ) بعض نعتوں میں مدینہ کی بجائے یثرب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے یہ ناجائز ہے جیسے ؎ یثرب کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی۔ بلکہ یوں کہا جائے ؎ طیبہ کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی! شاہ مدینہ۔ جو غلطی سے ایک بار مدینہ کو

یثرب کہہ بیٹھے وہ کفارے کے طور پر کئی بار مدینہ مدینہ کہے جو قصداً کہے وہ توبہ کرے ۔

یادِ خدا ذکرِ نبی حبِّ اہل بیت
ناصر نے دل میں پورا مدینہ بسا لیا

(ناصر زیدی)

۱۳ ۔ **ان اللہ امرنی ان اسمّی المدینۃ طابۃ۔** (بخاری ج ۱ ص ۲۵۲)

اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں مدینے کا نام طابہ (بھی) رکھوں۔ (فرمان نبوی)

رباعی ۔

جب روز ازل حق نے پیدا کیا مظہر کو
ڈالی گئی گردن میں زنجیر مدینے کی
جنت سے نہ کر واعظ تعبیر مدینے کی
جنت بھی ہے دھندلی سی تصویر مدینے کی

(حافظ مظہر الدین)

۱۴ ۔ **والذی نفسی بیدہ ان فی غبارھا شفاء من کل داء.**

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک مدینہ شریف کے غبار میں ہر بیماری کی شفا ہے۔

(خلاصۃ الوفاء ص ۲۸)

۔ میری خاک یا رب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ
ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

۱۵ ۔ **غبار المدینۃ یطفی الجذام۔** (خلاصۃ الوفا ص ۲۸)

(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا) مدینے کا غبار کوڑھ پن کو ختم کر دیتا ہے۔

؎ اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

۱۶ – **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول للمریض بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا۔** (صحاح ستہ)

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ) حضور علیہ السلام مریض کو ان کلمات سے دعا دیتے ''اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی سے، ہم میں سے بعض کے لعاب سے ہمارا مریض تندرست ہوگا''۔

؎ ان کا درود کہاں تک پہنچا قلب، جگر اور جاں تک پہنچا
ساری دنیا کعبے پہنچی میں کعبے کی جاں تک پہنچا

۱۷ – **من زار قبری و جبت لہ شفاعتی۔** (دار قطنی۔ بیہقی)

(حضرت نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا) جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت لازم ہوگئی۔

؎ ہمیں کوچہ تمہارا مل گیا ہے غریبوں کو سہارا مل گیا ہے
تو لے جا چاند اپنی چاندنی کو ہمیں رہبر ہمارا مل گیا ہے

۱۸ – **من جاء نی زائر الا تعمدہ حاجۃ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیمۃ۔** (دار قطنی۔ راحت القلوب)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا) جو صرف میری زیارت کے لئے میرے پاس آیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں۔

؎ جس کو میرے حضور نے دیکھا بنا دیا
جو بے زبان تھا اسے گویا بنا دیا

جس جا قیام فرما ہوا آمنہ کا لعل
اس سر زمیں کو کعبے کا کعبہ بنا دیا
زلفیں بکھیر دیں تو شب قدر بن گئی
سلجھا کے روزِ عید مجلّٰی بنا دیا

۱۹- من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (طبرانی)

(حضرت مجاہد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا) جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

ے پائے رسول پر ہو میرا سر جھکا ہوا
ایسے میں آ اجل تو کہاں جا کے مر گئی

۲۰- من حج فزارنی فی مسجدی بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔ (خلاصۃ الوفاء ص ۶۰)

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری مسجد کی زیارت کر لی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (فرمان نبوی)

ے مدینے کو سب کچھ دیے جا رہا ہوں
بہارِ مدینہ لیے جا رہا ہوں
مدینے کی باتیں مدینے کے چرچے
یہی کام ہر دم کیے جا رہا ہوں
میں اس مے کشی کے ہوں پر تصدق
پلاتے ہیں جتنا پیے جا رہا ہوں

۲۱- من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ (راحت القلوب ص ۲۰۶)

(حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

نے ارشاد فرمایا) جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا (استغفراللہ)۔

؎ میرے لیے ہر گلشنِ رنگیں سے بھلی ہے
کانٹے کی ایک نوک جو طیبہ میں پلی ہے
جو تیری گلی ہے وہ در اصل ہے جنت
در اصل جو جنت ہے وہی تیری گلی ہے

۲۲- **من زارنی متعمدا کان جواری یوم القیمة.** (خلاصۃ الوفاء ص ۶۱)

جو قصداً میری زیارت کو آیا وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا۔ (فرمان نبوی)

؎ والیل ان کے گیسوئے خم دار کی قسم
کھائی ہے حق نے خاک دیار کی قسم

۲۳- **من زارنی بعد موتی فکانما زارنی و انا حیّ.**

(سعید مقبری فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً سنا کہ سرکار نے فرمایا) جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں میری زیارت کی۔ (خلاصۃ الوفاء)

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **لا فرق بین موته و حیاته صلی اللہ علیه وسلم** کہ حضور علیہ السلام کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

صد شکر اتنا ظرف میری چشم تر میں ہے
دیکھے بغیر سارا مدینہ نظر میں ہے
اس در پہ دعاؤں کی ضرورت نہیں ہوتی
تھوڑا سا سلیقہ اگر چشم تر میں ہے

۲۴- **ما من احد من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس له عذر.**

(سمعان بن مہدی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا) جس نے وسعت و طاقت کے باوجود میری بارگاہ کی حاضری نہ دی اس کی

معافی نہ ہوگی۔ (خلاصہ ص ۶۲)

ے کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا اگر کسی نے کہ نہضت کدھر کی ہے
ان کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ بھی ہے انہی کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہی کے نور سے پتلی حجر کی ہے
کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سر سبز وصل یہ ہے سیاہ پوش ہجر وہ
چمکی دو پٹیوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

(اعلیٰ حضرت)

۲۵- **من حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت له حجتان مبرورتان۔** (خلاصۃ الوفا ص ۶۲)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سرکار نے فرمایا) جس نے حج کیا پھر مجھے ملنے میری مسجد میں ارادۃً آیا تو اس کے لیے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں۔

ثابت ہوا ارادۃً سرکار کی بارگاہ میں حاضری مقبول و محبوب ہے۔ عبدی مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **المشی الی المدینة لزیارة قبر النبی صلی اللہ علیه وسلم افضل من الکعبة** (خلاصۃ الوفا ص ۴۴) کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی زیارت کے لئے مدینہ شریف حاضر ہونا زیارتِ کعبہ سے افضل ہے۔ اس لیے حضرت عمر یہ دعا فرماتے **اللھم ارزقنی شھادة فی سبیلک واجعل موبی فی بلد حبیبک** (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۵۳)

؎ وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول کا سرمہ بنائیں ہم
؎ دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو
گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ پڑا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

(مولانا حسن رضا)

صدقے اس انعام کے

بڑے سے بڑا شہر ہو اس کی گلیوں بازاروں میں پھرتے رہنا عیب شمار کیا جاتا ہے کہ بلا مقصد پھرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ لیکن مکہ اور مدینہ وہ بابرکت شہر ہیں کہ ان شہروں کی گلیوں میں پھرتے رہو تو بھی ثواب ہے کہ پھرنے والا اپنے آقا کی سنت ادا کر رہا ہے۔

عبادت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

پھر مدینہ اور مکہ کی عظمت وشان تو ظاہر بات ہے، مکہ کی کعبہ کی وجہ سے اور مدینہ کی مدنی آقا کی وجہ سے، اور حدیث شریف کی روشنی میں ایک مؤمن کی عظمت وشان کعبہ سے زیادہ ہے چنانچہ ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یطوف بالکعبة و یقول ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک و اعظم حرمتک والذی نفس محمد بیده لحرمة المومن اعظم عندالله حرمة منک ماله و دمه و ان نظن به الاخیرا۔

(ابن ماجہ ص ۲۹۰)

میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کعبہ کا طواف فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی

(کعبہ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں اے کعبہ!) تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری ہوا بھی پاکیزہ ہے تو کتنا عظیم ہے اور تیری بہت عزت ہے لیکن مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ کے نزدیک مومن بندے کی عزت تجھ سے زیادہ ہے اس کے مال کی اس کے خون کی اور ہم اس کے بارے اچھا ہی گمان رکھتے ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ مکہ شہر کو جس کعبہ کی وجہ سے عظمت حاصل ہوئی اس کعبہ سے تو سرکار کے ایک امتی کی شان زیادہ ہے، کہاں امتی اور کہاں امام الانبیاء۔

خاک طیبہ از دو عالم خوش تر است
آں خنک شہرے کہ دروے دلبر است

قربان اس اکرام کے

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

البقعة التی ضمته صلی اللہ علیہ وسلم فانها افضل البقاع الارضیة والسماویة قیل و به اقول انها افضل العرش.

(زیر آیت انا انزلنه فی لیلة مبارکة – الدخان)

وہ زمین جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں وہ زمین و آسمان سے افضل ہے یہاں تک کہ کہا گیا اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے۔

لہٰذا! ہم حجر اسود کو اس لیے چومتے ہیں کہ اس کو حضور کے لب لگے اور روضہ کی جالی کو اس لیے چومتے ہیں کہ یہاں رسول کے لب لگے۔ حجر اسود بھی پتھر، جس کو کنکر مارے جاتے ہیں وہ بھی پتھر، مگر اس کو چوما جاتا ہے، اس کو مارا جاتا ہے، جس کو چوما جاتا ہے وہ چومے جانے کے قابل، جس کو مارا جاتا ہے وہ مارے جانے کے قابل، ہم پتھر اس لیے چومتے ہیں کہ جنت سے آیا ہے اور در رسول کو اس لیے چومتے ہیں کہ جنت سے بھی افضل ہے۔ ہم جنتی حجر کو بھی چومتے ہیں، جنتی بشر کو بھی چومتے ہیں۔ رسول اللہ نے جنتی حجر کو بھی چوما، جنتی بشر (حسن و حسین) کو بھی چوما۔ بلکہ حجر کو اگر ایک بار چوما ہے تو بشر کو سو بار چوما ہے۔ اور اس لیے چومتے ہیں کہ توحید

محفوظ ہو جائے کیوں کہ جو چوما جائے گا وہ خدا نہیں ہو سکتا، جو خدا ہے وہ چوما نہیں جاتا لہٰذا جنتی حجر ملے تو اس کو بھی چومو اور جنتی بشر ملے تو اس کو بھی چومو۔ اگر حجر نہ چوما جا سکے تو چھڑی سے اشارہ کر کے چھڑی کو چوم لو کہ اشارے سے کچھ نہ کچھ تو تعلق ہو گیا لہٰذا چھڑی کو چومنا بھی ثواب تو جالیوں کو چودہ سو سال کا تعلق ہے پھر ان کو چومنا ثواب کیوں نہیں؟ کالا کالا حجر چومتے ہو اور سنہری سنہری جالی چومنا شرک کہتے ہو حالانکہ

؎ آپ کے روضے کی جالی عرش اعظم سے عالی
اس پہ جائے جو سوالی، وہ نہ آئے ہاتھ خالی

اگر کوئی قبر کو چومنے سے قبر کا پجاری بن جاتا ہے تو تم پتہ نہیں محبت و پیار کے پردے میں کس کس کے پجاری بن جاتے ہو کبھی بچے کے پجاری کبھی بیوی کے پجاری۔ معلوم ہوا محبت کا تعلق ہو تو چوما جاتا ہے۔ ایک پتھر کو سرکار نے کعبہ کے اندر لگا کر چوم لیا دوسرے کو کعبہ کے اندر سے نکال کر پھینک دیا حالانکہ دونوں پتھر ہیں لیکن نسبت میں فرق ہے اور

؎ محمد کی نسبت بڑی چیز ہے خدا دے یہ نعمت بڑی چیز ہے

والدین کے قدموں کو کیوں چوما جاتا ہے کہ ان کا ہم پہ احسان ہے انہوں نے ہمیں جنا۔ پالا۔ تربیت کی۔ اور ہم کبھی سبز گنبد کی جالی کو بوسہ دیتے ہیں کبھی صدیق کے قدموں کو چومتے ہیں کبھی حسین و حسن کے مزار کو چومتے ہیں کبھی داتا کی چوکھٹ کو چومتے ہیں کہ والدین کا ہم پر احسان ہے تو ان پر اللہ کا احسان ہے **انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین**۔ (اقتباس از خطاب ہاشمی میاں۔ انڈیا) ؎

جیسے بھری دوپہر کو سائباں ملے
ان پر سلام نام سے جن کے اماں ملے
دیکھا نظر اٹھا کے اگر اہل عشق نے
طیبہ کے راستے میں دونوں جہاں ملے

اس لیے ؎

دنیا کو دیکھنے کا مجھے شوق تھا نہ ہے
بس اِک جھلک حضور کا روضہ دکھائی دے

اور آخر میں ۔

مُدتاں دی آرزو اے سن لے دُعا الٰہی
اوہ دیس تاں وکھا دے جتھے وسدا تیرا ماہی

اہل عشق فرماتے ہیں روضہ پاک سے جُڑے ہوئے مینار پر چار کنڈے چاروں سمتوں سے لوگوں کو بلا رہے ہیں لینا ہے تو ادھر آؤ اور اوپر والے کنڈے کا رُخ آسمان کی طرف ہے وہ فرشتوں کو بلا رہا ہے تم بھی آؤ تمہیں بھی ملے گا ۔ ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں دکھایا۔

* * *

(۹۰)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَقْتُلُكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

میں تجھے قتل کروں گا اگر اللہ نے چاہا

(شفا شریف ص ۱۱۷)

احد کی لڑائی میں جب حضور علیہ السلام کو امیہ بن خلف (جس کا بھائی ابی حضرت بلال کے ہاتھوں غزوۂ بدر میں واصل جہنم ہوا اور امیہ قیدی بنا، فدیہ ادا کرنے کے بعد اس کو حضور علیہ السلام نے رہا کر دیا اس احسان کا بدلہ اس نے اس طرح دیا) نے دیکھا تو یہ کہتا ہوا پھر رہا تھا۔

این محمد لا نجوت ان نجا "کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں اگر وہ آج بچ کر نکل گئے تو سمجھو کہ میں مارا گیا" اور کہنے لگا میرے پاس ایک گھوڑا ہے میں اسے ہر روز ایک ٹوکرا چنے کھلاتا رہوں گا اور اس پر سوار ہو کر اسے (حضور علیہ السلام کو) قتل کروں گا۔ تو اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "تو نہیں بلکہ میں تجھے ان شاء اللہ قتل کروں گا۔ چنانچہ احد کے دن جب اس نے سرکار کو دیکھا تو تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کی طرف بڑھا مسلمانوں نے اے روکنا چاہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ھکذا ای خلّوا طریقه۔ اسے آنے دو۔

اس نے سر پر خود اور اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈالا ہوا تھا اور اپنے گھوڑے کو رقص کراتا ہوا آ رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے حارث بن قیمہ سے نیزہ لیا اور بڑے جوش سے میدان میں نکلے۔ کہ صحابہ کرام بھی اس کی تاب نہ لا سکے پھر حضور علیہ السلام نے اکیلے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نیزے سے اس کی گردن کے اس حصہ میں ضرب لگائی جو خود اور زرہ کے درمیان ننگا رہ گیا تھا۔ پھر کیا تھا اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ سر چکرا گیا۔ گھوڑے کی پشت سے غش کھا کر نیچے لڑھکنے لگا۔ جس طرح بیل ڈکارتا ہے اس طرح اس نے ڈکارنا شروع کر دیا۔ اس

ضرب سے بظاہر اس کی گردن پر معمولی سی خراش آئی۔ لیکن بظاہر معمولی چوٹ نے اس کے سینے کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں چور چور کر دیں۔ سر پیٹتا ہوا، چلاتا ہوا واپس بھاگا، قوم کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا **قتلنی واللہ محمد۔** ''بخدا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا'' جب لوگوں نے اس کی خراش دیکھی تو کہنے لگے تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے؟ کوئی زخم نہیں ہے معمولی سی یہ خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا ہے اگر اس قسم کی خراش ہم میں سے کسی کو آتی (اگر چہ آنکھ میں لگتی) تو قطعاً نقصان دہ نہ ہوتی (ان نادانوں کو کیا معلوم کہ اللہ کے نبی کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا ہے اور کہاں تک ہوتا ہے) وہ کہنے لگا۔ لات وعزیٰ کی قسم جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ چوٹ اگر ربیعہ اور مضر قبائل کو بھی لگتی تو دونوں قبیلے پورے کے پورے ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ جب کفار قریش کا لشکر واپس آرہا تھا تو سرف کے مقام پر یہ اسی چوٹ کے اثر سے واصل جہنم ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ بیہقی ج ۳ ص ۳۵۸)

شفا میں الفاظ اس طرح ہیں کہ اس نے لوگوں کو کہا۔

لو کان ما بی بجمیع الناس لقتلهم الیس قد قال لی انا اقتلک واللہ لو بصق علی لقتلنی۔ (ج ۱ ص ۱۱۸)

جو تکلیف مجھے ہو رہی ہے اگر تمام انسانوں کو ہوتی تو وہ بھی مر جاتے، تمہیں معلوم نہیں کہ اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا میں تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ بد بخت اور جہنمی ہوتا ہے وہ شخص جو کسی نبی کو قتل کر دے یا کوئی نبی اس کو قتل کر دے۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھوں صرف یہی ایک بد نصیب قتل ہوا۔

* * *

﴿۹۱﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِحُدُوْدِ اللهِ وَ اَتْقَاكُمْ

میں تم سب سے زیادہ حدود اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۵۱)

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عطاء بن یسار سے روایت فرمایا اور اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شخص نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا اور پھر اس کو کہا کہ جا حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھ کر آ کہ کیا روزے کی حالت میں ایسا کرنا جائز ہے؟ جب وہ عورت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اس مسئلہ کے متعلق عرض کیا تو سرکار نے ارشاد فرمایا انی افعل ذلک "کہ میں خود ایسا کر لیتا ہوں" یعنی جواز میں فتویٰ ارشاد فرمایا۔

اس عورت نے آ کر اپنے خاوند کو بتایا تو اس کا خاوند کہنے لگا۔

یرخص الله لنبیه فیما یشاء.

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس معاملہ میں رخصت دی ہوگی۔ (یعنی ہو سکتا ہے حضور کے لئے جائز ہو ہمارے لیے ناجائز ہو)۔

وہ عورت پھر آپ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کے تاثرات کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا انا اعلمکم بحدود الله و اتقاکم۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں ائمہ فقہ میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے بعض نے مطلقاً روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ جائز فرمایا اور بعض نے صرف اس شخص کے لئے جو اپنے اوپر کنٹرول کر سکتا ہے جائز قرار دیا دوسرے کے لئے مکروہ

فرمایا اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں **اما و اللہ انی لا تقا کم للہ و اخشا کم لہ۔** اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ کے (منہیات سے) بچنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں (فتح الباری) جب کہ الجامع الکبیر میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں **انا اخشاکم للہ واحفظکم لحدودہ۔** میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ حدود اللہ کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

حقیقت یہی ہے کہ جتنا کسی کے پاس علم ہوگا اسی قدر ہی اللہ کا خوف اس کے دل میں جاگزیں ہوگا اور حضور علیہ السلام اس کائنات میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں لہٰذا آپ سب سے زیادہ متقی بھی ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے بھی ہوئے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا علماء کو ہی قرار دیا گیا ہے اور مرتبہ اور مقام بھی علم ہی کی وجہ سے ملتا ہے ارشاد ربانی ہے **والذین اوتوا العلم درجٰت۔** اہل علم کو بلند درجات عطا کیے گئے۔ مناسب ہوگا اس حدیث کے ضمن میں علم نبوت کی وسعتوں کا کچھ تذکرہ ہو جائے اور اس کے بعد اہل علم کی فضیلت کا بیان ہوگا **ان شاء اللہ و ما توفیقی الا باللہ۔**

علم نبوت کی وسعتیں

پوری کائنات کا علم اکٹھا کیا جائے، خواہ اس کا تعلق کسی شعبہ کے ساتھ ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق قلیل ہے **و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔** اور اپنے حبیب کے علم کے بارے میں فرمایا۔

> **وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما.**
>
> جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اللہ نے آپ کو سکھا دیا اور (یہ) آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ (النساء)

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ساری کائنات کا علم اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نبی کے علم کے سامنے ایسے ہے جیسے سمندر کے سامنے قطرہ ہوتا ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا علم مل کر حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے سامنے قطرہ ہو اور حضور علیہ السلام کا سارا

علم خدا کے علم کے سامنے ایسے بھی نہیں جیسے سمندر کے سامنے قطرے کا کروڑواں حصہ ہو۔ کیوں کہ اللہ کا علم پھر بھی غیر محدود ہے اور حضور علیہ السلام کا علم جتنا بھی ہے بہر حال محدود ہے۔ اللہ کا علم قدیم۔ غیر حادث۔ ذاتی ہے اور حضور علیہ السلام کا علم حادث۔ اور عطائی ہے۔ لہٰذا جب سرکار علیہ السلام کے علم غیب کلی کی بات ہوتی ہے تو اس میں شرک کا تصور اس لیے نہیں ہے کہ مخلوق کے لحاظ سے کلی ہے نہ یہ کہ اللہ کے برابر ہو گیا ہے۔

چند احادیث علم مصطفوی کے متعلق

نمبر ۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور سمجھے کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے حضور علیہ السلام عیادت کے لئے تشریف لائے تو حضرت سعد وراثت کے مسائل پوچھنے لگے آپ نے فرمایا اے سعد! تو ابھی نہیں مرے گا حتی ینتفع بک اقوام و یضربک آخرون۔ جب تک کئی قومیں تم سے نفع اور کئی قومیں تم سے نقصان نہ اٹھا لیں۔ (ابھی تک اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں دے سکتا کا عقیدہ رکھنے والے پیدا نہیں ہوئے تھے ورنہ جھٹ سے اعتراض کر دیتے) (بخاری ج ۱ ص ۱۷۳) چنانچہ آپ ہی فاتح ایران اور قاتل رستم ہوئے اس طرح ایران کو نقصان اور مسلمانوں کو نفع ہوا۔ حضور علیہ السلام نے ان کی زندگی و موت کا بھی بتا دیا اور آئندہ زمانے میں کئی سال بعد ہونے والے واقعات کی خبر بھی دے دی۔

سب توں پہلے حضور دا نور بنیا
لفظ کن سی جدوں فرمایا گیا
اونہوں آکھدے نیں ابر غائب ناہیں
جیہدے سامنے سب کجھ بنایا گیا

نمبر ۲۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سفر میں تھے کہ ان کا بچہ بیمار ہوا پھر فوت ہو گیا واپس تشریف لائے بیوی سے پوچھا بچہ کیسا ہے (نظر نہیں آ رہا) اس نے بات چھپائی کہ ابھی سفر سے آئے ہیں یہ خبر سن کر اور پریشان ہو جائیں گے عرض کیا قد ھدا نفسہ وارجوا ان یکون قد استراح۔ توریۃً کلام کیا کہ ابھی سکھ کا سانس لیا ہے امید ہے راحت میں ہو گا (وہ سمجھے کہ سویا ہوا ہے جب کہ ان کی مراد تھی کہ فوت ہو گیا ہے) ابو طلحہ رات

سو گئے (اور اسی رات حقوق زوجیت ادا کیے) صبح غسل فرما کر حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے چلے تو بیوی نے بچے کی وفات کے بارے بتا دیا (اتنی بڑی صدمہ کی خبر بھی ان کو نماز با جماعت سے نہ روک سکی) حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور بچے کی وفات کی خبر دی۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعل اللہ ان یبارک فی لیلتھما.

آپ نے فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ تم دونوں کی رات میں (جو حقوق زوجیت ادا کیے ہیں) برکت دے گا۔

فقال رجل من الانصار فرایت تسعة اولاد کلھم قد قرء القرآن۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۳-۱۷۴)

انصار کے ایک شخص (عبایہ بن رفاعہ) فرماتے ہیں میں نے (اس دعا کی برکت سے) ابوطلحہ کے نو بچے دیکھے اور نو کے نو ہی قرآن کے قاری۔

نمبر۳۔ **عن ابی ھریرہ قال: جاء ذئب الی راعی الغنم فاخذ شاة، فطلبه الراعی حتی انتزعھا منه، قال: فصعد الذئب علی تل فاقعی واستذفر فقال عمدت الی رزق رزقینه اللہ عزوجل انتزعته منی، قال الرجل: تاللہ ان رایت کالیوم ذئبا یتکلم قال الذئب: اعجب من ھذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبر کم بما مضی و ما ھو کائن بعد کم، قال فکان الرجل یھودیا، فجاء الی النبی ﷺ فاخبرہ فصدقة النبی ﷺ۔** (مسند امام احمد: ۸۰۲۰)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک بھیڑیا ایک بکریاں چرانے والے کے ریوڑ میں آیا اور ایک بکری لے گیا۔ چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری چھڑا لی۔ تو بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر کہنے لگا۔

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا ہے اور میں نے لیا اور تو نے مجھ سے چھڑا لیا، وہ راعی بولا کہ آج تک میں نے بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا جیسے آج دیکھا ہے تو بھیڑیا کہنے لگا کہ اس سے زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ایک آدمی مدینہ شریف میں تمہیں خبر دیتا ہے جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ تمہارے بعد ہونے والا ہے اور تم اس پر ایمان نہیں لاتے۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں:

وہ شخص یہودی تھا۔ اس نے آکر رسول کریم ﷺ کو خبر دی اور مسلمان ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی تصدیق کی"۔

اس حدیث کو امام احمد اور ابو نعیم نے بسند صحیح روایت کیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین: ۱۶۳)

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیوانات بھی رسول کریم ﷺ کو عالم ما کان وما یکون جانتے تھے لیکن آج کل کے انسان کو اس کے ماننے میں تامل ہے۔ یا پھر یوں کہہ لیں کہ مدینے کے بھیڑیے بھی سرکار کا علم مانتے ہیں اور پاکستان کے ذیاب فی ثیاب انکار کرتے ہیں۔

یہی وہ علم ہے علمِ لدنی جس کو کہتے ہیں
یہی وہ غیب ہے علم غیب سُنی جس کو کہتے ہیں

نمبر۴۔ غزوہ موتہ ملک شام میں لڑائی ہو رہی ہے اور ادھر حضور علیہ السلام مدینہ میں مسجد نبوی شریف کے منبر شریف پر جلوہ گر ہو کر ملک شام میں ہونے والی لڑائی کا اپنے صحابہ کرام کے سامنے آنکھوں دیکھا حال بیان فرما رہے ہیں۔

اخذ الراية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذها عبدالله بن رواحة فاصيب و ان عيني رسول الله صلى الله عليه وسلم لتذرفان.

اب جھنڈا زید نے پکڑ لیا ہے پس وہ شہید ہو گئے پھر جعفر (بن ابی طالب) نے لے لیا وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑ لیا وہ بھی شہید ہو گئے (اور اپنے وفادار و جانثار غلاموں کی شہادت پر) حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

فرمایا ثم اخذها خالد بن ولید بغیر امرۃ فتح لہ۔ (صحاح ستہ)

اب خالد بن ولید نے خود ہی جھنڈا پکڑ لیا ہے اور اللہ نے فتح دیدی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو بعض لوگ کہتے ہیں اگر یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کا علم تھا تو وہ روتے کیوں تھے۔ حضور علیہ السلام دیکھ رہے ہیں، بتا رہے ہیں اس سے بڑھ کر کیا علم ہوگا، مگر رو بھی رہے ہیں۔ لہٰذا جدائی میں رونا عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے یہ تو کبھی کبھی ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام معجزے کے طور پر اظہار فرماتے تھے حالانکہ اللہ فرماتا ہے لئن شکرتم لا زیدنکم۔ اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا تو حضور علیہ السلام اللہ کا سب سے زیادہ شکر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ آپ کو سب سے زیادہ علم دینے والا ادھر شکر کی انتہا ہو گئی ادھر علم نبوت مکمل ہو گیا اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ادھر قرآن مکمل ہوا ادھر حضور کا علم مکمل ہو گیا اس کے بعد کوئی بتائے کہ فلاں بات کا علم نہ تھا۔ اور اس علم کی تکمیل کا نظارہ کرنا ہو تو دیکھو قیامت تک جو بھی مرے گا حضور اس کی قبر میں تشریف لائیں گے کوئی مشرق میں مرے یا مغرب میں ہر ایک کی موت کو بھی جانتے ہیں اور قبر کا بھی علم ہے تبھی تشریف لاتے ہیں اور بروز قیامت اللہ فرمائے گا اے محبوب! (میرے دیے ہوئے علم سے) جس کے دل میں رائی کے دانے بلکہ اس سے بھی کم اور اس سے بھی کم ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے ایمان دل میں ہے اور دل سینے میں تو اگر اس غیب الغیب کو جانتے نہیں تو دوزخ سے نکال کیسے لائیں گے۔ مولائے روم تو اولیاء کرام کے بارے فرماتے ہیں ۔

بندگان خاص علام الغیوب   درمیان شاں جواسیس القلوب
لوح محفوظ است پیش اولیاء   آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

اگر جسم کا طبیب جسم کی ہر خوبی و کمال کو جانتا ہے تو روح کے طبیبوں سے کوئی بات کیسے چھپ سکتی ہے۔

نمبر۵۔ ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا حضور ہم میں سے کون آپ کی بارگاہ میں سب سے پہلے (فوت ہونے کے بعد) حاضر ہوگی فرمایا اطولکن یدا جو تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے (اس سے حضور علیہ السلام کی مراد سخاوت تھی جب کہ وہ سمجھیں کہ حقیقتاً جس کے لمبے ہاتھ ہیں وہ سب سے پہلے

فوت ہو گی) چنانچہ انہوں نے کوئی چھڑی وغیرہ لے کر اپنے ہاتھوں کو ناپا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ لمبے نکلے جب کہ حضور علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے وصال ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہوا وہ چونکہ زیادہ سخاوت کرتی تھیں اس لیے ہم سمجھ گئیں کہ اس سے مراد سخاوت تھی۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امہات المومنین کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ السلام کو نہ صرف اپنی وفات کا علم ہے بلکہ ہم میں سے ہر ایک کی موت کے بارے آپ جانتے ہیں ورنہ وہ یہ سوال ہی نہ کرتیں اور اگر کر ہی لیا تھا تو آپ منع فرما دیتے کہ مجھے تو اپنی موت کا پتہ نہیں تمہاری موت کے بارے میں کیا جانتا ہوں۔ **ما تدری نفس ماذا تکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت** (لقمٰن) کوئی نہیں جانتا کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کون کہاں مرے گا۔ جب کہ میدان بدر میں معرکہ سے ایک دن پہلے ہی چھڑی کے ساتھ نشان لگا کر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو بتا دیا کہ کل فلاں کافر یہاں مرے گا اور فلاں یہاں مرے گا چنانچہ صحابہ فرماتے ہیں جس کے بارے حضور علیہ السلام نے جہاں نشان لگایا وہ وہیں مرا نہ اس سے آگے نہ پیچھے۔

نمبر ۶۔ ایک مرتبہ غزوۂ تبوک کے سفر میں حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو پہلے ہی بتا دیا

انها ستهب الليلة ريح شديد ولا يقومن احد و من كان معه بعير فاليعقله فعقلنا ها و هبت ريح شديد فقام رجل فالقته بجبلے طی۔ (بخاری ج ا ص ۲۰۰)

کہ آج رات شدید آندھی آئے گی لہٰذا کوئی بھی نہ اُٹھے اور جس کے پاس اونٹ ہے وہ اس کو باندھ لے چنانچہ رات ہوئی تو شدید آندھی آئی ایک بندہ اُٹھا تو آندھی نے اس کو طی کے پہاڑوں میں اُٹھا کر پھینک دیا۔

ایک دوسرے سفر (غزوۂ خیبر سے واپسی) میں حضور علیہ السلام نے حضرت بلال کو فرمایا ہم [illegible] آپ جاگتے رہنا اور نماز کے وقت ہمیں اُٹھا دینا۔

فصلی بلال ما قدر له و نام رسول الله صلی الله علیه وسلم و اصحابه

حضرت بلال کی قسمت میں جتنی عبادت لکھی تھی وہ کرتے رہے اور حضور علیہ السلام بمع صحابہ کرام کے آرام فرما ہو گئے۔

فجر کا وقت قریب آیا تو حضرت بلال بھی کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر شدت نوم کی وجہ سے سو گئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا سب سے پہلے حضور بیدار ہوئے اور نماز کے قضا ہونے پر گھبرائے ہوئے تھے (اس واقعہ میں بھی اللہ نے سنت کو قائم کرنا تھا وگرنہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا میرا دل نہیں سوتا صرف آنکھیں سوتی ہیں جب کہ دل اللہ کے انوار میں مستغرق تھا اور امت کو مسئلہ سمجھانا تھا کہ اگر اس طرح غلبہ نوم میں نماز قضا ہو جائے اور اچانک جاگ آجائے تو فوراً پڑھ لو گناہ نہیں ہوگا) فرمایا اے بلال یہ تو نے کیا کیا؟ عرض کیا **اخذ بنفسی الذی اخذ بنفسک** جس نے آپ کو سلایا اس نے مجھے بھی سلا دیا چنانچہ حضور علیہ السلام نے تھوڑا آگے جا کر اذان دلوائی اور با جماعت نماز ادا کی۔ (مشکوۃ ص ۶۷) ایک دوسری روایت جو مشکوۃ شریف کے اسی صفحہ پر ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نماز کے بعد آپ سرکار نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (میں تجھے بتاؤں بلال کے ساتھ کیا ہوا) بلال نماز پڑھ رہا تھا شیطان آیا اور جیسے بچے کو تھپکی دے کر سلایا جاتا ہے اس طرح شیطان نے تھپکی دے کر بلال کو سلا دیا پھر حضور علیہ السلام نے حضرت بلال کو بلا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہوا تو انہوں نے ویسے ہی عرض کیا جیسے حضور علیہ السلام نے ابو بکر کو بتایا تھا **فقال ابو بکرا شھد انک رسول اللہ**۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نعرہ بلند کیا اے اللہ کے محبوب! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

وہ کیسا امتی ہے جو خود تو علامہ کہلواتا ہے اور اللہ کے محبوب کے علم کی بات آئے تو کہے دیوار پیچھے کا علم نہیں۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

جب کہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ انسان ہو کر دوسرے علاقے یا دوسرے ملک کے انسان کی زبان نہ سمجھ سکیں اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جانور اپنی فریادیں لے کر حاضر ہوتے اور آپ ان کی دست گیری فرماتے سینکڑوں واقعات کتب سیرت میں موجود ہیں جس کو شوق ہو

الشفا قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کرلے۔ یہاں صرف ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

ایک اونٹ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی زبان میں کچھ عرض کیا سرکار نے فرمایا انه شکیٰ کثرة العمل و قلة العلف کہ یہ کہہ رہا ہے میرا مالک مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے چارہ کم ڈالتا ہے ایک روایت میں ہے

انه شکی الی انکم اردتم ذبحه بعد ان استعملتموه فی شاق العمل من صغره۔ (الشفا ج ا ص ۳۱۲)

کہ یہ شکوہ کر رہا ہے تم نے اس کو ذبح کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے حالانکہ اس سے پہلے تم اس سے بہت کام لیتے رہے۔

اسی طرح ایک باغ میں کوئی داخل ہوتا تو ایک اونٹ اس پر حملہ آور ہو جاتا جب حضور علیہ السلام تشریف لے گئے تو اونٹ آپ کے قدموں میں گر گیا اس وقت آپ نے فرمایا۔

ما بین السماء والارض الا یعلم انی رسول الله الا عاصی الجن والانس۔ (الشفا ص ۳۱۲)

زمین و آسماں میں جو کچھ بھی ہے سوائے نافرمان جنوں اور انسانوں کے سب جانتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

علمی لطیفہ نمبر ۱

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو اردو بازار لاہور میں ایک مرتبہ ایک بدعقیدہ شخص نے طنزاً تنکا پکڑ کر کہا کہ کیا حضور علیہ السلام کو اس تنکے کا بھی علم ہے؟ آپ نے مذکورہ حدیث پڑھ کر فرمایا کیا اس تنکے کو حضور علیہ السلام کا علم ہے کہ نہیں؟ اس نے کہا؟ ہاں! کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے ہر شے جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں فرمایا شرم نہیں آتی تنکے کو تو حضور علیہ السلام کا علم ہو اور حضور علیہ السلام کو تنکے کا علم نہ ہو۔

شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

علمی لطیفہ نمبر ۲

کوئی اگر یہ کہے کہ اونٹ کے بڑبڑانے سے حضور علیہ السلام نے اتنا بڑا جملہ کیسے نکال

لیا کہ یہ کہہ رہا ہے میرا مالک مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے اور چارہ کم ڈالتا ہے تو مولانا ابوالنور محمد بشیر احمد کوٹلی لوہاراں والے فرمایا کرتے ہیں کہ جب پرانے دور میں ٹیلی فون کی بجائے تار کا نظام ہوتا تو سنتے تھے فلاں کا تار آیا ہے وہ جاتا تو تار سننے والا بتاتا کہ تیرے گھر پوتا ہوا ہے حالانکہ اس بے چارے کو تو صرف ٹپ ٹپ کی ہی آواز آئی تو وہ فرماتے تم ٹپ ٹپ کی آواز سے اتنا بڑا پوتا نکال لیتے ہو تو نبی اونٹ کی بڑبڑاہٹ سے جملہ نکال لے تو ماننے سے انکار کرتے ہو۔

نمبر۷۔ ترمذی شریف کی طویل حدیث جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے نماز میں اونگھ آئی تو اچانک میں رب العالمین کے سامنے تھا اور میں نے اپنے رب کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔ جب کہ دوسری حدیث میں اونگھ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا **فیم یختصم الملاء الاعلی** کہ ملاءِ اعلیٰ میں کس بات پہ جھگڑا ہو رہا ہے میں نے عرض کیا یا اللہ تو ہی زیادہ جانتا ہے **فوضع کفه بین کتفی فوجد بردها بین ثدیی فعلمت ما فی السموت والارض۔** ایک روایت میں ہے **فتجلی لی کل شئی و عرفت۔**

پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی تو ہر شے میرے سامنے واضح اور روشن ہو گئی اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا میں نے جان لیا۔ (مشکوۃ ص۲۷ص۶۹) یہاں پر **کل شئی** کے الفاظ ہیں اور قرآن پاک میں آدم علیہ السلام کے بارے فرمایا **و علم ادم الاسماء کلها۔** وہاں بھی کلٌ یہاں بھی کُلٌ لوگ کُلّی نہیں مانتے اللہ نے کُلٌ عطا کر دیا۔

(صاحبزادہ افتخار الحسن)

نمبر۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم و انی لا راکم و راء ظهری۔ (بخاری:۸۳۲۱)

"خدا کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں۔ میں پیٹھ کے پیچھے سے بھی تم کو دیکھتا ہوں"۔

یہ معجزہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ آگے پیچھے یکساں دیکھتے تھے، اور ظاہر ہے کہ

خشوع فعل قلب ہے، معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سے لوگوں کے دلوں کی حالت بھی پوشیدہ نہ تھی۔ (اللھم صلِ علی سیدنا محمد)

ہاں! یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حکم مقتدیوں کو فرمایا، نہ صرف پہلی صف والوں کو بلکہ سب کو۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اقتداء میں جتنی صفیں ہوتیں سب کے رکوع و خشوع کو آپ دیکھتے تھے۔ فللہ الحمد۔

نمبر ۹۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

لا تؤذی امراۃ زوجها فی الدنیا الا قالت زوجته من الحور العین لا تؤذیه قاتلک الله فانما هو عندک دخیل یوشک ان یفارقک الینا۔ (ترمذی ج۱ ص۲۲۲)

کوئی عورت جب دنیا میں اپنے خاوند کو ستاتی ہے تو جنت کی موٹی آنکھ والی حور (اس کی جنتی بیوی) کہتی ہے اللہ تجھے مارے اس کو نہ ستا تیرے پاس چند دنوں کا مہمان ہے عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔

حالانکہ کبھی میاں بیوی کی لڑائی رات کے اندھیرے میں ہوتی ہے کہ بچوں کو بھی پتہ نہیں چلتا مگر حور جنت میں سات آسمانوں کے اوپر جان لیتی ہے۔ جب حور کا علم یہ ہے تو سراپا نور کا علم کیا ہوگا۔ حور تو حضور کے قدموں کے دھوون کا ایک چھینٹا ہے

یہ علم غیب ہے کہ رسول کریم نے
خبریں وہ دیں کہ جن کی کسی کو خبر نہ تھی

ایک عورت نے عرض کیا حضور دعا فرمائیں میں شہید ہو جاؤں فرمایا **انت شهیدة** تو شہید ہے چنانچہ وہ زندگی میں ہی شہیدہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔

۱۰۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنگ میں ایک شخص جو مسلمانوں کے لشکر میں تھا بڑی ہمت اور بہادری کے ساتھ کافروں سے لڑ رہا تھا اور کافروں کو **فنا فی النار** کر رہا تھا میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا **ما اجرا منا الیوم احد کما اجرا فلان** کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی بھی اس

کی طرح بہادری کا مظاہرہ نہیں کر رہا (یعنی رشک کی کیفیت پیدا ہوگئی کہ کاش ہم بھی اس کی طرح لڑتے) لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا **انہ من اهل النار** وہ جہنمی ہے (ہم ڈر گئے اور ساتھ حیران بھی ہوئے) چنانچہ ہم میں سے ایک بندہ اس کے ساتھ ساتھ ہولیا **کلما وقف وقف معہ و اذا اسرع اسرع معہ** جب وہ کھڑا ہوتا تو یہ بھی کھڑا ہو جاتا جب وہ چلتا تو یہ بھی ساتھ چلتا یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر

فاستعجل الموت فوضع نصل سيفه بالارض و ذبابه بين ثدييه ثم تحامل على سيفه فقتل نفسه.

اس نے اپنی تلوار کی نوک سینے پہ رکھی اور اپنا پورا زور لگا کر اس کو سینے میں پیوست کر لیا اور خودکشی کر لی۔

حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اس کا واقعہ عرض کیا گیا اور عرض کرنے والے نے حضور علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی کہ ایسی بات اللہ کا رسول ہی کر سکتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا

ان الرجل ليعمل بعمل اهل الجنة فيما يبدو للناس و هو من اهل النار و ان الرجل ليعمل عمل اهل النار فيما يبدو للناس و هو من اهل الجنة۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۰۲)

بندہ کبھی ہوتا جہنمی ہے لیکن زندگی میں عمل جنتیوں والے کرتا رہتا ہے (اور موت کے وقت بدبختی اس پہ غالب آجاتی ہے) اور کبھی بندہ جنتی ہوتا ہے لیکن عمل زندگی میں جہنمیوں والے کرتا رہتا ہے (جب کہ خاتمہ ایمان پر نصیب ہو جاتا ہے)۔

علم نبوت کو ہم اپنی ناقص عقل کے ترازو پہ تولیں گے تو ایمان کا ستیاناس کر بیٹھیں گے، بھلا منوں وزن سنار کی چھوٹی سی کنڈی پہ کیسے تل سکتا ہے اور علم نبوت بھی ہماری ناقص عقل کے چھوٹے سے ترازو پر تلنا۔ ایں خیال است و محال است و جنون ہے

ان پہ کتاب اتری تبیانا لکل شئی
تفصیل جس میں ما عبر ما غبر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ

کوئی جتنے بھی بڑے ادارے یا یونیورسٹی، کالج میں پڑھے اس کی سند پہ نہیں لکھا ہوتا کہ م نے ایسا پڑھا دیا ہے کہ کبھی نہیں بھولے گا لیکن خدا نے اپنے محبوب کو یہ گارنٹی دے رکھی ہے۔ سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ اے محبوب! ہم تمہیں ایسا پڑھا رہے ہیں کہ تو کبھی نہیں بھولے گا مگر جو ہم چاہیں گے۔ بلکہ اس سینہ بے کینہ علم کا گنجینہ کے ساتھ جو لگا اللہ نے اس کے لئے بھی علم کے دروازے کھول دیے حضرت عبداللہ بن عباس کو سید المفسرین اور حبر الامۃ کیوں کہا جاتا ہے فرماتے ہیں۔

ضمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صدرہ و قال اللھم علمه الکتب۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۱)

حضور علیہ السلام نے مجھے سینے سے لگا کر دعا دی یا اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا کر دے۔

الغرض علام الغیوب پڑھانے والا ہو اور محبوب خدا پڑھنے والا ہو تو دنیا کا کون سا علم ہو گا جو حاصل نہ ہو گا چاہے اس کا تعلق ما فی الارحام کے ساتھ ہو یا علم الساعۃ ہو یا علوم خمسہ میں سے کوئی علم ہو یہ الگ بات ہے کہ وہ عاجزی کریں اور سب کچھ جاننے کے باوجود فرمائیں میں کچھ نہیں جانتا سب کچھ میرا رب ہی جانتا ہے اور رب ان کی شان ظاہر فرمائے اور کہے و علمک مالم تکن تعلم کہ محبوب تو تو سب کچھ جانتا ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

بعض باتیں حضور علیہ السلام نے کیوں نہ بتائیں؟

جن بعض باتوں کے بارے سرکار نے خاموشی اختیار فرمائی یا قصداً امت کو نہ بتایا یا اپنی

ذات سے نفی فرمائی ان میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہے یا کوئی راز کی بات تھی جس کے بتانے کی اجازت نہ تھی جیسے قیامت کے بارے تفصیلات اور عین وقت نہ بتایا گیا اگر علم اصلاً ہوتا ہی نہ تو بے شمار نشانیاں کیسے بتا دیں۔ افسوس کہ مخالفین ان حقائق کی طرف نہیں جاتے جو سرکار نے طشت از بام فرما دیے اور اس ایک آدھ بات کو خوب اچھالتے ہیں کہ جس کو حضور علیہ السلام نے حکمتاً نہ بتایا۔ دیکھیے علوم خمسہ میں یہ بھی ہے **و یعلم ما فی الارحام**۔ اور اللہ جانتا ہے جو رحموں میں ہے۔ ان پانچ چیزوں کے بارے میں منکرین علم غیب کہتے ہیں کہ صرف اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا جب کہ قرآن مجید کی اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اللہ کسی کو بتاتا بھی نہیں ہے بارش کے بارے میں تو مطلقاً علم کا ذکر ہی نہیں صرف اتنا ہے **و ینزل الغیث** کہ بارش اللہ برساتا ہے اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا اور جہاں تک بارش کے نزول کا علم ہے تو محکمہ موسمیات والوں کا علم تو قبول ہے اور امام الانبیاء کا قبول نہیں ہے جب کہ "کون کہاں مرے گا" اور "کون کل کیا کرے گا" میں بھی درایت کی نفی ہے علم کی نہیں تو پھر اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے کس قدر ڈھٹائی سے کہا جاتا ہے "کچھ نہیں جانتے"۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے حضرت محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ سمجھ کر پوچھا کہ یہ اس واقعہ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں تو انہوں نے واقعہ بیان کیا کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کی شریک بن سحماء کے ساتھ اور ہلال بن امیہ، براء بن مالک کے مادری بھائی تھے اور اسلام میں انہوں نے سب سے پہلے لعان کیا، چنانچہ راوی کہتے ہیں پھر دونوں میاں بیوی نے لعان کیا تو حضور علیہ السلام نے (صحابہ کو) فرمایا۔

ابصروها فان جاءت به ابیض سبطا قضیئی العینین فهو لهلال بن امیة و ان جاءت به اکحل جعدا احمش الساقین فهو لشریک بن سحماء قال فانبئت انها جاءت اکحل جعدا حمش الساقین۔ (ج ۱ ص ۴۹۰)

اس عورت کو دیکھتے رہو اگر اس کا بچہ سفید رنگ کا، سیدھے بالوں والا، لال آنکھوں والا پیدا ہوا تو ہلال بن امیہ کا ہوگا اور اگر سرمئی آنکھوں والا گھنگریالے بالوں

والا پتلی پنڈلیوں والا پیدا ہوا تو شریک بن سحماء کا ہوگا حضرت انس فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی کہ اس عورت کا لڑکا سرمگیں آنکھوں والا گھنگھریالے بالوں والا اور پتلی پنڈلیوں والا پیدا ہوا۔

جب کہ دوسری روایت میں صاف الفاظ ہیں کہ جب یہ دونوں میاں بیوی لعان کے لئے حاضر ہوئے، مرد نے لعان کرلیا عورت کرنے چلی تو آپ نے اس کو فرمایا مَـہٗ ٹھہر (اپنے قصور کا اعتراف کرلے) لیکن اس نے انکار کر دیا اور لعان کیا۔

فلما ادبرا قال لعلها ان تجیئی به اسود جعدا فجاء ت به اسود جعدا۔ (مسلم شریف ج ا ص ۴۹۰)

تو جب دونوں پیٹھ پھیر کر چل دیے تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا ہوسکتا ہے اس عورت کا بچہ کالے رنگ کا گھنگھریالے بالوں والا پیدا ہو (اس شخص کی شکل کا جس کا خاوند کو گمان تھا) چنانچہ جیسے حضور نے فرمایا تھا اس طرح ہی پیدا ہوا۔

یہاں لعل شک کے لئے نہیں بلکہ عاجزی کیلئے تاکہ بھروسہ اللہ کی ذات پر ہی رہے۔

اسی طرح ام الفضل حضور علیہ السلام کی چچی کو جب خواب آیا کہ آپ کے جسم کا ایک حصہ میری گود میں آکر گرا ہے آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بچہ پیدا ہوگا اور تیری گود میں آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں آئے۔ (مشکوۃ ص ۵۷۳)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علم میں اضافے کی دعا سکھائی

اس قدر وسعت علمی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے پھر دعا سکھائی کہ پڑھتے رہا کریں **رب زدنی علما۔** اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ ظاہر ہے اللہ نے خود ہی دعا سکھائی تو اضافہ فرمانے کے لئے ہی سکھائی یہ تو عام بندہ بھی نہیں کرسکتا کہ ملازم کو کہے میں تیری تنخواہ میں اضافہ کردوں گا تو درخواست لکھ دے وہ درخواست لے کر جائے تو تنخواہ پہلے سے بھی کم کردے۔ جب کوئی معمولی افسر اپنے ملازم سے ایسا نہیں کرسکتا تو بھلا خدا اپنے محبوب سے ایسا کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

تو گھٹائے سے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

بڑی عجیب بات ہے کہ جب بھی حضور علیہ السلام کے علم غیب کے ثبوت میں قرآن و سنت سے کوئی دلیل پیش کی جاتی ہے تو منکرین فوراً کہتے ہیں یہ تو اطلاع علی الغیب ہے اخبار عن الغیب ہے اظہار عن الغیب ہے یہ بات کوئی عقل سے عاری شخص کہے تو سمجھ میں آتی ہے بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار اور بزعم خویش وارثان منبر و محراب بھی یہی کہتے نظر آتے ہیں ان بھلے مانسوں سے بندہ پوچھے کیا خبر بغیر علم کے صادق ہو سکتی ہے اور جو جانتا ہی نہ ہو وہ خبر کیا خاک دے گا پہلے خود اس کے پاس واقع کا علم آئے گا پھر ہی دوسرے کو بتائے گا۔ حالانکہ یہ بھی انکار کا ایک بہانہ ہے وگرنہ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا جب اللہ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا **فعلمت ما فی السموٰت** الخ یہاں نہ اطلاع ہے نہ اخبار اور نہ ہی اظہار بلکہ علم کا لفظ ہے اب کہیں گے یہاں غیب کا لفظ نہیں تو کیا زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو تم سے غیب ہو، حضور اس کو بھی جانتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں جب بتا دیا تو غائب کہاں رہی؟ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی کہا جائے گا کیوں کہ اس کے سامنے تو کچھ غائب ہے ہی نہیں تو اللہ کو عالم الغیب کہنے پر بھی اعتراض ہو گا۔

سوال

علمت ماضی ہے صرف ایک بار علم ثابت ہوا ہمیشہ کے لئے نہیں؟

جواب

نمبر۱ ثابت تو ہو گیا اب واپس لینا تم ثابت کر دو۔

نمبر۲ نکاح کے وقت بھی **قبلت** ماضی کا صیغہ بولتے ہو، کیا ایک لمحہ کے لیے نکاح ہو جاتا ہے کہ ساری عمر کے لئے۔

جہاں بھی "کوئی نہیں جانتا" کے الفاظ ہوں اس "کوئی نہیں" میں نبی کو شامل نہ کیا کرو کیوں کہ "نبی کوئی نہیں" اللہ کے محبوب ہیں۔ مفسرین نے تو **"یا ایها الذین امنوا"** کے پاکیزہ خطاب میں نبی علیہ السلام کو شامل نہیں کیا اور فرمایا ہے کیوں کہ یہ صرف غلاموں کے لئے ہے حضور

کے لئے الگ خطاب فرمایا گیا ہے **یا ایھا النبی – یا ایھا الرسول – یا ایھا المزمل –** اور تم ہو کہ نبی کو ''کوئی'' کہتے ہوئے بھی نہیں گھبراتے ہو۔ کوئی میں تمہارے محکمہ موسمیات والے ہو سکتے ہیں جو کہتے ہیں موسلا دھار بارش ہوگی اور آسمان پہ بادل کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ کبھی کہتے ہیں بارش کا امکان نہیں اور موسلا دھار بارش ہو جاتی ہے۔ یا کوئی میں نجومی و کاہن ہوں گے جو دامن نبوت کو چھوڑ کر آئندہ کے حالات جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مثال

اگر کسی نے سارا لاہور دیکھنا ہو تو ہو سکتا ہے کئی دنوں کے اندر بھی نہ دیکھ سکے لیکن مینار پاکستان پہ چڑھ جائے تو سارا لاہور ایک لمحہ میں دیکھ لے گا اور اوپر چلا جائے جہاز پہ سوار ہو جائے تو کوئی شے پوشیدہ نہ رہے تو جو اللہ کا نبی اتنا اونچا ہو جائے کہ عرش بھی اس کے قدموں کے نیچے ہو جائے اس سے کیا چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

اتنا وسیع علم اس لیے دیا کہ باقی انبیاء کرام خاص خاص علاقوں، قبیلوں کی طرف نبی بن کر آئے اور حضور رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین بن کر تشریف لائے پتہ نہیں وہ کون سی دیوار ہے جس کے پیچھے کا علم نہیں ہو سکتا حضور نے تو قیامت کی دیوار کے پیچھے کا علم بھی اپنی امت کو دے دیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے آنے والی نسلوں کے بارے میں بتا دیا **انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا** (سورہ نوح) بے شک (اے اللہ) اگر تو انہیں (زندہ) رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار اور بری ناشکری ہوگی۔

فرشتوں کو اللہ نے جب فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا۔ کیا تو اس کو بنائے گا جو زمین میں خون ریزی اور فساد کرے گا۔ حالانکہ یہ فساد و خون ریزی ہزاروں سال بعد ہونے والی تھی اللہ نے نہ نوح علیہ السلام کو فرمایا اور نہ فرشتوں کو کہ کل کے بارے میں تو کوئی جانتا نہیں ہے اور تم ہزاروں سال بعد کی باتیں کرتے ہو۔ پتہ چلا یہ بدبودار عقیدہ اس وقت نہیں تھا بلکہ موجودہ دور انحطاط و زوال کی پیداوار ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دنوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں خراب تھیں (کئی دن گذر گئے خیبر فتح نہ ہو رہا تھا آخر کار) حضور علیہ

السلام نے ارشاد فرمایا۔

لا عطین الرأیة اولیا خذن غدار جل یحبه الله و رسوله او قال یحب الله و رسوله یفتح الله علیه فاذا نحن بعلی و ما نرجوه فقالوا هذا علی فاعطاه رسول الله صلی الله علیه وسلم ففتح الله علیه۔ (بخاری ج۱ ص۴۱۸)

میں ضرور اس کو جھنڈا دوں گا یا فرمایا کل ضرور وہ بندہ جھنڈا لے گا جس سے اللہ و رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ فتح عطا کر دے گا اچانک علی المرتضیٰ آ گئے ہمیں نہیں امید تھی کہ جھنڈا ان کو ملے گا (کیوں کہ ان کی آنکھیں خراب تھیں۔ حضور نے لعاب دہن سے آنکھوں کو درست کر دیا اور) جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ کو دے دیا اللہ نے خیبر فتح فرما دیا۔

اس حدیث میں تو **غدا** کا لفظ بھی موجود ہے صحابہ میں سے کسی نے اعتراض نہ کیا؟ حضور! قرآن تو فرماتا ہے **ماذا تکسب غدا** کل کیا ہوگا۔ کوئی نہیں جانتا آپ یہ فرما رہے ہیں۔ **نعوذ باللہ** کیا ان کو قرآن نہیں آتا تھا یا توحید و شرک کا معنی نہیں جانتے تھے یا پھر وہ بریلوی تھے۔

ایک دلچسپ شیطانی مکالمہ

ان الشیطین لیوحون الی اولیاؤهم لیجادلو کم. (القرآن)

شیطان اپنے چیلوں کو شیطانی ہدایات دیتا رہتا ہے تاکہ وہ تم سے جھگڑیں۔

اسی سلسلہ میں حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری صاحب نے بخاری شریف مترجم جلد اول کے صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰ کے حاشیہ پر ایک لطیفہ تحریر فرمایا ہے لکھتے ہیں:-

ایک دفعہ مدرسہ انوار التوحید میں شرک فروش ٹولے کے دو مولوی صاحبان بیٹھے ہوئے توحید کو پھیلانے اور شرک کو پوری دنیا سے مٹانے کی تدابیر پر غور فرما رہے تھے ایک کا عرفی نام تھا مولانا شرک پھوڑ صاحب اور دوسرے مولانا بدعت توڑ صاحب کے نام سے موسوم تھے۔ گفتگو کے دوران مولانا شرک پھوڑ صاحب فرمانے لگے بھائی بدعت توڑ صاحب! دل چاہتا ہے کہ آج

آپ سے اپنے دل کی بات کہہ دوں یار کیا کروں بعض احادیث کو پڑھ کر تو میں حیران رہ جاتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ جن کو ہم پوری امت محمدیہ میں سے بہترین اور مثالی مسلمان شمار کرتے ہیں انہیں ہو کیا گیا تھا (یعنی صحابہ کرام کو) پورا قرآن کریم پڑھ جائیں اس میں کسی جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ جب میرا آخری رسول تھوکے تو تم اسے حاصل کر کے اپنے چہروں اور کپڑوں پر مل لینا جب وہ وضو کریں تو مستعمل پانی کے قطروں کو حاصل کرنے کی خاطر ایڑھی چوٹی کا زور لگا دینا۔ اگر نہ مل سکے تو جس جگہ وہ مستعمل پانی گرا ہو وہاں کی گیلی مٹی کو لے کر اپنے چہروں اور کپڑوں پر مل لینا یا دوسرے کے ہاتھ سے ہاتھ لگا کر چہرے اور سینے پہ مل لینا۔ اگر وہ حجامت بنوائیں تو ایک ایک بال کے لیے ایسے سر توڑ کوشش کرنا کہ دیکھنے والے یہی محسوس کریں کہ گویا یہ آپس میں لڑ پڑے ہیں۔ اگر کسی کو ایک بال بھی مل جائے تو وہ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے اور حد درجہ اس کا احترام کرے کمال بات تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں نماز بھی اسی جگہ پڑھنا زیادہ پسند کرتے تھے جہاں حضور علیہ السلام سے نماز پڑھوا لیتے تھے۔ لطف تو یہ ہے کہ اللہ کے نبی نے بھی ایسا کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا تھا۔ ہم نے حدیث کی تمام کتابیں کھنگال ڈالیں لیکن ہمیں تو ان میں کہیں ایسا حکم نظر نہیں آیا۔ معلوم نہیں پھر صحابہ کرام کس کے حکم سے شب و روز ایسا کرتے تھے اور غضب تو یہ ہے کہ کوئی ایک بھی انہیں اس دھندے سے روکنے والا نہیں تھا۔

بھائی بدعت توڑ (نے ارشاد فرمایا)! اگر سچی بات کہہ دوں تو سارے مسلمان لٹھ لے کر ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ جان برادر! حقیقت یہ ہے کہ مجھے تو صحابہ کرام بھی بالکل بریلوی ہی نظر آتے ہیں۔ عقیدت کے پردے میں جو کچھ وہ کرتے رہتے تھے کیا یہ بریلویت نہیں ہے؟ زاویہ نظر ان کا بھی موحدانہ کم اور شرک پسندانہ ہی زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ ہائے افسوس! جب امت کی بنیاد ہی غلط رکھی گئی تو ساری عمارت غلط تعمیر نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا۔

اس کے بعد تھوڑی دیر تو انہوں نے اپنے منہ پر سکوت کی مہر لگائے رکھی اور پھر ایک سرد آہ بھر کر قفل دہن کھولتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔ مولانا بدعت توڑ صاحب (نے ارشاد فرمایا)! ہوسکتا کہ صحابہ کرام عقیدہ کے پردے میں ایسے کام اس لیے کر رہے ہوں کہ قیامت تک ان کے عاشق رسول ہونے کی شہرت رہے گی اور رہتی دنیا تک ان کے عشق رسول کے ڈنکے بجتے رہیں گے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور علیہ السلام نے ایسا کرنے سے انہیں منع

کیوں نہ فرمایا۔ یہ کیوں نہ کہا کہ اے مسلمانو! جب ایسا کرنے کا پورے قرآن مجید میں کسی جگہ بھی حکم نہیں دیا گیا علاوہ بریں خود میں نے بھی تمہیں ایسا کرنے کے لئے نہیں کہا اس کے باوجود تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیا کہوں مجھے تو یوں لگتا ہے کہ حضور پر بھی بریلی والے مولوی کا شائد جادو چل گیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ حضور بھی اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آگئے ہوں۔ کیوں کہ لاکھ وہ شرک پسند سہی لیکن اس کی باتوں میں مٹھاس بہت ہے۔ مولانا بدعت توڑ صاحب نے (لقمہ دیتے ہوئے) فرمایا کہ بھائی شرک پھوڑ صاحب! بریلی والا مولوی تو ابھی کل، پرسوں پیدا ہوا تھا وہ حضور کے زمانے میں کب تھا۔ مولانا شرک پھوڑ صاحب نے فرمایا کہ بات کچھ بھی ہو لیکن یار میں تو یہی سمجھ سکا ہوں کہ توحید کی علمبرداری کے ساتھ ساتھ بریلویت بھی خود حضور نے ہی پھیلائی تھی۔

اس کے بعد ایک سرد آہ بھرتے ہوئے مولانا شرک پھوڑ صاحب نے دردناک لہجے میں کہا اچھا یار اب سب کچھ جانے دو، صحابہ ایسا کرتے رہے، حضور علیہ السلام بھی اس دھندے کو تعظیم کے پردے میں چھپا کر خوش ہوتے رہے کہ میرا قیصر و کسریٰ سے بڑھ کر احترام کیا جارہا ہے کیوں کہ یہ احترام دل کی گہرائیوں اور پورے خلوص کے ساتھ ہو رہا تھا لیکن معلوم نہیں ایسے جملہ مواقع پر خدا کو کیا ہو گیا تھا کہ دوسرے ہزاروں احکام تو نازل کرتا رہا لیکن ایک دفعہ بھی یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ تعظیم کے پردے میں جو پوجا پاٹ کا کاروبار کر رہے ہو اسے بند کر دو ساتھ ہی نہ اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو ایسا کرنے سے روک دو۔ مولانا بدعت توڑ صاحب! مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ خدا خود ہی شرک پسند اور بریلویت کا بانی ہے اور غالباً اسی لیے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرو۔ مولانا شرک پھوڑ صاحب! ابھی یہ جملہ ختم کرنے ہی پائے تھے کہ کسی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ آنے والے کی صورت تو نظر نہ آئی لیکن بلند آواز سے کوئی یہ کہہ رہا تھا

؎ شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

عقیدۂ اہل سُنت اور علم غیب

سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ علم غیب ہوتا کیا ہے اور نبی کا معنی کیا ہے؟

قول جمہور المفسرین ان الغیب وھو الذی یکون غآئبا عن الحآسۃ۔ (تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ)

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ غیب ایسی شے کو کہا جاتا ہے جو حواس خمسہ سے معلوم نہ کی جا سکے یعنی جو باتیں پانچوں حواس (دیکھنے کی حس، سونگھنے کی حس، چکھنے کی حس، سننے کی حس اور چھونے کی حس) سے معلوم نہ کی جاسکیں انہیں علم غیب کہتے ہیں مثلاً دل کی بات جان لینا، قبر کے حالات معلوم کر لینا، کسی کے متعلق جان لینا کہ کب مرے گا، کہاں مرے گا، کیسے مرے گا یا آیندہ کے حالات کی خبر دینا وغیرہ۔

النبوۃ ماخوذۃ من النبا بمعنی الخبر ای اطلعه اللہ علی الغیب۔ (مواہب اللدنیہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ)

(لفظ) نبوت نَبَاٌ سے بنا ہے اور نبا کے معنی ہیں خبر (اطلاع) یعنی اللہ تعالیٰ کا (اپنے بندے کو) غیب پر اطلاع دینا (غیب کی خبریں دینا)۔

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب.

(شفا شریف قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ)۔

نبوت کا معنی ہے غیب پر اطلاع پانا۔

نبوت صفت ہے نبی کی۔ اور نبی کا معنی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

النبی المخبر عن الغیب۔ (المنجد عربی کی مشہور لغت)۔

نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا۔

اللہ رب العزۃ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرمایا:-

ذلک من انبآء الغیب نوحیه الیک ط (سورۃ آل عمران آیت ۴۴)

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:-

وما هو علی الغيب بضنين O (سورۃ التکویر آیت ۲۴)

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

دونوں آیات پر غور فرمایئے کہ اللہ رب العزۃ نے اپنے محبوب ﷺ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور حضور ﷺ اپنے امتیوں کو غیب کی خبریں بتاتے بھی ہیں۔ ان آیات کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جن سے حضور ﷺ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ طوالت کی وجہ سے نہیں لکھی گئیں۔ حضور ﷺ کے علم غیب کے اثبات میں اب مزید چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

قام فينا النبی ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذلک من حفظه و نسيه من نسيه.

(بخاری شریف مترجم جلد دوم کتاب بدء الخلق باب ۲۸۵ ص ۲۰۹)۔

ایک روز نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ نے مخلوق کی ابتدائے پیدائش کی خبر دی حتی کہ جنتی اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی منزلوں میں۔ پس جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

عن عبد الله ابن عمر و قال خرج علينا رسول الله ﷺ وفی يديه كتابان فقال اتدرون ما هذان الكتابان قلنا لا يارسول الله ﷺ الا ان تخبرنا فقال للذی فی يده اليمنی هذا كتاب من رب العلمين فيه اسمآء اهل الجنة و اسمآء ابآئهم و قبائلهم ثم اجمل علی اخر هم فلا يزاد فيهم ولاينقص منهم ابدا ثم قال للذی فی شماله هذا كتاب من رب العلمين فيه اسمآء اهل النار و اسمآء ابآئهم و قبائلهم ثم اجمل علی اخرهم فلا يزاد فيهم ولا ينقص منهم

ابدا۔ (ترمذی شریف مترجم جلد دوم باب ۸ ص ۲۲۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول باب الایمان بالقدر ص ۳۴)۔

روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں فرمایا جانتے ہو یہ کتابیں کیا ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے تو داہنے ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر میں میزان کر دیا گیا ہے۔ پس ان میں کبھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے اس میں تمام دوزخیوں کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور قبیلوں کے نام درج ہیں۔ پھر آخر میں میزان کر دیا گیا ہے اب ان میں کبھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

بعض احادیث میں یہاں تک بھی ہے کہ فرمایا میں سب سے آخری جنتی کو بھی جانتا ہوں اور جہنمی کو بھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہ کہا کہ عالم الغیب تو میں ہوں اور آپ غیب کی باتیں بتا رہے ہیں میری توحید میں فرق آ رہا ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام کے علم غیب سے اللہ کی توحید و شان میں فرق نہیں آتا بلکہ مزید نکھار پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے خود ہی تو عطا فرمایا ہے اگر نبی کے علم کی شان یہ ہے تو عطا کرنے والے خدا کے علم کا حال کیا ہوگا۔ مرید اور شاگرد باکمال ہو تو پیر اور استاد کا ہی کمال تصور ہوتا ہے اور نبی کی شان سے بھی خدا کی عظمت ہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے جب فرمایا **انا اعلمکم** میں تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں ادھر اللہ نے فرما دیا **انا فتحنا لک فتحا مبینا** (القرآن) اور حدیث میں ہے **انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض**۔ مجھے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی گئیں۔ اب کوئی علم نبوت سے کیڑے نکالے تو وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میرا قرآن و حدیث پہ ایمان ہے۔ جن کا ایمان تھا وہ تو کہہ گئے

لوح محفوظ است پیش اولیاء
آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد کا

لوح محفوظ جس میں ہر خشک وتر چیز کا علم ہے **ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین** (القران) اس کا مشاہدہ جب اولیاء کرتے رہتے ہیں **یشھد المقربون** (القران) تو نبی کا علم کس قدر ہو گا اور نبیوں کے نبی کی علمی وسعت کا عالم کیا ہو گا۔ کیوں کہ آپ تو امام الانبیاء بھی ہیں اور سید المقربین بھی ہیں۔

ایک علمی نکتہ

انسان کے ذہن میں مختلف قسم کے جب اپنے ہی بارے میں سوالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ تو کیوں پیدا کیا گیا۔ مرنے کے بعد کیا ہو گا۔ تجھے کس نے پیدا کیا وغیرہ ان سوالات کے حل کے لئے انسان عقل کے پاس جاتا ہے تو وہاں سے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا کیوں کہ وہ کہتی ہے میں تو تیرے پیدا ہونے کے بعد تیرے اندر آئی اور تیرے مرنے کے ساتھ ہی بلکہ ''ارزل العمر'' میں ہی میں زوال پذیر ہونا شروع ہو جاؤں گی مجھے کیا پتہ مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا ہو گا۔ پھر وہ حواس خمسہ ظاہرہ لامسہ، سامعہ، شامہ، باصرہ، ذائقہ سے جواب طلب کرتا ہے وہاں سے بھی مایوسی ہوتی ہے تو حواس باطنہ کا سہارا طلب کرتا ہے جب ہر طرف سے تشفی نہیں ہوتی تو اس وقت وہ دست بدعا ہو جاتا ہے کہ یا اللہ! ان ذرائع سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا پھر اللہ اس کی در نبوت کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور وہاں سے آواز آتی ہے **سلونی عما شئتم** جو چاہو پوچھو ہر سوال کا تسلی بخش جواب ملے گا۔ (اقتباس از خطاب ڈاکٹر طاہر القادری)

خدا کے بارے پوچھو پھر بھی جواب ملے گا خدائی کے بارے پوچھو تو بھی جواب ملے گا۔ قبر، حشر، نشر، جنت، دوزخ الغرض وہ کون سا علم ہے جس کی در رسالت سے بھیک نہیں ملتی۔
ہاں ایک بات ضرور ہے جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے امداد المشتاق میں لکھی ہے فرماتے ہیں ''لوگ حدیبیہ کا واقعہ پیش کر کے حضور علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں (مثلاً یہ کہ اگر آپ کو پتہ ہوتا کہ عثمان غنی شہید نہیں ہوئے تو بیعت کیوں فرماتے؟ حالانکہ ہم اس واقعہ کو علم کی دلیل بناتے ہیں کہ بیعت تو زندہ کی کی جاتی ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے بتا دیا میرا عثمان زندہ ہے اور بیعت اس لیے لی کہ اگر عثمان کو کچھ

ہو گیا تو میں اور میرے چودہ سو غلام عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جانیں قربان کر دیں گے۔ خون کی ندیاں بہا دیں گے) حالانکہ علم کے لئے توجہ کا ہونا ضروری ہے کبھی علم ہوتا ہے توجہ نہیں ہوتی''۔ لہٰذا جہاں کوئی منکر اعتراض کرے کہ وہ توجہ اس طرف نہیں تھی۔ توجہ کہاں تھی خدا کی ذات و صفات کے مشاہدے میں مستغرق تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ یوسف علیہ السلام پاس ہی کنوئیں میں رہے تو آپ نے نہ بتایا اور قمیص مصر سے چلی ہے تو آپ کو خوشبو آ گئی ہے اور فرما رہے ہیں **انی لاجد ریح یوسف** (القرآن) کہ میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا۔

گہ بر طارم اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

(گلستان سعدی)

کبھی ہم اونچی پرواز پہ ہوتے ہیں کہ ہر شے نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے اور کبھی (انوار الٰہیہ کی اس قدر بارش ہو رہی ہوتی ہے کہ ہم اس کے مشاہدے میں ہوتے ہیں) اپنے پاؤں کے اوپر والے حصے پر بھی توجہ نہیں ہوتی۔

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کبھی مجھ پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل بھی میرے اور خدا کے جلوؤں کے درمیان حائل نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں ہے **یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض** ۔ زمین و آسمان کی ہر شے اللہ کی تسبیح کہتی ہے۔ **ولکن لا تفقہون تسبیحھم** تم اس تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے لیکن حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم دستر خوان پہ نعمتوں کی تسبیح سنا کرتے تھے گویا کہ صحابہ علیہ السلام کو اس آیت کے عموم سے نکال لیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو کھانا کھاتے ہوئے پیالہ صاف کرے **تستغفر لہ القصعۃ** ۔ پیالہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے نہ کہ صرف اس دور کے لئے۔ اور یہی استغفار ہی وہ تسبیح ہے جو ہم نہیں سن سکتے اور صحبت نبوت کی برکت سے صحابہ سنا کرتے تھے اگر قرآن کے عموم سے حضور علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے صحابہ خصوصیت کے دائرے میں آ جائیں تو کوئی اعتراض نہیں اور **لا یعلم الغیب** کے عموم سے اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے خدا کے قرب کی برکت سے حضور خصوصیت کے حصار میں آ جائیں تو اس میں کون سا شرک نظر آتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے اگر بعض سوالات کا جواب نہیں دیا تو اس پر اعتراض کرنا ایسے ہی سمجھ لیجیے کہ بچہ کہے میں تو سکول نہیں جاؤں گا کہ ماسٹر کو آتا ہی کچھ نہیں، سارا دن مجھ سے پوچھتا رہتا ہے یہ کیا ہے وہ کیا ہے۔ بچہ ہی ایسا کہہ سکتا ہے بالغ ہوگا تو سمجھ جائے گا میں غلطی پر تھا اور علم و عقل میں کچا ہی حضور علیہ السلام کے علم پہ اعتراض کرے گا کسی کامل کی نگاہ میں آ کر پکے ہوں گے تو سمجھ جائیں گے ہم غلطی پر تھے۔ ایسا محقق تحقیق سے نہیں حقہ سے بنتا ہے اور ایسا فاضل فضل و فضیلت سے نہیں فضول سے بنا ہے جو امام الانبیا کے علم سے بھی کیڑے نکالنے سے باز نہیں آتا (پھر بھلا اس کو کون عالم مانے گا)۔ وگرنہ جن ہزاروں سوالوں کے جوابات آپ نے دیے ان کی طرف نظر کیوں نہیں جاتی اور جس ایک آدھ سوال کا جواب حکمتاً نہ دیا وہاں کیوں سوئی اٹک جاتی ہے۔ ذرا سوالات و جوابات کے انبار ملاحظہ فرمائیں اور اپنی اصلاح کا سامان بھی حاصل کریں۔

دین و دنیا کی بھلائی پر ایک ایمان افروز مکالمہ (25 مسائل کا حل)

عذاب دو قسم کے ہوتے ہیں زمینی اور آسمانی۔ زمینی آفتوں کے لئے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُصول وضع کیے ہیں، رہی آسمانی آفتیں تو ان کا صرف ایک ہی حل ہے "توبہ"۔ 25 مسائل ہیں۔ فرد ہو یا قوم انہی 25 مسائل کا شکار ہوتے ہیں، ان کا حل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ یوں تجویز فرمایا۔ ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ ہاں کہو دربار میں اس وقت حضرت خالد بن ولید بھی موجود تھے۔ انہوں نے حدیث مبارکہ تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لی۔ بعد ازاں یہ فرمان۔ کنز العمال، مسند احمد میں منقول ہوا۔

(۱) عرض کیا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں امیر (غنی) بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "قناعت اختیار کرو، امیر ہو جاؤ گے"۔

(۲) عرض کیا، "میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، "تقویٰ اختیار کرو عالم بن جاؤ گے"۔

(۳) عرض کیا، "عزت والا بننا چاہتا ہوں"۔

فرمایا، ”مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کرو باعزت ہو جاؤ گے“۔

(۴) عرض کیا، ”اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”لوگوں کو نفع پہنچاؤ“۔

(۵) عرض کیا، ”عادل بننا چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”جسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو، وہی دوسروں کے لئے پسند کرو“۔

(۶) عرض کیا، ”طاقت ور بننا چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”اللہ پر توکل کرو“۔

(۷) عرض کیا، ”اللہ کے دربار میں خاص (خصوصیت) درجہ چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”کثرت سے ذکر کرو“۔

(۸) عرض کیا، ”رزق کی کشادگی چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”ہمیشہ باوضو رہو“۔

(۹) عرض کیا، ”دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”حرام نہ کھاؤ“۔

(۱۰) عرض کیا، ”ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”اخلاق اچھا کرلو“۔

(۱۱) عرض کیا، ”قیامت کے روز اللہ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملنا چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”جنابت کے فوراً بعد غسل کیا کرو“۔

(۱۲) عرض کیا، ”گناہوں میں کمی چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”کثرت سے استغفار کیا کرو“۔

(۱۳) عرض کیا، ”قیامت کے روز نور میں اُٹھنا چاہتا ہوں“۔

فرمایا، ”ظلم کرنا چھوڑ دو“۔

(۱۴) عرض کیا، ”چاہتا ہوں اللہ مجھ پر رحم کرے“۔

فرمایا، ‘‘اللہ کے بندوں پر رحم کرو’’۔

(۱۵) عرض کیا، ‘‘چاہتا ہوں اللہ میری پردہ پوشی فرمائے’’۔

فرمایا، ‘‘لوگوں کی پردہ پوشی کرو’’۔

(۱۶) عرض کیا، ‘‘رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں’’۔

فرمایا، ‘‘زنا سے بچو’’۔

(۱۷) عرض کیا، ‘‘چاہتا ہوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ترین بن جاؤں’’۔

فرمایا، ‘‘جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہو اس کو اپنا محبوب بنا لو’’۔

(۱۸) عرض کیا، ‘‘اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں’’۔

فرمایا، ‘‘فرائض کا اہتمام کرو’’۔

(۱۹) عرض کیا، ‘‘احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں’’۔

فرمایا، ‘‘اللہ کی یوں بندگی کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے’’۔

(۲۰) عرض کیا، ‘‘یارسول اللہ ﷺ! کیا چیز گناہوں سے معافی دلاتی ہے’’۔

فرمایا، ‘‘آنسو، عاجزی اور بیماری’’۔

(۲۱) عرض کیا، ‘‘کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی’’۔

فرمایا، ‘‘دنیا کی مصیبتوں پر صبر’’۔

(۲۲) عرض کیا، ‘‘اللہ کے غضب کو کیا چیز سرد کرتی ہے’’۔

فرمایا، ‘‘چپکے چپکے صدقہ اور صلۂ رحمی’’۔

(۲۳) عرض کیا، ‘‘سب سے بڑی برائی کیا ہے’’۔

فرمایا، ‘‘بد اخلاقی اور بخل’’۔

(۲۴) عرض کیا، ‘‘سب سے بڑی اچھائی کیا ہے’’۔

فرمایا، ‘‘اچھا اخلاق، تواضع اور صبر’’۔

(۲۵) عرض کیا، ‘‘اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں’’۔

فرمایا، "لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو"۔

ہم اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں، لہٰذا ہم دنیاوی مسائل سے کیسے بچ سکتے ہیں، ہم من حیث القوم اسراف کا شکار ہیں لہٰذا امیر (غنی) کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ کی مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں لہٰذا ہمارا رزق کیسے کشادہ ہو سکتا ہے؟ توکل اختیار نہیں کرتے. لہٰذا ہم طاقتور کیسے بن سکتے ہیں؟ بد اخلاق ہیں لہٰذا ہمارا ایمان کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟ بندوں پر رحم نہیں کرتے لہٰذا اللہ ہم پر رحم کیسے کرے گا؟ صدقات سے پرہیز کرتے ہیں لہٰذا اللہ کے غضب سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ کسی نے پوچھا، حضرت پھر ہمیں اللہ کی رحمت کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا اللہ سے توبہ کریں اور عوام سے توبہ کی اپیل کریں۔ اللہ آنسو بہانے، گڑگڑانے اور معافیاں مانگنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ یقین کر لیجئے یہ مسائل زمینی نہیں آسمانی ہیں جب تک اللہ کی مدد، اللہ کی رہنمائی اور اللہ کی رحمت نہیں آئے گی نہ ہی یہ ملک ٹھیک ہوگا اور نہ ہی اس ملک کے مسئلے ختم ہوں گے، اللہ کے نام پر بننے والے ملک میں اللہ کے احکامات کی جس قدر خلاف ورزی کی گئی اب اس کے عذاب سے بچنے اور اس سے معافی مانگنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے "توبہ"۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر گڑگڑائیں۔ اس سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں اس سے توبہ کریں، اس سے پہلے کہ "توبہ" کے سارے دروازے بند ہو جائیں اور اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے۔

ہر علم کی کوئی حد ہوتی ہے کوئی ایک فن کا عالم کوئی دو کتابوں کا عالم۔ کسی نے ایک ملک کی سیر کی تو وہ صرف ایک ملک کے حالات کا عالم۔ جبکہ لاعلمی کی حد نہیں ہوتی۔ اللہ نے فرمایا و علمک مالم تکن تعلم. ما کو عام رکھا کہ اگر لوگوں کے لئے نامعلوم اشیاء کی حد نہیں تو ہم نے تیرے علم کی بھی حد نہیں رکھی کہ کوئی ناپتا پھرے۔

جب علمک مالم ہے پھر علم ہے اول آخر کا
اب کون کہے کیا کیا نہ دیا تیرے علم و عطا کا کیا کہنا

مشرکین مکہ کی ایک خطرناک سازش اور علم نبوّت

عمیر بن وہب، مکہ کے اصنام پرست معاشرہ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی عیاری اور چالاکی کا اس کی اہمیت میں بڑا دخل تھا۔ وہ اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے باعث

مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی قوم کا مرجع بنا ہوا تھا۔ سب سے پہلے میدان بدر میں جنگ کی چنگاری اسی نے بھڑکائی تھی۔ اور جب مشرکین نے راہ فرار اختیار کی تو یہ ان بھاگنے والوں میں پیش پیش تھا۔ اس کی امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان کے ساتھ بڑی گہری دوستی تھی۔ عمیر کے لڑکے کو مسلمانوں نے جنگی قیدی بنا لیا تھا۔ اور صفوان کے باپ امیہ کو مسلمان شمشیر زنوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ دونوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت وعناد کے شعلے بھڑک رہے تھے ایک دفعہ دونوں حجر میں جمع ہوئے اور دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے عمیر نے کہا: اے صفوان! اگر مسلمانوں نے تیرے سردار باپ کو قتل کر کے تیرے دل کو زخمی کیا ہے تو انہوں نے میرے نوجوان بچے کو جنگی قیدی بنا کر مجھ پر بھی زیادتی کی انتہا کر دی ہے تم جانتے ہو میں بہت مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں نیز میں عیال دار ہوں اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے میں نے کوئی پس انداز نہیں کر رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں چپکے سے مدینہ چلا جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ اس طرح اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔ جو میرے اور تیرے بلکہ سارے اہل مکہ کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ کیوں کہ میں ایسا مقروض ہوں کہ قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے سے قاصر ہوں اور میرے پاس کوئی ایسا اندوختہ بھی نہیں کہ اگر اس منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرے بال بچے اس سے اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔

اگر میں وہاں جاؤں اور مارا جاؤں تو لوگ یہی کہیں گے کہ قرضہ سے بچنے کے لئے اس نے دانستہ اس خطرہ میں چھلانگ لگائی ہے اور بال بچے کو بھیک مانگنے کے لئے بے یار و مددگار چھوڑ گیا ہے۔

صفوان کے دل میں اپنے باپ، بھائی اور چچا کے قتل کے باعث ایک آگ سی لگی ہوئی تھی اس نے جب عمیر کی باتیں سنیں تو کہا اے عمیر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم کو سر کرنے میں اگر تیرے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا تو تیرا سارا قرض میں ادا کر دوں گا اور جب تک میں زندہ ہوں تیرے اہل وعیال کے جملہ اخراجات کا میں کفیل ہوں گا۔ تم ان باتوں کی فکر مت کرو۔

اگر اس منصوبہ کو تم عملی جامہ پہنا سکو تو ساری قوم تمہاری شکر گزار ہوگی دونوں طرف سے مناسب یقین دہانیوں کے بعد ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا۔ دونوں وہاں سے اٹھے

اور صفوان، عمیر کے لئے زادِ سفر تیار کرنے لگا۔ اس نے اسے تلوار دی جو ازحد صیقل تھی اور اس کی دھار کو خوب تیز کر دیا گیا تھا اسے کئی بار زہر میں بجھایا گیا تھا چند روز بعد عمیر، صفوان کو الوداع کہنے کے لئے اس کے پاس آیا اور اس سے اس معاہدہ کی تجدید کرنے کے بعد بڑی توقعات دل میں لئے عازم مدینہ طیبہ ہوا۔

کئی دن کے سفر کے بعد عمیر مدینہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے دروازہ کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور اس سے اترا۔ اس نے اپنے اونٹ کے پاؤں باندھ دیئے۔ تلوار کو گلے میں لٹکایا۔ اور مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جہاں سرکار دو عالم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اچانک حضرت فاروق اعظم کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ مسجد سے باہر چند انصار کے ساتھ محو گفتگو تھے عمیر کو دیکھ کر حضرت عمر گھبرا گئے فرمایا قریش کا یہ شیطان کسی اچھی نیت سے یہاں نہیں آیا۔ حضرت عمر، رحمت عالم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار آویزاں کیے ہوئے مسجد میں داخل ہوا ہے۔ یہ بڑا غدار اور دھوکا باز ہے اس کا خیال رکھئے۔

حبیب کبریاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ”ادخلہ علی“ عمیر کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمر، عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور جس چمڑے کے پٹے کے ساتھ اس نے تلوار باندھ کر گلے میں لٹکائی ہوئی تھی اس کو گریبان سے پکڑا اور گھسیٹ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ عمیر نے آکر کہا۔ ”انعموا صباحا“ تمہاری صبح خوشی و نعمت سے ہو۔

زمانہ جاہلیت میں یہ مشرکین کا سلام تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قد اکرمنا اللہ بتحیۃ خیر من تحیتک بالسلام تحیۃ اھل الجنۃ.

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ سکھایا ہے اور اہل جنت کا دعائیہ جملہ بھی یہی ہے۔ یعنی السلام علیکم“۔

اس ارشاد کے بعد حضور نے پوچھا عمیر کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں تاکہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اسے آزاد کراؤں۔

میرا آپ سے خاندانی تعلق ہے۔ امید ہے فدیہ کے معاملہ میں آپ میرے ساتھ خصوصی مروّت فرمائیں گے عمیر نے یہ خیال کیا کہ میں نے یہ بات کہہ کر حضور علیہ السلام کو مطمئن

کرلیا ہے۔ اب میری آمد کے بارے میں آپ کو اور کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ لیکن حضور نے یہ فرما کر اسے ششدر کر دیا کہ تمہارے گلے میں یہ تلوار لٹک رہی ہے اس کی تمہیں کیا ضرورت تھی۔ اس سوال سے ایک مرتبہ پھر گھبرایا لیکن سنبھل گیا۔ اور اپنے ارادہ پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے کہا

قبحها الله من سيوف و هل اغنت عنا اغنت شيئا

"ان تلواروں کا ستیاناس ہو ان تلواروں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا تھا"۔

میں اونٹ سے اترا۔ جلدی سے حضور کی خدمت میں آ گیا مجھے اس تلوار کا خیال ہی نہیں رہا۔ درحقیقت یہ فولاد کی تلواریں نہیں یہ تو کرم خوردہ لکڑی کی بنی ہوئی ہیں جنہوں نے ہمیں معرکہ کارزار میں دھوکا دیا تھا۔

رحمت عالم نے اسے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو۔ اس نے پھر وہی جھوٹ دہرایا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی خیریت دریافت کرنے کے لئے آیا ہوں لیکن حضور علیہ السلام نے یہ پوچھ کر اس کا راز فاش کر دیا کہ تم نے صفوان بن امیہ کے ساتھ حجرے میں بیٹھ کر کیا شرطیں طے کیں؟ اب وہ گھبرایا لیکن پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پوچھا کہ میں نے صفوان کے ساتھ کیا شرطیں طے کی ہیں؟ اس پیکر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت سے فرمادیا۔

> تم نے مجھے قتل کرنے کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی ہے کہ وہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہوگا اور تیرے قرض خواہوں کو تیرا قرض بھی ادا کر دے گا اے عمیر سن! میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے تیری مجال نہیں کہ میرا بال بھی بیکا کر سکے"۔

حضور علیہ السلام کی اس ضربت قاہرہ سے اس کی عیاری، چالاکی اور دانش مندی کے سارے قلعے پیوند خاک ہو گئے بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله.

یا رسول اللہ! ہم آسمانی وحی کے بارے میں آپ کی تکذیب کیا کرتے تھے لیکن یہ راز جس سے آج آپ نے پردہ اٹھایا ہے یہ تو ایک سرِ مکتوم تھا جس کی ہم دونوں کے بغیر کسی

کو خبر نہ تھی۔ اگر یہاں بیٹھ کر آپ سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس سرِ مکتوم پر آگاہ فرما دیتا ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے پیارے اور سچے رسول ہیں۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو مجھے اس طرح آپ کے قدموں میں لے آیا میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔

ایسے خطرناک دشمن کے مشرف باسلام ہونے سے مسلمانوں کی مسرت کی حد نہ رہی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ اسے قرآن کریم کی تعلیم دو اور اس کے قیدی بیٹے کو بغیر فدیہ لئے آزاد کر دو۔ چنانچہ صحابہ نے اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کی عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ! پہلے میں اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا اور جو آپ پر ایمان لے آتا میں اس کو اذیت پہنچاتا اب میری خواہش ہے کہ حضور مجھے مکہ جانے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ وہاں جا کر میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دوں شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے، ان گم کردہ راہوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان مشرکوں کو اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور کے صحابہ کو دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ رحمت عالم نے اس پُر جوش نومسلم کو مکہ واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

جب عمیر مکہ سے مدینہ روانہ ہوا تو صفوان لوگوں کو کہا کرتا تھا کہ عنقریب میں تمہیں مدینہ طیبہ سے خوش کن خبر دوں گا۔ اور جو شخص ادھر سے مکہ آتا اس سے پوچھتا کہ یثرب میں کوئی حیران کن واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے آخر ایک روز ادھر سے آنے والے ایک مسافر نے اسے بتایا کہ عمیر مسلمان ہو گیا ہے یہ سن کر اس پر بجلی سی گری اس نے اعلان کر دیا کہ اب وہ عمیر سے سارے دوستانہ مراسم کو ختم کر دے گا اور کبھی اس کی امداد نہیں کرے گا عمیر واپس آئے تو یہاں تبلیغ اسلام کا کام بڑی سرگرمی سے شروع کر دیا ان کی کوششوں سے مشرکین کی ایک کثیر تعداد مشرف باسلام ہو گئی۔ (سیرت ابن کثیر، جلد ۲ ص ۴۸۶ تا ۵۸۹ بحوالہ ضیاء النبی ج ۳ پیر محمد کرم شاہ)

علم نبوت اور علامات الساعۃ (قیامت کی نشانیاں)

اُف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور
ہاں تو کریم ہے تری خو در گذر کی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر ارشاد فرمایا: لوگو! کیا میں تمہیں قیامت کی نشانیاں، علامتیں اور شرطیں بتاؤں؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان، ضرور ارشاد فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ نمازوں کو ضائع کرنے لگ جائیں گے۔ نفسانی خواہشات غالب ہو جائیں گی۔ مالداروں کی تعظیم ان کے مال کی وجہ سے کی جائے گی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! **یکون ھذا۔** کیا ایسا ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے ایسا ہو کر رہے گا۔ لوگ زکوٰۃ کو مثل تاوان (ٹیکس) دیں گے۔ جہاد سے آیا ہوا مال غنیمت اپنی دولت سمجھیں گے۔ جھوٹ بولنے والوں کو سچا سمجھا جائے گا۔ سچ بولنے والوں کو جھوٹا کہا جائے گا۔ خائن امین مشہور ہوں گے۔ امین خائن سمجھے جائیں گے۔ جن لوگوں کو بولنے کا سلیقہ نہ ہوگا وہ خطیب اور واعظ بن جائیں گے۔ حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار ہونے لگے گا۔ اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ قرآن کے فقط حروف رہ جائیں گے (ان پر عمل نہ ہوگا)۔ قرآن کو سنہری جزدانوں سے سجایا جائے گا (حالانکہ وہ عمل کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ سجا کر طاقوں پر رکھنے کے لئے)۔ مردوں میں موٹاپا بڑھ جائے گا۔ لونڈیوں (عورتوں) سے صلاح مشورے ہونے لگیں گے۔ منبروں پر کم عمر نوخیز لوگ خطبے دیں گے۔ کام کی باتیں عورتوں کے ہاتھ میں ہوں گی۔ مسجدیں خوبصورت بنائی جائیں گی اور گرجوں کی طرح سجائی جائیں گی۔ ان کے مینار بلند کئے جائیں گے۔ نمازیوں کی صفیں کافی زیادہ ہوں گی۔ لیکن ان کے دل اور زبانیں الگ الگ ہوں گی (یعنی دلوں میں بجائے اخلاص کے ایک دوسرے کا حسد اور بغض بھرا ہوگا)۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایسا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! خدا کی قسم! ضرور ہوگا۔ (اور سنو) مومن (کامل) اس وقت لونڈیوں کی مانند سمجھا جائے گا۔ مومن اس وقت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیاں، برائیاں اور بے حیائیاں دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھے گا اور پیچ وتاب کھا کھا کر اندر ہی اندر گھلے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ کیوں کہ وہ لوگوں کی اصلاح پر قادر نہ ہوگا۔ مرد، مردوں سے شہوت رانی کریں گے۔ عورتیں عورتوں سے مشغول ہوں گی۔ لڑکوں پر بالکل اسی

طرح نظر ڈالی جائے گی جس طرح کنواری نوجوان لڑکیوں پر۔ اس وقت فاسق لوگ امام (حکمران) بن بیٹھیں گے۔ ان حکمرانوں کے وزیر بدکردار و بدکار ہوں گے۔ (بظاہر) امین لوگ خیانت کریں گے۔ نمازیں (دنیا کے دھندوں میں پھنس کر) برباد کر دی جائیں گی۔ لوگ خواہشات کے پیچھے لگ جائیں گے۔ خبردار! تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ ایسا وقت آئے گا کہ لوگ مشرق و مغرب سے تمہیں گمراہ کرنے کے لئے تمہارے پاس آئیں گے۔ ان کی شکلیں تو انسانوں کی ہوں گی لیکن ان کے دلوں میں شیطانیت بھری ہوگی۔ وہ نہ چھوٹوں پر رحم کریں گے اور نہ بڑوں کی عزت و توقیر کریں گے۔ حج تو اس وقت بھی ہوگا لیکن بادشاہوں کا حج سیر و تفریح کے لئے ہوگا۔ مالدار تجارتی مفاد کے پیش نظر حج کریں گے۔ مسکین سوال کرنے کی خاطر حج کو جائیں گے۔ عالموں کا حج ریاکاری اور دکھاوے کے لئے ہوگا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! کیا اس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں! ضرور ایسا ہوگا۔ اس وقت جھوٹ دنیا پر چھا جائے گا۔ دم دار ستارہ نظر آئے گا۔ عورتیں مردوں کے ساتھ تجارت (ملازمت) میں شریک ہوں گی۔ بازاروں کی بہتات ہوگی اور قریب قریب ہوں گے۔ ایسی آندھیاں چلیں گی جن میں زرد سانپ ہوں گے۔ وہ سانپ اس وقت کے سردار علماء کو چمٹ جائیں گے جنہوں نے برائیاں دیکھیں اور ان سے منع نہ کیا۔ (تفسیر درمنثور)

* * *

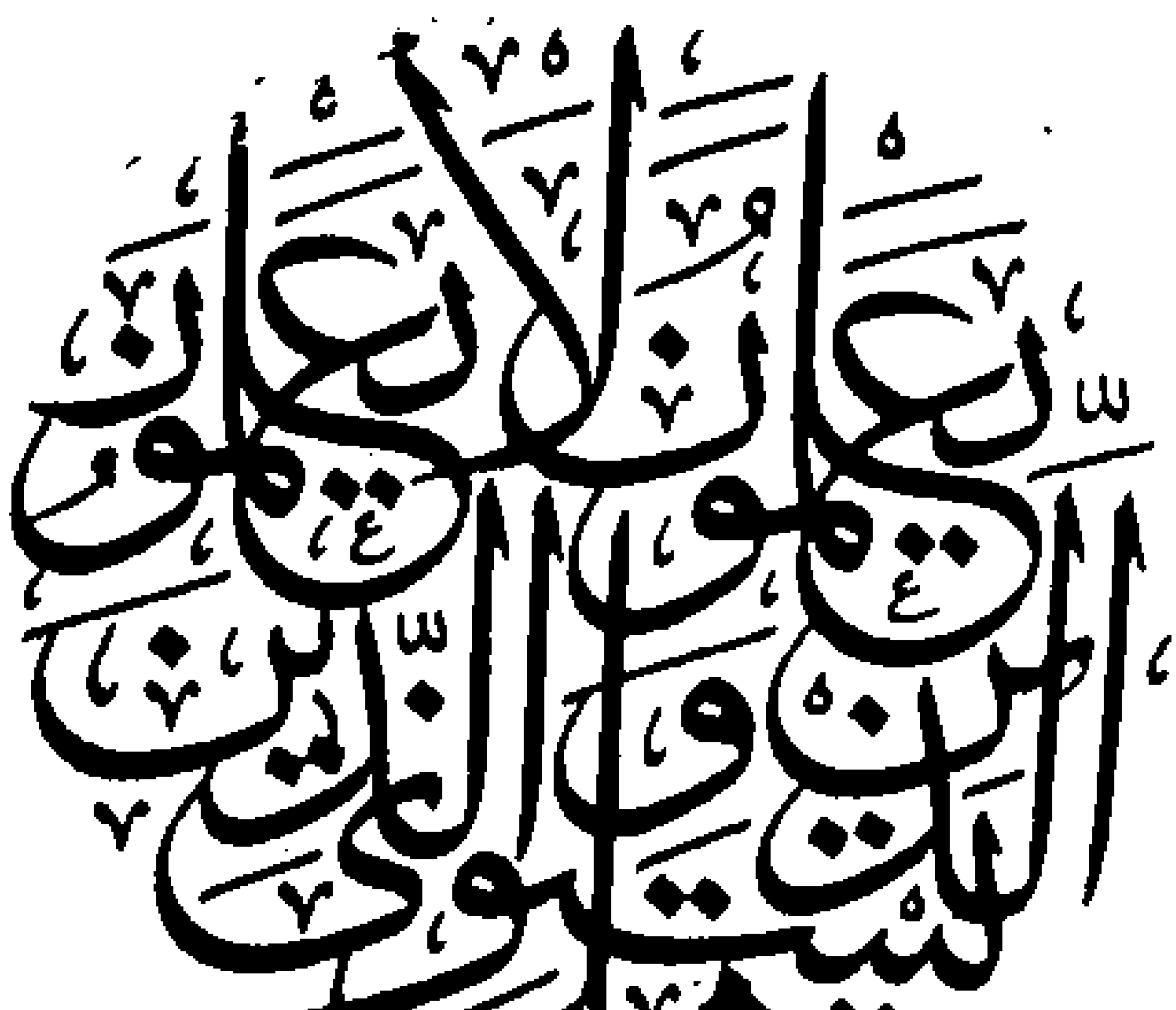
هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

﴿۹۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا

میں علم کا شہر ہوں اور علی المرتضٰی اس کا دروازہ ہے
(کنز العمال۔ المعجم الکبیر للطبرانی۔ البدایہ والنھایہ لابن الکثیر)

ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ انا مدینة الحکمة و علی بابھا (لسان المیزان لابن حجر۴:۳۳۲) ترمذی شریف میں اس طرح ہے انا دار الحکمة و علی بابھا ج ۲ ص ۲۱۳ جب کہ دیگر صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں فرمایا انا مدینة العلم و ابو بکر اساسھا۔ میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد ہے۔ (اتحاف السادة المتقین للوبیری الفوائد المجموعہ للشوکانی)

اسی طرح انا مدینة العلم و ابو بکر اساسھا و عمر جدارھا و عثمان سقفھا و علی بابھا۔ کے الفاظ بھی بعض کتب میں موجود ہیں۔ انشاء اللہ! خلفائے راشدین کا تذکرہ تو کسی دوسری کتاب میں تفصیلاً کیا جائے گا یہاں پر اہل علم یعنی "علماء حق" کی فضیلت و عظمت کے حوالے سے جو کچھ میں نے جمع کیا وہ قارئین کی نظر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث پر بحث کے آغاز میں وعدہ کر چکا ہوں۔

ایک بات مذکورہ حدیث کے بارے ذہن نشیں رہے کہ شہر ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس سے لوگ اپنی ضروریات کا سامان حاصل کریں تو جب حضور علیہ السلام علم کے شہر ہوئے تو اس شہر علم سے علم کی روشنی حاصل کرنے والے "علماء" کو اللہ رسول کی بارگاہ سے کیا مراتب عطا ہوئے اور یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ حضرت علی المرتضٰی کو شہر علم کا دروازہ قرار دیا اور شہر میں داخل ہونے کے لئے دروازے میں داخل ہونا ضروری ہے لہٰذا حضور علیہ السلام سے علم کی خیرات لینی ہو تو شیرِ خدا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی قدم بوسی لازمی ہے۔ علی المرتضٰی کا بے ادب بارگاہ

نبوت سے علم کی دولت نہیں پا سکتا۔

اہل علم آیات قرآنیہ کی روشنی میں

۱۔ **شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة و اولوا العلم قائما بالقسط۔** (ال عمران:۱۸)

گواہی دی اللہ نے (اس بات کی) کہ بے شک کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے، (وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل وانصاف کو۔

دنیا کی سب سے بڑی اور اہم شہادت توحید کی شہادت ہے اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کا خود سب سے بڑا گواہ ہے اس کے علاوہ اس کی معصوم مخلوق فرشتے اور علم والے اس سچائی کے سچے گواہ ہیں۔ قرآن پاک کی اس آیت میں علم کی عظمت اور اہل علم کی شان کو بیان کر کے اہل ایمان کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور توحید کے گواہوں میں اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ علماء حق کی گواہی کو شامل کر کے ان کی عزت افزائی فرمائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے اس کائنات میں اور خود انسان کی ذات میں الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کر دیے اور رسولوں کو اپنی الوہیت و وحدانیت کی خبر دی اور رسولوں نے علماء اور عوام کو خبر دی اس طرح اللہ نے، فرشتوں نے اور علماء نے اللہ کے واحد اور مستحق عبادت ہونے کی خبر دی۔

علم کی اسی عظمت کے پیش نظر ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو تادم واپسیں علم میں اضافہ کی دعا کرتے رہنے کی تلقین فرمائی **و قل رب زدنی علما۔** اور (اے محبوب!) تو کہہ اے میرے پالنے والے! میرے علم میں اضافہ فرما۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

قال ابن عيينة لم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فى زيادة حتى توفه الله عزوجل وقيل هذا اشارة الى العلم اللدني۔ (روح المعانی)

یعنی اس دعا کی برکت سے حضور علیہ السلام کے علم میں آخر تک اضافہ ہوتا رہا اور

یہ بھی کہا گیا کہ علم لدنی کی طرف اشارہ ہے۔

گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زیادتی علم کا سوال کیا تو ان کو حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے کر دیا اور ہمارے آقا کو بن مانگے زیادتی علم کی دعا سکھا دی اور اپنے سوا کسی کے پاس نہ بھیجا تاکہ دنیا جان لے کہ وہ ہستی جس نے **ادبنی ربی** کے مکتب میں **رب زدنی علما** کا سبق پڑھا ہے وہ ذات **وعلمک مالم تکن تعلم** کی درس گاہ میں حقائق اشیاء کی جستجو کرنے والوں کے گوش ہوش میں **فعلمت علم الاولین والاخرین** کا نکتہ پہنچا سکتا ہے۔

(علامہ اسماعیل حقی بحوالہ رسالہ قشیریہ)

مولائے روم نے کیا خوب فرمایا

علمہائے انبیاء و اولیاء　　در دلش رخشندہ چوں شمس الضحیٰ
عالمے کاموز گارش حق بود　　علم او بس کاملے مطلق بود

تمام انبیاء و اولیاء کے علوم آپ کے قلب مبارک میں چاشت کے سورج کی طرح چمک رہے ہیں، وہ عالم جس کا استاد خود حق تعالیٰ ہو (**الرحمن علم القران**) اس کے علم کے کمال کا کوئی کیسے اندازہ کر سکتا ہے؟

۲۔ **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔** (فاطر:۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

کس عمدگی کے ساتھ حصر کے طریقے پر اہل علم کی عظمت کو خشیت الٰہی کے حوالے سے نمایاں کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں جس دقت نگاہ سے علماء نظر کر سکتے ہیں کوئی دوسرا کیا کرے گا اور اس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی عظمت و کبریائی کا ایسا علم نصیب ہوگا جو انہیں حق الیقین کی منزل تک پہنچا دے گا۔ اس منزل پر پہنچ کر رب ذوالجلال کی معرفت نصیب ہوتی ہے پھر جس خشیت سے ان کے دل معمور ہوتے ہیں اہل دل ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھا سکتے ہیں۔

❁ —— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **لیس العلم عن کثرۃ الحدیث لکن العلم عن کثرۃ الخشیۃ** ۔ زیادہ باتیں بنانا علم نہیں، اللہ سے ڈرنا اصل علم

ہے۔

- امام مالک فرماتے ہیں ان العلم لیس بکثرة الراویة و انما العلم نور یجعله الله فی القلب۔ کثرت کے ساتھ روایت کرنے کا نام علم نہیں، علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتا ہے۔
- مجاہد فرماتے ہیں انما العالم من خشی الله عزوجل ۔ عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔
- ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ من لم یخش الله تعالیٰ لیس بعالم۔ جس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔
- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کفی بخشیة الله تعالیٰ علما و بالا غترار جهلا اللہ کے ڈر سے بڑھ کر علم کوئی نہیں اور اللہ کے بارے غرور کرنے سے بڑھ کر جہالت کوئی نہیں۔
- حضرت سعد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس شہر میں سب سے بڑا فقیہہ کون ہے فرمایا اتقاهم لربه عزوجل۔ جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔
- باب مدینۃ العلم علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

ان الفقیه حق الفقیه من لم یقنط الناس من رحمة الله و لم یرخص لهم فی معاصی الله تعالیٰ و لم یؤمنهم عذاب الله و لم یدع القران رغبة عنه الی غیره۔

صحیح معنوں میں فقیہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی نافرمانی پر انہیں جرأت نہ دے، خدا کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کرے اور قرآن کے بغیر اسے کوئی چیز اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔ (قرطبی)

ظاہر ہے اللہ کی شناخت ہوگی تو خشیت الٰہی پیدا ہوگی اور جب خدا کی پہچان کا ذریعہ (علم) ہی نہ ہوگا تو یہ نعمت کیسے نصیب ہوگی اس لیے شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ بے علم اللہ کو پہچان ہی نہیں سکتا۔

۳۔ **قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكر اولوا الالباب۔** (الزمر:۹)

آپ پوچھیے کہ کیا بھلا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو صرف عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔

وہ لوگ جن کو علم سے چڑ اور خدا واسطے کا بیر ہے بالخصوص انگریز کی غلامی میں صرف علماء اور ائمہ مساجد سے نفرت و دشمنی، وہ اس آیت میں غور کریں۔ ایک شخص اگر ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو تو انہیں برداشت ہے نہ طعن کریں کے نہ تشنیع۔ لیکن اگر دوسرا شخص داڑھی رکھ لے علم دین پڑھنا شروع کر دے اس کا بچپن جوانی کتنا ہی پرہیزگاری میں گذرا ہو تو پھر بھی یہ دوسرا شخص ہی ہمارے قہر و غضب کا نشانہ بنے گا اور اسی کا مذاق اُڑایا جائے گا اگر اس کو اللہ تعالیٰ منبر و محراب کا وارث بنا دے تو دن رات اللہ کی نافرمانیوں میں گزارنے والا ہمارا دوست بھی ہے اور پیارا بھی ہے اور یہ فرشتہ سیرت صرف علم دین کا حامل ہونے کی وجہ سے پتہ نہیں کیا کیا ہے۔ کیا یہ علم دشمنی نہیں؟

امیر کی عزت دولت کی وجہ سے ہے، تاجر کی تجارت کی وجہ سے، حاکم کی حکومت کی وجہ سے عزت کی جاتی ہے، تو کیا علماء کی عزت علم نبوت کا وارث ہونے کی وجہ سے نہ کی جائے گی۔ کسی کا باپ بے نمازی، شرابی، بدکار ہو تو پھر بھی اس کی عزت کرتا ہے صرف باپ ہونے کی نسبت سے۔ افسر راشی بھی ہو ظالم بھی ہو تو بھی اس کے عہدے منصب کی وجہ سے عزت کی جاتی ہے۔ کسی نہ کسی وجہ سے بہر حال عزت کا پہلو نکل آتا ہے تو کیا دین مصطفیٰ کا مبلغ ہونا منبر و محراب اور علم نبوت کا وارث ہونا وجہ نہیں بنا سکتا کہ اس کی عزت کی جائے۔ یاد رکھو دنیا دار جتنا بھی دین دار ہو جائے لیکن دین کی پہچان علماء ہی سے ہو گی کیوں کہ اشاعت دین کا یہی ذریعہ ہیں ایک سازش کے تحت لوگوں کو دین سے دور رکھنے کے لئے علماء کے خلاف طرح طرح کا زہر ذہنوں میں پھیلایا جا رہا ہے کہ لوگ ان سے دور رہیں گے تو دین سے دور ہو جائیں گے۔

ہزاروں عیب لوگوں میں ہوں تو پرواہ نہیں لیکن انہی میں سے ایک عیب کسی عالم میں ہو تو اندھے کی لاٹھی کی طرح سب کو عیب دار گرداننا شروع کر دیتے ہیں شاید اس لیے کہ جو کپڑا سیاہ ہو گا اس پہ سینکڑوں داغ بھی ہوں تو فرق نہیں پڑے گا اور عالم پاک و سفید کپڑے کی طرح ہیں کہ

معمولی نشان سے بھی داغدار ہو جاتا ہے۔

۴- **یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت.**

اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کو بلند فرماتا ہے۔ (المجادلہ:۱۱)

ثابت ہوا کہ اللہ کے نزدیک بلندی درجات اور رفعت مراتب کا معیار ایمان وعلم ہے ایک ایمان دار اور صاحب علم جتنا بھی نادار اور مفلس کیوں نہ ہو اللہ کے ہاں بے علم اور بے ایمان رئیس سے کہیں زیادہ عزت رکھتا ہے۔

قطرۂ آبِ وضوءِ قنبرے خوب تر از خون ناب قیصرے

(اقبال)

یعنی علی المرتضیٰ کے غلام "قنبر" کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ قیصر کے خون سے زیادہ عزت والا ہے۔ اسی طرح صاحب علم، جاہل سے افضل واعلیٰ ہے خواہ وہ جاہل بڑا جاگیردار اور دولت مند ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علماء صحابہ کو، اگرچہ عمر میں چھوٹے ہوتے بڑے بزرگوں پر ترجیح دیتے ان کو اپنے قریب بٹھاتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا **من جاءہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی به الاسلام فبینه و بین النبین درجة** ۔ جو شخص علم حاصل کرتا رہا تا کہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے اگر اس حالت میں موت آجائے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔

آپ نے فرمایا **یشفع یوم القیمة ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء** قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء، شہدا اور علماء۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم، حکومت اور مال میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا آپ نے علم کو پسند کیا اللہ نے علم کی برکت سے آپ کو حکومت بھی دے دی اور مال بھی دے دیا۔

۵- **و تلک الامثال نضربھا للناس و ما یعقلھا الا العالمون.**

اور یہ وہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں، ان کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔ (عنکبوت:۴۳)

بات ساری سمجھنے کی ہے اور سمجھنے والے علماء ہی ہیں ظاہری طور پر اگر ان کی اہمیت کچھ بھی نہ ہو لیکن جب ان کا مولیٰ ان کی ڈھارس بندھا رہا ہے تو کسی کی کیا پرواہ۔ دیکھو اگر کتے کو مالک کی سمجھ آجائے اگرچہ معمولی ہو تو فقہ کا مسئلہ ہے کہ مالک کی بات مان کر شکار کرے تو وہ شکار حلال ہے اور وہ کتا جو مالک کی بات نہ سمجھے اگرچہ جتنا مہنگا ہو اس کا مارا ہوا حرام۔ تو جو انسان اپنے مالک کی پہچان حاصل کرلے اللہ اس کو تمام انسانوں پر فضیلت دے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں فرمایا کہ میرے حبیب کی امت کے علماء وہ ہوں گے **یرضون من اللہ بالیسر من الرزق و یرضی اللہ منھم بالیسر من العمل۔** میں ان کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت تھوڑا رزق دوں گا وہ مجھ سے راضی رہیں گے اور اگر وہ دوسرے لوگوں سے تھوڑی عبادت بھی کریں گے تو میں ان پر راضی رہوں گا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا   لنا علم و للجهال مال
فان المال یفنی عن قریب   وان العلم باق لا یزال

ہم اللہ کی تقسیم پہ خوش ہیں کہ ہمیں اس نے علم دیا اور جاہلوں کو مال دیا پس بے شک مال عنقریب ختم ہو جانے والا ہے اور علم باقی رہنے والا ہے اس کو زوال نہیں، مال فرعون کی وراثت ہے علم نبیوں کی وراثت، مال خرچ کرو کم ہو جائے گا علم جتنا سکھاؤ گے بڑھتا جائے گا۔ فضائل و کمالات کا معیار مال نہیں بلکہ علم ہے مال تو خدا نے اپنے دشمنوں کو بھی دیا مگر علم نافع صرف اپنے پیاروں کو دیتا ہے۔

حضرت عطا بن ابی رباح کا رنگ کالا سیاہ تھا شکل نہایت قبیح۔ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے ان سے ایک حدیث سنی۔ جب بھی بات ہوتی فرماتے **ما رایت افضل من عطاء بن ابی رباح** میں نے عطاء بن ابی رباح سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ امام اعظم وہ تھے کہ پانچ کروڑ مالیت کا جہاز ڈوب جانے کی خبر سن کر بھی صرف الحمد للہ کہہ دیتے یعنی پرواہ نہیں کرتے کہ اتنے نقصان کی خبر سن کر بھی دل اللہ کی محبت سے غافل نہیں ہوا مگر قدر کرتے ہیں تو اس کی جس

سے ایک حدیث سُنی۔

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا!

علماءِ حق احادیث نبویہ کی روشنی میں

کتب احادیث میں اہل علم کی عظمت وشان پر پورے کے پورے ابواب موجود ہیں آپ مشکوۃ شریف کتاب العلم ہی دیکھ لیں تو ایک لامتناہی سلسلہ احادیث کا موجود ہے مگر یہاں صرف چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

نمبر ا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سُنا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی (فقہ) سمجھ عطا کر دیتا ہے من یرد اللہ به خیر ایفقهه فی الدین۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۶)

نمبر ۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں فرماتا ہے۔ اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ دے اس کا نسب اس کو آگے نہیں کر سکتا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۵)

وہ صاحبزادگان (جن کے بزرگوں کو خدمت دین اور اشاعت علم دین کی وجہ سے اللہ نے عزت دی) جو اپنے آباء کے راستے سے ہٹ چکے ہیں اور پدرم سلطان بود کا نغمہ آلاپ رہے ہیں ان کے لئے اس حدیث میں سبق ہے جس کو علامہ اقبال نے آسان کر کے سمجھایا۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

جس دین نے تمہارے بزرگوں کو عزت دی اور اس کی نسبت سے آج لوگ تمہارے

ہاتھ پاؤں چوم رہے ہیں اور نذرانے دے رہے ہیں اس دین کی دھجیاں تم تو نہ اُڑاؤ مالی کا کام باغ کی حفاظت ہوتا ہے اگر وہ خود ہی باغ کی تباہی کا سبب بن جائے تو نگہبانی کون کرے گا۔ دنیا کا مال اکٹھا کرنے کی بجائے اس دولت کو سنبھالو جس کی وجہ سے تمہیں مال بھی ملا ہے اور عزت بھی ملی ہے۔

نمبر۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک عالم (فقیہ) ہزار عبادت گذاروں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۸۴)

نمبر۴۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کرلیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے گھر کے اُن دس افراد کی شفاعت کرنے کا اس کو اذن دے گا جن پر جہنم واجب ہوچکی ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۹)

نمبر۵۔ حضرت ابوامامہ باہلی بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عابد تھا دوسرا عالم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر، پھر آپ نے فرمایا کہ تمام فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے (عالم) کیلئے دعا کرتی ہے۔ (ترمذی ص ۳۷۷)

ایک روایت میں ہے: جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور بے شک طالب علم کی رضا جوئی کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کے لئے دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کرلیا اس نے عظیم حصے کو حاصل کرلیا۔ (ترمذی ص ۳۸۴)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ فرماتے ہیں کہ امام ابو جعفر نے فرمایا عالم کی موت شیطان پر ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷)

مقامِ غور و فکر

قرآن پاک میں مجاہدین کا ذکر فرمایا گیا **فضل اللہ المجاھدین علی القٰعدین اجرا عظیما۔** (النساء) اللہ نے جہاد کرنے والوں کو نہ کرنے والوں پر بہت زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے اور اہل ایمان واہل علم کے بارے فرمایا **یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت۔** کہ ان کو کئی درجے فضیلت دی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مجاہد کافر کا خانمہ کرتا ہے اور عالم کفر کا خاتمہ کر دیتا ہے اور کافر کو ختم کرنے کی بجائے اس کا کفر ختم کر کے اسلام کی شمع اس کے دل میں روشن کر دینا زیادہ فضیلت کا کام ہے جیسا کہ حضرت سہل بن سعد بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو تمہارے لیے سُرخ اونٹوں (ساری دنیا) سے بہتر ہے۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۵۹)

اور اس لیے بھی کہ مجاہد اپنے زمانے کے کافر کو ختم کرتا ہے اور عالم اپنی تحریر کے ذریعے ہر دور کے کفر کے خاتمے کا سبب بنتا ہے۔ وہ اگرچہ خدا کی گواہی کے لئے تلوار بھی چلاتا ہے سر بھی کٹاتا ہے مگر جب توحید کی گواہی کی بات آئی تو اس میں مجاہدین کا ذکر نہیں اہل علم کو اپنی گواہی کے ساتھ ذکر کیا **شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ و اولوا العلم۔** (ال عمران)۔

انبیاء کرام کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے علم کی وجہ سے فضیلت کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ جہاد وعبادت ہر نبی کرتا۔ **و اخترنھم علی علم علی العالمین** اور ہم نے علم کی وجہ سے ان کو تمام جہانوں پر پسند فرمالیا۔ کوئی زمانہ **اولوا العلم** سے خالی نہیں رہا۔ قارون کے دور میں جب اس کی شان وشوکت کو دیکھ کر دنیادار ہلکان ہو کر کہہ رہے تھے **انہ لذو حظ عظیم** یہ تو بڑا نصیب والا ہے تو قرآن فرماتا ہے **وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن امن و عمل صالحا** اہل علم نے کہا تمہارا بُرا ہو! نصیب والا تو وہ ہے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کمایا جیسے اولوا العلم ہر دور میں رہے اسی طرح علم سے محروم طبقہ بھی ہر دور میں اہل علم کا مذاق اُڑاتا رہا جو دراصل ننگ قوم اور ننگ وطن کا کردار ادا کرتے ہیں ان کو اگر کچھ علم حاصل ہو بھی جائے تو ان کے لئے بربادی کا باعث بنتا ہے یہ کون لوگ تھے؟ وہی جو حضور علیہ السلام کے دور میں صحابہ کرام (اہل علم) کو بے وقوف کہتے اور ان کا مذاق اُڑاتے۔

و اذا قیل لھم امنوا کما امن الناس قالوا انؤمن کما امن السفھاء۔ کہ جب ان کو کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جیسے لوگ (صحابہ کرام۔ علم والے) ایمان لائے تو وہ کہتے ہیں ''کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں'' اللہ نے ان کی بے وقوفی کو طشت ازبام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون** حقیقت میں تو بے وقوف یہی لوگ ہیں لیکن یہ جانتے نہیں ہیں (البقرہ)۔

و منھم من یستمع الیک و جعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ و فی اذانھم وقرا۔ (الانعام)

اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو تیری بارگاہ میں کان لگا کر سُنتا ہے (مگر پلّے کچھ نہیں پڑتا کیوں کہ) ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ جب آپ کی بارگاہ سے سُن سُنا کر نکلتے ہیں

قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا. اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم واتبعوا اھواء ھم۔ (محمد)

تو علم والوں سے کہتے ہیں ابھی (حضور نے) کیا فرمایا ہے (یہ کیوں ہے اس لیے کہ) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

اور اس دور میں یہ لوگ جو روپ دھار کر آتے ہیں اور ''فقیہِ شہر قاروں ہے لغتہا ہائے حجازی'' کا کردار ادا کر رہے ہیں ان کی پہچان یہ ہے ۔

بن عشق محمد کے جو پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو نہیں آتی بخاری

جو رسول سے سُن کر بغلیں جھانکتے رہے اور ہاتھ ملتے رہے وہ کتابوں سے کیا حاصل کریں گے اور اگر مغز ماری کر کے کچھ حاصل کر بھی لیں تو حاصل کرنا اور ہے اور **و علمنہ من لدنا علما** عطا کیا جانا اور ہے ۔

اپنا جانا اور ہے اُن کا بلانا اور ہے

اور اولوا العلم اور ان کے دشمن کب تک رہیں گے یہ بھی قرآن سے سن لیں

ثم یوم القیمة یخزیهم و یقول این شرکاءی الذین کنتم تشاقون فیهم قال الذین اوتوا العلم ان الخزی الیوم والسوء علی الکفرین۔ (النحل)

پھر قیامت کے دن اللہ انہیں (علم دشمنوں کو) رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم جھگڑتے تھے علم والے (اولوا العلم) کہیں گے آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

علماءِ حق کی قربانیاں

قرآن پاک سے پوچھا اوتوا العلم کی مزید پہچان کیا ہے تو فرمایا بل هو ایت بینت فی صدور الذین اوتوا العلم۔ جنہوں نے قرآن کی آیات کے ساتھ اپنے سینوں کو سجا رکھا ہے۔

جو اسی کلام اللہ کی طاقت سے کبھی فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ بن کر آیا کبھی نمرود کے سامنے خلیل بن کر آیا۔ یزید کے سامنے حسین بن کر نکلا اور آج بھی ہزاروں فرعونوں کے مقابلہ میں نظام مصطفیٰ کا جھنڈا تھام کر امام حسین کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے وقت کے یزیدوں سے ٹکرا رہے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ست

کہا جاتا ہے مولوی صرف حلوہ کھانے والے ہوتے ہیں۔ یہ کہنے والوں نے مولوی کو پڑھا ہی نہیں تاریخ انڈیا پڑھ کر دیکھو ستاون ہزار علماء ہی تو تھے جن کو خنزیر کے چمڑوں میں بند کر کے جلا دیا گیا۔ ان کی کھوپڑیوں میں انگریز شراب پیتا رہا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے جان دے دی مگر انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ واپس نہ لیا۔ احمد بن حنبل کو خلق قرآن کے مسئلہ پر معتصم باللہ روزانہ دس کوڑے مارتا۔ ابو حنیفہ کا جنازہ جیل سے نکل رہا ہے۔

قرآن کا فارسی میں ترجمہ کرنے والے عالم کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں۔ یہ کون تھے؟

علماء ہی تو تھے۔

علماء کی ضرورت

علماء کے بغیر عوام ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے بھیڑیں بغیر چرواہے کے۔ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک جن سے تمہیں واسطہ پڑتا ہے اور واسطہ بھی ایسا کہ مولوی نہ آئے تو ساری بارات بیٹھی رہے ان کو پانی تک نہ پلایا جائے، مولوی نہ آئے تو جنازہ کوئی نہ پڑھا سکے، بچہ پیدا ہو تو اذان تک نہ پڑھ سکو۔ ایک آدمی کہنے لگا بچہ پیدا ہوا تھا مولوی صاحب نہ مل سکے میں نے ٹی وی پر اذان ہو رہی تھی اس کا کان ساتھ لگا دیا کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے کہا جائز ناجائز تو بعد کی بات ہے پہلے یہ بتا تو جو ساری عمر اذان نہ یاد کر سکا یہ تو نے جائز کیا یا ناجائز؟

اب اس طرح کے لوگ علماء کے خلاف زبان کھولیں تو یہ قیامت کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے۔

میں کہوں گا پوری کوشش کر لو علماء کو بدنام کرنے کی ان شاء اللہ! حضور کے نام لیواؤں کا مخالف جب کتے کی موت مرے گا تو جان لے گا کہ میں ہی غلط تھا۔

اگر تم علماء کو دشمن سمجھتے ہو تو اپنے جنازے، نکاح، ایکٹروں، اداکاروں اور مسخروں سے پڑھایا کرو مگر ایسے موقعوں پر پھر علماء ہی یاد آتے ہیں۔ بے شک جس عالم کو شراب پیتا، زنا کرتا، ڈاکہ مارتا دیکھو گولی مار دو لیکن جو علماء اسمبلی کی دیوار اور مسجد کی دیوار ایک کرنا چاہتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں اذان ہو تو ممبران اسمبلی سیٹیں چھوڑ کر وضو کرنا شروع کر دیں ان کا ساتھ تو دو۔ بے شک کسی عالم کو شراب خانے کے دروازے پر دیکھو ذبح کر دو، کوئی شاہی محلے کی سیڑھیاں چڑھتا نظر آ جائے گولی مار دو لیکن اہل حق علماء کی تو قدر کرو جب طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں تو ان طلباء کو علماء بنانے والے اساتذہ کا مقام کون بیان کر سکتا ہے۔

اس دور میں قرآن وحدیث کی بات کرنے والا اور دنیا داروں کی خوشامد نہ کرنے والا بُرا لگتا ہے گویا حق بات کرنا تلوار کی دھار، نیزے کی نوک اور انگاروں پر چلنے کے مترادف ہے لیکن یہ وقت ہر امت پہ آیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو آروں سے چیر دیا گیا، لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم کا گوشت نوچ لیا گیا لیکن وہ دین سے نہ ہٹے۔ یہ امت تو سب سے افضل امت ہے اور اس امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح کہا گیا ہے یہ فضیلت گھر بیٹھے رہنے سے تو نہیں ملتی بلکہ "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری" سے ملتی ہے۔

علماء حق کا مذاق اڑانے والوں کیلئے لمحہ فکریہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ولقد استھزئ برسل من قبلک** ۔ آپ سے پہلے رسول کا مذاق اڑایا جاتا رہا تو جب علماء انبیاء کے وارث ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے تو ان کا مذاق اڑانے والے ان کافروں کے وارث کیوں نہیں ہیں جو رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے لہٰذا راہ حق میں ستایا جانا یہ بھی علماء کو انبیاء کی طرف سے وراثت میں ملا ہے۔ اور پھر خالی قرآن کا مذاق اڑانا کفر ہے تو جس کے سینے میں قرآن ہو وہ تو ساتھ مسلمان بھی ہے۔ اس کا مذاق اُڑانے والا شیطان نہیں ہوگا تو کون ہوگا؟ جب اہل علم خدا کی توحید کے گواہ ہیں تو گواہ کو کمزور کرنے والے دعویٰ توحید سے ہاتھ دھو کر شیطان کے نمائندے نہیں بنیں گے تو کیا بنیں گے؟ قرآن مجید میں کسی کا بھی مذاق اڑانے سے منع کیا گیا **لا یسخر قوم من قوم** ہوسکتا ہے جس کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اُڑانے والے سے اچھا ہو۔ یہ تو امکان کی بات تھی تبھی **عسیٰ** کا لفظ ارشاد فرمایا اور جہاں یقینی طور پر **والذین اوتوا العلم درجت** فرمادیا ان کی توہین کرنے والا کس قدر شیطان کو راضی کرتا ہوگا۔

اب ہمارے دور میں تو باقاعدہ علماء کی توہین کرنے والوں کی عزت افزائی حکومت کی طرف سے ہوتی ہے جو وزیر علماء کے خلاف زیادہ زبان درازی کرے اس کو وزیر اعظم اور صدر کی طرف سے زیادہ بھاری انعام ملتا ہے مگر یاد رکھو! سینکڑوں مضبوط کرسیاں ٹوٹ گئیں لیکن منبر و مصلے کو علماء سے کوئی نہ چھین سکا۔ دو سال وزیر پھر سابق وزیر مگر علماء وفات کے بعد بھی سابق نہیں ہوتے **انما یتذکر اولوا الالباب**۔

محمد بن قاسم ۷۱۱ء یا ۷۱۲ء میں آئے تب سے لے کر ۱۸۵۷ء تک جتنے حکمران آئے کچھ نہ کچھ خوف خدا ان کے دلوں میں موجود تھا اور لطف کی بات یہ ہے کوئی چشتی کوئی قادری۔ مغلوں کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر سلسلہ چشتیہ اور قادریہ میں مجاز تھا۔ کوئی میاں میر کا عقیدت مند، تو کوئی مجدد پاک کا ارادت مند، کوئی حافظ، کوئی عالم، کوئی صوفی، کوئی درویش، کسی نے فتاویٰ تاتارخانی جمع کرایا، تو کسی کی کوششوں سے فتاویٰ عالمگیری وجود میں آیا، کوئی اپنے ہاتھوں سے قرآن لکھ کر، کوئی ٹوپیاں بنا کر گذارا کرتا لیکن مسجدیں ایسی بنا گیا کہ آج ترقی کے دور میں بھی اس طرح کی نہیں بن سکتیں۔

پھر انگریز کی حکومت آئی ایف اے، بی اے کا وقار ہو گیا مگر عالم دین دفتر میں چپڑاسی بھی نہیں لگ سکتا، سکول میں عربی پڑھانے والے کے لئے لازم ہے کہ میٹرک پاس ہو حالانکہ اس کو میٹرک کی کیا ضرورت ہے مگر انگریزی پڑھانے والے کو پہلا کلمہ بھی نہ آئے تو کوئی ضروری نہیں۔

لیکن قربان ان کی عظمت پر انہوں نے ساری عزتیں ٹھکرا کر مسجد کی ٹوٹی پھوٹی چٹائیوں پہ بیٹھ کر روکھی سوکھی کھا کر بھی دین مصطفیٰ کے جھنڈے کو بلند رکھا کیوں کہ دراصل اس تعلیم کا مقصد کلرکی یا افسری نہیں بلکہ رضائے خدا اور خوشنودیٔ مصطفیٰ ہے، اشاعت دین اور لوگوں کی اصلاح ہے۔

ایک بادشاہ اور ایک عالم ربانی

اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک عالم دین کو کہا میرے دربار میں آ کر میرے بیٹے کو پڑھا جایا کریں انہوں نے بڑی بے نیازی سے فرمایا دوسروں کے بچے میرے پاس پڑھنے آتے ہیں میں تیرے بچے کے لئے تیرے دربار میں کیوں چل کے جاؤں اگر پڑھانا چاہتے ہو تو یہیں مسجد میں بھیج دیا کرو چنانچہ بچہ مسجد جانے لگا چند دن گذرے بادشاہ دیکھنے گیا کہ کیسے پڑھ رہا ہے دیکھا تو بیٹا استاد کو وضو کرا رہا تھا لوٹا پکڑ کر پاؤں پہ پانی ڈال رہا تھا بادشاہ نے اپنے بچے کا کان مروڑ کے کہا! ایک ہاتھ میں تو لوٹا ہے دوسرا خالی کیوں ہے اس سے استاد کے پاؤں صاف کر۔

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

امام مالک اور ہارون الرشید

علامہ اقبال نے بھی اپنی فارسی کتاب اسرار و رموز میں ہارون الرشید اور امام مالک، کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہارون الرشید نے مدینہ حاضر ہو کر امام مالک سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور دار الخلافہ (بغداد) جا کر مجھے حدیث کی تعلیم دیں۔

گفت مالک مصطفیٰ را چا کرم
نیست جز سودائے او اندر سرم
بہر تعلیم تو آیم بر درت
خادمِ ملت نہ گر در چاکرت
بہرہ خواہی اگر از علم دیں
درمیانِ حلقہ درسم نشیں

امام مالک نے فرمایا میں اپنے حضور کا نوکر ہوں اور ان کے عشق کے سوا میرے سر میں کسی کا عشق نہیں ہے۔ کیا تیرے دربار میں تجھے پڑھانے جاؤں اور تیری نوکری کروں اگر تجھے علم پڑھنے کا شوق ہے تو میرے حلقہ درس میں آ کر بیٹھ میں در مصطفیٰ کسی قیمت پہ نہیں چھوڑ سکتا۔

بے نیازی ناز ہا دارد بسے
ناز او انداز ہا دارد بسے
تختِ سکندری پہ وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

یہ لوگ علم کے قدر دان تھے اسی لیے انہوں نے کامیاب حکومتیں کی ہیں اور ان کے ادوار حکومت سُنہری دور شمار ہوتے ہیں۔ ہماری بدبختی کہ ہمیں علماء کی تذلیل کا دور ملا ہے۔ برکات ختم ہو گئیں اور کنز العمال شریف کی حدیث کے مطابق آپ نے فرمایا جب لوگ علماء سے دور بھاگیں گے تو ان پر تین قسم کی لعنتیں مسلط کی جائیں گی۔

نمبر۱ کسب سے برکت اُٹھالی جائے گی۔
نمبر۲ ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے۔
نمبر۳ (علماء سے دوری کی وجہ سے) بے ایمان ہو کر مریں گے۔

اللھم ارزقنا حبک و حب احباء ک

علماء حق اللہ کے دین کے سفیر ہوتے ہیں ایک حکومت کے سفیر کی شان دیکھ کر اندازہ ہو

جاتا ہے سفیر کی کیا شان ہوتی ہے تو اللہ کے دین کے سفیر کیا مقام رکھتے ہوں گے۔

لوگ حکمرانوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے لیکن علماء حق کو اللہ نے اپنی اور اپنے محبوب کی تعریف کے لئے پسند کر لیا ہے۔ دنیا دار کا نام آئے تو بے چین ہو جاتے ہیں اور مدینے کی گلی کے کتے کا نام آئے تو وجد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

پارۂ دل بھی نہ نکلا تم سے تحفہ میں رضاؔ
ان سگانِ کو سے اتنی جاں پیاری واہ واہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے جب فرمانروائے ریاست نان پارہ کی تعریف کے لئے کہا گیا تو آپ نے فی البدیہہ فرمایا۔

کرے مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

یہ وہ پاکیزہ جذبہ ہے کہ ہزاروں حکومتیں اس پر قربان کی جا سکتی ہیں اور یہ جذبہ صرف علماء حق کو دیا گیا ہے۔

بزرگانِ دین اور علم شریعت

بعض لوگ بزرگوں کے کلام سے غلط مفہوم نکال لیتے ہیں۔ بے نمازی و بے روزہ حضرت سلطان العارفین کا یہ شعر پڑھ دیں گے۔

نفل نمازاں کم زنانے روزے صرفہ روٹی ہو

اور علم دشمن حضرت بابا بلھے شاہ کا شعر پڑھ دیں گے۔

عِلموں بس کریں اوے یار
ہُتا علم شیطان نے پڑھیا چُگا اوہدا سارا سڑیا
اِکو الف تینوں درکار عِلموں بس کریں اوئے یار

حالانکہ حضرت سلطان العارفین خود فرضی نماز کے علاوہ روزانہ ہزار ہزار نفل پڑھتے اور سال کے اکثر دن روزے سے رہتے تو جب یہ عورتوں کے کام ہیں تو وہ خود کیوں کرتے رہے یقیناً ان کے کلام کا مفہوم عوام الناس نہیں سمجھ سکتے اور میاں محمد بخش عارف کھڑی نے کیا خوب

فرمایا ۔

خاصاں دی گل عاماں اگے نئیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد، کتیاں اگے دھرنی

یقیناً حضرت بلھے شاہ کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ "بہتا علم شیطان نے پڑھیا" اور نہ ہی انہوں نے الف تک پڑھ کر بریک لگادی تھی اور کہہ دیا ۔ اِکو الف تینوں درکار۔

بلکہ انہوں نے حضرت شاہ عنایت قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کئی سال گذارے اور علم کے سمندر اپنے سینے میں انڈیل لیے کوئی ولی اللہ جاہل نہیں ہے بلکہ ہر عالم کسی نہ کسی ولی اللہ کا مرید ہے اور ہر ولی اللہ کسی نہ کسی عالم کا شاگرد ہے۔ یہ ملنگ اینڈ کمپنی کا نظریہ ہے شریعت اور ہے طریقت اور ہے حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں ۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

میں نے تمام مراتب شریعت سے حاصل کیے ہیں اور شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا ہے۔

مجھے ایک شخص نے حضرت بلھے شاہ کا یہی شعر پڑھ کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ علم نہیں پڑھنا چاہیے میں نے کہا بلھے شاہ ولی اللہ ہیں اور ۔ ولی را ولی می شناسد۔ بہر حال تو میرے ساتھ بات کر کہ "بہتا علم شیطان نے پڑھیا کہ اللہ دے رسول نے پڑھیا" جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے الرحمٰن علم القرآن ۔ یہ تو وہابیوں گستاخوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم حضور کے علم سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ) لہٰذا شعر یوں ہونا چاہیے ۔

علم توں پڑھدا رہیں اوے یار علم توں پڑھدا رہیں اوے یار
بہتا علم حضور نے پڑھیا سئیں جوڑیاں عرشاں تے چڑھیا
علم تو پڑھدا رہیں اوے یار

بزرگوں کے کلام میں کچھ اشعار جن کی صحیح تاویل ہو سکتی ہے وہ تو مانے جاسکتے ہیں انہیں کے ہوں گے وگرنہ جب احادیث میں موضوع، من گھڑت، ضعیف کی آمیزش موجود ہے تو بزرگوں کا کلام نبی کے کلام سے آگے تو نہیں ہے کئی لوگ عقیدت کی وجہ سے کوئی شعر کہہ کر بزرگ کے نام سے مشہور کر دیتے ہیں۔ مذکورہ اشعار کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے وہ نماز جس میں ریا ہو وہ روزہ جس میں خودستائی ہو یہ عورتوں کا کام ہے (ورنہ کیا اللہ کے نبی ساری عمر نماز نہ پڑھتے پڑھاتے

رہے تھے؟) اور وہ علم جو پڑھ کر تکبر و سرکشی آ جائے اور بندہ اہل اللہ اور انبیاء کرام کی توہین کرنا شروع کر دے ایسے ؎ علموں بس کریں اوئے یار۔ جاہل پیر جو نذرانے سارے جہان کے اکٹھے کر لیتے ہیں اور قرآن کی ایک آیت بھی صحیح نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے جب کہا جائے نماز پڑھاؤ تو کہتے ہیں یہ ہمارا کام نہیں مولوی صاحب کا ہے کیا تمہارا کام صرف لوگوں کی جیبیں خالی کرنا ہی رہ گیا ہے قرآن مجید میں مناصب نبوت میں سے تعلیم کتاب و حکمت بھی ایک منصب بیان فرمایا گیا ہے۔ جو یہ نہیں کر سکتا وہ اپنا تزکیہ بھی نہیں کر سکتا دوسروں کا کیا کرے گا مولائے روم فرماتے ہیں

؎ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
بس بہر دستِ نباید داد دست
کار شیطاں می کند نامش ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

جب نماز پڑھنے کی بات آئے تو یا دل کی نماز پڑھتے ہیں یا پھر مدینے میں جا کر بھوک لگے تو کھانا مدینے سے ان کو نہیں ملتا اور نہ ہی دل کا کھانا کھانے پر اکتفاء کرتے ہیں بلکہ مریدوں کی جیبیں خالی کرتے ہیں۔ استنجاء کرنے کا طریقہ آتا نہیں اور دلوں کا تزکیہ کرتے پھرتے ہیں

؎ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

مقام افسوس ہے کہ انگلش پڑھانے والا تو معاشرے پر بوجھ نہ ہو۔ وکلا برادری جو ساری عمر جان بوجھ کر جھوٹے مقدمات کو سچا اور سو فیصد سچے کو جھوٹا ثابت کرنے پر لگے رہتے ہیں اور اس طرح حرام کی کمائی سے محلات کوٹھیاں اور بینک بیلنس بناتے رہتے ہیں وہ تو معاشرے پر بوجھ نہ ہوں اور طبقۂ علما جو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتا ہے اللہ کے گھروں کو آباد رکھے ہوئے ہے۔ مدارس میں دینی تعلیم کا نظام قائم کیے ہوئے ہے اس کے بارے کہا جا رہا ہے یہ معاشرے پہ بوجھ ہیں۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ ایسی سوچیں ذہنوں میں پیدا ہو رہی ہیں۔ ڈاکٹرز اگر ہزاروں لے کر ظاہر کو شفا دیتا ہے تو وہ معاشرے پہ بوجھ نہیں تو عالم دین قرآن و سنت کے نور سے باطن کو شفا دے کر اور بغیر کسی فیس اور اخراجات کے ہزار ہزار طلباء مدرسہ میں لے کر ان کو قرآن و سنت کا نور عطا کرتا ہے ان کو کھانا مفت، رہائش مفت، کپڑے مفت، صابن، تیل مفت مہیا

کرتا ہے تو وہ عالم معاشرے پہ بوجھ سمجھا جاتا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

کتاب الرؤیا میں ہے امام ابن کثیر سے کسی نے خواب بیان کیا کہ میں عرشِ الٰہی کو کندھا دے رہا ہوں فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو عالم دین کے جنازے کو کندھا دے گا ایک عالم کے مرنے سے اللہ کی رحمت کے چالیس دروازے بند ہو جاتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا **موت العالِم موت العالَم**۔ عالم کی موت پورے جہان کی موت ہے اور فرمایا گیا **من صار بالعلم حیا لم یمت ابدا** جو علم سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہ مرے گا (ہدایہ اولین خطبہ حاشیہ ص ۱) حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں وقت آئے گا لوگ علماء کا احترام نہیں کریں گے ان کی ضروریات کا خیال نہیں کریں گے نتیجتاً علماء اپنا پیٹ پالنے کے لئے کاروبار کرنا شروع کر دیں گے اس طرح علم اُٹھ جائے گا اور قیامت بپا ہو جائے گی (تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۸ ص ۶۸۱) پہ حضرت مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جس ولی نے اپنی ولایت کو چھپانا ہو وہ مولوی بن جائے لوگ کبھی ولی نہیں مانیں گے کیوں کہ عالم دین جتنا بھی پرہیزگار اور غوثیت کے مقام پہ بھی فائز ہو جائے لوگ کہیں گے یہ مولوی ہے اس کے پاس شریعت ہے اس کو طریقت کا کیا پتہ۔

لطیفہ

علماء سے دور رہ کر ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ ایک بار میں نے ایک پڑھے لکھے نوجوان شادی شدہ سے پوچھا کہ غسل کے فرائض معلوم ہیں؟ فوراً بولا! ہاں جی! تین ہیں۔ میں خوش ہوا کہ واقعی آتے ہیں۔ میں نے پوچھا کون کون سے؟ جھٹ سے کہنے لگا۔ صابن، تیل اور تولیہ۔

اسی طرح ایک نوجوان عصر کے وقت آیا بڑا پریشان تھا، رمضان کا مہینہ تھا میں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں اتنے پریشان ہو۔ کہنے لگا کیا بتاؤں سارا دن روزے کو سنبھالتا رہا، بس عصر کی اذان ہوئی ہے تو مجبوراً توڑ دیا۔ میں نے سوچا شاید بھول کر کھا پی لیا ہو گا یا قے وغیرہ آ گئی ہو گی اور یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا۔ جب اُس نے بتایا تو میں حیران رہ گیا۔ کہنے لگا "ہوا خارج ہو گئی ہے" میں نے عرض کیا! اوئے بھلے مانس! ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹتا ہے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حضرت محدّث اعظم پاکستان کا تقویٰ

کیسے کیسے پرہیزگار علماء ہوئے ہیں آپ حیران ہوں گے حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے پانی مانگا شاگرد نے لا کر دیا تو پوچھا کہاں سے لائے ہو؟ عرض کیا مسجد کے نلکے سے فرمایا یہ واپس وہیں ڈال کے آؤ یہ تو وضو کے لئے وقف ہے پینے کے لئے تو نہیں ہے پھر وہ گھڑے سے لایا جو پینے کے لئے تھا تو آپ نے فرمایا مجھے سہارا دے کر مسجد سے باہر لے جاؤ مسجد میں صرف معتکف اور مسافر کھا پی سکتا ہے میں نہ معتکف ہوں نہ مسافر۔ آپ فرمایا کرتے تھے قیامت والے دن میرے یہ ہاتھ رسول اللہ کے سامنے وجد کریں گے کہ ساری عمر کسی گستاخ کے ساتھ میں نے ہاتھ نہیں ملایا۔ پوچھا گیا آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے فلاں گستاخ ہے اس سے ہاتھ نہیں ملانا فرمایا! مجھے اس کی گستاخی کی بدبو آ جاتی ہے۔

یہ لوگ ولی نہیں تو کون ولی ہوگا۔ ولی کے لئے عالم لازمی امر ہے یہ نہیں کہ جب علم نہ ہو تو ولی رہے اور علم پڑھتے ہی ولایت غائب ہو جائے کتب تصوف میں ایک حدیث ملتی ہے **کن عالما او متعلما او مستمعا ولا تکن رابعا** یا عالم بن یا طالب علم بن یا علم کی باتیں سننے والا بن (یعنی علماء کے پاس بیٹھا کر ان سے محبت کیا کر تا کہ خوش ہو کر تمہیں دین کی باتیں بتائیں) اس کے علاوہ چوتھا کوئی درجہ تلاش نہ کر۔

علماحق کے متعلق ہی فرمایا گیا۔ **من صافح عالما فکانما صافحنی و من جلس عند عالم فکانما جلس عندی اجلسه الله تعالیٰ یوم القیمة تحت العرش و من صلیّ خلف عالم فکانما صلی خلف نبیا من الانبیاء.** (نزہۃ المجالس)

> **(حضور علیہ السلام نے فرمایا) جس نے عالم (باعمل صحیح العقیدہ) سے مصافحہ کیا گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جو عالم دین کی صحبت میں بیٹھا گویا وہ میرے پاس بیٹھا اور اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو عرش معلّٰی کے سائے میں بٹھائے گا اور جس نے کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا کہ اس نے نبیوں میں سے کسی نبی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔**

حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کا ولی جو تختِ بلقیس آنکھ جھپکنے سے پہلے

سینکڑوں میلوں سے اتنا بھاری ہونے کے باوجود لے آیا اور قرآن پاک میں سورۂ نمل کے اندر اللہ نے اس کا تعارف علم کے حوالے ہی سے کرایا قال الذی عندہ علم من الکتب (النمل) وہ جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔ ثابت ہوا کہ علم اور ولایت لازم وملزوم ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ اگر کسی مدرسے سے نہ پڑھا ہو تو اللہ تعالیٰ پھر بھی ولی کو جاہل نہیں رہنے دیتا بلکہ جس کو ولی بنانا ہو اس کو علم لدنی عطا کر دیتا ہے تاہم ولی علم اور علماء کا قدردان ہوتا ہے، ان سے محبت کرنے والا ہوتا ہے ان کا مخالف نہیں ہوتا۔ جو علم وعلماء سے بیر رکھتا ہو اور پھر ولی بنتا پھرے سمجھ لو کہ اس کا اپنا برتن علم سے خالی ہے۔

پاکستان کی مختصر سی تاریخ گواہ ہے کہ یہاں جب بھی علماء کی تذلیل کی گئی ہمارا نقصان ہوا کیا یہ نقصان کم ہے کہ ملک پاکستان پوری دنیا میں واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا لاکھوں جانیں دی گئیں، راوی دریا مسلمانوں کے خون سے رنگین ہو گیا پوری ٹرین لاشوں سے بھری ہوئی آ کر لاہور رکتی تو صرف ڈرائیور زندہ ہوتا۔ گدھوں نے انسانوں کا گوشت کھانا چھوڑ دیا یہ علماء کی مخالفت کی نحوست ہے کہ آج تک اس ملک میں اتنا نقصان اُٹھا کے بھی اسلام کا نفاذ نہ ہو سکا۔ ۱۹۷۱ء میں علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں ملک دو ٹکڑے ہو گیا، ستر ہزار بچیاں نیلام ہوئیں چار لاکھ بچے یتیم ہوئے۔ عصمتیں لوٹی گئیں اسی طرح ۱۹۷۷ء میں ہوا۔ اگر نجات کی ضرورت ہے تو دینی علوم کی حامل قیادت کو آگے لانا ہوگا جو یہود ونصاریٰ کی سازشیں بھی ناکام بنائے اور ملک میں دین اسلام کا نفاذ بھی کرے اور ان شاء اللہ یہ کام علماء ہی سرانجام دیں گے

؎ حقیر جان کر بجھا دیا جنہیں تم نے
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

ایک ایمان افروز حدیث

یؤتی بعالم یوم القیمة من علماء امة محمد صلی اللہ علیه وسلم فیقول اللہ عزوجل یا جبرائیل خذبیدہ و اذهب به الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فیاخذ جبرائیل بیدہ ویاتی به الی النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو علی شاطئ الحوض

یسقی الناس بالانیة فیقوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یسقی العالم بکفه فیقول الناس یا رسول اللہ تسقینا بالانیة و تسقی العالم بکفک فیقول نعم لان الناس کانوا مشتغلین فی الدنیا بالتجاراة و العالمون مشتغلین بالعلم۔ (دقائق الاخبار۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ)

بروز قیامت حضور علیہ السلام کی امت کے علماء میں سے ایک عالم کو (بڑی شان و شوکت سے) لایا جائے گا، وہ عالم اللہ کی بارگاہ میں آ کر کھڑا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ جبرئیل امین علیہ السلام (فرشتوں کے سردار) کو فرمائے گا اس عالم کا ہاتھ پکڑ کر میرے محبوب کی بارگاہ میں لے جا، جبریل علیہ السلام اس عالم کا ہاتھ پکڑ کر حضور علیہ السلام کے پاس لے جائیں گے اس وقت حضور علیہ السلام حوض کوثر کے کنارے پہ جلوہ گر ہوں گے اپنی پیاسی امت کو جام بھر بھر کے پلا رہے ہوں گے۔ جب اس عالم کو پیش کیا جائے گا تو حضور علیہ السلام (جن کے استقبال کو شب معراج مسجد اقصیٰ میں سارے نبی کھڑے ہو جائیں۔ آسمان پہ تشریف لے جائیں تو فرشتے کھڑے ہو جائیں اس عالم کی عزت افزائی کے لئے) کھڑے ہو جائیں گے اور اس عالم دین کو اپنے ہاتھ سے حوض کوثر کا جام پلائیں گے۔ لوگ سوال کریں گے حضور ہمیں آپ برتنوں سے پلاتے رہے اور اس کو ہاتھ سے؟ فرمایا اس لیے کہ دنیا میں تم تجارتیں کر کے اپنا مال بڑھانے کی فکر میں لگے رہے اور یہ میرا دین پھیلانے میں لگا رہا اس لیے تمہیں برتن سے پلا رہا ہوں اور اس کو ہاتھ سے

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ایک عظیم نکتہ

آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیفہ بنایا چونکہ عبادت کرنا بندوں کا کام ہے اور علم اللہ کی صفت ہے اس لیے اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت علم عطا فرمائی فرمایا **و علم ادم الاسماء کلھا۔** علم نام ہے چیزوں کے اسماء کو جاننے کا کسی چیز کے نام زیادہ ہوں تو جتنے اسماء زیادہ جانتے جائیں گے اس شے کی معرفت زیادہ ہوتی جائے گی۔ مثلاً زید کو آپ جانتے ہیں مگر وہ عالم

بھی ہے حافظ وقاری بھی ہے تو ان ساری صفات کو جانیں گے تو زید کے بارے تفصیلی علم ہوگا۔ اور علم کی زیادتی فضیلت کی زیادتی کو مستلزم ہے یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بارے فرمایا و **علمک مالم تکن تعلم** کہ جو آپ نہیں جانتے تھے سب کچھ سکھا دیا اس کو اطلاع علی الغیب کہو اظہار عن الغیب کہو یا اخبار عن الغیب یہ سارے ذریعے علم ہی کے ہیں وگرنہ جس کو اطلاع نہیں یا تعلیم نہیں وہ بھی نہ جانے اور اظہار عن الغیب والا بھی نہ جانے تو دونوں میں فرق کیا ہوا پھر کلی جزی کی بحث میں پڑنا بے فائدہ ہے کیوں کہ کلی کی سات قسمیں ہیں نمبر ۱- پایا جانا محال، ہو جیسے نمبر ۲- ممکن ہو مثل عنقاً نمبر ۳- صرف ایک ہی پائی جائے جیسے واجب الوجود نمبر ۴- ایک شئی کے علاوہ دوسرے فرد کا پایا جانا ممکن تو ہو مگر پایا نہ جائے۔ جیسے شمس وقمر نمبر ۵- سات فرد پائے جائیں جیسے کواکب سبعہ نمبر ۶- اتنے افراد ہوں کہ گنے جائیں۔ جیسے انسان نمبر ۷- لا متناہی ہوں جیسا کہ معلومات الٰہیہ۔ یہ ساتویں کلی اللہ کی صفت ہے اور ہم حضور علیہ السلام کے لئے کلی علم کی چھٹی قسم کے قائل ہیں وہ بھی ذاتی نہیں بلکہ عطائی الغرض علم ہی کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو خلافت کا حق دار ٹھہرایا گیا اور مسجود ملائکہ بنایا گیا۔ لہٰذا معیار فضیلت علم ہے نہ جاہ وحشمت، نہ مال و زر، نہ حسن وجمال۔

ایک ضروری بحث

جب عبادت بندے کی صفت ہے اور علم خدا کی صفت، تو بے علم عبادت گذار جتنی بھی عبادت کرے عالم کا مقابلہ نہ کر سکے گا کہ عابد پھر بھی بندے ہی کی صفت سے متصف رہے گا اور عالم میں بہر حال صفت علم ہے جو خدا کی صفت ہونے کی وجہ سے عالم کو افضل رکھتی ہے جیسا کہ احادیث اس بارے گذر چکی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ اپنی کوئی صفت بندے کو عطا کر دے اور بندے پر وہ صفت بولی جائے تو یہ کوئی شرک والی بات نہیں ہے بلکہ اشتراک لفظی ہے اور خدا کی صفات بہر حال مستقل۔ ذاتی۔ غیر فانی، غیر حادث ہیں اور بندے کی صفات غیر مستقل۔ عطائی۔ فانی اور حادث ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ایک فہرست ملاحظہ فرمائیں تا کہ مسئلہ نکھر کر سامنے آجائے۔ اور جو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بنا دیتے ہیں ان کی اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے۔

بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی جو صفات ہیں لفظی طور پر وہ مخلوق کے

بھی بول دی جاتی ہیں پس اس طرح بھی شرک ثابت نہیں ہوتا مثلاً اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ **اللہ لآ الٰہ الا ھو الحی القیوم۔** (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۵)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ ہے اور اوروں کا قائم رکھنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت کی صفت ''زندگی'' بیان کی گئی ہے۔ اب شرک کا فتویٰ لگانے والوں سے پوچھ لیں کہ تم خود اور تمہارے سارے علماء وعوام اور مولوی کیا مردے ہیں۔ یقیناً جواباً یہی کہیں گے کہ ہم زندہ ہیں تو اللہ بھی زندہ ہوا اور یہ لوگ بھی زندہ ہوئے تو کیا خود کو زندہ کہہ کر، اللہ تعالیٰ کی صفت اپنے اوپر بول کر مشرک نہ ہوئے؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جن کے جسم میں روح ہے وہ تو زندہ ہوئی اب دیکھیں کہ رب تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق بھی ہے۔ جس کے جسم سے لوگوں کے سامنے روح نکلی تلوار سے گھائل کیے گئے گولیاں لگیں پھر ان کا انتقال ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے ان کو بھی مردہ نہ کہو۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیآء ولکن لاتشعرون O (سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴)

جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

۲۔ **ان اللہ سمیع بصیر O** (سورۃ لقمان آیت ۲۸)

بے شک اللہ سنتا، دیکھتا ہے۔

اس آیت مبارک کو پڑھیں اب پوچھیں ذرا اپنے علماء سے کیا تم خود اور تمہارے سارے مولوی اندھے اور بہرے ہیں۔ پھر اللہ رب العزت انسان کے متعلق ارشاد فرماتا ہے **فجعلنہ سمیعا بصیرا O** (سورۃ دہر آیت ۲) تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ

۳۔ **منھا خلقکم۔** (سورۃ طٰہٰ آیت ۵۵) ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتا ہے اللہ کے حکم سے۔

دونوں آیات مبارکہ پر غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مٹی سے پرندہ بنایا۔

۴۔ **فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم** ط (سورۃ البقرہ آیت ۲۴۳)

تو اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا۔

حضرت عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا

و احی الموتی باذن اللہ۔ (سورۃ ال عمران ایت ۴۹)

اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

۵۔ **و کفی باللہ علیما** O (سورۃ النساء آیت ۷۰) اور اللہ کافی ہے جاننے والا

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جاننے والا۔ کیا انسانوں میں کوئی جاننے والا نہیں سارے کے سارے جاہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی جاننے والا اور اپنے مولویوں کو بھی جاننے والا کہتے ہیں پھر اپنے ہی فتوی کے مطابق خود مشرک نہ ہوئے؟ حضور ﷺ کو رب تعالیٰ نے فرمایا **و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما** (سورۃ النساء آیت ۱۱۳) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو کائنات کی ہر شے کا علم ہے کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ محبوب جو کچھ تم نہ جانتے تھے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا اب کوئی بات ایسی نہیں جسے تم نہیں جانتے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ حضور ﷺ کو فلاں بات کا علم نہیں تو وہ اس آیت مبارکہ کا انکار کر رہا ہے، رب کے قول کو جھٹلا رہا ہے۔

۶۔ **وھو العزیز الحکیم** O (سورۃ الحشر آیت ۲۴)

اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

انک انت العلیم الحکیم O (سورۃ البقرہ آیت ۳۲)

بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

غور فرمائیں کہ اللہ رب العزت کی صفت بھی "حکیم" اور یہ اپنے معالج کو بھی "حکیم" کہیں تو مشرک بھلا کیوں کر نہ ہوئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ عبرت پکڑو اے نگاہ والو!

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو رب تعالیٰ نے خطاب فرمایا:۔

و انزل اللہ علیک الکتب و الحکمۃ۔ (سورۃ النساء ۱۱۳)

اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت اتاری۔

غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بھی حکمت والا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی حکمت والے اسی طرح قرآن بھی حکمت والا کہ اسے قرآن حکیم کہا جاتا ہے۔

۷۔ **و ان اللہ رء وف رحیم O** (سورۃ نور آیت ۲۰)

اور یہ کہ اللہ تم پر مہربان، رحم والا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

بالمؤمنین رء وف رحیم O (سورۃ التوبہ ۱۲۸)

مسلمانوں پر کمال مہربان، رحیم۔

۸۔ **ان العزۃ للہ جمیعاط** (سورۃ یونس آیت ۱۲۸)

بے شک عزت ساری اللہ کے لیے ہے

و للہ العزۃ و لرسولہ وللمؤمنین O (سورۃ المنافقون ایت ۸)

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان ہی کے لیے ہے۔

۹۔ **علم الغیب و الشھادۃ ج** (سورۃ الحشر ۲۲) ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا۔

ذلک من انبآء الغیب نوحیہ الیک ط (آل عمران آیت ۴۴)

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

وما هو على الغيب بضنين ○ (سورۃ التکویر آیت ۲۴)

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اللہ رب العزت بھی غیب جاننے والا اور نبی کریم ﷺ بھی رب تعالیٰ کی عطا سے غیب جاننے والے کیوں کہ غیب کا علم ہوگا تو تب ہی بتائیں گے اور رب تعالیٰ فرماتا ہے یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

۱۰- **الله نور السموٰت والارض** ط (سورۃ النور آیت ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:-

قد جآء كم من الله نور و كتب مبين ○ (سورۃ مائدہ ۱۵)

بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

قد جآء كم من الله نور رسول يعنى محمدا ﷺ۔

قد جاء کم من اللہ نور سے مراد اللہ کے رسول یعنی محمد ﷺ ہیں۔ تفسیر ابن عباس۔ اس کے علاوہ مخالفین اہل سنت بھی فرشتوں کو نور مانتے ہیں۔

۱۱- اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

و كفى بالله شهيدا ○ (سورۃ النساء آیت ۶۹) اور اللہ کافی ہے گواہ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ارشاد فرمایا:-

ويكون الرسول عليكم شهيدا ط (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں۔

۱۲- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے عرض کی۔

انت ولينا (سورۃ الاعراف آیت ۱۵۵)

تو ہمارا ولی (والی) ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:-

الله ولى الذين امنوا (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۷)

اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا (سورۃ المائدہ آیت ۵۵)

تمہارے ولی (دوست) نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

۱۳۔ **وکفی باللہ ولیا وکفی باللہ نصیرا O** (سورۃ النساء ۴۵)

اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

مکہ شریف کے مسلمان جو ہجرت نہ کر سکے تھے کمزور وضعیف مرد، عورتیں اور بچے انہوں نے دعا کی:۔

واجعل لنا من لدنک ولیا، واجعل لنا من لدنک نصیرا O (سورۃ النساء آیت ۷۵)

اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔

عن عمران ابن حصین ان النبی ﷺ قال ان علیا منی و انا منہ وھو ولی کل مومن۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے مددگار ہیں۔

(مشکوۃ شریف مترجم جلد سوئم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۳۴۶
ترمذی شریف جلد دوم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۷۱۰)

۱۴۔ **انت مولنا** (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶) تو ہمارا مولی ہے۔

اور ارشاد فرمایا۔

فان اللہ ھو مولہ و جبریل و صالح المؤمنین ج والملئکة بعد ذلک ظہیر O (سورۃ التحریم آیت ۴)

تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل امیں اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

جو لوگ مولا علی کہنے پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں کہ مولا تو صرف اللہ ہے اور دلیل دیتے ہیں "انت مولنا" پھر اپنے ہر مولوی کے نام کے ساتھ "مولنا" کا سابقہ لگاتے ہیں اور بے چارے خود ہی اپنے فتوے کی زد میں آ جاتے ہیں۔ مولیٰ علی کہنے کے متعلق بھی حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن زید بن ارقم ان النبی ﷺ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ (رواہ احمد والترمذی)۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوئم باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۳۴۶۔ ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب ص ۷۱۰)۔

۱۵۔ **و انت احکم الحکمین O** (سورہ ہود آیت ۴۵)

اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا۔

اور حضور ﷺ کو خطاب فرمایا:-

فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما O (سورۃ النساء آیت ۶۵)

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ ایمان نہ لائیں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

۱۶۔ **الحمد للہ رب العلمین O** (سورۃ الفاتحہ آیت ۱)

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

اور حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا:-

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا O (سورۃ بنی اسرائیل

آیت ۷۹)

قریب ہے تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

۱۷- حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے فرمایا:-

و ذا مرضت فھو یشفین O (سورۃ الشعراء آیت ۸۰)

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا:-

و ابری ء الا کمه و الابر ص (سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

اور میں ہی شفا دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے کو۔

۱۸- **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا** (سورۃ الزمر آیت ۴۲)۔

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔

اور حضرت عزرائیل کے متعلق ارشاد فرمایا:-

قل یتوفکم ملک الموت الذی و کل بکم (سورۃ السجدہ آیت ۱۱)

تم فرماؤ! تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

اس کے علاوہ انسان بھی ایک دوسرے کو قتل کرنے والے، جج قتل کی سزا میں قتل کا حکم جاری کرنے والا وغیرہ۔

۱۹- **واللہ غنی حمید O** (سورۃ التغابن آیت ۶)

اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا:-

ووجدک عائلا فاغنی O (سورۃ الضحیٰ آیت ۸)

اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

اور ارشاد فرمایا:-

وما نقموا الا ان اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ

(سورۃ التوبہ آیت ۷۴)

اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا۔

علاوہ ازیں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا لقب غنی ہے اور اصطلاح شرع میں ہر اس شخص کو غنی کہا جاتا ہے جو صاحب نصاب ہو (جس پر زکوٰۃ فرض ہو)۔

اللہ رب العزۃ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا:-

۲۰- **و نحن اقرب الیہ من حبل الورید O** (سورۃ ق آیت ۱۶)

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔

اور حضور ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا:-

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (سورۃ الاحزاب آیت ۶)

نبی مسلمانوں کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

حضور ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اس سلسلہ میں ایک فرقے کے بانی فرقہ کی کتاب کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

النبی اولی بالمومنین من انفسھم کو بعد لحاظ صلہ **من انفسھم** کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ اولیٰ کا معنیٰ اقرب (قریب تر) ہے۔

(تحذیر الناس مصنفہ قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند، بھارت مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ص ۱۴)۔

۲۱- **یھب لمن یشآء اناثا و یھب لمن یشآء الذکور O**

(سورۃ الشوریٰ آیت ۴۹)

اللہ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے

جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بی بی مریم رضی اللہ عنہا سے کہا۔

لاھب لک غلاما زکیا O (سورۃ مریم آیت ۱۹)

تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

۲۲- **وما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا** (سورۃ ھود آیت ۶)

زمین پر ہر چلنے والے کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

و على المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف ط

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا حسب دستور۔

و اذا حضر القسمة اولوا القربى و اليتامى و المساكين
فارزقوهم منه۔ (سورۃ النساء آیت ۸)

پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انھیں بھی رزق دو۔

علاوہ ازیں تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کا کام مخلوق میں رزق تقسیم کرنا ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:-

انما انا قاسم و الله يعطى.

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب العلم باب ۵۵ ص ۱۳۷)

بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

۲۳- **الملك القدوس السلام المؤمن۔** (سورۃ الحشر آیت ۲۳)

بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا۔

ملك الناس ٥ (سورۃ الناس آیت ۲) سب لوگوں کا بادشاہ

اور ارشاد فرماتا ہے۔

ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا ط (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۷)

بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

ان الله له ملك السموت و الارض (سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۷)

بے شک اللہ ہی کے لیے ہے آسمان و زمین کی بادشاہی۔

اور فرماتا ہے۔ **و الله يؤتي ملكه من يشآء ط** (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۷)

اور اللہ اپنا ملک (بادشاہی) جسے چاہے دے۔

۲۴- اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا:-

وقل رب انزلنی منزلا مبارکا و انت خیر المنزلین0

(سورۃ المومنون آیت ۲۹)

اور یوں عرض کرو اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

الا ترون انی اوفی الکیل و انا خیر المنزلین0

(سورۃ یوسف آیت ۵۹)

کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہوں۔

۲۵- اللہ تعالیٰ کی صفت ہے **رب العلمین** (سورۃ الفاتحہ آیت ۱)

سارے جہانوں کا رب۔

حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے بی بی زلیخا سے فرمایا۔

انه ربی احسن مثوای ط (سورۃ یوسف ۲۳)

وہ (عزیز مصر) تو میرا رب ہے (یعنی پرورش کرنے والا) اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

اور فرمایا **یصاحبی السجن اما احد کما فیسقی ربه خمرا**

(سورۃ یوسف آیت ۴۱)

اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **اذکرنی عند ربک**

سورۃ یوسف آیت ۴۲

اپنے رب کے پاس میرا ذکر کرنا

رب تعالی نے ارشاد فرمایا **فانسه الشیطن ذکر ربه** (سورۃ یوسف آیت ۴۲)

تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے۔

قال ارجع الی ربک۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۰) **فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا۔**

معزز قارئین! آپ نے گزشتہ آیات میں پڑھا کہ:۔

۱۔ خالق بھی زندہ اور مخلوق بھی زندہ۔

۲۔ خالق بھی دیکھتا، سنتا ہے اور مخلوق بھی دیکھتی، سنتی ہے۔

۳۔ اللہ رب العزت بھی تخلیق فرمانے والا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مٹی سے پرندہ بنایا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ بھی مردے زندہ فرمانے والا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی مردے زندہ کرنے والے ہیں۔

۵۔ رب تعالیٰ بھی جاننے والا ہے اور اس کی مخلوق بھی جاننے والی ہے۔

۶۔ رب تعالیٰ بھی حکیم ہے اور مخلوق بھی حکیم ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ بھی رؤف و رحیم ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی رؤف و رحیم ہے۔

۸۔ خالق بھی عزت والا ہے اور مخلوق بھی عزت والی ہے۔

۹۔ خالق بھی غیب جاننے والا ہے اور مخلوق بھی غیب جاننے والی ہے۔ **(النبی المخبر عن الغیب۔** عربی لغت "المنجد" میں نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا**)**

۱۰۔ اللہ رب العزت بھی نور ہے اور اس کی مخلوق بھی نور ہے۔

۱۱۔ خالق بھی شہید ہے اور مخلوق بھی شہید ہے۔

۱۲۔ خالق بھی ولی ہے اور مخلوق بھی ولی ہے۔

۱۳۔ خالق بھی مددگار ہے اور مخلوق بھی مددگار ہے۔

۱۴۔ خالق بھی مولا ہے اور مخلوق بھی مولا ہے۔

۱۵۔ خالق بھی حاکم اور مخلوق بھی حاکم۔

۱۶- خالق کی بھی تعریف ہے اور مخلوق کی بھی تعریف ہے۔

۱۷- خالق بھی شفاء دینے والا ہے اور مخلوق بھی شفاء دینے والی ہے۔

۱۸- خالق بھی موت دینے والا ہے اور مخلوق بھی موت دینے والی ہے۔

۱۹- خالق بھی غنی ہے اور مخلوق بھی غنی ہے۔

۲۰- اللہ تعالیٰ بھی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی مومنوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

۲۱- اللہ تعالیٰ بھی بیٹے اور بیٹیاں دینے والا ہے اور جبریل علیہ السلام بھی بیٹا دینے والے ہیں۔

۲۲- اللہ رب العزت بھی رزق دینے والا ہے اور مخلوق بھی رزق دینے والی ہے۔

۲۳- خالق بھی بادشاہ ہے اور مخلوق بھی بادشاہ ہے۔

۲۴- اللہ تعالیٰ خیر المنزلین ہے (سب سے بہتر اتارنے والا) اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی سب سے بہتر اتارنے والے ہیں۔

۲۵- خالق بھی رب ہے اور مخلوق بھی رب ہے۔

علاوہ ازیں خالق کائنات کی دیگر صفات ملاحظہ فرمائیں جن کو لفظی طور پر مخلوق پر بھی بول دیا جاتا ہے۔

۲۶- اللہ تعالیٰ پاک ہے اور کسی مسلمان کے بدن پر نجاست نہ لگی ہو تو اس کا بدن بھی پاک ہے، اس کا لباس بھی پاک ہے اسی طرح قرآن پاک، رسول پاک ﷺ۔

۲۷- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "المومن" اور حضور ﷺ کے غلام بھی مومن ہیں۔

۲۸- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "العزیز" اور اپنے رشتہ داروں کو بھی عزیز کہا جاتا ہے یا کسی شخص کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھے بڑا عزیز ہے۔

۲۹- "السلام" اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور مسجد نبوی کے دروازے کو بھی "باب السلام" کہتے ہیں۔

۳۰- رب تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "المصور" اور تصویر بنانے والے کو بھی مصور کہا جاتا

ہے۔

۳۱- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "العظیم" اور رب تعالیٰ کے عرش کو بھی عظیم (عرش عظیم) کہا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شرک بھی ظلم عظیم، ان الشرک لظلم عظیم (لقمٰن ۱۳) حضور ﷺ کے اخلاق کو بھی اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کہا۔ انک لعلیٰ خلق عظیم (القلم:۴)

۳۲- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "الکریم" اور حضور ﷺ کو بھی نبی کریم کہا جاتا ہے۔

۳۳- اللہ رب العزۃ کی صفت ہے "المجید" اور قرآن پاک کو بھی قرآن مجید کہا جاتا ہے۔

۳۴- اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے "الوکیل" اور سیشن کورٹ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے بھی وکیل۔

۳۵- اللہ تعالیٰ کی صفت ہے "القوی" اور مخالفین اہل سنت کے خلاف علماء اہل سنت کے دلائل بھی قوی۔

۳۶- "الحمید" اللہ رب العزۃ کا صفاتی نام ہے اور قرآن مجید کو فرقان حمید بھی کہا جاتا ہے۔

۳۷- "المقسط" (عدل کرنے والا) اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور موجودہ دور میں بھی کئی جج صاحبان ایسے ہیں جو کہ عدل کرنے والے ہیں۔

۳۸- "المانع" اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے یعنی منع کرنے والا اور علماء بھی برائیوں سے منع کرنے والے۔

۳۹- "الضار" (ضرر دینے والا) رب تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور بہت سی جڑی بوٹیاں اور پتھر بھی ضرر دینے والے مثلاً نیلا تھوتھا، کچلا وغیرہ اسی طرح دیگر زہر حتیٰ کہ بلڈ پریشر کے مریض کو نمک ضرر دینے والا، معدے کے السر کے مریض کو مرچ ضرر دینے والی۔

۴۰- "النافع" (نفع دینے والا) اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور علم بھی نفع دینے والا تجارت

بھی نفع دینے والی، شہد بھی نفع دینے والا وغیرہ۔

حق کو جاننے کے لئے ہدایت کے متلاشی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق میں بھی پائی جاتی ہیں تو پھر شرک فی الصفات کیا ہوا؟ علماء جو یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی اور کو بعینہ شریک ٹھہرایا تو یہ عقیدہ شرک کہلائے گا۔ اللہ رب العزۃ کی ذات میں شریک ٹھہرانے کی تعریف گزشتہ اوراق میں تحریر کردی گئی اب شرک فی الصفات کے متعلق پڑھیں۔

''جو صفات خالق کی ہیں بعینہ (ان کو ہی) صفات مخلوق کے لئے ماننا شرک کہلائے گا''۔

لیکن کوئی بھی مسلمان اللہ رب العزۃ کی عین وہی صفات مخلوق میں کسی کے لئے بھی نہیں مانتا کیوں کہ خالق اور مخلوق کی صفات کے درمیان اس قدر فرق ہے کہ ہم اسے زمین و آسمان کا فرق نہیں کہہ سکتے۔ آیئے دیکھیں کہ خالق اور مخلوق کی صفات میں کیا فرق ہے؟

۱۔ خالق کائنات اللہ رب العزۃ کی صفات ذاتی ہیں جب کہ مخلوق کی صفات اللہ رب العزۃ کی عطا کردہ ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر محدود ہیں جب کہ مخلوق کی صفات محدود ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں یعنی انہیں گنا نہیں جا سکتا جب کہ مخلوق کی صفات متناہی ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی صفات واجب ہیں یعنی اس کی ذات کے ساتھ لازم جب کہ مخلوق کی صفات واجب نہیں ہیں۔

۵۔ خالق کائنات کی صفات ازلی، ابدی، قدیم ہیں یعنی ان کی نہ کوئی ابتداء اور نہ ہی انتہاء جب کہ مخلوق کی صفات حادث ہیں (یعنی پہلے نہ تھیں) بعد میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی صفات کو پیدا فرمایا۔

۶۔ خالق کائنات اللہ رب العزۃ کی صفات کا باقی رہنا واجب ہے جب کہ مخلوق کی صفات

اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے کہ جب چاہے فنا کردے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی صفات تغیر و تبدل سے پاک ہیں یعنی ان میں تبدیلی نہیں آسکتی جب کہ مخلوق کی صفات کو اللہ تعالیٰ جب چاہے تبدیل فرمادے۔

حاصل کلام یہ کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں بعینہ وہ مخلوق میں سے کسی کے لئے مان لی جائیں تو شرک لازم آئے گا اور اگر اوپر تحریر کیے گئے فرق کو مانا اور اللہ تعالیٰ کی صفت لفظی طور پر مخلوق پر بول دی تو شرک نہیں کہلائے گا۔ بلکہ صرف اشتراک لفظی کہلائے گا۔

شرک کی مذکورہ تعریف کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور اب اس تعریف کی روشنی میں دیکھیں کہ مسلمانوں پر جن وجوہات کی بنا پر مخالفین اہل سنت شرک کے فتوے لگاتے ہیں آیا واقعی یہ باتیں شرک ہیں یا محض افتراء ہے۔

ثابت ہوا جو واقعتاً اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ ہیں اگر قرآن وحدیث میں ان کا استعمال مخلوق پر کیا گیا ہے تو شرک نہیں۔ تو داتا۔ گنج بخش۔ غوث اعظم۔ غریب نواز وغیرہ تو الفاظ ہی عربی نہیں نہ قرآن وحدیث میں ان کا استعمال اللہ پر ہوا ہے اگرچہ معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں لیکن ثبوت شرک کے لئے جب بعینہ وہی الفاظ جو اللہ نے اپنے لیے فرمائے جب وہ الفاظ بندوں کے لئے بولنا شرک نہیں تو جو الفاظ (مذکورہ) اللہ نے اپنے لیے بولے ہی نہیں وہ بندوں پر بولنا کیسے شرک ہوسکتا ہے۔ (آمدم برسرِ مطلب)

ائمہ مساجد اپنے آپ کو احساسِ کمتری کا شکار ہونے سے بچائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ کی طرف سے آزمائشوں میں سو فیصد کامیابی حاصل کرلی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو انعام عطا فرمایا کہ **انی جاعلک للناس اماما**۔ اے ابراہیم! میں نے تجھے لوگوں کا امام بنادیا ہے۔ کیا امامت کوئی معمولی چیز ہے کہ آج مسجد کا امام شرم سے منہ چھپاتا پھرے اور اپنے آپ کو امام مسجد کہنے سے شرماتا پھرے، یہ امامت نبیوں کے سردار نے زندگی کے آخری لمحات تک کرائی۔ ابوبکر صدیق نے مرتے دم تک امامت کرائی حضرت عمر مصلے امامت پہ شہید کردیے گئے، عثمانِ غنی آخری دم تک لوگوں کے امام رہے علی المرتضیٰ کو نماز پڑھاتے ہوئے شہید کیا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں میں سے صرف ہمارے آقا کو امامت کے لئے چنا گیا۔

الغرض اللہ کا ہر پیارا یہ کام کرتا رہا۔ کیا کوئی مسلمان بھی کہلائے اور امامت جیسے مقدس کام کو حقیر بھی جانے اس کا ایمان کب یہ گوارا کرے گا۔ وہ لوگ ان حقائق سے سبق حاصل کریں جو بچوں کو اس لیے دینی مدارس میں داخل نہیں کراتے کہ ہمارا بیٹا پڑھ کر امامت کرے گا؟ اگر تیرا بیٹا امام مسجد بن گیا تو کیا یہ تیری کم خوش نصیبی ہے کہ نبیوں کے مشن پر چل پڑا ہے امامت کرانا کوئی معمولی لوگوں کا کام ہے؟ یہ نبیوں کا طریقہ ہے اور ولیوں کی ولایت کا راز ہے۔

آج کسی چوہدری یا افسر کی تعریف اس کا نوکر کر دے تو پھولا نہیں سماتا جب کہ مسجد میں امامت کا فریضہ ادا کرنے والا وہ ہے کہ خدا اور رسول نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔

ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء والعلماء والمؤذنين المحتبسين و حملة القران۔ (قرطبی)

بے شک زمین انبیاء، علماء، مؤذن اور حفاظ قرآن کے جسموں کو (موت کے بعد بھی) نہیں کھاتی۔

دنیا تڑپتی ہے کہ حضور علیہ السلام ہم پر ایک نگاہ کرم فرما دیں امام مسجد خوش نصیب ہے کہ اس کی مظلومیت حضور نے چودہ صدیاں پہلے ملاحظہ فرمالی (مسجد کی ٹوپی ٹوٹ گئی امام کو جواب دے دیا۔ امام دیکھتا کیسے ہے نکال دو۔ ایک امام کو پچیس سال امامت کے بعد معمولی بات پہ نکالا گیا کہ محلہ میں نووارد ایک شخص کرائے دار آیا اس سے امام کی بات ہوگئی تو لوگوں کو بہانہ مل گیا کہ محلے دار نہیں مانتے یعنی پچیس سال امامت کرنے والا محلے دار نہیں بنا اور جس کو محلہ میں آئے دو مہینے ہوئے اور کرائے دار ہے وہ محلہ دار ہو گیا؟ بدبختو! وہ کون سی یونیورسٹی ہے جس سے محلے دار ہونے کی ڈگری ملتی ہے، ہمیں بھی تو بتاؤ۔ کیا یہ کردار ان کوفیوں کا نہیں جنہوں نے امام مسلم بن عقیل سے غداری کی۔ کاش حُر جیسی ایک نماز ہی پڑھ لو کہ ایک بار ”پیچھے اس امام کے“ کہا اور جان قدموں میں قربان کر دی)۔

سرکار نے فرمایا **اللھم ارشد للائمة واغفر للمؤذنين** (ترمذی صفحہ ۵۱) اے اللہ! میری امت کے اماموں کو ہدایت پر قائم رکھ (کہ سب کچھ سہہ کے بھی امامت کراتے رہیں اور صبر کرتے رہیں) اور میری امت کے مؤذنوں کو بخش دے۔ بلکہ جو شخص امام کے بالکل پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے حضور علیہ السلام نے اس کے لئے تین بار دعا فرمائی (ترمذی ص ۵۳)

نیز ارشاد فرمایا جو شخص امام کے مصلے سے دور ہوا وہ جنت سے دور ہو گیا (مشکوٰۃ ص ۱۲۴) کیا یہ ساری نعمتیں اور باجماعت ایک نماز کا ثواب ستائیس کے برابر امام ہی کی وجہ سے نہیں ملتا؟ پھر کیا وجہ ہے معمولی دنیوی فائدے کی وجہ سے دنیا داروں کا احترام تو کرتے ہو اور اس قدر دینی فائدے جس کی وجہ سے نصیب ہیں اس کا احترام تمہاری نگاہوں میں کیوں نہیں؟ یہ بدبختی نہیں تو کیا ہے؟

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (جو ان تین مخلص افراد میں شامل ہیں جو غزوۂ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ گئے اور اللہ نے ان کی توبہ کی قبولیت کا سورۂ توبہ میں خصوصیت سے ذکر فرمایا) کے بیٹے فرماتے ہیں کہ میرے والد کی عادت کریمہ یہ تھی کان اذا سمع النداء یوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زراة کہ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہ (صحابی رسول) کے لئے دعا کرتے ان کے بیٹے فرماتے ہیں میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے میں کیوں نہ اس کے لئے دعا کروں کہ اس نے ہمیں سب سے پہلا جمعہ پڑھایا تھا (ابوداؤد صفحہ ۱۵۳، ابن ماجہ ص ۷۷) ایک جمعہ پڑھ کر ساری عمر دعا کرتے رہے اور آج کے نمازی ساری عمر نمازیں پڑھ کر بھی اپنے امام کی غیبت کرتے ہیں۔

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں
ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں
ہے

علماء سے دوری اور نفرت کا نتیجہ

جیسے رافضیوں نے قرآن مجید کے متعلق عقیدہ بنالیا ہے کہ یہ اصل قرآن نہیں ہے۔ اور صحابہ کرام جنہوں نے قرآن پاک کو جمع فرمایا ان کے متعلق بدزبانی کی تو ان پر ایسی لعنت برسی کہ حفظ قرآن کی دولت سے محروم کر دیے گئے اسی طرح جو لوگ علماء کے بارے بدگمانیاں پھیلاتے ہیں کبھی کہتے ہیں امام حسین کو حافظوں، قاریوں نے ہی تو شہید کیا تھا، کبھی کہتے ہیں داڑھیاں تو سکھوں کی بھی ہیں کبھی یوں کہیں کہ مولوی بخشے گئے تو ہم سب بخشے جائیں گے، کبھی یوں بکیں کہ بھیڑیے نے یعقوب علیہ السلام کو کہا کہ اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو چودھویں صدی کے مولویوں میں سے ہو جاؤں یعنی علماء کے بارے میں اللہ و رسول نے جو فضائل بتائے ان کی

طرف نہیں آتے اور بھیڑیوں کی بولیاں بولتے ہیں۔ بھیڑیے نے اگر کہا بھی ہو تو وہ بھیڑیے کا ہی عقیدہ ہو سکتا ہے تو نے خدا اور رسول کا دیا ہوا عقیدہ چھوڑ کر بھیڑیے والا عقیدہ اپنایا اور طرح طرح کے من گھڑت لطیفے علماء کے بارے میں گھڑے اللہ کی ایسی لعنت پڑی کہ نماز سے محروم، مسجد سے دور دین سے دور اور شکل وصورت محمدی سے نفرت کی تو یہود و نصاریٰ کی شکل وصورت نصیب ہوگئی، آپ دس عیسائی یہودی کھڑے کریں ان میں ایک اس طرح کا مسلمان بھی کھڑا کر لیا تو پہچان نہیں سکیں گے ان میں مسلمان کون ہے وہی شکل وصورت جو بش وشیرون کی ہے اسی کو مسلمانوں نے اپنایا ہوا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

نتیجتاً دین کے معاملے میں حالت یہ ہوگئی کہ جنازہ لے کر جا رہے ہوں تو ہر کندھا دینے والا بلند آواز سے "کلمہ شہادت" کا لفظ تو بول لیتا ہے آگے کلمہ شہادت آتا ہی نہیں پڑھے کون؟ نماز جنازہ تو کیا آئے گی ساری عمر امام صاحب ہر جنازے کے ساتھ نیت بتاتے ہیں وہ ساری زندگی یاد نہیں ہوتی اور جنازہ پڑھ آتے ہیں یعنی زندہ سے بھی دھوکہ اور مُردوں سے بھی فراڈ۔ جو کبھی عید کی نماز بھی نہیں پڑھتا اس کو جنازہ پڑھنے سے کیا کام صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے ورنہ پنج گانہ نماز تو فرض عین ہے وہ کبھی پڑھی نہیں جنازہ تو نہ بھی پڑھے گا تو کوئی گناہ نہیں۔ لیکن خدا کی ناراضگی کی پرواہ نہیں صرف یہ کہ برادری خاندان ناراض نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ ٹی وی کے معلوماتی پروگرام نیلام گھر میں میں نے خود سُنا جب سوال ہوا کہ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت کا نام بتاؤ تو کسی یونیورسٹی کے طالب علم نے جواب دیا کہ سورۂ بقرہ۔ اور سب سے پہلا جمعہ اسلام میں کس نے پڑھایا؟ تو جواب آیا کہ محمد بن قاسم نے۔ تین طلاق بیوی کو دے کر پھر مولوی کے پاس بھاگتے ہیں جی غصے میں دی تھی۔ بھلا کوئی پیار میں بھی طلاق دیتا ہے کہ بیگم آج تو نے کھانا بہت اچھا پکایا ہے جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔

نکاح میں جب مولوی صاحب نوجوان کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہتے ہیں تو اس وقت اس نوجوان پڑھے لکھے کی کیا حالت ہوتی ہے؟ یا مولوی صاحب جانتے ہیں یا پھر دولہا جانتا ہے پہلے کلمے میں ہی بے چارہ پھنس جاتا ہے پھر ساتھ والے یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں جی بے چارہ شرما

رہا ہے آپ خود ہی پڑھ دیں ہمیں آپ پر اعتبار ہے۔ یہ ظالم شراب پیتے، جھوٹ بولتے نہیں شرماتا کلمہ پڑھتے شرماتا ہے۔

پھر نکاح کے بعد بیوی چونکہ ایم اے پاس ہوتی ہے اور بابو میٹرک سے دو دفعہ فیل ہوتا ہے لنڈے بازار سے پانچ روپے کی پینٹ پہن کر بابو بنا ہوا ہوتا ہے جھگڑا ہو جائے تو بیوی انگریزی میں گالیاں دیتی ہے اور بابو پنجابی میں معافی مانگتا ہے وہ کہتی ہے "بیڈ فول" یہ کہتا ہے "جی حضور"۔

لطائف

❁ —— ایک بابو کی دو بیبیاں تھیں ایک اوپر رہتی تھی دوسری نیچے بابو جی دوپہر کی گرمی میں دفتر سے گھر آیا اوپر والی کے پاس جانے لگا تو نیچے والی نے ٹانگوں سے پکڑ لیا اوپر والی کو پتہ چلا تو اس نے ٹائی سے پکڑ لیا (کیوں کہ سر تو انہوں نے جوتے مار مار کے پہلے ہی گنجا کر دیا تھا) اب نیچے والی نیچے کھینچ رہی ہے اوپر والی اوپر باؤ جی پھنس گئے غصے میں کہا اوپر تیرے پاس آوں تو تجھے طلاق نیچے تیرے پاس آوں تو تجھے طلاق اب کہہ تو بیٹھے مگر پھنس گئے کہ جدھر گیا طلاق ہو جائے گی اور دونوں بیویاں ہاتھ سے گئیں اور ایسی گئیں کہ پھر واپس نہ آئیں۔ اب مولوی یاد آیا۔ جب پھنس جاتے ہیں تو پھر مولوی یاد آتا ہے (جو پیدا ہونے سے مرنے تک کان میں اذان، نکاح، جنازہ، قل، چالیسواں اور سالانہ ختم تک تیرے کام آتا ہے۔ اگر وہ وفادار نہیں تو تو بھی تو دلدار نہیں) مولوی صاحب کے پاس بندہ بھیجا کہ باؤ جی کی بیویاں بچائیں اور ساتھ باؤ جی کو بھی، انہوں نے فرمایا سیڑھی لگا کر نیچے والی کو اوپر لے جاؤ اوپر والی کو نیچے لے آؤ دونوں بمعہ باؤ جی کے بچ جائیں گی۔

مُلاں بتاتا ہے تجھے جنت کا راستہ
گر مانتے نہیں تو جہنم میں جایئے
گر چاہتے ہیں آپ کہ بچے ہوں با ادب
تو پہلے اپنے بچوں کو قرآن پڑھایئے

انگریز بننے کی اگر تمنا ہے آپ کی
تو پہلے اپنے چہرے پہ چونا پھرایئے
اسلام چاہتا ہے کہ نمازی بنایئے
اور آپ کا ہے شوق کہ کرکٹ کھلایئے
قرآن خواں کو دیکھ کے منہ پھیر لیجیے
عمران خاں کے نام پہ قربان جایئے

(مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب)

❁ —— ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ آپ نماز جنازہ نہ آنے کی بات کرتے ہیں مجھے تو نماز
جنازہ کی دعاؤں کا ترجمہ بھی آتا ہے میں نے کہا سبحان اللہ! سنائیں **اللھم اغفر**
لحینا کا معنی کیا ہے کہنے لگے حیۃ کا معنی سانپ۔ یعنی اے اللہ ہمارے سانپ کو
بخش دے۔ باپ کو سانپ کہہ رہا ہے۔

❁ —— اسی طرح ایک صاحب ڈبل ایم اے کہنے لگے مولویوں کی ضرورت کیا ہے قرآن کا
ترجمہ مل جاتا ہے ہر بندہ خود سمجھ سکتا ہے میں نے کہا پھر تمہیں نمازیں کون پڑھائے گا۔
تمہارے نکاح کون پڑھے گا۔ جنازے کون پڑھے گا کہنے لگا ہم خود پڑھ لیں گے میں
نے کہا پھر تم خود مولوی بن جاؤ گے پھر مولویوں سے جان تو نہ چھوٹی۔
پھر تم نے بڑے دعوے سے قرآن فہمی کی بات کی ہے ذرا بتاؤ تو بسم اللہ کا ترجمہ کیا ہے،
بڑا لال پیلا ہوا، میں اتنا ہی جاہل ہوں کہ مجھے بسم اللہ کا ترجمہ نہ آئے میں بھی سمجھ گیا کہ اگر آتا ہوتا
تو اتنا غصے میں نہ آتا۔ میں نے عرض کیا اگر آتا ہے تو سنا دیں ثواب ہوگا، کہتا ہے سنو! شروع کرتا
ہوں، ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا تو میں نے روک کر کہا یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے "شروع کرتا ہوں" ب
کا معنی ساتھ اسم کا معنی نام **اللہ** اسم جلالت ہے **الرحمٰن** بہت مہربان **الرحیم** بہت رحم
کرنے والا ہے۔ یہ شروع کرتا ہوں کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے ڈبل ایم اے صاحب اب لگا بغلیں
جھانکنے۔ گویا کہ، یعنی کہ، چونکہ، چنانچہ، اگرچہ، میرا مطلب ہے وغیرہ۔

❁ —— ایک صاحب فرمانے لگے یہ مولوی نے ایسے ہی فرقے بنا رکھے ہیں کوئی وہابی کوئی سنی
کوئی کچھ میں صرف مسلمان ہوں میں نے کہا اچھا ذرا صرف مسلمانوں والی نماز پڑھ

کر دکھاؤ جیسی نہ وہابی پڑھتے ہوں نہ سُنی نہ شیعہ۔ پھر یہی ہو سکتا ہے ایک ٹانگ کھڑی کر دو اور ایک بازو اُٹھا لو۔

پچھلے دنوں ناظمین کے الیکشن کے موقع پر اخبارات میں بڑے عجیب عجیب لطائف آتے تھے۔

❁—— کسی ناظم کے امیدوار سے نماز جنازہ کے بارے سوال کیا گیا تو اس نے کہا چار رکعتیں ہر رکعت میں دو دو سجدے۔ کسی کو دعائے قنوت یاد نہیں تو کوئی تیسرا کلمہ نہ سُنا سکا یہ بی اے پاس ہیں یا بی پاس۔ کوئی وزیر مر جائے تو ماتحت عملہ بے وضو ہی جنازہ میں شامل ہو جاتا ہے کہ ہم نے اللہ کی نماز تو نہیں پڑھنی ہم نے تو وزیر کی پڑھنی ہے وضو کی کیا ضرورت۔

ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھنی ہو تو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں کوئی منہ پر ہاتھ پھیرے تو ہم بھی پھیریں اور خلاصی ہو۔

❁—— کہتے ہیں ایک چوہدری صاحب کا وصال ہو گیا، مولوی صاحب نہیں تھے لوگ ایک درویش کو لے آئے کہ جنازہ پڑھاؤ انہوں نے مصلے پہ کھڑے ہو کر ایک بار جنازے کو دیکھا پھر نمازیوں کو دیکھا اور آدھا گھنٹہ جنازہ پڑھانے پہ لگا دیا لوگ سلام پھیرتے ہی درویش کو مارنے لگے اتنی دیر لگا دی، انہوں نے فرمایا وجہ تو پوچھ لو، مارتے کیوں ہو، در اصل میں نے تو ابھی جلدی پڑھا دیا ہے، کیوں کہ ایک نہیں پڑھایا بلکہ سب کا پڑھا دیا ہے ایک مردہ آگے تھا تین سو مردے پیچھے تھے کیوں کہ تم خدا کے لئے تھوڑا آئے ہو! تم تو چوہدری کے لئے آئے ہو۔ خدا کے لئے آتے ہوتے تو پانچ وقت مسجد میں بھی گئے ہوتے۔

جو جنازگاہ میں جنازہ پڑھنے سے پہلے جنازہ کی نیت پوچھ رہا ہے اس کو نماز جنازہ تو ضروری آتی ہو گی۔

❁—— روزہ ایک نہیں، تراویح بھی نہیں، نماز کی گیارہ مہینے چھٹی اور چاند رات کو اسپیشل پوچھا جاتا ہے جی عید کتنے بجے ہو گی۔ تمہیں کیا تیرے لیے تو روزانہ ہی عید ہے۔

❁—— مردے کو جس صابن سے نہلایا جاتا ہے وہ مولوی کو دے دو مردے کے کپڑے، جوتی

مولوی کو دے دو۔ مردے کا کھانا مولوی کو دے دو، پھر کہتے ہیں مولوی میں بڑی آکڑ ہے، کیوں نہ ہو ہر چیز جو آکڑ خان کی بے چارہ استعمال کرتا ہے۔

اپنی طرف سے مسئلے گھڑے جا رہے ہیں جیسے گھر کی شریعت ہو، جی دو خطبے بھاری ہوتے ہیں، تمہیں کیا لگے، بھارے ہوں گے تو مولوی پر ہوں گے جس نے دینے ہیں اگر بھار اتارنا چاہتے ہو تو اس بے چارے کو کہو مولوی صاحب ایک آپ دے دیں ایک ہم دے دیتے ہیں تاکہ آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ لیکن ہر وقت گالیاں دینے والا خطبہ کیا دے گا۔

❁ —— ایک بخیل صاحب مر رہے تھے کسی نے کہا خدا کے نام پہ بھی کچھ دو تو کہنے لگے جان تو دے رہا ہوں اور کیا دوں۔

❁ —— ایک بخیل صاحب کو دل کا دورہ پڑ گیا تو لوگوں نے پوچھا کیا کچھ خرچ کر بیٹھے ہیں؟ تو جواب ملا نہیں بلکہ کسی کو خرچ کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

پچھلے دنوں ٹی وی پہ ڈرامے میں دکھایا گیا ایک چوہدری صاحب فوت ہو گئے تو ان کے بیٹوں نے مولوی صاحب کو کہا کہ روزانہ اس کی قبر پہ جا کر پڑھا کرو۔ مولوی صاحب گئے آدھ گھنٹے کے بعد واپس آئے، پوچھا گیا اتنی جلدی آ گئے ہو، عرض کیا ایک پارہ پڑھ آیا ہوں، پاس ہی ایک مسخرہ بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا مولوی صاحب! یہ بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کے گناہ بھی بڑے ہوتے ہیں ان کا ایک پارے سے کچھ نہیں بنتا۔

جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

❁ —— میاں محمد اکرم مرحوم نے مجھے بتایا کہ عبدالخالق نامی ایک شخص جس کو وہ ذاتی طور پر جانتے تھے، دبئی سے آ رہا تھا ایک سکھ کے ساتھ جہاز میں سیٹ ملی، اب عبدالخالق کلین شیو ہے اور سکھ کی داڑھی ہے۔ بجائے اس کے کہ سکھ پوچھتا تو نے داڑھی کیوں نہیں رکھی، جھٹ سے اس نے سکھ سے پوچھ لیا کہ سردار جی! یہ داڑھی کیوں رکھی ہوئی ہے۔ سردار نے جواباً کہا! تیرے ہی نبی کی سُنت ہے۔ جس کی مجھے توفیق مل گئی تجھے نہ ملی۔ بس پانی پانی ہو گیا اللہ نے ہدایت دے دی آج اس کی مشت بھر داڑھی ہے اور بس چلا رہا ہے۔

❁ —— حضرت پروفیسر محمد اکرام صاحب (مرید خاص حضرت قبلہ سید ابو البرکات علیہ الرحمۃ) بیان فرماتے ہیں کہ ایک انگریز کو حضرت پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ نے میرے حوالے کیا، میں اس کو داتا صاحب لے گیا اور عرض کیا آپ گنج بخش ہیں اپنے خزانے سے اس کو بھی بھیک عطا ہو۔

اللہ نے مہربانی فرمائی مسلمان ہو گیا، اذان ہوئی تو ہمیں غور سے دیکھتا اور پوچھتا۔ Are You Muslim? کیا تم مسلمان ہو؟ تو پھر بیٹھے ہوئے کیوں ہو کیا اللہ تعالیٰ نماز کے لئے نہیں بلا رہا؟

❁ —— اخباری رپورٹ کے مطابق بیس افراد کا وفد پاکستان سے لندن گیا انہوں نے سور کا گوشت پیش کیا انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ ہمارے مذہب میں حرام ہے، انہوں نے حلال کھلا دیا کھانے کے بعد شراب خود طلب کر لی اور شراب نوشی کرتے رہے۔

عیسائی لوگ کہ جن کو نفرت سے چوڑھا کہا جاتا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ ملکہ الزبتھ بھی اپنے مذہبی راہنما کو فادر کہے گی اور اگر ملکہ الزبتھ کسی کو پھانسی کی سزا سنا دے اور پوپ اس سزا کو معاف کرنا چاہے تو سزا نہ ہو گی اور ملکہ بھی سر جھکا کر پوپ کی بات مانے گی۔

ہم خود اپنی زبان سے اپنے مذہبی راہنماؤں کی تذلیل کرتے ہیں کہ مولوی ایسے ہیں ایسے ہیں میں نے کہا اس لیے کہ تمہارے والدین کا نکاح مولوی نے پڑھایا ہے جس کے نتیجے میں تیرے جیسی سوغات آئی چونکہ تو آپ ایسا ہے لہٰذا "المرء یقیس علی نفسہ" ہر کوئی دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔

ہم اس قدر احساس کمتری کا شکار ہو گئے ہیں کہ ایک طرف عالم اپنی تقریر میں پورا قرآن پڑھ جائے عربی فارسی پہ مہارت تامہ رکھتا ہو تو کوئی حیرانگی نہیں ہوتی دوسری طرف قرآن و سنت سے ناواقف تقریر میں ایک جملہ انگریزی کا بول دے تو حیران ہو رہے ہیں کہ بڑا پڑھا لکھا بندہ ہے یعنی قرآن و حدیث نہ آئے تو پرواہ نہیں لیکن انگریزی نہ آئے تو بڑی کمی محسوس کرتے ہیں، انگریز نے ہم سے انتقام لیا اور ہماری معیشت کو بھی انگریزی کے ساتھ مشروط کر دیا انگلش آئے گی تو ملازمت ملے گی چاہے پہلا کلمہ بھی نہ آئے اور انگریزی نہیں آتی تو کسی کام کے نہیں ہو

چاہے پورا قرآن آتا ہو نہ ہماری کوئی اپنی سوچ ہے نہ تہذیب نہ تمدن ۔

آدمی بس آدمی ہیں بات کے
در حقیقت بیل ہیں گجرات کے

انگریز اور انگریزی کو اپنا قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے ایک بات قرآن و سنت کے اندر ہو تو توجہ ہی نہیں کرتے وہی بات انگریزی میں کوئی انگریز مفکر کہہ دے تو جھومتے رہتے ہیں

طاقِ دل میں چراغ انگریزی
سر کے اندر دماغ انگریزی
چال انگریزی ڈھال انگریزی
جسم کا بال بال انگریزی
گلا چھلتا ہے گر تو چھل جائے
لہجہ "صاحب" سے اپنا مل جائے

دو ایمان افروز روایات ملاحظہ فرمائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے اللہ مجھے ایسا بنا دے کہ کوئی شخص مجھ پر کیچڑ نہ اچھالے۔ اللہ نے فرمایا **ھذا شیئی لم استخلصه لنفسی کیف افعله بک** ۔ اے یحییٰ علیہ السلام یہ چیز تو میں نے اپنے لئے بھی نہیں رکھی تمہارے لئے کیسے رکھوں۔ پھر حضرت انس نے یہ آیت پڑھی کہ یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہ کہ یہود نے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا قرار دیا۔
(درمنثور بروایت دیلمی فی مسند الفردوس جلد ۳ صفحہ ۱۱۳)

امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فرمایا: اگر تجھے تمہارے مسلمان سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے تو غم نہ کرو اگر وہ بات درست ہے تو تمہاری غلطی پر تمہیں دنیا میں تنبیہ ہو گئی اور اگر غلط ہے تو تمہیں ایک نیکی کا بن کیے ثواب مل گیا۔ (درمنثور حوالہ مذکورہ)

مسلمانوں کو قرآن و سنت کے حاملین سے وہ معاملہ نہیں کرنا چاہیے جو اہل کتاب نے

اپنی کتابوں سے کیا: چنانچہ حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **یوشک ان یرفع العلم** ۔ قریب ہے کہ علم اٹھ جائے۔ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ علم کیسے اٹھ جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے اور بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابن لبید تجھے تیری ماں روئے میں تجھے اہل مدینہ میں فقیہ تر سمجھتا تھا۔ کیا یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں تورات و انجیل نہیں ہے؟ مگر جب انہوں نے اللہ کا حکم چھوڑ دیا تو انہیں یہ چیز بچا نہ سکی پھر آپ نے آیت پڑھی۔ **و لو انهم اقاموا التوراة والانجیل الخ**۔ (تفسیر ابن کثیر بروایت ابن ابی حاتم جلد۲ صفحہ ۷۹)

علماءِ سوء

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ایک ہی مچھلی سارا جال خراب کرتی ہے دیکھنے میں دونوں موتی ہوتے ہیں مگر جوہری جانتا ہے ہیرا کون سا ہے اور عام پتھر یا شیشہ کون سا، ہوتے دونوں کاغذ ہیں ایک قرآن مجید میں لگ کر عزت پا جاتا ہے اگرچہ ظاہراً سستا ہی ہو دوسرا اگرچہ قیمتی ہو مگر اس پر پکوڑے کھائے جاتے ہیں۔ بعض نام نہاد علماء دنیا داروں، حکمرانوں کے خوشامدی، ان کی کوٹھیوں کا طواف کرنے والے جن کی زبانوں سے بظاہر **قال اللہ** اور **قال الرسول** ہوتا ہے مگر **ذئاب فی ثیاب** کی شان رکھتے ہیں، ایسے بازی گروں کو دیکھ کر علماء حق کی قدر نہ کرنا اور ان کے پردے میں دین کے سچے وفا شعاروں کو کوسنا عقل مندی نہیں ہے اتنی پہچان تو جانور بھی کرتا ہے کہ میرا مالک کون ہے اور میرے مالک کا دشمن کون ہے، ایسے علماءِ سُو کی اللہ رسول کی بارگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ حدیث کی روشنی میں ایسا عالم، ریا کار سخی اور غازی سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے

اس طرف بھی آدمی ہیں اس طرف بھی آدمی ؎
ان کے جوتوں پر چمک ہے اُن کے چہرے پر نہیں

(ساحر لدھیانوی)

اگرچہ حکمرانوں اور دنیا داروں جن کی یہ لوگ خوشامد کرتے ہیں ان کے نزدیک یہی اصل علماء حق ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سارے ایسے ہی ہو جائیں لیکن کردارِ حُسینی کے حامل ہر دور میں اپنا فرض ادا کرنے سے نہیں رُکتے ؂

جو ظلم پر لعنت نہ کرے آپ لعیں ہے
جو صبر کا منکر ہے وہ منکرِ دیں ہے

اس کے باجود اِن علماء سو کی وجہ سے دین کو ہی چھوڑ دینا اور دین کا مذاق اُڑانا کسی شریف آدمی کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

دین کا مذاق اُڑانا کفار و مشرکین کا کام ہے

اس سے پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ بعض صحابہ کو کفار نے ازراہِ مذاق کہا کہ عجیب تمہارا نبی ہے علمکم نبیکم کل شئی حتی الخِراۃ۔ تمہیں اس طرح کی باتیں بھی بتاتا ہے کہ استنجا کیسے کرنا ہے۔ اگر ہمیں کوئی ایسی بات کردے تو ہم ایسے نام نہاد عاشق رسول ہیں کہ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر خود بھی دین کا مذاق اُڑانا شروع کر دیں کہ واقعی یار یہ تو کوئی مہذب بات نہیں ہے لیکن تہذیب حاضر کے دلدادہ کو کیا معلوم تہذیب وتمدن سرکار دوعالم کی ہی تعلیمات کا نام ہے۔

آج کا مسلمان مفکر بھی احساس کمتری کا شکار ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے حضور علیہ السلام نے فرمایا مکھی اگر پینے والی شے میں گر جائے تو اس کو ڈبو کے نکال دو اور پینا چاہو تو پی لو، یہ آپ نے کیا فرمادیا، غیر مسلم یہ پڑھ کر مذاق اُڑاتے ہوں گے، تہذیب کے منافی ہے وغیرہ وغیرہ۔

آج غیر مسلموں کے سائنس دانوں کی بھی آنکھیں کھل گئیں جب لیبارٹری میں جا کر دیکھا کہ واقعی مکھی کے ایک پر میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں جو خود ڈبوتی ہے اور دوسرا ڈبویا گیا تو اس میں شفا کے جراثیم تھے جنہوں نے بیماری کے جراثیموں کو ماردیا۔

پھر حضور علیہ السلام صرف امیروں کے رسول تو نہیں کہ جن کو وافر مقدار میں ہر نعمت مہیا ہو جاتی ہے ان غریبوں کے بھی رسول ہیں کہ جن کو ہوسکتا ہے سال بعد دودھ کا پیالا ملے۔ جب حسرت کے مارے پینے لگیں تو مکھی گر جائے۔ اگر انڈیل دینے کا حکم دیا جاتا تو ان بے چاروں کے دل پہ کیا گذرتی۔ اس لیے اجازت دے دی جو نہ پینا چاہے اس کی مرضی کسی کو پلا دے لیکن چاہے تو پی بھی سکتا ہے کیوں کہ دودھ اللہ کا نور ہے اور حضور بھی نور خدا ہیں نور خدا نور نبوت سے جان گیا کہ کہ اب اس مشروب میں کوئی خرابی نہیں لہٰذا احترام کا تقاضا ہے پی ہی لیا جائے۔

اور اگر حکم ہوتا کہ مکھی والی شے کو ہرگز نہ کھاؤ پیو تو آج بے چارے حلوائی، گوالے، مشروبات والے، گوشت والے کہاں جاتے کہ جہاں ہر وقت مکھیوں کا ہجوم ہوتا ہے وہ تو سارا دن مکھیاں ہی مارتے رہتے۔

الغرض ان گنت حکمتیں بیان کی جا سکتی ہیں آمدم برسر مطلب! جب صحابہ پر کافروں نے اعتراض کیا تو وہ سچے عاشق تھے ایسا جواب دیا کہ لاجواب کر دیا فرمایا ڈوب کے مرجاؤ تمہارا بھی کوئی دین ہے تمہیں تو استنجاء کرنے کا کسی نے نہیں بتایا۔ ہمارے نبی نے تو ہمیں استنجاء تک کا طریقہ بتا دیا ہے۔

نهانا النبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان نستقبل القبلة بغائط او بول و ان لا نستنجی بالیمین و ان لا یستنجتی احدنا باقل ثلثة احجار او یستنجی برجیع او عظم.

ہمیں ہمارے آقا و مولا نے قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب پاخانہ کرنے سے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے اور تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجاء کرنے سے اور گوبر، لید، ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد شریف ص ۴)

طالب علم کے لئے

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کتنے قدردان لوگ تھے جو حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کتنی محنت سے حاصل کرتے (صحیح بخاری ص ۸۷) پہ ہے **رحل جابر ابن عبد اللہ مسیرة شهر الی عبد اللہ بن اُنیس فی حدیث واحد۔** حضرت جابر بن عبداللہ کو پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ بن انیس کے پاس حضور علیہ السلام کا ایک فرمان ہے جو میرے پاس نہیں انہوں نے سپیشل سواری خریدی اور مہینہ سفر کرنے کے بعد حضور علیہ السلام کا فرمان حاصل کیا۔

میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث حضور علیہ السلام سے سُنی کچھ عرصہ بعد صرف الفاظ میں شبہ پڑھ گیا (مفہوم معلوم تھا) اس وقت ان کے علاوہ صرف ایک صحابی (عقبہ بن عامر) زندہ تھے اور وہ بھی مصر میں تھے چنانچہ آپ سپیشل مصر گئے، لق و دق صحراؤں اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا ایک مہینہ پورا لگ گیا مصر پہنچے تو ان کا ٹھکانہ معلوم

نہ تھا، امیر مصر مسلمہ بن مخلد کے پاس گئے اور کہا جلدی کرو (مرنے سے پہلے میں حدیث کے الفاظ تو صحیح کرنا چاہتا ہوں) مجھے عقبہ کے پاس پہنچاؤ۔ چنانچہ اس کا انتظام کیا گیا۔ آپ جب حضرت عقبہ کے ہاں گئے ان کو معلوم ہوا کہ میزبان رسول آئے ہیں فرطِ شوق میں گلے لگا لیا، آنے کی وجہ پوچھی، فرمایا مومن کی پردہ پوشی کے متعلق سرکار کے فرمان کا مفہوم یہ ہے الفاظ کیا ہیں؟ میں صرف یہی تصدیق کرنے آیا ہوں انہوں نے الفاظ پڑھے **سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ستر مؤمنا فی الدنیا علی عورۃ سترہ اللہ یوم القیمۃ** (عینی، فتح الباری) "میں نے اپنے آقا سے سُنا کہ جو شخص دنیا میں کسی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کو اس کی پردہ پوشی فرمائے گا) حضرت ابوایوب کی جان میں جان آئی فرمایا **الحمد للہ** مجھے بھی ایسے ہی یاد تھی شبہ دور ہو گیا۔

اور وہ حدیث یہ ہے **یحشر الناس یوم القیمۃ فینا دیھم بصوت یسمعہ من بعد کما یسمعہ من قرب انا الملک الدیان لا ینبغی لا ھل الجنۃ ان یدخل الجنۃ و واحد من اھل النار یطلبہ بمظلمۃ حتی اقتصہ منہ حتی اللطمۃ۔**

(فتح الباری بحوالہ ضیاء النبی ج ۷ ص ۸۰)

قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور ان کو آواز دی جائے گی جس کو دور والا بھی ایسے ہی سُنے گا جیسے قریب والا، میں بادشاہ ہوں، بدلہ دینے والا ہوں۔ جنت والے جنت میں نہ جائیں جب تک کہ کسی دوزخی کا اس کے ذمے کسی ظلم کا حساب باقی ہو اور وہ قصاص نہ دے لے۔ حتی کہ ایک تھپڑ کا حساب بھی نہ چکا دے۔ (اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ اسلام میں آپ کو پڑھنے کے لئے ملیں گے، اصحابِ صفہ نے ہر لذت کو ٹھکرا کر درِ حبیب پہ اسی لیے ڈیرے ڈال دیے کہ جب حبیبِ خدا کی زبان سے موتی ٹپکیں تو انہیں اپنے دامن میں سمیٹ لیا جائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را)

اہلِ علم کے لئے ایک علمی بحث

حضور علیہ السلام نے فرمایا **منھو مان لا یشبعان منھوم فی العلم لا یشبع منہ و منھوم فی الدنیا لا یشبع منہ** (مشکوۃ کتاب العلم فصل ثالث) دو حریص (لالچی) کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص دوسرا دنیا کا حریص۔ یعنی حرص اچھی بھی ہوتی ہے بُری بھی،

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے بارے فرمایا گیا "حریص علیکم" تم پر حریص ہیں۔ مگر باقی ہر کوئی اپنے لیے حریص اور حضور علیہ السلام امت کے لئے۔

اس حدیث میں علم سے دینی علم مراد ہے کہ یہی دراصل علم ہے باقی سب قتون ہیں، یہی وجہ ہے علم دین چھوڑ کر دوسرے علوم وفنون حاصل کرنے والے دین کے معاملے میں بالکل بے بہرہ اور جاہل کی طرح ہوتے ہیں لہٰذا جتنا بڑا سائنس دان ہو یا کسی بھی شعبہ میں مہارت حاصل کر لے مگر دین کے معاملہ میں نابلد ہو تو اس کو مفکر کہا جا سکتا ہے فنکار کہا جا سکتا ہے لیکن عالم نہیں کہہ سکتے۔

علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است

اگر تو فنون، علم کے معین یعنی مددگار ہوں تو علم کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں جیسے لکڑی اگرچہ کھائی نہیں جاتی مگر چونکہ کھانے کی معین ہے لہٰذا کھانے کے اخراجات میں شامل کر لیا جاتا ہے کہ ماہانہ کھانے کا خرچہ پوچھا جائے تو لکڑیوں یا سوئی گیس وغیرہ کا خرچہ بھی اس میں ڈال کر بتایا جاتا ہے کہ کھانے کا اتنا خرچہ ہوا۔ لہٰذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا لکڑیاں اور سوئی گیس بھی کھانے میں شامل ہے کیوں کہ یہ چیزیں کھانے کے لئے معین ہیں۔ تابع ہو کر معین بھی مقصود میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس لیے جو فن نہ معین ہو نہ خود مقصود ہو وہ جہل ہے اسی لیے فرمایا گیا ان من العلم جهلا (مشکوۃ صفحہ ۴۱۰)

اسی طرح وہ علم دین بھی جس پر عمل نہ ہو، خاص اس جہت (بے عملی) کے اعتبار سے جہالت ہے کہ اس سے پناہ مانگی گئی ہے۔ (اللهم انی اعوذبک من علم لا ينتفع به) اسی طرح علم دنیا بھی، جب کہ وہ علم دین کا ذریعہ نہ بنے۔ اصطلاحاً اگرچہ ان کو بھی علوم کہہ دیا جاتا ہے مگر شارع کی نگاہ میں علم نہیں ہیں۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ بہت سے علوم خبیثہ اہل دنیا کی نگاہ میں بھی علوم ہیں مثلاً غلاظت کی صفائی باقاعدہ ایک علم ہے کہ ہر بندہ جمعدار کی طرح صفائی نہیں کر سکتا اگرچہ بالمعنی الاعم علم ہے مگر فن خسیس ہونے کی وجہ ہے اس کو علم کی فہرست سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ کیوں کہ باتفاق عقلاء علم وہی ہے جس میں کوئی وجہ شرف ہو اور جس میں وجہ شرف نہ ہو وہ شارع کی نگاہ میں علم نہیں اور یہ کوئی تعصب پر مبنی بات نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ کوئی بھی جمعدار کو صفائی کا ماہر ہونے کی وجہ سے عالم نہیں کہتا۔

مذکورہ حدیث کے الفاظ اگر چہ خبر ہیں مگر ہر خبر سے مقصود انشاء ہی ہوتا ہے کیوں کہ فقط واقعہ بیان کر دینا مقصد نہیں ہوتا نہ ہی اس سے کچھ حاصل ہوگا اور شارع علیہ السلام کا دامن اس سے پاک ہے کہ محض حکایت بیان کر دیں اور اس میں عبرت یا سبق نہ ہو۔ یہ ایک کلیہ ہے جو ہر جگہ پایا جاتا ہے تو جتنے جمل خبریہ قرآن و حدیث میں پائے جاتے ہیں وہ "**من حیث ہو خبر**" مقصود نہیں بلکہ ہر خبریہ سے کوئی انشائیہ مقصود ہوتا ہے مثلاً "**قل ھو اللہ احد**" یا **اللہ الذی لا الہ الا ھو** یا **الھکم الہ واحد** ۔ سب خبریہ ہیں مگر ان سے انشاء مقصود ہے کہ "اعتقاد رکھو اللہ ایک ہے"۔

جیسے طبیب کا مریض کو یہ کہنا کہ "تمہیں فلاں بیماری ہے" اس سے مقصود صرف یہ خبر دینا نہیں بلکہ علاج کراؤ (انشاء) مقصود ہے۔ یہی قانون پورے قرآن و حدیث میں جاری ہوگا پہلی امتوں کے واقعات بیان کیے گئے مقصد خبر دینا نہیں بلکہ یہ حکم دینا ہے کہ تم ان گناہوں سے بچو تا کہ ان عذابوں سے بچ جاؤ۔

حضور علیہ السلام بھی ہمارے دلوں کے طبیب ہیں آپ نے اگر کسی شے کی تعریف فرمائی ہے یا مرض کی خبر دی ہے تو مراد دونوں سے انشاء ہے۔ لیکن یہ عقل مند اور جاننے والے کو ہی معلوم ہوگا کہ اس خبر سے کون سا انشاء مراد ہے۔ مذکورہ حدیث (**منہو مان**) میں بعد انضمام مقدمات خارجیہ حرص دنیا کو مذموم کہا گیا اور حرص علم کو محمود لہٰذا دنیا کی حرص کے ساتھ **اترکوا** پوشیدہ ہوگا اور حرص علم کے ساتھ **اطلبوا** جملہ انشائیہ مذکور ہوگا۔

دنیا کا مذموم ہونا ظاہر و باہر ہے مثلاً قرآن پاک میں فرمایا گیا **الھاکم التکاثر** مال کی کثرت طلبی نے تمہیں غافل کر دیا۔ جب کہ حدیث میں فرمایا گیا **لا یملأ جوف ابن ادم الا التراب**۔ ابن آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے (نہ کہ سونا چاندی)

گفت چشم تنگ دنیا دار را   یا قناعت پُر کند یا خاک گور

خاص کر اس دور میں تو تعلیم بھی حرص دنیا کے لئے حاصل کرتے ہیں اور اس کا نام ترقی رکھا ہوا ہے جب کہ خود مدینۃ العلم کو پہاڑ سونا چاندی کے بنا کر ساتھ چلانے کی پیش کش فرمائی گئی اور آپ نے قبول نہ کی۔ پھر یاد رکھو طلب دنیا منع ہے نہ کہ کسب دنیا **الدنیا جیفۃ و طالبھا کلاب**۔ **الدنیا زور لا یحصل الا بالزور** ۔ **حب الدنیا راس کل خطیئۃ** وغیرہ

تمام احکام طلب دنیا سے متعلق ہیں جب کہ کسب دنیا کے بارے ارشاد ہے **کسب الحلال فریضة بعد فریضة۔**

اور علم کا محمود ہونا بھی ظاہر ہے کہ اس کی طلب کو فرض قرار دیا گیا **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة - اطلبوا العلم من المهد الی اللحد** لہٰذا اُس کی حرص مذموم اور اس کی حرص محمود ٹھہری۔

اور جیسے حرص مذموم ختم نہیں ہوتی کہ دنیا دار چاہتا ہے میرا مال بڑھتا رہے فرمایا گیا کہ اگر ابن آدم کو سونے کی پوری وادی (دو پہاڑوں کے درمیان جگہ) بھر کر دی جائے اور پوچھا جائے کافی ہے؟ تو کہتا ہے ایک اور ہو جائے۔ اسی طرح حرص محمود (طلب علم کی) بھی یہ ختم نہیں ہوتی کہ بندہ جتنا بڑا عالم بن جائے لیکن طلب علم کی حرص بڑھتی رہے گی کیوں کہ یہ بھی ایک حکم کے تحت ہے کہ کہیں ایسا نہ ہوا ہو کہ فرض ادھورا رہ گیا ہو۔

مذاق (تمسخر) اور مزاح میں فرق

مذاق اڑانا یا تمسخر کرنا ممنوع و مذموم ہے قرآن پاک میں فرمایا کوئی کسی کا مذاق نہ اُڑائے ہو سکتا ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو **(الحجرات)** حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب بنی اسرائیل نے سوال کیا (قاتل کے بارے) آپ نے فرمایا گائے ذبح کرو تو وہ کہنے لگے **اتتخذنا هزوا** آپ ہمیں مذاق کرتے ہیں فرمایا **اعوذ باللہ ان اکون من الجاهلین** میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ ثابت ہوا مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے۔

کیوں کہ مذاق میں جھوٹ ہوتا ہے۔ دوسرے کی تذلیل مقصود ہوتی ہے اور اس کی عزت مجروح ہوتی ہے اس لیے یہ گناہ ٹھہرا۔

جب کہ مزاح میں یہ قباحتیں نہیں ہوتیں صرف خوش طبعی مقصود ہوتی ہے اس لیے یہ محمود ہے کہ خود اللہ کے نبی علیہ السلام نے مزاح فرمایا۔ چنانچہ

❁ —— حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے چھوٹے بھائی نے چڑیا رکھی ہوئی تھی جس کے ساتھ وہ کھیلتا تھا وہ مرگئی تو حضور علیہ السلام اس سے مزاح فرماتے **یا ابا عمیر ما**

فعل النغیر (بخاری ومسلم) اے ابوعمیر! (یہ ان کی کنیت تھی نام کبشہ تھا) چڑیا کا کیا بنا۔

- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے سواری (اونٹ) طلب کی فرمایا اونٹنی کا بچہ ہے اس پہ سواری کرلو اس نے عرض کیا **ما اصنع بولد الناقة۔** میں بچے کو کیا کروں گا فرمایا **هل تلد الابل الا النوق** (ترمذی، ابو داؤد) ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

- ایک شخص کو سرکار علیہ السلام نے مزاحاً **یا ذا الاذنین** (اے دو کانوں والے) فرمایا۔ دیکھو نہ اس میں جھوٹ ہے؟ (ہر کسی کے دو ہی کان ہوتے ہیں) نہ دل آزاری (ترمذی)

ایک عورت آپ کے پاس آئی آپ نے فرمایا **لا تدخل الجنة عجوز** جنت میں کوئی بوڑھی نہ جائے گی اس نے (پریشان ہوکر) عرض کیا، کیوں یارسول اللہ! فرمایا **اما تقرئین القرآن انا انشانا هن انشاء فجعلنا هن ابكارا۔** (مشکوٰۃ ص ۴۱۶) کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا کہ ہم بوڑھیوں کو قیامت کے دن جوان کردیں گے۔ (چنانچہ وہ خوش ہوگئی)۔

- حضرت عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں غزوہ تبوک کے موقع پر حضور علیہ السلام چمڑے کے ایک (چھوٹے سے) خیمے میں تشریف فرما تھے، میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا آجاؤ خیمہ میں داخل ہوجاؤ (چونکہ خیمہ چھوٹا تھا گنجائش کم تھی) میں نے عرض کیا **اکلی یا رسول الله** ۔ یارسول اللہ! سارا آجاؤں۔ فرمایا ہاں پورے ہی آجاؤ (ابوداؤد) اس حدیث میں صحابی کا حضور علیہ السلام کے ساتھ مزاح بھی بیان ہوگیا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ ہم سے دل لگی بھی فرماتے ہیں (ان باتوں کو کیا سمجھا جائے) فرمایا **انی لا اقول الاحقا** (رواہ الترمذی) میں (جس حالت میں بھی) جو کچھ کہوں وہ حق ہی ہوتا ہے۔

مزاح اور مذاق میں فرق سمجھ لینے کے بعد اب یہ سمجھیے کہ شریعت کے کسی معمولی مسئلہ کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔ (بہار شریعت ج ۳) میں ہے کہ اگر کوئی اس لیے ننگے سر نماز پڑھتا ہے

کہ ٹوپی، عمامہ کو حقیر جانے کہ ٹوپی کیا ہوتی ہے؟ چھوڑو اس کو، تو ایسا کفر ہے۔ جب ہمارا دین ہماری بے عزتی برداشت نہیں کرتا بلکہ ہماری شرمندگی بھی ہمارے آقا کو پسند نہیں۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا دوران نماز اگر کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر صف سے باہر آ جائے۔

(تا کہ لوگ سمجھیں کہ نکسیر کی وجہ سے جا رہا ہے اور اس کو شرمندگی نہ ہو)۔ (مشکوۃ)

اسی طرح شرعی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو وتر نہ پڑھ سکا تو اگر دن کو لوگوں کے سامنے ان کی قضا کرے تو تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین نہ کرے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس کے وتر رات کو رہ گئے تھے اور اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ (بہار شریعت)

جب اسلام مسلمان کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا . تو پھر مسلمان کیوں اسلام کا مذاق اڑاتا ہے؟

یہاں تو شعار اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور مذاق اڑانے والے اُپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں غالباً اس دور میں سب سے مظلوم ترین سنت داڑھی ہے جو صرف ہمارے نبی کی نہیں تمام نبیوں کی سنت ہے۔ لیکن یہ سنت دیکھو کتنی پردہ پوش ہے کہ اس دور میں بھی، بندہ کتنا گنہ گار کیوں نہ ہو پھر بھی اسی سنت سے اس کے گناہوں کی پردہ پوشی ہوتی ہے اور یہ سنت کتنے گناہوں سے روک لیتی ہے بشرطیکہ سنت سمجھ کر رکھی ہوئی ہو نہ کہ فیشنی۔ داڑھی والا شراب خانے جوا خانے سینمے جاتا ہوا شرمائے گا لوگ کیا کہیں گے داڑھی منہ پہ ہے اور کہاں جا رہا ہے۔

جب اسلام مسلمان کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دیتا تو اے مسلمانو! تم کیوں پھر اسلام کا مذاق اڑاتے ہو؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا جماہی آئے تو روکنے کی کوشش کرو سارا منہ کھول کر ھاھا نہ کرو کہ شیطان ہنستا ہے (اور ایک مسلمان پر شیطان کا ہنسنا مجھے پسند نہیں) جب ایک مسلمان اس نبی علیہ السلام کی سنت پہ ہنستا ہے تو اس نبی پر کیا گذرتی ہوگی۔

ایک صحابی جماعت میں شامل ہونے کے لئے مسجد میں تیز چلا اور دور سے ہی جھک کر تکبیر تحریمہ کہہ کے شامل ہو گیا آپ نے سلام کے بعد فرمایا علیکم الوقار و السکینة عزت

وسکون سے آؤ جو جماعت سے ملے ساتھ پڑھ لو جو رہ جائے بعد میں پڑھ لو۔ (تاکہ تمہاری کسی بھی حرکت کی لوگ ہنسی نہ اُڑائیں) (مشکوۃ) اسلام بلند دین ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی سر بلند دیکھنا چاہتا ہے۔

وہی سر بلند ہوگا جو اسلام کی سر بلندی چاہے گا ورنہ بڑے بڑے ابوجہلوں نے اسلام کا تو کچھ نہ بگاڑا اپنے ہی گلے میں لعنت کا طوق ڈالا، اسلام کسی کا مرہون منت نہیں، سب پر اس کا احسان ہے، میری تمہاری کیا حیثیت ہے بڑے بڑے مٹ گئے اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

خدا اگر چاہے تو ولید بن مغیرہ کے بیٹے کو خالد بن ولید کو **سیف من سیوف الله** بنا دے اکبر جیسے متکبر کی اولاد سے اورنگزیب جیسے درویش کو پیدا کر دے۔ **الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیه.**

کتے کی پسندیدہ خصلتیں

دین کے دشمنوں کے انجام بد سے عبرت پکڑو ہمارے آقا نے تو کوئی اچھی خصلت اگر کتے میں بھی ہو تو اس کو اپنانے کا حکم دیا ہے ہر اچھائی اسلام کے دامن میں ہے اور کسی بُرائی سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ سنیئے! امام غزالی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔

و قال النبی صلی الله علیه وسلم ینبغی للمؤمن ان یکون اخلاقه کا خلاق الکلب و فیه خمسة اخلاق الاول یکون جائعا ابدا و هذا من اخلاق الصالحین و الثانی لا یکون موضع و هذا من اثر الصالحین و الثالث انه لا ینام بالیل و هذا من افعال الصالحین. و الرابع لا یکون له مال حتی یرثه الوارث و هذا معیشة الصالحین و الخامس ان لا یفارق من باب صاحبه و ان طرده فی یوم مائة مرة و هذا

من وفاء الصالحین۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مناسب ہے کہ مومن کے لئے چند عادتیں کتے کی عادتوں جیسی ہوں اور وہ یہ پانچ خصلتیں ہیں۔ اول یہ کہ ہمیشہ بھوک برداشت کرتا رہے اور یہ صالحین کی عادت سے ہے ثانی یہ کہ اس کے پاس مکان نہ ہو اور یہ صالحین کی علامت ہے تیسری یہ کہ رات کو بیدار رہے اور یہ صالحین کے کاموں سے ہے چوتھی یہ کہ اپنے پاس جمع نہ رکھے کہ کوئی وارث مالک ہو اور یہ صالحین کی معیشت ہے پانچویں یہ کہ اپنے مالک کا دروازہ نہ چھوڑے اگرچہ دن میں اسے وہ سو بار دھکے دے اور یہ صالحین کی وفاء سے ہے۔

و قال علی کرم اللہ وجهه طوبی لمن کان عیشه کعیش الکلب و فیه عشر خصال الاول لیس له مال و الثانی لیس له قدر و الثالث الارض کلها بیت له و الرابع فی اکثر الاوقات یکون جآئعا و الخامس فی غالب اوقاته یکون ساکتا و السادس یحول حول بیت صاحبه باللیل و النهار و السابع یقنع بما یدفع الیه و الثامن لو ضرب صاحبه مائة جلدة لا یترک باب دار صاحبه و التاسع یاخذ عدو صاحبه ولا یاخذ صدیقه، و العاشر اذا مات لم یترکه من المیراث شیئاً۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا خوشی وخوبی ہے اس شخص کے لئے جس کی زندگی گزارنا کتے کی مانند ہو اور کتے میں دس عادتیں اچھی ہیں اول اس کے پاس مال نہیں ہوتا دوم وہ کچھ قدر نہیں رکھتا سوم سب زمین اس کا گھر ہے چہارم وہ اکثر اوقات بھوکا رہتا ہے پنجم وہ اکثر اوقات خاموش رہتا ہے ششم وہ رات ودن اپنے مالک کے گھر کے گرد گھومتا رہتا ہے ہفتم وہ اس پر قناعت کرتا ہے جو لقمہ مالک اسے ڈالتا ہے ہشتم اگر اس کا مالک اسے سو ڈنڈے مارے وہ مالک کا دروازہ نہیں چھوڑتا نہم وہ اپنے مالک کے دشمن کو کاٹتا ہے مالک کے دوست کو نہیں کاٹتا۔ دہم جب وہ مرتا ہے تو اپنی

کچھ میراث نہیں چھوڑتا۔

اس کے بعد امام غزالی علیہ الرحمۃ نے حضرت مقاتل سے دس جانوروں کے جنتی ہونے کی نشاندہی فرمائی جس کو بیان کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے۔

قال مقاتل عشرة من الحیوان فی الجنة ناقة صالح و عجل ابراھیم و کبش اسماعیل و بقرة موسیٰ و حوت یونس و حمار عزیر و نملة سلیمان و ھد ھد بلقیس و ناقة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین و کلب. اصحاب الکھف یصورہ اللہ تعالیٰ علی صورة کبش و یدخلہ فی الجنة الاتری ان الکلب اذا دخل وسط الاحیآء فلم یطردوہ والعاصی اذا دخل فی کھف التوحید مدة خمسین سنة فکیف اطردہ عن الرحمة یوم القیمة و اسم الکلب زائل عنہ و یسمونہ، فراون و قیل حرمان و قیل قطمیر و یکون لونہ، اصفر۔ (دقائق الاخبار: امام غزالی)

حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ دس جانور قیامت کے دن جنت میں جائیں گے۔

۱ صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ (جو پتھر سے نکالی گئی اور آپ کا معجزہ تھی) سورۃ الشمس

۲ ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا (جب فرشتے مہمان بن کر آپ کے پاس آئے تھے تو آپ نے وہ بچھڑا روسٹ کر کے ان کے سامنے رکھا تھا) سورۃ الذاریات

۳ اسماعیل علیہ السلام کا دنبہ (جو آپ کی قربانی کے وقت جنت سے آیا تھا) سورۃ الصافات

۴ موسیٰ علیہ السلام کی گائے (جس کے نام پر سورۂ بقرہ کا نام ہے)

۵ یونس علیہ السلام کی مچھلی (جس کے پیٹ میں آپ رہے) سورۃ الانبیاء

۶ عزیر علیہ السلام کا گدھا (جس کا ذکر قرآن کے تیسرے پارے میں ہوا)

۷ سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی (جس کے نام پہ سورہ نمل کا نام رکھا گیا)

۸ بلقیس (ملکہ) کا ھدھد (پرندہ) جو سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر ملکہ بلقیس کے پاس گیا۔ سورۂ نمل میں اس کا ذکر ہے اور نام ہے۔

۹ حضور ﷺ کی اونٹنی

۱۰ اصحاب کھف کا کتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی شکل دنبے کی صورت پر کر دے گا اور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا کیا تو نہیں دیکھتا کہ تحقیق کتا جب دوستوں میں داخل ہوا تو انہوں نے اسے نہ بھگایا اور گنہگار جب داخل رہا توحید کی پناہ گاہ میں عرصہ پچاس سال تو اللہ روز قیامت اسے اپنی رحمت سے کیسے بھگائے گا اور اس کا نام کتا اس سے زائل ہو گیا اور اس کا نام فروان رکھا گیا ہے اور حرمان بھی کہا گیا ہے اور قطمیر بھی کہا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ رنگ اس کا زرد ہوگا۔

ہر بندے کو کسی نہ کسی نیکی میں ضرور کوئی نہ کوئی کمال حاصل کرنا چاہیے کیوں کہ قیامت کے دن ہر نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کے مطابق اس نیکی کے علمبردار کے جھنڈے کا سایہ نصیب ہوگا جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب دقائق الاخبار میں ایک روایت درج فرمائی ہے۔

قیامت کے دن! کون کس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا؟

الخبر اذا کان یوم القیمة ینصب لوآء الصدق لابی بکرن الصدیق و کل صدیق تحت لوآئه و لوآء العدل لعمر و کل عادل تحت لوآئه ولوآء السخاوة لعثمان و کل سخی تحت لوآئه ولوآء الشهادة لعلی کرم الله وجهه و کل شهید تحت لوآئه ولوآء الفقه لمعاذ بن جبل و کل فقیه تحت لوآئه ولوآء الزهد لابی ذر و کل زاهد تحت لوآئه ولوآء الفقر لابی الدرداء و کل فقیر تحت لوآئه ولوآء

القرآئة لابی بن کعب و کل قاری تحت لوآئه ولوآء الاذان لبلال و کل موذن تحت لوآئه ولوآء المقتول ظلما لحسین بن علی و کل مقتول ظلما تحت لوآئه فذلک قوله تعالی یوم ندعوا کل اناس بامامهم و فی الخبر اذا کان یوم القیمة یقوم الخلائق و یشتدبهم العطش و یهجمهم العرق و یکون فی.

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو لوائے صدق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر صدیق اس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور عدل کا جھنڈا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر عادل ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور سخاوت کا جھنڈا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر سخی ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور شہادت کا جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے نصب کیا جائے گیا اور ہر شہید اس جھنڈے کے نیچے ہوگا اور فقہ کا جھنڈا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر فقیہ ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور زہد کا جھنڈا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر زاہد ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور فقر کا جھنڈا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر فقیر اس کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور قرات کا جھنڈا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر قاری ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور اذان کا جھنڈا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر مؤذن ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور ظلماً مقتول کا جھنڈا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر ظلماً مقتول ان کے جھنڈے کے نیچے ہوگا پس یہ بیان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے کہ جس دن ہم ہر گروہ کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب روز قیامت کا ہوگا تو سب مخلوق کھڑی ہوگی تو پیاس ان کو سخت ہوگی اور پسینہ ان کے گرد جمع ہوگا اور وہ حیرت میں ڈوبے ہوں گے۔

حیرۃ فیبعث اللہ تعالیٰ جبرآئیل الی محمد صلی اللہ علیہ و الہ وسلم فیقول اللہ تعالی لجبرآئیل یا جبرآئیل قل لمحمد یقول لامتہ حتی یدعوننی بالاسم الذی کانوا یدعوننی بہ فی الدنیا عند الشدائد فینادی الامۃ المحمدیۃ بلسان واحد و یقولون بسم اللہ الرحمن الرحیم و یقضی اللہ القضآء بین الخلائق ثم یقول اللہ تعالی لسائر الامم لو لم یکن ذکر الامۃ المحمدیۃ لی بھذا الاسم لا بقیت القضاء علیکم الف عام ثم یقضی اللہ تعالیٰ بین الوحوش و الطیور و البھآئم حتی انہ یقتص للجمآء من ذات القرن ثم یقول اللہ تعالی للوحوش و الطیور و البھآئم کونوا ترابا فیکونوا ترابا فعند ذلک یقول الکفر یلیتنی کنت ترابا۔ (دقائق الاخبار ص ۱۸۰)

اور پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو حضرت محمد ﷺ کے پاس بھیجے گا پس اللہ تعالیٰ جبریل سے فرمائے گا کہ اے جبریل! محمد ﷺ کو کہہ دو کہ وہ اپنی امت سے فرما دیں کہ مجھے میرے اس نام سے پکاریں جس سے مجھے دنیا میں سختیوں کے وقت پکارتے تھے تو امت محمدیہ سب ایک ہی زبان بولیں گے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما دے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ سب امتوں سے فرمائے گا اگر امت محمدیہ مجھے اس نام سے نہ پکارتی تو میں تم پر ہزار سال تک فیصلہ نہ کرتا۔ پھر اللہ تعالیٰ وحشی جانوروں اور پرندوں اور چوپاؤں سے فرمائے گا مٹی ہو جاؤ تو اس وقت مٹی ہو جائیں گے اور کفار کہیں گے کاش! کہ ہم مٹی ہوتے۔

لواء الحمد کیسا ہوگا؟

اور حضور علیہ السلام کے جھنڈے لواء الحمد کی عظمت بھی ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد اگلی

حدیث درج کی جاتی ہے۔

(لوائے حمد کی صفت) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوائے حمد کی صفت اور طول کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کا طول ہزار برس چلنے کی راہ ہے اور اس پر لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و عرضه ما بين السمآء والارض سنانه، من ياقوت حمرآء و قبضته من فضة بيضآء و زبرجد خضرآء وله ثلثة ذو آئب من النور ذائبة فى المغرب و ذائبة فى المشرق و ذآئبة فى وسط الدنيا و مكتوب عليها ثلث اسطر السطر الاول بسم الله الرحمن الرحيم والسطر الثانى الحمد لله رب العلمين والسطر الثالث لا الہ الا الله محمد رسول الله و كل سطر مسيرة الف سنة و عنده سبعون الف لوآء تحت كل لوآء سبعون الف صف من الملئكة و فى كل صف خمسمأة الف ملک يسبحون الله و يقدسونه و قال محمد ن الجر جانى فى معنى لواء الحمد بيدى اذا كان يوم القيمة كان اللواء مضروبا والمؤمنون حول لوآئه من لدن ادم الى قيام الساعة و يكون الكفار فى ناهية من النار ما دام لوآء الحمد مضروبا واذا حول اللواء فح يساق الكفار الى النار۔ (دقائق الاخبار: امام غزالی علیہ الرحمۃ)

" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کا عرض آسمان و زمین کے درمیان کی خلاء کے برابر ہے۔ اور اس کی نوک سرخ یاقوت سے ہے اور اس کا قبضہ سفید چاندی اور سبز زبرجد سے ہے اور اس کے تین گیسو نور سے ہیں ایک گیسو جانب مغرب اور دوسرا جانب مشرق اور تیسرا وسط دنیا میں اور اس پہ تین سطریں لکھی ہیں سطر اول پر **بسم اللہ الرحمن الرحیم** اور دوسری سطر پر **الحمد للہ رب العلمین** اور تیسری سطر پر

لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ان میں ہر سطر ایک ہزار سال چلنے کی مسافت کے برابر ہو گی اور اس کے قریب ستر ہزار جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے ستر ہزار ملائکہ کی صفیں ہوں گی اور ہر صف میں پانچ لاکھ فرشتے ہوں گے جو سب اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہوں گے اور امام محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ لواء حمد میرے ہاتھ میں ہو گا، کی شرح میں فرمایا جب روز قیامت ہو گا تو لوائے حمد نصب کیا جائے گا اور آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین جھنڈے کے ارد گرد جمع ہوں گے اور کفار آگ کے کنارے رہیں گے جب تک جھنڈا نصب رہا اور جب لوائے حمد گھمایا جائے گا تو کفار دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے۔

* * *

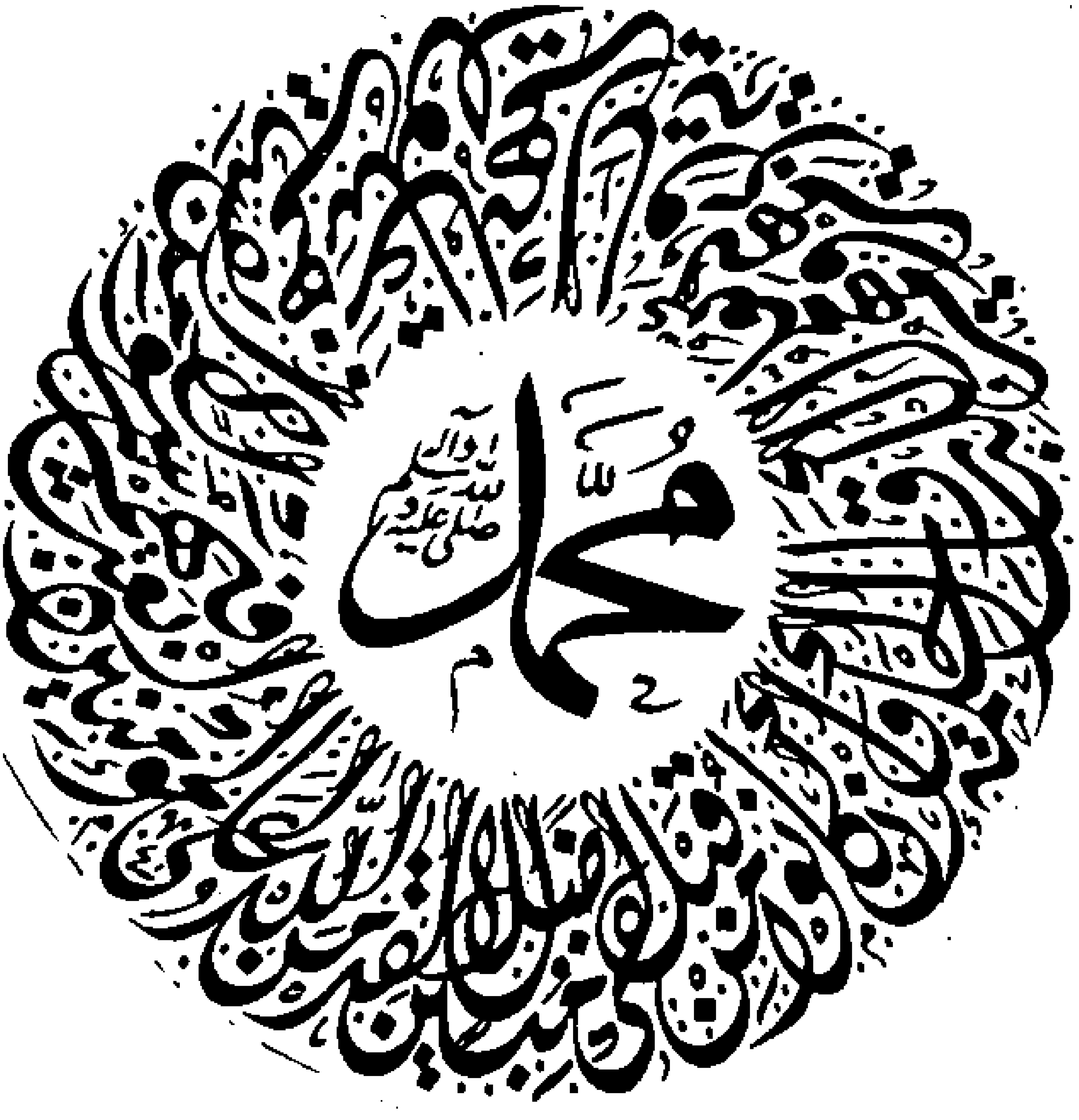
محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

﴿۹۳﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَعْرَفُکُمْ بِاللّٰہِ وَ اَشَدُّکُمْ لَہٗ خَشْیَۃً

میں تم سب سے زیادہ اللہ کا عرفان رکھتا ہوں اور اس سے ڈرنے والا ہوں

(کشف الخفاء للعجلوانی ج اص ۲۳۱)

جیسے حضور علیہ السلام سب سے زیادہ اپنے رب کے حامد ہیں اسی طرح آپ تمام مخلوق سے زیادہ اپنے رب کے عارف بھی ہیں اور عالم بھی ہیں۔

معرفتِ الٰہی

معرفت وہ نورِ الٰہی ہے جس کے ذریعے ذات وصفات الٰہی کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ جب کسی خوش نصیب کو یہ نور نصیب ہو جاتا ہے تو پھر وہ دلائل و براہین، وسائط و شواہد حتیٰ کہ ذات وصفات کی تفریق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

یہ مرتبہ کائنات انسانی میں صرف حضور علیہ السلام کو حاصل ہے، شب معراج اسی معرفت کا علمی ظہور ہوا۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(اعلیٰ حضرت)

دیگر کائنات کو جتنی جتنی معرفت ملی وہ اسی کی خیرات سمجھ لیجیے۔ یہی اصل دولت ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون (المطففین) "اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے"۔

جس دنیا کی طرف ہم بھاگتے ہیں وہ تو سائے کی مانند ہے اس کے پیچھے پیچھے بھاگو تو وہ آگے آگے دوڑتی ہے اور اس سے دور بھاگو تو پیچھے پیچھے آتی ہے۔ اسی لیے فرمایا ففروا الی

اللہ (القرآن) (دنیا کی طرف نہیں) رب کی طرف بھاگو۔ ورنہ ہاتھوں سے دین بھی جائے گا۔

کشتی پانی میں رہے تو تیرتی رہتی ہے اور اگر پانی کشتی میں آجائے تو ڈوب جاتی ہے یہ دنیا بھی کشتی کی مانند ہے انسان اس پر سوار رہے تو محفوظ رہے گا اس کو اپنے اوپر سوار کر لے تو ہلاکت ہے۔ حدیث میں ہے

فو اللہ ما الفقرا خشی علیکم ولکنی اخشی علیکم ان تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوا کماتنا فسوھا فتھلککم کما اھلکتھم.

مجھے تم سے غریبی (دنیا نہ ہونے) کا خطرہ نہیں بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا (کی دولت) وافر ہو جائے، جس طرح پہلوں پر ہوئی پھر وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے جس طرح پہلوں کو ہلاک کیا۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۷)

بلکہ ایک شخص نے جب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا **انظر ما تقول** دیکھ لے کیا کہہ رہا ہے؟ عرض کیا **واللہ انی احبک**، اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں (تین مرتبہ عرض کیا) تو آپ نے فرمایا **ان کنت تحبنی فاعد للفقر تجافا**۔ اگر مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقیری کے لئے تیار ہو جا۔

(الشفاء ۲ ص ۲۸)

فالفقرا سرع الی من یحبنی من السیلٰ الی منتھاھا.

(مشکوۃ ص ۴۴۸)

" فقیری میرے محبت کی طرف ایسے دوڑتی ہے جیسے سیلاب اپنی منزل کی طرف۔

اسی لیے ہر وقت اس دعا کی تلقین فرمائی گئی **اھدنا الصراط المستقیم**۔ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما اور ظاہر ہے راستے کی تو مسافر کو ہی ضرورت ہوتی ہے تو دنیا میں انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو مسافر ہی سمجھے اور جب حضور علیہ السلام جن کے لئے ساری کائنات کو بنایا گیا وہ اپنے آپ کو مسافر سمجھتے تھے تو ہم کہاں کے مقیم ہو گئے اور اس کے نتیجے میں خدا سے غافل ہو بیٹھے۔ اور تکبر و غرور کے پیکر بن کر ہر جائز و ناجائز طریقے سے دنیا اکٹھی

کرنے کو مقصد حیات بنالیا۔

یہ کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے
یہ اپنی اداؤں پہ اترا رہی ہے
ذرا اس کے گملے کے پھولوں کو سونگھو
تو خونِ غریباں کی بو آ رہی ہے
(اکبرالہ آبادی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بڑا مالدار بندہ حضور علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا **ما رایک فی ھذا** اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے عرض کیا

رجل من اشراف الناس ھذا و اللہ حری ان خطب ان ینکح و ان شفع ان یشفع.

بہت بڑا آدمی ہے اللہ کی قسم اگر کسی کو نکاح کا پیغام بھیجے تو اس لائق ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے، اگر سفارش کرے تو قبول کی جائے۔

آپ خاموش رہے پھر ایک کنگال شخص کا گذر ہوا تو آپ نے پھر اسی بندے سے فرمایا اس کے بارے کیا رائے دیتے ہو اس نے عرض کیا

ھذا رجل من فقراء المسلمین.

یہ بے چارہ تو غریب مسلمان ہے۔
اگر کسی کو نکاح کا پیغام بھیجے تو کوئی قبول نہ کرے، کسی کی سفارش کرے تو نہ مانی جائے۔

آپ نے فرمایا۔

ھذا خیر من ملأ الارض مثل ھذا۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۴۴۶)

یہ اُس سے بہت بہتر ہے اگرچہ اس پہلے کی طرح کے لوگوں سے زمین کو بھر دیا جائے (تو بھی اس اکیلے کی شان کے برابر نہیں ہو سکتے)۔

ایک مرتبہ سرکار علیہ السلام چٹائی پہ تشریف فرماتے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر

ہوئے تو دیکھا جسم پہ چٹائی کے نشان پڑے ہیں۔ عرض کیا حضور اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی امت پر وسعت پیدا فرمائے **فان فارس والروم قد وسع علیهم و هم لا یعبدون اللہ۔** "روم وایران والے دشمن خدا ہو کر عیش کر رہے ہیں" آپ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے! تو ایسی بات کر رہا ہے؟ **اولئک قوم عجلت لهم طیباتهم فی الحیوة الدنیا۔** وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو یہ نعمتیں دنیا میں دے دی گئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے **اما ترضی ان تکون لهم الدنیا ولنا الاخرة** (متفق علیہ) کیا تو اس بات پہ راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔ (مشکوۃ ص ۴۴۷)

ابن مسعود کی روایت میں ہے یارسول اللہ اگر آپ فرمائیں تو ہم آپ کے لیے گدّے کا انتظام کر دیں؟ آپ نے فرمایا **مالی وللدنیا وما انا والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرة ثم راح و ترکها** (ترمذی۔ مشکوۃ ص ۴۴۲) مجھے دنیا سے کیا کام میں تو اس مسافر کی طرح ہوں جو تھوڑی دیر ستانے کے لئے کسی درخت کے نیچے بیٹھ جائے اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے۔

دل کی امیری

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

توانگری بدل است نہ بہ مال بزرگی بعقل است نہ بہ سال

امیری دل سے ہے نہ کہ مال سے بزرگی عقل سے ہے نہ کہ لمبی عمر سے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر سب کچھ حضور علیہ السلام کے قدموں میں لا کر رکھ دیا، جب آپ نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو تو عرض کیا اللہ و رسول کو چھوڑ آیا ہوں یعنی گھر میں سب کچھ ہے اور ایک دوسرے شخص نے سونے کی ایک ڈلی پیش کی تو قبول نہ فرمائی (ابوداؤد ص ۲۳۵) کہ صدیق کا دل غنی تھا سب کچھ لٹا کر بھی کہہ رہے ہیں سب کچھ ہے اور اس کے دل میں غنا نہیں تھا۔ لہٰذا دل غنی ہو تو خالی جھولی بھی بھری ہوئی ہوتی ہے اور دل غنی نہ ہو تو سب کچھ ہونے کے باوجود دامن خالی ہوتا ہے۔

سرکار نے فرمایا اگر احد پہاڑ جتنا سونا میرے پاس آجائے تو میں تین دن گذرنے سے

پہلے راہِ حق میں خرچ کر دوں۔ ایک صحابی نے عرض کیا کوئی ایسا عمل بتائیں کہ آپ سے محبت ہو جائے فرمایا دل کو دنیا کی محبت سے پاک کر لے۔ یہی تعلیم اپنے گھر والوں کو بھی دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو لاکھ درہم کی تھیلیاں آئیں افطاری سے پہلے پہلے سب خرچ کر دیا اور پانی اور کھجوروں سے روزہ افطار کر لیا۔

حضور علیہ السلام کی ایک دعا ہے **اللھم اجعل رزق ال محمد قوتا** (متفق علیہ) اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کا رزق گذارے کے مطابق کر دے۔

اور دعا کی **اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین** (مشکوۃ ص ۴۴۷) اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین بنا کر موت دے اور قیامت کو مسکینوں کے گروہ سے حشر فرما۔

نیز فرمایا **لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس** یعنی تونگری بدل است نہ بمال۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۴۴۰)

علم و معرفت

علم و معرفت میں فرق یہ ہے کہ علم بغیر عقل، سہارے کے حاصل نہیں ہوتا اور معرفت عقل کی بیساکھی توڑے بغیر حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ عقل عموماً تکبر سکھاتی ہے اور معرفت کے لئے تواضع ضروری ہے عقل والے کو تھوڑا سا بھی مل جائے تو دعویٰ کرتا ہے ۔ ہچوں ما دیگرے نیست اور معرفت جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہے بندہ جھکتا جاتا ہے ۔

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں

مشہور ہے سو عالم (جن کے پاس معرفت نہ تھی) بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ نے ایک ایک سے پوچھا تم میں سے بڑا کون ہے ہر ایک نے کہا مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ پھر اس نے سو عارفوں سے باری باری پوچھا تو ہر ایک نے کہا میرے بعد جو آ رہا ہے وہ سب سے بہتر ہے اور جب آخری سے پوچھا تو اس نے کہا سب سے بہتر تو پہلے والا تھا۔

کیوں کہ عقل و علم کو کسی کے آگے جھکنا نہیں آتا اور معرفت بغیر جھکے نصیب نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ علم و عقل کا تعلق ماسوی اللہ سے ہے اور معرفت کا تعلق صرف اللہ سے ہے ۔

اللہ بس باقی ہوس۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

جو عقل میں آجائے وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ عقل میں آنہیں سکتا **ولا یحیطون بشئی من علمه**۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

شیخ اکبر کے اس قول کا "**العلم حجاب الاکبر**"۔ علم بہت بڑا پردہ ہے، کا بھی یہی مطلب ہے ورنہ تو کسی عارف کا یہ بھی قول ہے **العجز عن درک الادراک ادراک**۔ یہ جان لینا کہ میں نہیں جانتا یہ بھی جاننا ہی ہے

ہر ایک بات پہ کہتا تھا **من نمی دانم**
یہ بات سچ ہے اکبر بہت ہی عالم تھا

اسی لیے علم کا امام اعظم بھی جب معرفت کی بات ہوتی تو حضرت بہلول کے پاس حاضر ہو جاتا۔ اور امام احمد بن حنبل بھی معرفت کا مسئلہ جا کر حضرت بشر حافی سے پوچھا کرتے۔ مولائے روم فرماتے ہیں۔

محرم ایں ہوش جز بے ہوش نیست
مر زبان را مشتری چوں گوش نیست

حصول معرفت کا سبب اہل اللہ کثرت عبادت اور گریہ کو قرار دیتے ہیں عقل کہتی ہے خوش رہ اور ہنس کر زندگی گذار اور معرفت کہتی ہے دنیا کے چار دن رب کی محبت میں رو دھو لے پھر آخرت میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔

اقبال ہو رومی ہو غزالی ہو کہ رازی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی
(اقبال)

اور رونا بھی رات کا کہ جس کے لئے رو رہے ہو اس کے سوا کوئی نہ جانے اور معرفت کے دریا پی کر بھی **ھل من مزید** کا نعرہ لگاتا رہے اور یہ وظیفہ پڑھتا پھرے **ما عرفناک حق معرفتک وما عبدنٰک حق عبادتک** ہم تیری معرفت وعبادت کا حق نہیں ادا کر سکے۔

کیوں کہ ۔ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے۔

اور معرفت کی علامت استقامت حال کو قرار دیا گیا ہے کہ بڑے بڑے طوفانوں سے بھی اس کے حال کو بدلا نہیں جا سکتا اللہ اس کو جس حال میں رکھے راضی رہتا ہے بیماری۔ غربت پر بھی خوش رہتا ہے اور عرض کرتا ہے یا اللہ! اگر تو مجھے بچا کر راضی ہے تو میں بچ کر راضی ہوں اور اگر تو مجھے کٹا کر راضی ہے تو میں خون کی ندیاں بہا کر راضی ہوں

ے راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو
جاں تیری دی ہوئی ہے لینے میں کیا گلہ ہو

جس طرح پانی کو جس رنگ کے برتن میں ڈالو اسی رنگ کا نظر آتا ہے لیکن حقیقت اس کی نہیں بدلتی اسی طرح عارف کامل اگرچہ دیکھنے والوں کو کبھی ہنستا کبھی روتا نظر آتا ہے مگر اس کے تعلق باللہ میں فرق نہیں آتا۔

علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سُراغ

فرمایا گیا **الرحمٰن فسئل به خبیرا** (القرآن) رحمٰن کے بارے کسی خبر والے سے پوچھ۔ اور فرمایا **ولا ینبئک مثل خبیر**۔ تجھے خبر والے کی طرح کوئی نہیں بتا سکتا۔ خبیر دونوں جگہ نکرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بے شمار خبیر ہر دور میں ہوتے ہیں لیکن ان کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا راستوں کا جنکشن ہے ریلوے لائنوں کا جنکشن ہو تو تلاش ضروری ہے ورنہ کراچی کی بجائے پشاور چلے جاؤ گے ایسے ہی راہ حق کے مسافروں پر لازم ہے کہ کسی خبیر سے پوچھ کر راستہ طے کریں ورنہ

ے لباس خضر میں ہزاروں راہزن بھی پھرتے ہیں

ارشاد ربانی ہے **و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب** کہ جب بھی میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرما دیں میں تو قریب ہوں۔ قریب

ہونے کے لئے رسول سے پوچھنا مشروط قرار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ سے تعلق مضبوط رہے تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل رہتا ہے۔ پھر دعائیں بھی قبول ہیں اور ایمان بھی سلامت ہے۔

عقل والا تیری دنیا سے پریشان گیا
عشق والا تجھے ہر رنگ میں پہچان گیا

خوفِ خدا

مذکورہ حدیث میں خشیت الٰہیہ کا تذکرہ بھی آیا ہے جتنی اللہ کی معرفت ہوگی اتنا ہی اس کا خوف ہوگا۔ خوف خدا سے بے نیازی بھی کفر ہے اور رحمتِ الٰہی سے مایوسی بھی کفر ہے **الایمان بین الخوف و الرجاء۔** ایمان نام ہے خوف وامید کی درمیانی کیفیت کا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا و فی روایة ما تلذذتم بالنساء علی الفروش ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللہ۔ (شفا شریف ج۱ص ۱۴۵)

جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے ایک روایت میں ہے عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل کرنا چھوڑ دیتے اور جنگلوں میں نکل جاتے، رو رو کر اپنے رب سے دعائیں کرتے رہتے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ احادیث بیان کر کے فرماتے

لو ددت انی شجرة تعضد.

کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔

حضور علیہ السلام کی خوف خدا سے یہ حالت تھی کہ رات اتنی عبادت کرتے کہ **حتی ترم قدماہ** قدم مبارک سوج جاتے اور جب عرض کیا جاتا یا رسول اللہ! اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں تو ارشاد ہوتا **افلا اکون عبدا شکورا** کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کی راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر لمبی نماز پڑھنا بھی خوف خدا کے باب میں بیان کیا ہے کہ ایک ایک رکعت میں سورۃ بقرہ، ال عمران، نساء اور مائدہ پڑھی جا رہی ہیں اور فلا یمر بایة رحمة الا وقف سال و لا یمر بایة عذاب الا وقف فتعوذ رحمت کی آیت آتی تو رحمت کا سوال کرتے عذاب کی آیت آتی تو پناہ طلب کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رات کو سرکار دو عالم علیہ السلام تین تین مرتبہ اٹھتے ہر دفعہ تازہ وضو فرماتے، مسواک کرتے، سورۃ ال عمران کے آخری رکوع کی تلاوت فرماتے اور نماز پڑھتے۔ (مشکوۃ ص ۱۰۶)

اور نسائی شریف میں ہے یہ عمل سرکار کا صرف گھر میں ہی نہ ہوتا بلکہ سفر میں تشریف لے جاتے تو بھی اسی طرح ہی کرتے۔ (مشکوۃ ص ۱۰۷)

زندگی کا ماحَصَل

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آپ کی سنت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

المعرفة راس مالی والعقل اصل دینی والحب اساسی والشوق مرکبی و ذکر اللہ انیسی والثقة کنزی والحزن رفیقی والعلم سلاحی والصبر ردائی والعجز فخری والزهد حرفتی والیقین قوتی والصدق شفیعی والطاعة حسبی والجهاد خلقی و قرة عینی فی الصلوة و فی حدیث آخر و ثمرة فؤادی فی ذکره و غمی لاجل امتی و شوقی الی ربی عزوجل۔ (الشفا شریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۴۶)

معرفت میری اصل پونجی ہے، عقل میرے دین کی بنیاد ہے، محبت میری اساس ہے، شوق میری سواری ہے، اللہ کا ذکر میرا مونس و غم خوار ہے، اس پر بھروسہ میرا خزانہ ہے، غم میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میرا مال غنیمت ہے، عاجزی میرے لیے باعث فخر ہے، زہد میرا پیشہ ہے، یقین میری قوت ہے، صدق میرا

شفیع ہے، بندگی میری طینت ہے، جہاد میرا خلق ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ "میرے دل کا میوہ اللہ کے ذکر میں ہے، میرا غم اپنی امت کے لئے ہے، اور میرے اندر شوق صرف اپنے رب کے لیے ہے۔

آپ علیہ السلام نے (باوجود یہ کہ گناہوں سے معصوم اور امام الانبیاء ہونے کے) ارشاد فرمایا انی لا ستغفر اللہ فی الیوم مائة مرة (شفا ص۱۴۶) میں ایک دن میں اپنے رب سے سو مرتبہ معافی مانگتا ہوں (ہم تو پھر گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہیں یہ ہماری تعلیم کے لئے ہے کہ تمہیں تو بہت زیادہ استغفار کرنی چاہیے)۔

حدیث نمبر۹۳ مختلف کتب میں مختلف الفاظ سے آئی ہے مفہوم تقریباً ملتا جلتا ہے مثلاً

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَحْفَظُکُمْ لِحُدُوْدِہٖ

(الجامع الکبیر المخطوط الجزالثانی۔الھیئۃ المصریہ ص۷۸۶)

اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَ اَتْقَاکُمْ

(فتح الباری ج۴ص۱۵۱)

اَنَا اَتْقَاکُمْ لِلّٰہِ وَ اَعْلَمُکُمْ بِحُدُوْدِہٖ

(مسند احمد بن حنبل ۵:۴۳۴)

لفظ اَنَا کی مناسبت سے مذکورہ احادیث کو لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

❀❀❀❀❀

﴿۹۴﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ كُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ

"میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے"

(مدارج النبوۃ)

؎ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

کائنات کا افتتاح حضور علیہ السلام ہی کے نور سے ہوا یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہرو انجم کی ضیاء ہوتی، نہ بہاروں کی شمیم جانفزا، نہ کلیوں کا تبسم، نہ غنچوں کی چٹک، نہ پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنم، نہ گل خنداں کی بہار دلکشا، یہ مہکتے گلبن یہ مسرت کے لمحات اور خوشی کی شہنائیاں سب اسی نور پاک کا صدقہ ہے۔

؎ خیمۂ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

قرآن مجید کی آیہ کریمہ **قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین** (المائدہ آیت ۱۵) میں مفسرین نے بالاتفاق نور مبین سے حضور علیہ السلام کی ذات انور کو مراد لیا ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۹۵، تفسیر ابن عباس ص ۷۲، خازن ج ۱ ص ۲۱۷، مدارک ج ۱ ص ۲۷۰، روح المعانی ج ۶ ص ۸۷، روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸، معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳، درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱، جلالین ابن جریر۔ اسی طرح دیکھیے مدارج النبوۃ۔ مواہب اللدنیہ۔ زرقانی۔ شفا ص ۱۰، امداد السلوک ص ۸۵ از رشید احمد گنگوہی۔ نشر الطیب ص ۷ از اشرف علی تھانوی)۔

اسی نور مصطفٰی کے بارے فرمایا گیا **یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون** (سورۃ الصف) اور (کفار) ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے

مونہوں کی پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر برا ہی مانیں

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چند روایات ملاحظہ ہوں

آیات کے بعد احادیث کی طرف آئیں تو ایک معتد بہ روایات کا ذخیرہ آپ کو ملے گا۔

۱۔ **عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم سأل جبريل عليه السلام فقال يا جبريل كم عمرت من السنين؟ فقال يا رسول الله لست اعلم غير ان فی الحجاب الرابع نجما يطلع فی كل سبعين مرة رايته اثنين وسبعين الف مرة فقال يا جبريل و عزة ربی جل جلاله انا ذلك الكوكب۔** (السیرۃ الحلبیہ، ۱:۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل امین سے پوچھا اے جبریل! بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل نے عرض کیا آقا عمر کا تو مجھے کوئی اندازہ ہی نہیں بس اتنا یاد ہے کہ (کائنات بننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت میں سے) چوتھے پردۂ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکا کرتا تھا اور میں نے وہ ستارہ بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے سرکار علیہ السلام نے (مسکرا کے) فرمایا مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم اے جبریل! وہ ستارہ تو میں ہی تھا۔

اک ستارہ عرش کی تعمیر سے پہلے بھی تھا
کملی والا خاک کی تعمیر سے پہلے بھی تھا

؎ فرشتے تھے نہ آدم تھا نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

نمبر۲- امام ابن القطان اور امام حلبی روایت فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے نقل فرمایا

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق ادم علیہ السلام باربعة عشر الف عام.

(احکام ابن القطان، ۱: ۱۰- السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۳۰ نشر الطیب: ۱۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔

بظاہر مذکورہ دو روایات میں ٹکراؤ نظر آتا ہے کہ پہلی روایت کے لحاظ سے مدت زیادہ بنتی ہے دوسری میں صرف چودہ ہزار سال اس کا جواب نشر الطیب میں اشرف علی تھانوی نے یوں دیا کہ ''چودہ ہزار والی روایت میں کم کی نفی ہے زیادہ کی نفی نہیں لہٰذا شبہ نہ رہے، رہ گئی بات کہ تخصیص کیوں فرمائی گئی تو ممکن ہے جس مجلس میں حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا اس میں کوئی تذکرہ ہی ایسا چل رہا ہو۔ یعنی کسی حوالہ سے چودہ ہزار سال کی مدت کا ذکر یا سوال ہوا ہو اور حضور علیہ السلام نے اس ضمن میں یہ جواب ارشاد فرمایا ہو۔ (نشر الطیب: ۱۷)

۳- **عن میسرة قال قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیا قال لما خلق اللہ تعالیٰ الارض واستویٰ الی السماء فسواھن سبع سموت.**

حضرت میسرہ سے منقول ہے کہ میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا، حضور! آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے۔

و خلق العرش، کتب علی ساق العرش: محمد رسول اللہ خاتم الأنبیاء، و خلق اللہ تعالیٰ الجنة التی اسکنها ادم

وحوا، فكتب اسمي على الأبواب، والأوراق، والقباب، والخيام، و ادم بين الروح والجسد، فلما أحياه الله تعالیٰ نظر الى العرش فرأى اسمي، فأخبره الله تعالى انه سيّد ولدک، فلما غرهما الشيطان تابا واستشفعا باسمي اليه۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ، ۱: ۳۳)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں پر لکھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح و جسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا پس جب ان کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اُٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب ان کو شیطان نے دھوکہ دیا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی۔

۳۔ **ويروى، انه لما خلق الله تعالیٰ ادم الهمه ان قال يا رب لم كنيتني ابا محمد قال الله تعالیٰ يا ادم أرفع رأسک فرفع رأسه فرای نور محمد ﷺ في سرادق العرش فقال يا رب ما هذا النور قال هذا نور نبي من ذريتک اسمه في السماء احمد و في الأرض محمد لولاه ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا أرضا۔** (المواہب اللدنیہ، ۱: ۱۹)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ کو نام محمد کے ساتھ ابو محمد کی کنیت سے بلایا۔ آپ نے عرض کیا باری تعالیٰ! میری یہ کنیت کیسے ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا سر اٹھاؤ۔ آپ نے اوپر دیکھا تو عرش پر نور محمدی ﷺ جلوہ گر تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا باری تعالٰی یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ یہ تیری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمانوں میں احمد ﷺ ہے اور زمین پر محمد ﷺ ہے اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔

۴۔ **عن عمر بن الخطاب ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: لما اصاب ادم الخطيئة رفع رأسه فقال: رب بحق محمد الا غفرت اليه. فاوحىٰ الله تعالىٰ اليه: و ما محمد و من محمد؟ فقال: رب، انک لما اتممت خلقي رفعت رأسي الى عرشک، فاذا عليه مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انه أكرم خلقک عليک اذ قرنت أسمه مع أسمک قال: نعم قد غفرت لک، وهو أخر الانبياء من ذريتک، ولو لاه ما خلقتک۔** (الوفاء باحوال المصطفٰی ،۱:۳۳)

حضرت عمر بن الخطاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہ باری تعالٰی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! میں تجھ سے بواسطہ حضرت محمد ﷺ درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دیجئے۔ حق تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو (دنیا میں) پیدا بھی نہیں کیا؟ عرض کیا اے رب! میں نے اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی طرف سے روح میرے اندر پھونکی میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ **لا اله الا الله محمد رسول الله** سو میں نے معلوم کر لیا کہ تو نے اپنے نام پاک کے ساتھ۔ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالٰی نے فرمایا! اے آدم! تم سچے ہو۔ واقعی محمد ﷺ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

۵- عن كعب الأحبار قال: لما أراد الله تعالى ان يخلق محمد ﷺ أمر جبرئيل عليه السلام ان يأتيه فأتاه بالقبضة البيضاء التى هى موضع قبر رسول الله ﷺ، فعجنت بماء التسنيم، ثم غمست فى أنهار الجنة، و طيف بها فى السموات والأرض، فعرفت الملائكة محمدا و فضله قبل ان تعرف ادم، ثم كان نور محمد ﷺ يرى فى غرة جبهة ادم. و قيل له: يادم هذا سيّد ولدک من الأنبياء والمرسلين فلما حملت حواء بشيث انتقل عن ادم الى حواء، و كانت تلد فى كل بطن ولدين الا شيثا، فانها ولدته وحده، كرامة لمحمد ﷺ ثم لم يزل ينتقل من طاهر الى طاهر الى ان ولد ﷺ و لما توفى ادم كان شيث عليه الصلوة والسلام و صيا على ولده ثم أوصى شيث ولده بوصية ادم ان لا يضع هذا النور الا فى المطهّرات من النّساء و لم تزل هذه الوصية جارية تنقل من قرن الى قرن الى ان ادّى اللهّٰ النّور الى عبدالمطلب و ولده عبد الله۔ (المواہب اللدنیہ، ۱: ۲۳ الوفاء باحوال المصطفیٰ، ۱: ۳۴-۳۵)

حضرت کعب الاحبار ؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کے پیکر بشری کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے آؤ جو میرے محبوب پاک کے جسم اقدس اور جسد اطہر کی تخلیق کے لائق ہو تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے تو امر خداوندی سے اس کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا پھر نور نبوت اس میں رکھ کر اس کو عرش و کرسی لوح و قلم اور آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ پھرایا گیا تاکہ ہر شے حضور ﷺ کے شرف و کمال کو پہچان لے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ تخلیق

آدم علیہ السلام کے بعد نورِ محمدی ﷺ کو ان کی پشت میں ودیعت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا اے آدم یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء ومرسلین کے سردار ہیں۔ جب حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوا کے بطن اقدس کی طرف منتقل ہو گیا وہ ہر دفعہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ماسوائے حضرت شیث علیہ السلام کے کیوں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے جد امجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں سے مرتبہ وکمال کے لحاظ سے یکتا بنے پھر نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورانور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں حضرت محمد ﷺ کا نورِ مبارک ہے اسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا مسکن اور ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔ سو یہ وصیت نسلاً بعد نسل حضور ﷺ کے نسب مبارک کا ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہا تا آنکہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ کی پشت مبارک تک آن پہنچا۔

؎ اللہ نے اپنے نور کا جلوہ دکھا دیا
سب نور کو ملا کے محمد بنا دیا (ﷺ)

امام ابن جوزی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب "المیلاد النبوی" میں لکھتے ہیں۔

فسبحان من اصطفٰی ادم بمحمد و اجتباه و تاب علیه و عفرله و هداه ولا زال نور نبینا محمد صلی الله علیه وسلم فی صلب ادم حتی حملت حواء بشیث فانتقل ذلک النور عن ادم الی حواء و کانت قبله تلد فی بطنها توامین

اى الاثنين الا فى شيث عليه السلام فانها ولدته وحده كرامة لسيد الثقلين و جد الحسنين فلما ايقن ادم بالموت اخذ بيد ولده شيث و قال يبنى ان الله تبارك و تعالىٰ امرنى ان اخذ عليك عهد من اجل هذا النور الذى ارىٰ فى وجهك ان لا تضعه الا فى الاطهرين من النساء.

(المیلاد النبوی لابن الجوزی المحدث)

پاک ہے وہ ذات جس نے آدم علیہ السلام کو حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے برگزیدہ اور مقبول بنایا اور ان کی توبہ قبول کر کے اپنی رحمت و مغفرت کے دامن میں ڈھانپا اور اس کی انہیں ہدایت بخشی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو رکھا پھر حضرت حواء اپنے فرزند حضرت شیث سے حاملہ ہوئیں تو وہ نور صلب آدم سے بطن حواء کی طرف منتقل ہو گیا، حالانکہ اس سے قبل حضرت حواء سے دو بچے پیدا ہوتے تھے مگر حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے صرف حضور علیہ السلام جو دونوں جہان کے سردار اور حسن وحسین کے نانا ہیں کی عزت وکرامت کی وجہ سے۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے میرے بیٹے! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اس نور مبارک کے بارے میں تم سے عہد لوں جو تمہاری جبیں سعادت میں جلوہ گر ہے کہ تم اسے پاکیزہ ترین عورتوں کی طرف منتقل کرنا۔

پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام نے آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا اے اللہ! جس نور کے بارے میں تو نے مجھ سے عہد لیا تھا وہ میں نے اپنے بیٹے کو منتقل کر دیا ہے تو اس پر گواہ ہو جا اور اس کی حفاظت فرما پھر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں اترے اور حضرت آدم علیہ السلام سے عرض کیا اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو ان فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ایک عہد نامہ تحریر فرما دیں کیوں کہ یہ فرشتے آسمان کے عبادت گذار بندے ہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اس وقت

حضرت شیث علیہ السلام کو دو جنتی سبز حُلّے پہنائے گئے اور اللہ نے ان کو بی بی ''مخوائلہ البیضاء'' جو قد و قامت اور حسن و جمال میں حضرت حواء کی مانند تھیں بیاہ دیا۔ چنانچہ وہ ''انوش'' سے حاملہ ہوئیں اور دوران حمل ان کو آوازیں آتی تھیں تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہارے بطن میں نور محمدی کو ودیعت کر دیا ہے۔

محدث ابن جوزی نے نور مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے متعلق متعدد ایمان افروز روایات نقل فرمائی ہیں لیکن میں یہاں مزید صرف ایک روایت درج کرنے پر اکتفا کروں گا۔

وروی عن ادم انه لما تاب قال اللهم بحق محمد اغفرلی خطیئتی و تقبل توبتی فقال سبحنه من این عرفت محمدا فقال یا رب انی رایت فی کل موضع من الجنة مکتوبا علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه اکرم الخلق عندک و قال صلی الله علیه وسلم کنت نبیا و ادم بین الماء و الطین۔ (المیلاد النبوی لابن جوزی)

سیدنا ادم علیہ السلام کے بارے مروی ہے کہ جب انہوں نے توبہ کی تو عرض کیا اے اللہ! اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے آدم! تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا؟ عرض کیا میں نے جنت میں ہر جگہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا دیکھا ہے تو اس سے میں نے جان لیا کہ تیری بارگاہ میں یہ ہستی ساری مخلوق سے زیادہ مکرم ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے (جدوں آدم گارے وچ سی محمد اودوں تارے وچ سی)۔ (ﷺ)

مولوی اشرف علی تھانوی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (جو انہوں نے بغرض ازدیاد محبت یعنی حضور علیہ السلام کی محبت میں اضافہ کرنے کے لئے) لکھی ہے میں مذکورہ

روایت امام بیہقی کے حوالہ سے کچھ اضافے کے ساتھ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اے آدم! میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ (ص ۲۰، ص ۲۱)

اس کے بعد مولانا تھانوی نے وہ مشہور روایت ابن جوزی کے حوالے سے لکھی ہے کہ نکاح کے بعد جب آدم علیہ السلام مائی حواء کے قریب گئے تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! اس کو مہر کیا دوں تو اللہ نے فرمایا حق مہر یہ ہے کہ بیس دفعہ میرے حبیب پہ درود بھیجو۔ (ص ۲۱)

جب کہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ اللہ نے فرمایا ان تصلی علی صاحب هذا الاسم مرة عشرا۔ اے آدم! میرے محبوب پہ دس مرتبہ درود بھیج یہ حق مہر ہے۔
(المیلاد النبوی لابن جوزی)

حیرت ہے کہ مولانا تھانوی نے اپنی مذکورہ کتاب کے پہلے باب کا نام ہی یہ رکھا ہے "نور محمدی کا بیان" اور اس میں چھ روایات معتبر کتابوں سے حضور علیہ السلام کے نور ہونے پر درج کی ہیں لیکن آج انہی کے ماننے والے سب سے زیادہ حضور علیہ السلام کے نور ہونے پر جھگڑا کرتے ہیں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو وہ پانچوں روایات یہاں درج کرتا جو حضرات شوق رکھتے ہوں وہ نشر الطیب صفحہ نمبر ۱۳ تا ۱۹ کا ضرور مطالعہ کریں۔ میں فی الحال اسی کتاب کے اس باب کی چوتھی فصل سے تین روایات درج کر رہا ہوں مولانا تھانوی کے الفاظ میں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت

حافظ ابوسعید نیشاپوری ابی بکر بن ابی مریم سے اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب الاحبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب بر ہے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنانِ قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا، انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کر لو کہ رب السمٰوٰت نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اول "قبلة" سے نکاح کیا

اوران کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد سے حاملہ ہوگئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی سے چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ''جبل ثبیر'' کی طرف لے جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ببرکت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باران عظیم مرحمت فرماتے الخ کذافی المواہب۔

دوسری روایت

ابونعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے طریقِ عطاء سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو ایک کاہنہ پر گذرے جو یہودی ہوگئی تھی اور کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے اس نے عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت دیکھا تو عبداللہ کو اپنی طرف بلایا۔ مگر عبداللہ نے انکار کر دیا۔ کذافی المواہب۔

اس روایت کو محدث ابن جوزی نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوگیا اور نور نبوت حضرت آمنہ میں منتقل ہوگیا تو اس کے بعد پھر حضرت عبداللہ کا گذر فاطمہ خثعمیہ کے پاس سے ہوا تو اس نے کوئی توجہ نہ کی، آپ نے فرمایا میں وہی عبداللہ ہوں کیا آج تیری وہ خواہش نہیں جو پہلے تھی، اس نے کہا

> **واللہ انی لست بصاحبة ریبة و لکنی رایت نور النبوة فی وجھک فاردت ان یکون ذلک النور فی بطنی فابی اللہ ان یجعله فیّ الاحیث کان ولکن یا عبد اللہ اخبر زوجتک انھا حملت بخیر اھل الارض و نبیھا صلی اللہ علیه وسلم۔** (المیلاد النبوی لابن جوزی)

خدا کی قسم میں نہ حسد کرنے والی عورت ہوں اور نہ حرام کار مگر چونکہ آپ کی پیشانی میں میں نے نور نبوت کو دیکھا تھا اس بنا پر خواہش پیدا ہوئی کہ وہ نور میرے بطن میں ہو لیکن خدا کی رضا اس میں نہ تھی کہ وہ نور میرے شکم میں آئے بجز اس جگہ کے

جہاں اب موجود ہے مگر اے عبداللہ! تم اپنی بی بی کو خوش خبری دے دو کہ وہ روئے زمین کے سب سے بہترین شخص اور ان کے نبی سے حاملہ ہو گئی ہیں۔

تیسری روایت

جب ابرھہ بادشاہِ اصحاب فیل خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ پر چڑھ آیا عبدالمطلب چند آدمی قریش کے ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھے اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمودار ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ پھر چلو یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم لوگ غالب رہیں گے اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرھہ کے لشکر کے لوگ پکڑے گئے اور عبدالمطلب ان کے چھڑانے کو ابرھہ کے پاس گئے ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا اور ان کو اپنے برابر بٹھالیا بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔ کذا فی تواریخ حبیب الہ المولنٰا عنایت احمد۔ (نشر الطیب ص ۲۸)

؎ نبی خود نور اور قرآں ملا نور نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علیٰ نور

(از مولانا تھانوی، رسالہ النور)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرما کر زمین کو فرش اور آسمان کو بلندی بخشی تو اللہ نے اپنے پرتوِ نور جمال سے ایک مٹھی لے کر فرمایا تو محمد ہو جا تو مشت نور ستون بن کر اتنا بلند ہوا کہ حجاب عظمت تک پہنچ گیا پھر اس نور نے سجدہ کیا اور الحمد للہ کہا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نور! اسی وجہ سے میں نے تجھے پیدا کیا اور تیرا نام محمد رکھا لہٰذا تجھی سے خلق کی ابتداء کرتا ہوں اور تجھی پر رسولوں کو ختم کرتا ہوں اس کے بعد اللہ نے اس نور کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا پہلے حصے سے لوح اور دوسرے سے قلم کو پیدا فرمایا پھر قلم کو حکم دیا لکھ تو قلم ایک ہزار سال ہیبت الٰہی سے کانپتا رہا پھر قلم نے عرض کیا کیا لکھوں فرمایا میری توحید میں لکھ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" چنانچہ قلم نے یہ لکھ دیا۔

پھر قلم مختلف انبیاء کرام کی امتوں کے بارے لکھتا رہا کہ جو اطاعت کرے گا جنت میں

جائے گا اور نافرمان دوزخ میں جب حضور علیہ السلام کی امت کے بارے قلم نے یہ لکھنا چاہا کہ جو نافرمانی کرے گا جہنم جائے گا تو اللہ کی طرف سے ندا آئی اے قلم! ادب کر اس پر قلم شق ہو گیا اور دست قدرت سے اس میں قط لگا (شگاف پڑ گیا) پھر قلم نے عرض کیا یا رب کیا لکھوں تو حکم ہوا

اکتب امۃ مذنبۃ و رب غفور لکھ! امت گنہ گار ہے اور اللہ بخشنہار ہے۔

(المیلاد النبوی)

امام ابن جوزی نے ایک روایت یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ جب حضرت عبداللہ سن بلوغ کو پہنچے صنادید قریش میں سے ہر طرف سے نکاح کے پیغام آنے لگے اور ہر جگہ آپ کا تذکرہ ہونے لگا تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو فرمایا بیٹا تم بغرض شکار کچھ عرصہ کے لئے یہاں سے چلے جاؤ تا کہ عورتوں سے نجات پا سکو چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہب زہری کے ساتھ شکار کو چلے گئے۔ حضرت وہب فرماتے ہیں ہم جب جنگل میں پہنچے تو اچانک ستر یہودیوں کا لشکر گھوڑوں پر سوار تلواریں سونتے ہوئے ہمارے سامنے نمودار ہو گیا اور بولے ہم عبداللہ کو قتل کریں گے حضرت وہب نے پوچھا ان کا قصور کیا ہے تو انہوں نے کہا قصور تو کوئی نہیں لیکن ان کی پشت میں آخر الزماں نبی کا نور ہے جس کا دین تمام دینوں کو ختم کر دے گا اور جس کی ملت تمام ملتوں کو ختم کر دے گی حضرت وہب کہتے ہیں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آسمان سے ایک لشکر اترا اور تمام یہودیوں کو قتل کر دیا۔ (المیلاد النبوی۔ امام ابن جوزی) یہی ابن جوزی آخرکار فرماتے ہیں۔ ولد الحبیب و مثلہ لا یولد خدا کا محبوب بے مثال پیدا ہوا۔

سجی ہے محفل کونین مصطفیٰ کے لئے
بنے ہیں دونوں جہاں شاہِ انبیاء کے لئے

یہی نور جس کی دھوم عرش و فرش پہ مچی رہی بارہ ربیع الاول کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آمنہ کی گود سے ظاہر ہوا تو آپ فرماتی ہیں میں نے اس نور کی روشنی میں قیصر و کسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا اور دنیا پکار اٹھی۔

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

حضور علیہ السلام نور ہیں، نظر آتے ہیں مگر کس کو......؟

حیرانگی ہے کہ عقل کے بارے کہا جاتا ہے **نور فی بدن الادمی** (نورالانوار) کہ عقل ایک نور ہے جو انسان کے جسم میں ہے اور جب امام الانبیاء کی نورانیت کی بات ہو کہ عقل جس کے گھر کی لونڈی ہے، تو شیطان ذہن میں کئی وسوسے ڈال دیتا ہے مثلاً یہ کہ عقل تو نظر نہیں آتی ثابت ہوا کہ جو نور ہو وہ نظر نہیں آتا میں عرض کروں کہ معترض میں عقل ہو تو کچھ نظر آئے بعض نور نظر آتے ہیں بعض نہیں آتے کیا چاند، سورج نور نہیں؟ مگر نظر آتے ہیں۔

ایمان، ہدایت، عقل بھی نور ہیں مگر نظر نہیں آتے حضور چونکہ سب سے اعلیٰ نور ہیں نظر آتے بھی ہیں نہیں بھی آتے، ابوبکر کو نظر آتے ہیں ابوجہل کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی کیوں کہ ۔

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
امی لقبی ہوں پڑھائے نہیں جاتے
ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

واقعہ ہجرت پر غور کرو حضور کافروں کے جھرمٹ سے سورۂ یٰسین کی تلاوت باآواز بلند کرتے ہوئے گذر رہے ہیں مگر ابوجہل اینڈ کمپنی کو نظر نہیں آرہے جب بڑوں کو نظر نہ آئے حالانکہ جانتے تھے گذر رہے ہیں تو چھوٹوں کو آج کیسے نظر آسکتے ہیں۔

ہاں مگر نظر آتے ہیں پوچھ لو امام سیوطی سے کہ بیداری میں بہتر مرتبہ زیارت کر رہے ہیں اور پوچھ لو مولائے روم سے کہ فرماتے ہیں ۔

شب کہ چشم بر جمالِ یار بود   من بخوابم بختِ مَن بیدار بود

نور تھے تو کھاتے کیوں تھے؟

اسی طرح بھی کہتے ہیں اگر حضور نور تھے تو کھاتے کیوں تھے؟

حالانکہ جانتے ہیں ہیئت بدل جائے تو نہ کھانے والے بھی کھانا شروع کر دیتے ہیں دیکھو! ڈنڈا نہیں کھاتا مگر جب وہی ڈنڈا سانپ بن جائے تو قرآن فرماتا ہے **فاذا ھی تلقف ما یافکون**۔ رسیوں کو کھا گیا۔ بے شک نور نہیں کھاتا مگر جب بشریت کی صورت میں آیا اور ستر

ہزار بشریت کے پردوں میں آیا تو کھانا پڑ گیا۔ اگرچہ ان کے کھانے اور ہمارے کھانے میں بھی فرق ہے کہ جتنا انہوں نے ساری عمر کھایا ہم اتنا ناشتہ کر جاتے ہیں اور پھر سرکار فرماتے ہیں انی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی ۔ میں تو اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔

لہٰذا ہم کھانے پینے کے محتاج ہوئے اور حضور نے اس لیے کھایا تا کہ کھانا ہمارے لیے سنت بن جائے اور کھاتے بھی رہیں ساتھ ثواب بھی حاصل کرتے رہیں۔ ان ساری باتوں کے باوجود حقیقت نور ہی رہے گی اور۔ ایسا نور کہ

ظلمت کو ان کے نور نے کافور کر دیا
جس پر نگاہ اُٹھائی اسے نور کر دیا

نور تھے تو شادی کیوں کی؟

کبھی کہا جاتا ہے کہ اگر نور تھے تو شادیاں کیوں کیں؟

حالانکہ قرآن پڑھتے ہیں اور بہت زیادہ پڑھتے ہیں لیکن کیا کیا جائے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ کیا قرآن میں نہیں ہے وزوجنا ھم بحور عین کہ ہم نے اہل ایمان کا نکاح گوری گوری، موٹی موٹی آنکھوں والی جنتی حوروں سے کر دیا ہے تو اگر اللہ خاکیوں کا نکاح نوری مخلوق سے کر دے تو ان کے نور میں فرق نہ آئے تو امام الانبیاء سے تمہیں کیا دشمنی ہے ان کا نکاح بھی تو اللہ نے کیا ہے قرآن پاک میں ہے زوجنکھا (الاحزاب) اے حبیب! ہم نے آپ کا نکاح زینب سے کر دیا۔

ہمارا ڈنکے کی چوٹ پر یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بشریت کا انکار بھی کفر ہے نورانیت کا انکار بھی کفر ہے یعنی ہم حضور علیہ السلام کو نور بھی مانتے ہیں بشر بھی مگر اپنے جیسا بشر نہیں مانتے بلکہ سراپا نور اور مکمل بشر مانتے ہیں۔ بشر ایسے ہیں کہ کوئی بشر ان جیسا نہیں اور نور ایسے کہ جبریل امین بھی ان کی نورانیت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ورنہ سدرہ پہ جا کر ساتھ نہ چھوڑ دیتا۔

صد ہزاراں جبرئیل اندر بشر   بہر حق سوئے غریباں یک نظر

کیا بشر نور نہیں ہوسکتا؟

جب حضور علیہ السلام کی نورانیت کی بات کی جاتی ہے تو فوراً انکار پہ انکار کیا جاتا ہے اور بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار کہتے ہوئے سُنے گئے کہ نور نہیں وہ تو بشر ہیں یہ تو بالکل ایسے ہے کہ کوئی کہے مثلاً پانی پیا نہیں جاتا بلکہ اس سے غسل کیا جاتا ہے کیوں کہ یہ دونوں کام اس سے لیے جاتے ہیں ان میں منافات نہیں ہے نہ یہ کام آپس میں متضاد ہیں نہ کوئی ان میں منافات ہے یا یہ کہا جائے کہ زید ہنستا نہیں بلکہ لکھتا ہے تو ہنسنے کی نقیض رونا ہے نہ کہ لکھنا؟ ہوسکتا ہے ہنستا بھی ہو لکھتا بھی ہو جیسے اجتماع ضدین نہیں ہوسکتا اسی طرح ارتفاع نقیضین بھی نہیں ہوسکتا تو جو عالم ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر کہے حضور علیہ السلام نور نہیں بشر ہیں اس سے بڑا جاہل کون ہے؟ کہ نور کی ضد بشر نہیں بلکہ ظلمت ہے ایسا ظالم صرف نورانیت کا انکار نہیں کر رہا بلکہ آپ سرکار میں ظلمت ثابت کر رہا ہے۔

ظالمو! محبوب کا تھا حق یہی عشق کے بدلے عداوت کیجیے

ان سے پوچھو ایمان کیا ہے؟ کہیں گے نور۔ عقل کیا ہے؟ ھو نورٌ فی بدن الادمی ۔ ہدایت کیا ہے؟ نور۔ تمہاری آنکھ میں کیا ہے؟ نور۔ جانور کی آنکھ میں کیا ہے؟ نور یہاں تک کہ کتے اور خنزیر کی آنکھ کی روشنی کو نور کہتے ہیں لیکن انکار ہے تو نورانیت مصطفیٰ کا۔

شرم سے گڑھ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

اور افسوس کہ یہ لعنتیں ان کے حصے میں ہی آئی ہیں کہ جو اپنے آپ کو وارثان منبر و محراب کہتے ہیں۔ اجی ہم بھی بشر، حضور بھی بشر تو فرق کیا ہوا؟ انہیں کہو تم بھی بشر بوجہل و بولہب بھی بشر، فرق کیا ہوا؟ یہی فرق وہاں بھی مان لو۔ کتے خنزیر کی آنکھ میں نور تمہاری آنکھ میں بھی نور فرق کیا ہوا؟

جانوروں کو بھی قرآن میں امم امثالکم ”کہ وہ بھی تمہاری طرح امتیں ہیں“ فرمایا گیا کیا کبھی کسی نے اپنے آپ کو جانور کی طرح کہا ہے حالانکہ وہی مثل کا لفظ وہاں بھی موجود ہے بلکہ اس کی جمع امثال ہے۔ ایک نبی کی ذات ہی رہ گئی مثل بننے کے لئے، جن کا نبیوں میں بھی مثل نہیں، تو کس کھیت کی مولی ہے۔

شبلی نعمانی نے سیرت النبی میں اول ما خلق اللہ نوری حدیث کا صرف اس لیے

انکار کیا کہ صحاح ستہ میں نہیں ہے اور جس کتاب میں ہے وہ کتاب ہی نہیں ملتی یعنی مصنف عبدالرزاق جو کہ امام بخاری کے بھی استاد کی کتاب ہے اور آج کل ملتی بھی ہے عجیب بات ہے کہ شاگرد کی اتنی اہمیت کہ اس کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ (بخاری شریف) ہو جائے اور استاد ایک حدیث بیان کرے تو صرف اس لیے انکار کیا جائے کہ کتاب نہیں ملتی پھر آپ نے حدیث کو تو نہ مانا بلکہ اپنی ضد کو منوایا اور شخصیت پرستی کی اور مولانا ادریس کاندھلوی نے سیرۃ المصطفیٰ میں شبلی کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ یہ کیا قرآن وسنت میں قانون ہے کہ جس حدیث کو صحاح والے لیں صرف وہی مانو اور اس کے علاوہ نہ مانو؟ کیا صحاح ستہ سے پہلے حدیث کا وجود نہیں تھا یا بیان کرنے والے نہیں تھے اس طرح تو وہ ہزاروں صحابہ کرام جو بقول امام بخاری احادیث لکھا کرتے تھے ان کے مجموعے بھی بے کار گئے۔ (نعوذ باللہ)

نور کے متعلق اہم نکتہ

کبھی ارشاد ہوتا ہے اول ما خلق اللہ نوری میں حضور علیہ السلام کے نور کی اولیت ہے تو اوّل ما خلق اللہ القلم میں قلم کی اولیت ہے اس طرح کچھ کتب میں اول ما خلق اللہ العرش ہے بعض میں اول ما خلق اللہ اللوح بھی ہے تو کس کو اول مانو گے میں عرض کروں گا ہاں اول ما خلق اللہ العقل بھی ہے اگر اللہ نے عقل دی ہے تو ان میں تطبیق دے دو کہ عنوان مختلف ہیں معنون ایک ہے صفات مختلف ہیں موصوف ایک ہے یعنی لوح بھی حضور ہیں قلم بھی حضور ہیں عرش بھی حضور ہیں عقل بھی حضور ہیں۔ کیسے؟ تو سنیے! قلم کا کام فیض دینا ہے اور لوح کا کام فیض لینا ہے یعنی قلم لکھ کر فیض دیتی ہے اور لوح اپنے اوپر لکھوا کر فیض لیتی ہے تو حضور علیہ السلام اللہ سے لوح کی طرح فیض لیتے ہیں اور مخلوق کو قلم کی طرح فیض دیتے ہیں اور یہ بات تو علامہ اقبال کی سمجھ میں بھی آ گئی جس نے کہا۔

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

اسی طرح عرش کا معنی اونچا اور عرش کو عرش اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمینوں سے اونچا ہے آسمانوں سے اونچا ہے۔ انسانی اعضا میں دل سب سے افضل ہے حدیث میں ہے کہ اگر دل ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے دل خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ پھر

مومن کا دل سبحان اللہ۔ جس کے بارے صوفیاء نے فرمایا قلب المومن عرش اللہ۔ کہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے لہٰذا جب عرش وہ ہے جو ساری مخلوق سے اونچا ہے تو جب معراج کی رات عرش نیچے رہ گیا اور سرکار کے قدم عرش کے اوپر چلے گئے تو پھر عرش تو حضور ہو گئے کیونکہ عرش کو اونچا ہونے کی وجہ سے ہی تو عرش کہا جاتا تھا تو جب سرکار اس سے اوپر ہو گئے تو عرش کون ہوا۔

؎ جبرائیل امیں رہ گئے راہ میں   عرش اعلیٰ پہ پہنچا ہمارا نبی

اسی طرح عقلاء کے نزدیک عقل کل جبریل امین کو کہا گیا اور معراج کی رات وہ عقل کل حضور علیہ السلام کے قدموں کو بوسے دے کر عقل کل ہونے سے استعفیٰ دے رہا ہے اور یہ منصب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر رہا ہے لہٰذا مذکورہ پانچوں احادیث مان لی جائیں تو کوئی حرج نہیں کہ یہ سب حضور کی شانیں ہیں۔ یعنی لوح وقلم، عرش وعقل کے مسلمہ معانی کا انکار کیے بغیر بھی یہ تمام روایات عظمت مصطفیٰ کی آئینہ دار ہیں۔

ایک ہی بندہ باپ بھی ہو سکتا ہے بیٹا بھی۔ استاد بھی شاگرد بھی۔ پیر بھی مرید بھی مگر باپ اپنے بیٹے کا ہوگا اور بیٹا اپنے باپ کا ہوگا۔ استاد اپنے شاگرد کا ہوگا اور شاگرد اپنے استاد کا ہوگا جہتیں مختلف ہو جائیں تو کوئی تضاد نہیں رہتا کیوں کہ ؎ در تناقض ہشت وحدت شرط داں۔ تو ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے اگر بزعم خویش درس نظامی کے ماہرین نہ سمجھیں تو ان کو اللہ ہی سمجھائے۔

حضور علیہ السلام کو نور ہم اہل سنت نے نہیں بنایا بلکہ اللہ نے فرمایا کہ تمہارے پاس نور آیا اور آیا بھی اللہ کی طرف سے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ جو جہاں سے آئے وہاں کی صفات لے کر آتا ہے تو حضور اللہ کی طرف سے آئے اور اللہ کی صفات لے کر آئے۔ وہ بھی سمیع، یہ بھی سمیع، وہ بھی بصیر، یہ بھی بصیر، وہ بھی رؤف ورحیم، یہ بھی رؤف ورحیم، وہ بھی نور، یہ بھی نور۔

مگر وہ بنانے والا، یہ بننے والا، وہ بھیجنے والا، یہ آنے والا، وہ بخشنے والا، یہ بخشوانے والا، وہ جنت بنانے والا، یہ اپنی امت سے جنت کو بسانے والا، وہ جہنم بھڑکانے والا یہ اپنی رحمت سے جہنم کو ٹھنڈا فرمانے والا ؎

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ   بنائے خدا اور بسائے محمد
تماشا تو دیکھو کہ نارِ جہنم   لگائے خدا اور بجھائے محمد

اسی آقا کریم کے نور کے جلووں سے ابوبکر، صدیق اکبر، بن رہا ہے۔ عمر، فاروق اعظم بن رہا ہے۔ عثمان، ذوالنورین بن رہا ہے۔ علی، حیدر کرار بن رہا ہے، بے ذر بوذر بن رہا ہے اور بلال حبشی، رشکِ قمر بن رہا ہے۔

ظلمت کو ان کے نور نے کافور کر دیا
جس پہ نگاہ اُٹھائی اسے نور کر دیا

پتہ اس دن چلے گا یوم یقول المنفقون والمنفقت للذین امنوا انظرونا نقتبس من نور کم۔ (الحدید) قیامت کے دن منافق مرد اور عورتیں اہل ایمان کو (ملنے والا نور دیکھ کر) کہیں گے۔ ہماری طرف نگاہ کرو تھوڑا سا نور ہمیں بھی دو۔

(ایمان والے کہیں گے دنیا میں نبی کو نور نہیں مانتے تھے اور یا رسول اللہ انظر حالنا کو شرک کہتے تھے آج یہ دونوں باتیں ہمارے لیے مان رہے ہو) قیل ارجعوا وراء کم فالتمسوا نورا۔ واپس جاؤ (دنیا میں اور صحیح عقیدہ اپنا کر) نور تلاش کرو۔

تو بھائیو! جہنم میں جل کر ذلیل ہو کر جو کہتے پھرو گے انظرونا آج دنیا میں ہی کہہ لو

یا رسول اللہ انظر حالنا یا حبیب اللہ اسمع قالنا

کرم کی اک نظر ہم پر خدارا یا رسول اللہ
ہمیں تو آسرا بس ہے تمہارا یا رسول اللہ

لیکن وہاں سے واپسی ممکن نہیں اس لیے امام اہل سنت کی نصیحت پر عمل کرو اور

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آگے قرآن کی اسی آیت میں ہے باطنہ فیہ الرحمۃ کہ اندر رحمت ہوگی یعنی جنت میں رحمۃ للعالمین ہوں گے ظاهره من قبلہ العذاب اور باہر عذاب ہوگا۔

خدا بھی نور اللہ نور السموات والارض۔ مصطفیٰ بھی نور قد جاء کم من اللہ نور تیری نیت میں کیوں آگیا فتور۔

خدا بھی حق فتعلی اللہ الملک الحق۔ مصطفیٰ بھی حق قد جاء کم الحق۔

(القرآن) محمد حق (البخاری) یعنی بھیجنے والا بھی حق۔ آنے والا بھی حق۔ تو تمہیں کیوں پڑ گیا ہے شک

تیرے نور دی ویکھی جھلک جہنے   اونہے رب دا نظارہ ویکھ لیا
اونہوں بھل گئے سوہنیا غم سارے   جہنے تیرا دوارہ ویکھ لیا

ایک علمی نکتہ

میذی بحث البصر فصل فی الحیوان ص۱۱۲ پہ بصر کی تعریف یہ کی گئی ہے هو قوة فی ملتقی عصبتین نا بتتین من مقدم الدماغ یعنی قوت باصرہ کا مقام پیشانی کو بتایا گیا جس کی شکل کچھ یوں بنتی ہے۔

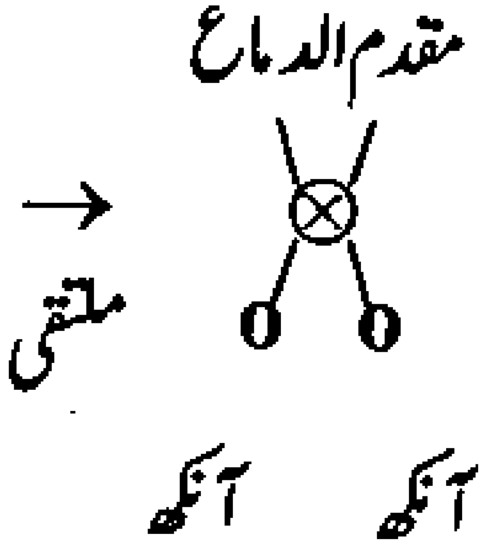

اس ملتقی کو مجمع النور کہا جاتا ہے تو جب یہ روایات بائیبل کے اندر بھی ملتی ہیں اور ہماری کتابوں میں بھی کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں اولاً نور مصطفیٰ رکھا گیا پھر انہوں نے دعا کی یا اللہ! یہ نور ایسی جگہ ہونا چاہیے کہ میں اس کی زیارت بھی کر سکوں تو اللہ نے انگوٹھوں کے ناخنوں میں منتقل فرما دیا چنانچہ آپ نے نور مصطفیٰ اپنے انگوٹھوں میں جلوہ گر دیکھ کر محبت سے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا اور آج بھی ان کی اولاد ان کی سنت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ تو ہم کیوں نہ کہیں کہ چونکہ حضرت آدم کی پیشانی اولاً نور مصطفیٰ کا ٹھکانہ بنی تو اللہ نے اس جگہ کو مجمع النور بنا دیا۔

کسی عاشق رسول نے کیا وجد آفرین اشعار فرمائے

اسم نور و جسم نور و جان نور   ذکر نور و فکر نور، عرفان نور
دست نور و پائے نور و قد نور   ولد نور و اب نور وجد نور
روئے نور و خوئے نور و بوئے نور   سوئے نور و کوئے نور و موئے نور
باز گویم آل نور اصحاب نور   اکل نور و شرب نور و خواب نور

اہل نور و بیت نور و بلد نور جائیکہ آمد محمد کرد نور

اور مولائے روم نے فرمایا

ے ایں خورد گر پلیدی زُو جدا واں خورد گرد دھمہ نور خدا

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ، الابریز میں فرماتے ہیں **ان مجموع نورہ صلی اللہ علیہ وسلم لو وضع علی العرش لذاب۔** کہ اگر حضور علیہ السلام کا سارا نور عرش پہ رکھا جائے تو عرش الٰہی (باوجود اس قدر شان وکمال کے) پگھل جائے (لوگوں نے جو دیکھا وہ تو صرف ایک جزو تھا ورنہ کس میں تاب تھی کہ دیکھ سکے اسی لیے فرمایا جمالی مستور کہ میرا حُسن چُھپا ہوا ہے اور رومی فرماتے ہیں ۔

احمد ار بکشاید آں پر جلیل تا ابد بے ہوش ماند جبرائیل)

مواہب لدنیہ، امام قسطلانی شارح بخاری، سیرت حلبیہ۔ نسیم الریاض۔ مدارج النبوۃ تفسیر عزیزی اور اس کے علاوہ بہت ساری کتب میں ہے **و لم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ نور ۔** کہ سرکار کا نہ سورج کی روشنی میں سایہ تھا اور نہ چاند کی چاندنی میں کیوں کہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا پر جب تہمت لگائی گئی تو حضرت عثمان غنی نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں یہی عرض کیا تھا کہ آقا! جب اللہ نے آپ کا سایہ نہیں بنایا تاکہ کوئی گستاخ آپ کے سائے پہ اپنا پاؤں نہ رکھ دے تو آپ کے نکاح میں غلط عورت کیسے آنے دے گا اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا مشہور فرمان ہے

کہ سایہ ہمیشہ جسم سے لطیف ہوتا ہے اور جسم سائے سے کثیف ہوتا ہے تو جب امام الانبیاء علیہ السلام کے جسم مبارک سے لطیف شے ہے ہی کوئی نہیں تو آپ کا سایہ بھی نہیں۔

حضرت عمر فاروق ایک مرتبہ تشریف لے جا رہے تھے تو پیچھے ایک یہودی آپ کے سائے کو اپنے پاؤں میں روند کر اپنی بھڑاس نکال رہا تھا (یہودی صفت لوگ آج بھی عمر رضی اللہ عنہ کا نام سُن کر جلتے رہتے ہیں) آپ فرماتے ہیں فوراً میرے ذہن میں آیا کہ اللہ نے اسی لیے حضور علیہ السلام کا سایہ نہیں بنایا کہ کوئی گستاخ آپ کے سایہ کی بھی توہین نہ کر سکے۔

(ایک حدیث میں **حتی رایت ظلی و ظلکم** کے الفاظ سے غلطی فہمی نہ ہو کہ

وہاں ظل اپنے اصل معنی پر محمول نہیں ہے کیوں کہ یہ دوزخ کی بات ہورہی ہے اور دوزخ کی آگ حدیث کے مطابق سفید نہیں بلکہ سیاہ ہے لہٰذا سیاہی میں ظل (سایہ) کہاں؟ (ترمذی ج ۲ ص ۱۳، مشکوۃ باب صفۃ النار ص ۵۰۳)

یاد رہے: کہ قرآن مجید میں ہر جگہ **بشر مثلکم** کے ساتھ **یوحی الی** آیا ہے حالانکہ نماز زکوۃ حج وغیرہ احکام کی بات بھی ہوسکتی تھی مگر متعین فرمایا کہ مثلیت صرف عدم الوہیت میں ہے نہ کہ کسی اور شے میں وگرنہ صحابہ فرماتے ہیں ہم نے ہر طرح کے قد والے شخص کو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھڑے دیکھا تو حضور ہمیں اونچے ہی نظر آئے حالانکہ سرکار کا قد درمیانہ تھا نہ کہ لمبا مگر یہ بھی معجزہ تھا۔

کہ کوئی قد کے لحاظ سے بھی میرے حبیب سے اونچا ہونے کی بات نہ کرے جب قد کی حد نہیں تو شان کی حد کیا ہوگی۔

مرزائی بدبخت کہتے ہیں ہمارا مرزا سبحان اللہ (**لا بل علیہ لعنۃ اللہ**) بس حضور علیہ السلام کی فوٹو کاپی ہی سمجھ لو (نعوذ باللہ) میں کہوں گا سمجھ تولیں مگر پہلے یہ تو بتاؤ یہ فوٹو کاپی کرائی کہاں سے ہے پوری آنکھ ہی غائب۔ اور آنجہانی کا بیٹا کہتا ہے فوٹو گرافر آیا، بڑا زور لگایا آنکھ کھل جائے مگر نہ کھلی (شاید یہ معجزہ ہو کہ ہر کسی کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں)۔

ہمارے آقا کا حسن و جمال سبحان اللہ ؎

خسف القمر بجمالہ عجز البشر بکمالہ
(اخبار الاخیار)

؎ دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اولیاء امت نے اپنے اشعار میں بھی حضور علیہ السلام کی نورانیت کا ذکر فرمایا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر

حضرت جامی نے کہا ۔

و صلی اللہ علی نور کز و شد نورہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک از عشق او شیدا

حضرت سعدی فرماتے ہیں ۔

ہمہ نور ہا پر تور نور اُو (بوستان)

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عربی اشعار بمعہ اردو ترجمہ پر یہ موضوع مکمل کرتے ہیں یہ اشعار آپ نے سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حضور علیہ السلام کی اجازت سے پڑھے۔ اور آپ نے دعا دی

و قال العباس: یا رسول اللہ انی أریدان أمدحک. فقال له:
قل لا یفضض اللہ فاک، فأنشا یقول:

من قبلها طبت فی الظلال وفی   مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر انت   ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین و قد   ألجم نسرا و أهله الغرق
وردت نار الخلیل مکتتما   تجول فیها و لست تحترق
تنقل من صلبه الی رحم   اذا مضی عالم بدأ طبق
حتی احتوی بیتک المهیمن من   خندق علیاء تحتها النطق
و انت لما وردت اشرقت الارض   و ضائت بنورک الأفق
فنحن فی ذاک الضیاء و فی النور   و سبل الرشاد تخترق

(الوفاء باحوال المصطفےٰ، ۱:۳۵)

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اپنے اپنے جسموں کو (جنت میں) پتوں سے ڈھانپ رہے تھے۔ اس وقت سے بہت پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسرت و شادمانی کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔

ان کے جنت سے زمین پر اتارے جانے کے بعد آپ بھی ان کے ہمراہ زمین پر

تشریف لے آئے جب کہ آپ ﷺ نہ تو قبل ازیں بشری صورت میں تھے اور نہ ہی گوشت اور علق کی حالت میں۔

(بشریت کے) ظہور کے بعد آپ احسن صورت میں محفوظ مقامات کے اندر ایک سوار کی طرح جلوہ فرما رہے۔ گھوڑے کو لگام لگا کر تیار رکھا ہوا تھا جس کی اگلی منزل پر پہنچتے اور پچھلی روپوش ہو جاتی۔

آپ ﷺ کا ہر مسکن (ہر قسم کی آلودگی اور خطرات سے) محفوظ تھا۔ جیسے خندقوں اور بلند چٹانوں سے گھرا ہوا ہو۔ لیکن آپ ان مقامات میں بھی اس کائنات کی زبان بنے رہے۔

آپ ﷺ مقدس اصلاب سے پاکیزہ ارحام کی جانب منتقل ہوتے رہے۔

جب ایک دور گزرتا تو دوسرا شروع ہو جاتا۔

جب آپؐ (سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں) بزم آرائے جہاں ہوئے تو تشریف آوری کے باعث زمین پُرنور ہو گئی اور فضا جگمگا اٹھی۔

ہم آپ کی ضیا پاشی اور نورانیت کے صدقے ہی تو راہ ہدایت پر گامزن ہیں۔

(سیرۃ الرسول۔ پروفیسر طاہر القادری ج ۲ ص ۲۱۷-۲۱۸)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مذکورہ حدیث کے الفاظ **انا من نور اللہ** پہ بعض احباب بہت شور مچاتے ہیں کہ دیکھو جی حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نور کا جز بنا دیا ہے اسی طرح درود تاج میں **نور من نور اللہ** پر بھی یہی اعتراض کیا جاتا ہے ایک بہت بڑے عالم صاحب کی میں نے تقریر سُنی تو وہ اپنے سامعین کو اس طرح بے وقوف بنا رہے تھے کہ دیکھو دس فٹ اگر دھاگہ ہو اور اس سے چھ انچ کاٹ لیا جائے تو باقی کتنا رہ گیا؟ انہوں نے جواباً کہا ساڑھے نو فٹ۔ تو فرمانے لگے کہ حضور کو **نور من نور اللہ** کہنے کا یہی تو مطلب ہے کہ جتنا حضور کا نور ہے اتنا اللہ کا نور کم ہو گیا اور حضور علیہ السلام اللہ کے نور کا جز بن گئے۔ ایسے نام نہاد، پڑھے لکھے جاہل کی خدمت میں غرض ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ نور کے اجزاء ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں اگر نور کے اجزاء ہو سکتے ہیں تو روح کے بھی ہو سکتے

ہیں دونوں کا تعلق مقولہ کیف سے ہے جب کہ روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و نفخت فیه من روحی کہ میں نے آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی۔ تو کیا یہاں بھی جزئیت ثابت کرو گے؟ کہ آدم علیہ السلام بھی اللہ کا جزو بن گئے۔ (نعوذ باللہ)۔

دوسری بات یہ ہے کہ بات نور کی ہو رہی ہے اور مثال دھاگے کی کیوں دی جا رہی ہے؟ کیا یہ مثال نہیں ہو سکتی کہ ایک چراغ جل رہا ہو اس سے لاکھوں چراغ جلالیں تو کیا پہلے چراغ کی روشنی میں کمی آئے گی؟ وہ لاکھوں چراغ کیا پہلے چراغ کا جُز ہو گئے؟ یا یوں کہا جائے گا کہ اس کے فیض سے ہیں؟ تو کیا یہاں نور من اللہ یا انا من نور اللہ کا معنی یہ نہیں ہو سکتا کہ حضور اللہ کے نور کے فیض سے ہیں۔ دیگر انبیاء صفاتی نور کے فیض سے ہیں ہمارے آقا ذاتی نور کے فیض سے ہیں اور پھر کیا اس طرح کے الفاظ احادیث کی کتب میں جا بجا نہیں ملتے؟ کیا وہاں بھی اس قسم کے سوال کرتے ہو یا صرف نور مصطفیٰ سے ہی چڑھ ہے؟ مثلاً دیکھئے

۱ — انا من اللہ والمومنون منی.

(اسرار المرفوعہ لعلی القاری۔ کشف الخفا للعجلونی۔ الدرر المنثرۃ فی احادیث المشتہرہ للسیوطی۔
تنزیہ الشریعہ لابن عراق۔ الفوائد المجموعہ للشوکانی)

۲ — انا من نور اللہ والمؤمنون منی۔ (تذکرۃ الموضوعات للفتنی)

۳ — انا من المؤمنین والمومنون منی۔ (احادیث القصاص لابن تیمیہ)

۴ — انا من حسین۔ (السلسلۃ الصحیحہ للالبانی)

۵ — حسین منی و انا من حسین۔ (مشکوۃ)

۶ — انا من عثمان و عثمان منی۔ (الجامع الکبیر۔ المخطوط الجزء الثانی)

۷ — انا منک و انت منی. انا منکم و انتم منی. انا منه وهو منی. انا منهم و هم منی۔

(مسند احمد۔ المعجم الکبیر للطبرانی۔ دلائل النبوۃ۔ الفوائد المجموعہ للشوکانی۔
لسان المیزان لابن حجر۔ میزان الاعتدال۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر)

چونکہ مذکورہ حدیث علماء اہل سنت محافل میلاد النبی میں اکثر بیان کرتے ہیں اور

منکرین میلاد اپنے ہر کام کو سنت اور عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعتی اور محفل میلاد کو بدعت کہہ کر اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں۔ جدید مصنوعات جن سے زیادہ استفادہ یہی حضرات کرتے ہیں یہ تو اس لیے بدعت نہیں کہ دین کا حصہ نہیں جب کہ جو کام دین سمجھ کر کیے جاتے ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ تو یہ کیوں بدعت کے زمرے میں نہیں آتے؟ اس سلسلہ میں ہمارے ایک دوست انجم سعید صاحب کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دیوبندی فرقہ کے شیخ الاسلام تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:-

"ایک اور بات عرض کروں جس کے بارے میں لوگ بکثرت پوچھا کرتے ہیں وہ یہ ہے جب ہر نئی بات گمراہی ہے تو یہ پنکھا بھی گمراہی ہے یہ ٹیوب لائٹ بھی گمراہی ہے یہ بس بھی، یہ موٹر بھی گمراہی ہے اس لئے یہ چیزیں تو حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں ان کے استعمال کو بدعت کیوں نہیں کہتے؟ خوب سمجھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے بدعت کو جو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے یہ وہ بدعت ہے جو دین کے اندر کوئی نئی بات نکال لی جائے، دین کا جز اور دین کا حصہ بنا لیا جائے کہ یہ بھی دین کا حصہ ہے"۔ (بدعت ایک سنگین گناہ ص ۲۶)

موصوف نے یہ تو کہہ دیا کہ دنیاوی کاموں میں بدعت نہیں اور نہ گمراہی ہے دینی کاموں میں بدعت گمراہی کہلائے گی لیکن قرآن پاک کی کسی آیت مبارکہ کا حوالہ نہیں دیا۔ حالانکہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدعت کو ناجائز اور حرام قرار دیا۔ اور نہ ہی کسی حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ دنیاوی کاموں میں بدعت جائز ہے اور دینی کاموں میں بدعت جائز نہیں۔ ابلیس کی تمام روحانی اولاد کو چیلنج ہے کہ کوئی قرآن پاک کی آیت یا کوئی ایک حدیث اگرچہ ضعیف ہی ہو دکھا دیں کہ کہاں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیاوی کاموں میں بدعت جائز ہے اور دینی کاموں میں بدعت جائز نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے با جماعت نماز تراویح کو اچھی بدعت کہا۔ اب ان وہابیوں دیوبندیوں سے پوچھیں کہ کیا نماز تراویح دین کا کام نہیں؟ کیا نماز تراویح باجماعت پڑھنا بے دینی ہے؟ اور تم باجماعت نماز تراویح پڑھ کر بے دین ہوئے یا نہیں؟

مخالفین اہل سنت جب بدعت کے خلاف بولتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اب لفظ "ہر" میں دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی بدعتیں آجاتی ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی شخص بضد

ہو کہ دینی کاموں میں کچھ ایسے کام بتاؤ جن کو لوگ دین کا کام سمجھ کر کرتے ہوں اور وہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی نہ ہوں تو ملاحظہ فرمائیں۔

۱- چھ کلمے: پہلا کلمہ طیب، دوسرا کلمہ شہادت، تیسرا کلمہ تمجید، چوتھا کلمہ توحید، پانچواں کلمہ استغفار، چھٹا کلمہ ردکفر یہ تمام کلمے، ان کے نام ان کی ترتیب بدعت، کہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں ثابت نہیں۔ تمام دیوبندی وہابی قرآن پاک کی کسی سورت سے یا احادیث مبارکہ کی کسی کتاب سے مذکورہ چھ کلمے، ان کے نام اور ان کی ترتیب نہیں دکھا سکتے لیکن پھر بھی دین کا کام سمجھ کر اپنے بچوں کو یاد کرواتے ہیں۔

۲- ایمان کی صفتیں: ایمان مفصل، ایمان مجمل یہ دونوں صفات، ان کے نام اور ان کی ترتیب بدعت، لیکن پھر بھی دین کا کام سمجھ کر یاد کی جاتی ہیں۔

۳- قرآن پاک کی موجودہ کتابی صورت، اس کے تیس پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا، اس کے رموز واوقاف، اس پر اعراب لگانا اور آیات کے نمبر لکھنا، سب بدعت۔

۴- احادیث مبارکہ کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی اقسام بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن ہے یہ ضعیف ہے پھر ان کے احکام مقرر کرنا، سب بدعت۔

۵- اصول حدیث اور اصول فقہ کے تمام قوانین بدعت۔

۶- فقہ اور علم کلام جن پر آج دین کا دارومدار ہے یہ بھی تمام بدعت۔

۷- نماز کی زبان سے نیت کرنا بدعت، موجودہ طرز کی مساجد بدعت، موجودہ طرز کی جائے نماز اور مصلوں پر نماز پڑھنا بدعت۔

۸- شریعت کے چار طرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بدعت۔

۹- طریقت کے چار سلسلے قادری، نقشبندی، سہروردی، چشتی بدعت۔

۱۰- روزہ کی زبان سے نیت کرنا بدعت۔

۱۱- بیس تراویح باجماعت پڑھنا بدعت۔

۱۲- کاروں، بسوں اور جہازوں کے ذریعے حج کو جانا بدعت، میدان عرفات میں انہی سواریوں پر آنا جانا بدعت، صفا و مروہ کے درمیان ائیر کنڈیشنڈ کورڈ ایریا میں سعی کرنا

بدعت۔

۱۳۔ ریال، ڈالر اور روپیہ وغیرہ میں زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرنا بدعت کہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں سونا، چاندی یا درہم و دینار میں زکوٰۃ ادا کی جاتی تھی۔

۱۴۔ تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، مجلس احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت، حزب التحریر، الدعوۃ والارشاد، جماعت اہل حدیث، سپاہ صحابہ، جمعیت علماء اسلام، جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ، لشکر جھنگوی سب جماعتیں بدعت۔

۱۵۔ رائے ونڈ کا اجتماع، جماعت اسلامی کا اجتماع، سیرۃ النبی کانفرنس، محمد رسول اللہ کانفرنس، سید البشر کانفرنس، ختم بخاری، دورہ حدیث، دورہ تفسیر سب بدعت۔

۱۶۔ چالیس روزہ، سہ روزہ پر بستر باندھ کر لوٹا مصلیٰ، چائے دانی، چولہا، اور نسوار کی ڈبیہ لے کر اہل خانہ کے حقوق کو پس پشت ڈال کر، گھر سے نکلنا بدعت۔

ان بدعات کے علاوہ اور بہت سی بدعات ہیں جو ان حضرات میں یوں سرایت کیے ہوئے ہیں جیسے کتے کے کاٹے کا اثر پورے بدن میں سرایت کیے ہوئے ہو۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے۔ دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی ان کو دکھائی دیتا ہے جب کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ بقول شاعر:-

ٹھہر فقیرا کالہیا پھولیں عیب کسے دے فیر
پہلوں اپنی منجی دے ہیٹھ ڈنگوری پھیر

گزشتہ صفحات میں جتنے اعمال کا ذکر کیا گیا ہے یہ حضرات انہیں دین کا کام اور دین کا حصہ سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ یہ کام حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھے پھر یہ خود بدعتی گمراہ اور جہنمی کیوں نہ ہوئے؟ فاعتبروا یاأولی الابصار۔ عبرت پکڑو اے نگاہ والو! پھر اگر کوئی ابلیس کا چیلہ آپ کے ذہن میں یہ وسوسہ ڈالے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارک میں کوئی ایسی مثال ہے کہ حضور ﷺ نے جو کام نہیں کیا، صحابہ کو معلوم بھی تھا کہ یہ کام حضور ﷺ نے نہیں کیا پھر بھی صحابہ کرام نے وہ کام کیا ہو تو بخاری شریف کی حدیث مبارکہ پیش کرتا ہوں کیوں کہ کچھ لوگوں کو معلوم نہیں کیا مسئلہ درپیش ہے کہتے ہیں کہ بخاری سے دکھاؤ۔

احادیث در بیان بدعت

حدیث ۱

عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعة اوله اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد النبی ﷺ و ابی بکر و عمر فلما کان عثمان و کثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء قال ابو عبد اللہ الزوراء موضع بالسوق بالمدینة.

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب الجمعہ باب ۵۷۵ الاذان یوم الجمعۃ جمعہ کے روز اذان ص ۴۰۹)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے عہد میں پہلی اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ جب حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے میں لوگ بڑھ گئے تو زوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا گیا۔ امام ابوعبداللہ (محمد بن اسمٰعیل بخاری) نے فرمایا مدینہ منورہ کے بازار میں زوراء ایک جگہ کا نام ہے۔

شرح

خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے یہ اذان اول ہے اس کے بعد اقامت کہی جاتی ہے یہ اذان ثانی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اذان پڑھی یہ اذان ثالث ہے۔ اذان عثمانی باعتبار وجود کے اول ہے یعنی آج کل جو جمعہ کی اذان ہوتی ہے یہ پہلی ہے اور خطبہ کی اذان دوسری ہے (اور اقامت تیسری) لیکن اذان عثمانی باعتبار اپنی مشروعیت کے تیسری ہے۔ (فیوض الباری شرح صحیح بخاری جلد دوم پارہ چہارم ص ۶۱)

حدیث ۲

ان السائب بن یزید اخبره ان التاذین الثانی یوم الجمعة امر به عثمان حین کثر اهل المسجد و کان التاذین یوم

الجمعة حين يجلس الامام۔

(بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب الجمعہ باب ۵۷۸ الجلوس علی المنبر عند التاذین۔ اذان کے وقت منبر پر بیٹھنا۔ ص ۴۱۰)

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز دوسری اذان کہنے کا حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا جب کہ مسجد میں آنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ورنہ جمعہ کے روز صرف اسی وقت اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔

حدیث نمبر ا کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے زمانہ مبارکہ میں جمعہ کی ایک ہی اذان (جو کہ خطبہ کے وقت دی جاتی ہے) ہوتی تھی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ مبارکہ میں جب لوگ متفرق مقامات پر آباد ہو گئے تو آپ نے ایک اور اذان کا اضافہ فرما دیا اور اس اضافہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ کی موافقت کی اور اس پر اجماع ہو گیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:-

امر عثمان يوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به على الزورآء فثبت الامر على ذلك۔ (بخاری شریف مترجم جلد اول کتاب الجمعہ باب ۵۷۹ التاذين عند الخطبة۔ خطبہ کے وقت اذان کہنا۔ ص ۴۱۰)

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے جمعہ کے روز تیسری اذان کہنے کا حکم فرمایا پس وہ زوراء کے مقام پر کہی جاتی اور یہی ہمیشہ کے لئے معمول قرار پا گیا۔

حدیث ۳

ان زيد بن ثابت رضى الله عنه قال ارسل الى ابو بكر مقتل اهل اليمامة فاذا عمر ابن الخطاب عنده قال ابو بكر رضى الله عنه ان عمر اتانى فقال ان القتل قد استحر يوم اليمامة بقرآء القران و انى اخشى ان يستحر القتل بالقرآء بالمواطن فيذهب كثير من القران و انى ارى ان

تامر بجمع القران قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول الله ﷺ قال عمر هذا و الله خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح الله صدری لذالک و رایت فی ذلک الذی رای عمر قال زید قال ابو بکر انک رجل شآبّ عاقل لا نتهمک و قد کنت تکتب الوحی لرسول الله ﷺ فتتبّع القران فاجمعه فو الله لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی به من جمع القران قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول الله ﷺ قال هو و الله خیر فلم یزل ابو بکر یراجعنی حتی شرح الله صدری للذی شرح له صدرابی بکر و عمر رضی الله عنهما.

(بخاری شریف مترجم جلد دوم کتاب التفسیر باب ۹۷۵ جمع القران قرآن مجید کا جمع کرنا۔ ۹۸۸)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے بلایا جب کہ یمامہ والوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور اس وقت حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی ان کے پاس تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن پاک کے کتنے ہی قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ قاریوں کے مختلف مقامات پر شہید ہو جانے کے باعث قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے کا حکم فرمائیں۔ میں نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! یہ کام پھر بھی اچھا ہے اگرچہ حضور علیہ السلام نے نہیں کیا۔ پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اس بارے میں برابر مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں بھی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ متفق ہو گیا۔ حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ تم نوجوان آدمی اور صاحب عقل ہو اور تمہاری قرآن فہمی پر کسی کو کلام بھی نہیں

اور تم رسول اللہ ﷺ کو وحی بھی لکھ کر دیا کرتے تھے پس سعی بلیغ کے ساتھ قرآن کریم کو جمع کر دو۔ پس اللہ کی قسم! اگر مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو اسے اس سے بھاری نہ سمجھتا جو مجھے حکم دیا گیا کہ قرآن مجید کو جمع کروں میں عرض گزار ہوا کہ آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ کام پھر بھی اچھا ہے اگرچہ حضور علیہ السلام نے نہیں کیا۔ پس میں برابر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بحث کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اسی طرح کشادہ فرما دیا جس طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔

آپ حضرات نے غور فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جو کام اچھا ہو اگرچہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ ہو، اگرچہ وہ کام حضور ﷺ نے نہ کیا ہو پس وہ کام کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص واقعی حق بات سمجھنا چاہتا ہو تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ قل، تیجہ (سوئم)، ساتہ، چہلم، عرس، برسی، چھٹی، گیارھویں، رجب کے کونڈے، محرم کا کھچڑا وغیرہ ایصال ثواب ہی کے مختلف نام ہیں اور ایصال ثواب ازروئے قرآن وحدیث واجماع واثر جائز ہے اگرچہ ان ناموں سے حضور ﷺ نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا پھر بھی اللہ کی قسم یہ کام اچھے ہیں۔ دیگر اچھے کاموں کو بھی اسی طرح قیاس کریں۔ اور یہ بات بھی یاد رکھئے کہ جب ثابت ہوا کہ فلاں عمل نیکی ہے پھر اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ فلاں نے فلاں وقت یہ نیکی کی تھی یا نہیں؟ جیسا کہ جب درود پاک پڑھنا نیکی ثابت ہے تو اب اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان سے پہلے درود وسلام پڑھا تھا یا نہیں۔ نیکی ہر وقت کی جا سکتی ہے سوائے ان اوقات میں جن سے شریعت مطہرہ نے منع کیا۔ جیسا کہ ستر کھلا ہو، رفع حاجت کے لئے بیٹھا ہو یا نہا رہا ہو تو ایسی صورتوں میں ذکر کرنا منع ہے لیکن جب اذان پڑھنے لگے تو اب شریعت میں درود پاک پڑھنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ جو لوگ ایسے خیر کے کاموں سے روکتے ہیں وہ دین کی خدمت نہیں کر رہے بلکہ لوگوں میں فساد وفتنہ کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور منافقوں کے درمیان ایک خاص فرق واضح فرمایا۔

اس مقام پہ مناسب ہوگا کہ بدعت کی حقیقت واقسام اور اس کے بارے ایک مختصر سی

تحقیق قارئین کرام کی خدمت میں پیش کردی جائے تاکہ تشنگی باقی نہ رہ جائے۔

بدعت کا لغوی معنیٰ

۱- لغت میں نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں۔ (محققانہ فیصلہ مصنفہ مفتی جلال الدین احمد امجدی ص ۵)

۲- بدعت:- نیا دستور، نیا رسم ورواج، دین میں نئی بات یا نئی رسم نکالنا۔ (فیروز اللغات ص ۱۸۸)

۳- بدعت:- **قال النووی البدعۃ کل شیء عمل علی غیر مثال سبق۔** (مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ) امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہر وہ شے جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو، اس کو بدعت کہتے ہیں۔

بدعت کی تعریف

۱- اصطلاح شرع میں ہر اس چیز (عمل ہو یا عقیدہ یا کوئی اور شے) کو بدعت کہتے ہیں جو حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھی۔ (محققانہ فیصلہ اور دیگر کتب)

۲- **و فی الشرع احداث مالم یکن فی عہد رسول اللہ ﷺ۔** (مرقاۃ شرح مشکوۃ) اور شرع میں بدعت یہ ہے کہ کسی ایسی شے کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھی۔

بدعت کی اقسام

بدعت کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔ اچھی بدعت اور بری بدعت۔

۱- اچھی بدعت:- اسے بدعت حسنہ بھی کہتے ہیں اور بدعت محمودہ بھی۔

۲- بری بدعت:- اسے بدعت سیئہ بھی کہتے ہیں، بدعت مذمومہ بھی اور بدعت ضلالہ بھی۔

چنانچہ دونوں اقسام کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی ملتا ہے اور دیگر مستند کتب میں بھی۔

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

فقال رسول الله ﷺ من سن فی الاسلام سنة حسنة فله، اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیء و من سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شیء۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول کتاب العلم ص ۶۲)

پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے گا تو اس کو (اسے رائج کرنے کا) ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جو اسلام میں کسی برے طریقے کو رائج کرے گا تو اس شخص پر (اس کے رائج کرنے کا) گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

قال العلماء هذه احادیث من قواعد الاسلام و هو ان کل من ابتدع شیئا من الشر کان علیه مثل وزر من اقتدی به فی ذلک و کل من ابتدع شیئا من الخیر کان له مثل اجر کل من یعمل الی یوم القیامة۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۰)

علماء نے فرمایا یہ احادیث اسلام کے قوانین میں سے ہیں۔ جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے گا اس پر اس کام میں پیروی کرنے والوں کا سارا گناہ ہے اور جو شخص کہ اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضها الله ورسوله کان علیه من

الاثم مثل اثام من عمل بها لاينقص ذلک من اوازهم شيئا.

(رواه الترمذی و ابن ماجة۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول باب الاعتصام ص ۵۴)

جو گمراہی کی بدعت ایجاد کرے جس سے اللہ (عزوجل) اور رسول (ﷺ) راضی نہیں اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مذکورہ حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے لفظ بدعت ضلالہ فرما کر بدعت حسنہ کو مستثنیٰ فرما دیا۔ اب دیکھئے کہ مفسرین، محدثین اور فقہاء کرام نے اچھی اور بری بدعت کی کیا تعریف فرمائی۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ما احدث و خالف كتابا او سنتا او اجماعا او اثرا فهو البدعة المذمومة و ما احدث من الخير و لم يخالف من ذلک فهو البدعة المحمودة.

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲۹ ص ۶۴۹)

ایسی نئی بات جو قرآن و سنت اور اجماع و اثر کے خلاف ہو پس وہ بری بدعت ہے اور جو اچھی بات اگرچہ نئی ہو ان چیزوں کے خلاف نہ ہو وہ اچھی بدعت ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:۔

آنچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شد برآں، آں را بدعت حسنہ گویند۔ و آنچہ مخالف آں باشد بدعت ضلالۃ گویند۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۵)

جو (نئی بات) کہ (حضور ﷺ کی) سنت کے اصول و قواعد کے مطابق ہو اور اس پر قیاس کی گئی ہو اسے بدعت حسنہ (اچھی بدعت) کہتے ہیں اور جو بدعت کہ (حضور ﷺ کی) سنت کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالۃ (گمراہ کرنے والی بری بدعت) کہتے ہیں۔

حضرات محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ اب یہ بھی جان لیں کہ دو اقسام اچھی بدعت کی ہیں اور دو بری بدعت کی۔

اچھی بدعت کی اقسام

۱- بدعت واجبہ۔ ۲- بدعت مستحبہ۔

۱- بدعت واجبہ

وہ نئی چیز جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو مثلاً قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے صرف ونحو کا علم سیکھنا اور گمراہ فرقوں کے رد میں دلائل قائم کرنا، اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا وغیرہ۔

۲- بدعت مستحبہ

وہ نئی چیز جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان ثواب کا کام جانتے ہوں۔ اس کا کرنے والا ثواب پائے اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں۔ مثلاً مدرسے، ہسپتال، ڈسپنسری وغیرہ تعمیر کرنا، لوگوں کو پانی پلانے کے لئے کولر یا سبیل وغیرہ لگانا۔

بری بدعت کی اقسام

۱- بدعت محرمہ۔ ۲- بدعت مکروہہ

۱- بدعت محرمہ

وہ نئی چیز جس سے دین کو نقصان پہنچے جیسا کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے نئے عقائد کے مذاہب ہیں احادیث مبارکہ میں جن بدعتوں کی برائی بیان کی گئی ہے وہ یہی بدعت ہے۔ اور حضور ﷺ کا فرمان "کل بدعة ضلالة" کہ ہر بدعت گمراہی ہے اسی قسم کی بدعتوں کے متعلق ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۷۹، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۲۵) اور ایسے عقائد رکھنے والے کو ہی بدعتی کہا گیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

المبتدع من اعتقد شیئا مما یخالف اهل السنة۔ (فتح الباری شرح بخاری جز ثالث ص ۲۸۸)

بدعتی اسے کہتے ہیں جس کا کوئی عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہو۔

بدعتی کے متعلق وعید بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ رب العزۃ نے ارشاد فرمایا:۔

یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۶)

جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

تبیض وجوہ اھل السنۃ والجماعۃ و تسود وجوہ اھل البدع و الضلالۃ۔ (تفسیر درمنثور جلد۲ ص ۶۳ تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۳۹۰۔ تفسیر فتح القدیر (قاضی شوکانی غیر مقلد وہابی) جلد اول ص ۳۷۱)

روشن چہرے اہل سنت و جماعت کے ہوں گے اور کالے منہ بدعتیوں اور گمراہوں کے ہوں گے۔

موجودہ دور کی یہ حالت ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ مخالفین اہل سنت خود بدعتی ہیں اور فتوے بدعت کے اہل سنت پر لگاتے ہیں۔ **لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔**

۲- بدعت مکروہہ

وہ نئی چیز جس سے کوئی سنت چھوٹ جائے۔ جیسے جمعہ و عیدین کا خطبہ غیر عربی میں پڑھنا اور جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر دینا۔ اچھی اور بری بدعت کی اقسام کے درمیان ایک قسم ہے بدعت مباحہ۔

بدعت مباحہ

وہ نئی چیز جس کے کرنے یا نہ کرنے پر ثواب و عذاب نہ ہو جیسے کھانے میں کشادگی اختیار کرنا یعنی اچھی قسم کے کھانے کھانا، ہوائی جہاز، ریل گاڑی، بس، ویگن، رکشا، موٹر سائیکل، سائیکل وغیرہ پر سفر کرنا۔ بدعت کی مذکورہ اقسام کا ذکر مستند کتب کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

قال الشیخ عز الدین بن عبدالسلام فی اخر کتاب القواعد البدعۃ اما واجبۃ کتعلم النحو لفہم کلام اللہ و رسولہ و

كتدوين اصول الفقه والكلام فى الجرح والتعديل و اما محرمة كمذهب الجبرية والقدرية والمرجئة والمجسمه والرد على هوء لاء من البدع الواجبة لان حفظ الشريعة من هذه البدع فرض كفاية و اما مندوبة كاحداث الربط والمدارس و كل احسان لم يعهد فى الصدر الاول و كا التراويح اى بالجماعة العامة والكلام فى دقائق الصوفية و اما مكروهة كز خرفة المساجد و تزويق المصاحف يعنى عند الشافعية و اما عند الحنفية فمباح و اما مباحة كالمصافحة عقب الصبح والعصر والتوسع فى لذائذ لما كل والمشارب والمساكن و توسيع الاكمام۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص۱۷۹)

حضرت شیخ عزیز الدین بن عبد السلام نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا کہ بدعت یا تو واجب ہے جیسے اللہ (عزوجل) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا اور جیسے اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا۔ اور بدعت یا حرام ہے جیسے جبریہ، قدریہ، مرجیہ اور مجسمہ کا مذہب اور ان مذاہب کا رد کرنا بدعت واجبہ ہے اس لئے کہ ان کے عقائد باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرض کفایہ ہے۔ اور بدعت یا مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کی تعمیر کرنا۔ اور ہر وہ نیک کام جس کا رواج اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھا۔ اور جماعت کے ساتھ تراویح اور صوفیاء کرام کے باریک ودقیق مسائل میں گفتگو کرنا۔ اور بدعت یا مکروہ ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک مساجد کے نقش ونگار اور قرآن مجید کی تزئین اور حنفیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز۔ اور بدعت یا مباح ہے جیسے صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔ اور لذیذ کھانے پینے اور رہنے کی جگہوں میں کشادگی اختیار کرنا۔ اور کرتے کی آستینوں کو لمبا رکھنا۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

بعض بدعتہا ست کہ واجب ست چنانچہ تعلیم تعلم صرف ونحو کہ بداں معرفت آیات و احادیث حاصل گردد وحفظ غرآئب کتاب وسنت ودیگر چیز ہائیکہ حفظ دین وملت برآں موقوف بود وبعض مستحسن مستحب مثل بنائے رباطہا ومدرسہا وبعض مکروہ مانند نقش ونگار کردن مساجد ومصاحف بقول بعض وبعض مباح مثل فراخی در طعام ہائے ولباس ہائے فاخرہ بشرطیکہ حلال باشند وباعث طغیان وتکبر ومفاخرت نہ شوند ومباحات دیگر کہ درزماں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبودند چناں کہ غربال و مانند آں وبعض حرام چناں کہ مذہب اہل بدع واہوا بر خلاف سنت و جماعت وآنچہ خلفاء راشدین کردہ باشند اگر چہ باں معنیٰ کہ درزماں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبودہ بدعت ست ولیکن بدعت حسنہ خواہد بود بلکہ در حقیقت سنت ست۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۵)۔

بعض بدعتیں واجب ہیں جیسا کہ علم صرف ونحو کا سکھانا کیوں کہ اس سے آیات و احادیث کریمہ کے مفہوم ومطالب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور قرآن وسنت کے غرائب کا محفوظ کرنا اور دوسری چیزیں کہ دین وملت کی حفاظت ان پر موقوف ہے۔ اور بعض بدعتیں مستحسن و مستحب ہیں جیسے سرائے اور مدرسوں کی تعمیر۔ اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں جیسا کہ بعض کے قول پر مساجد کے نقش ونگار اور قرآن مجید کی تزئین۔ اور بعض بدعتیں مباح ہیں جیسا عمدہ کپڑوں اور کھانوں میں کشادگی اختیار کرنا بشرطیکہ حلال ہوں تکبر وفخر کا باعث نہ ہوں۔ اور دوسری مباح چیزیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارک میں نہ تھیں جیسے چھلنی وغیرہ۔ اور بعض بدعتیں حرام ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے عقیدے والوں اور نفسانی خواہشات والوں کے مذاہب۔ اور جو بات خلفاء راشدین نے کی ہے اگر چہ اس طرح کی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نہ تھی بدعت ہے، لیکن بدعت حسنہ کی اقسام میں سے بلکہ حقیقت میں سنت ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمختار میں نقل فرماتے ہیں:۔

قد تکون (البدعة) واجبة کنصب الادلة للرد علی اهل الفرق الضالة و تعلیم النحو لفهم الکتاب و السنة و مندوبة کاحداث نحو رباط و مدرسة و کل احسان لم یکن فی الصدر الاول و مکروهة کزخرفة المساجد و مباحة کالتوسع بلذیذ الماکل و المشارب و الثیاب کما

فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تهذیب النووی و مثله فی الطریقة المحمدیة للبر کلی۔ (ردالمختار جلد اول ص ۳۷۶)

بدعت کبھی واجبہ ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کے رد میں دلائل قائم کرنا۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے علم نحو کا سیکھنا۔ اور بدعت کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے مدرسوں اور مسافر خانوں کو تعمیر کرنا اور ہر وہ نیک کام جو اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھا۔ اور بدعت کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے (بعض کے نزدیک) مسجد کو آراستہ کرنا۔ اور بدعت کبھی مباح ہوتی ہے جیسا کہ لذیذ کھانے پینے اور کپڑے میں کشادگی اختیار کرنا۔ جیسا کہ مناوی کی شرح ''جامع صغیر'' میں تہذیب النووی سے منقول ہے اور اسی کی مثل برکلی کی کتاب ''طریقہ محمدیہ'' میں ہے۔

گزشتہ حوالہ جات سے بدعت کی اقسام روز روشن کی طرح واضح ہوئیں۔ پھر بھی اگر کوئی شخص تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھے تو سمجھ لیجئے کہ ایسے شخص کی کھوپڑی میں دماغ نہیں بلکہ بھس بھرا ہوا ہے۔ کچھ لوگ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کو ہوا دیتے ہوئے یوں فتویٰ دیتے ہیں کہ کوئی بدعت اچھی نہیں ہوتی۔ مسلمانو! للہ انصاف، کیا ہمارے لئے صحابی کا قول قابل حجت ہے یا وہابی کا؟ یقیناً اگر آپ کے سینے میں ایمان کی چھوٹی سی چنگاری بھی ہوگی تو آپ یہی جواب دیں گے کہ عام لوگوں کے مقابلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارے لئے دلیل و حجت ہیں۔ چنانچہ اچھی بدعت کے متعلق بخاری شریف کی حدیث مبارکہ پیش کی جاتی ہے۔

عن عبد الرحمن بن عبدالقاری انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد فاذالناس او زاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه و یصلی الرجل فیصلی بصلوته الرهط فقال عمر انی اری لو جمعت هوء لآء علی قاریء واحد لکان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی ابن کعب ثم خرجت معه لیلة اخری و الناس یصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه ۔ (بخاری شریف مترجم جلد اول

کتاب الصیام باب ۱۲۵۲ فضل من قام رمضان ۔ رمضان میں قیام کی فضیلت۔ ص ۷۵۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہے۔ پس حضرت ابی بن کعب کے پیچھے سب کو جمع کر دیا گیا۔ میں ایک دوسری رات ان کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے۔

حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی، خلیفہ راشد جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا (ابوداؤد، مشکوٰۃ) وہ باجماعت نماز تراویح کے بارے میں فرمائیں کہ یہ اچھی بدعت ہے اور بدمذہب کہیں کہ کوئی بدعت اچھی نہیں پھر اپنی اپنی مساجد میں نماز تراویح باجماعت بھی پڑھیں تو ان سے بڑھ کر اور بدعتی بھلا کون ہوگا سچ فرمایا علماء کرام نے **ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون** وہابیوں کی قوم کو عقل نہیں ہوتی۔

پھر کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ ہم کیوں کریں ایسا عمل بدعت کہلائے گا، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ اس سوال کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ تحقیقی جواب تو آپ نے ملاحظہ فرمالیا ایک الزامی جواب بھی سنتے جایئے:-

کیا حضور ﷺ نے سائیکل، موٹر سائیکل، رکشا، کار، بس، ویگن، ریل گاڑی، بحری جہاز، ہوائی جہاز وغیرہ پر سواری فرمائی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کوٹھیوں، بنگلوں اور پختہ مکانات میں رہائش اختیار فرمائی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے اپنے گھر میں فریج، ایئر کنڈیشنر، روم کولر، واٹر کولر، استری، ٹیوب لائٹ، بلب، پنکھے، واشنگ مشین، وغیرہ استعمال فرمائے تھے؟ کیا حضور ﷺ نے اسلامیات، عربی، فارسی، پنجابی، انگلش، ریاضی، نفسیات، صحافت، زوالوجی، باٹنی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی وغیرہ میں ماسٹر ڈگری حاصل کی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کسی مدرسہ،

سکول، کالج، یونیورسٹی اور ٹریننگ سنٹر وغیرہ میں تعلیم حاصل کی تھی؟ کیا حضور ﷺ نے کسی سرکاری، نیم سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں کام کیا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا ہمارا تمہارا ان کاموں کو کرنا بدعت اور گناہ ہوگا یا جواز کے زمرے میں آئے گا۔ (ماخوذ از بدعت کیا ہے، انجم سعید)

قیام تعظیمی (کسی کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہونا)

چونکہ قیام تعظیمی پر بھی مخالفین اہل سنت شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اس لیے ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر بھی تھوڑی سی بحث ہو جائے۔

عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ ان اناسا نزلوا علی حکم سعد ابن معاذ فارسل الیہ فجآء علی حمار فلما بلغ قریبا من المسجد قال النبی ﷺ قوموا الی خیر کم او سید کم۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم باب ۲۴۶ مناقب سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ ص ۴۲۹-۴۳۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر (بنی قریضہ کے یہودی) قلعہ سے باہر نکل آئے پھر انہیں (حضرت سعد بن معاذ کو) بلایا گیا تو آپ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے بہترین آدمی (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا اپنے سردار کے لئے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے:-

قال رسول اللہ ﷺ قوموآ الی سید کم۔ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب حکم الاسراء، قیدیوں کا حکم، ص ۳۵۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے سردار (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

مشکوٰۃ شریف ہی میں ہے:-

قال رسول اللہ ﷺ للانصار قوموا الی سید کم۔ (امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب القیام کھڑے ہونے کا باب ص ۵۰۸)

رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا اپنے سردار (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

- ابوداؤد شریف میں ہے:-

فقال النبی ﷺ قوموا الی سیدکم او الی خیر کم۔

(ابوداؤد شریف مترجم جلد سوم باب ۵۷۲ تعظیماً کھڑے ہونے کا بیان ص ۶۳۸)

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے سردار یا اپنے بہترین فرد کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اس حدیث پر حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا علمی نکتہ یاد آیا جو دورۂ حدیث شریف کے دوران استاد محترم حضرت مفتی عبدالقیوم خان مدظلہ نے بیان فرمایا اور اس عاجز نے نہایت مفید پا کر اس حدیث کے تحت حاشیہ پہ ہی نوٹ کر لیا۔ اور وہ نکتہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں قیام تعظیمی ہی مراد ہے۔

نمبر۱ جن لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت سعد چونکہ بیمار تھے لہٰذا حضور علیہ السلام نے ان کی بیماری کے پیش نظر کھڑے ہونے کا اور ان کو اٹھ کر سنبھالنے کا حکم دیا اگر ایسی بات ہوتی تو **قوموا** جمع کا صیغہ بولنے کی ضرورت نہ تھی ایک بندے کو یا پھر زیادہ سے زیادہ دو کو حکم دے دیا جاتا سب کو کھڑا ہونے کا حکم صرف تعظیم کی بنا پر دیا گیا۔

نمبر۲ یہ کہ اگر بیماری کے باعث قیام کا حکم ہوتا تو **سیدکم** کی بجائے **مریضکم** زیادہ مناسب تھا۔

نمبر۳ منطق کا مسلمہ قانون ہے کہ جب موضوع اور محمول دونوں مشتق ہوں، قضیہ خواہ کوئی بھی ہو تو محمول کا مادۂ اشتقاق، موضوع کے مادۂ اشتقاق کے لئے سبب بنتا ہے۔ یہاں **قوموا** (موضوع) بھی مشتق ہے قیام سے اور **سیدکم** (محمول) بھی مشتق ہے

سیادت سے تو قیام کا باعث سیادت ہوا نہ کہ مرض۔ جیسا کہ **کل کاتب متحرک الاصابع ما دام کاتبا۔** کہ ہر لکھنے والا جب تک لکھتا رہتا ہے اس کی انگلیاں حرکت کرتی رہتی ہیں اس میں تحرک اصابع کا سبب کتابت ہے نہ کہ کوئی اور۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ تقریر اپنے استاد محترم کے سامنے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں فرمائی اور یاد رہے کہ طلباء کا تعلق اس فرقے سے تھا کہ جس فرقے کے لوگ قیام تعظیمی کو شرک کہتے ہیں اگرچہ ان سب کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ میں محفل میلاد میں خود قیام کرتا ہوں اور لذت پاتا ہوں۔

و عن عائشة قالت ما رايت احدا كان اشبه سمتا و هديا و دلا و فی رواية حديثا و كلاما برسول الله ﷺ من فاطمة كانت اذا دخلت عليه قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها فی مجلسه و كان اذا دخل عليها قامت اليه فاخذت بيده فقبلته واجلسته فی مجلسها۔ (رواہ ابوداؤد)۔
(مشکوۃ شریف مترجم جلد دوم باب المصافحۃ والمعانقۃ۔ مصافحہ کرنے اور گلے لگنے کا باب۔ ص ۵۰۷)

روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے ہیئت، عادت اور صورت میں۔ ایک روایت میں ہے بات و گفتگو میں پورا مشابہ ہو سوائے فاطمہ کے آپ جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے چومتے اور اپنی مجلس میں بٹھاتے اور جب حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں اسے بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھالیتیں۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

گزشتہ چاروں احادیث سے پیارے آقا ﷺ کا قول اور فعل ثابت ہوا کہ آپ نے تعظیماً کھڑے ہونے کا حکم بھی دیا اور خود بھی کھڑے ہوئے۔ اس کے باوجود جن لوگوں کو بڑا شوق

ہے کہ امت مسلمہ کو مشرک کہا جائے وہ قیام تعظیمی کرنے والے پر بھی شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور بطور اعتراض یہ حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں:۔

اعتراض

عن ابی امامة قال خرج رسول الله ﷺ متكئا علی عصا فقمنا فقال لا تقوموا كما يقوم الاعاجم يعظم بعضها بعضا۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ شریف مترجم جلد دوم باب القیاس ص ۵۰۹)

روایت ہے حضرت ابواُمامہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لاٹھی پر ٹیک لگائے تشریف لائے ہم کھڑے ہوگئے فرمایا ایسے کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کو کھڑے ہوتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ تعظیماً کھڑے ہونا منع ہے۔

جواب

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ عجمی تعظیماً کس طرح کھڑے ہوتے ہیں۔

تاریخ پاک و ہند میں ہے کہ غیاث الدین بلبن کے دربار کا یہ عالم تھا کہ اس کے دربار میں کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ بادشاہ خود تو بیٹھا رہتا اور تمام درباری حتیٰ کہ وزراء امراء اور دوسرے ممالک کے سفیر اور شہزادے بھی کھڑے رہتے۔ ان کو بھی بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ جب تک دربار لگا رہتا بادشاہ کے سوا تمام لوگ اس کی تعظیم کو باادب کھڑے رہتے۔

پس ایسی تعظیم سے پیارے آقا ﷺ نے منع فرمایا۔ اب قیام سے ممانعت والی حدیث مبارکہ کی شرح حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

عن معوية قال قال رسول الله ﷺ من سره ان يتمثل له الرجال قياما فليتبوا مقعده من النار ۔ (رواہ ترمذی وابوداؤد مشکوٰۃ شریف مترجم جلد سوم باب القیام ص ۵۰۹)

روایت ہے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے سر وقد کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

از یں جا معلوم شود کہ مکروہ منھی عنہ دوست داشتن بر پا ایستادن مردم بخدمت بطریق تعظیم وتکبر وآنچہ بریں وجہ نبود مکروہ نباشد۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد۴ص ۲۹)

اس (حدیث شریف) سے معلوم ہوا کہ تعظیم وتکبر کے طریقے پر خدمت میں لوگوں کے کھڑے ہونے کو چاہنا مکروہ ومنع ہے اور جو اس طریقے پر نہ ہو وہ مکروہ نہیں۔

اب دیکھئے کہ اکابر امت یعنی صحابہ کرام تابعین محدثین ومفسرین اور فقہا کرام کے نزدیک کون سا قیام منع ہے اور کون سا قیام جائز ہے۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک جب مدینہ منورہ میں پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ تمام صحابہ کرام انتقال فرما چکے ہیں۔ کہا کہ تابعین میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اندر جا کر جوتا اتارا اور کہا السلام علیکم یا ہشام! ہشام سخت غضب ناک ہوا اور انہیں قتل کر ڈالنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ جگہ حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ شخص اکابر علماء میں سے ہے۔ اس ارادے سے باز آ۔ اس نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اے طاؤس! تم نے یہ کیا دلیری اور گستاخی کی؟ فرمایا میں نے کیا کیا؟ یہ سن کر ہشام اور بھی برافروختہ ہوا اور کہنے لگا تم نے چار بے ادبیاں کی ہیں۔

۱۔ جوتا لب فرش اتارا۔ (ہشام کے نزدیک یہ امر معیوب تھا۔ بلکہ اس کے سامنے موزہ اور جوتا پہنے ہوئے بیٹھنا چاہیئے تھا)۔

۲۔ مجھے امیر المومنین نہ کہا۔

۳۔ میرا نام لے کر پکارا۔ میری کنیت نہ کہی (اس بات کو بھی عرب معیوب سمجھتے ہیں)۔

۴۔ میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئے۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے چار باتوں کا یہ جواب دیا۔

۱۔ تیرے سامنے جوتا اتارنے کا سبب یہ ہے کہ میں ہر روز پانچ مرتبہ اس رب العزۃ کے

سامنے جو سب کا مالک اور احکم الحاکمین ہے، جوتا اتار کر ہی جاتا ہوں اور اس حرکت سے وہ کبھی مجھ سے خفا نہیں ہوتا۔

۲- تجھے امیر المومنین اس لئے نہیں کہا کہ تیری امارت پر سب لوگ راضی نہیں اسی لئے قول الزور سے محترز رہا۔

۳- تجھے نام لے کر پکارا اور کنیت سے نہیں پکارا اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام لے کر پکارا ہے۔ یا داؤد، یا یحییٰ، یا عیسیٰ وغیرہ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے پکارا ہے جیسے **تبت یدآ ابی لهب**۔

۴- تیرے سامنے جو بغیر اجازت کے بیٹھ گیا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی دوزخی کو دیکھنا چاہے تو اسے کہہ دو کہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود تو بیٹھا ہو اور بندگان خدا اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں۔ ہشام کو یہ باتیں بے حد پسند آئیں۔ کہا مجھے نصیحت کیجئے۔ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں پہاڑ کے برابر سانپ اور اونٹ کے برابر بچھو ہیں وہ سب ایسے امیر کی راہ دیکھا کرتے ہیں جو رعایا پر عدل نہ کرے۔ یہ فرمایا اور چلے گئے۔ (سچی حکایات حصہ سوم ص ۲۲۷ بحوالہ مغنی الواعظین ص ۳۱۷)

امام یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے **قوموآ الی سید کم** کی شرح میں تحریر فرمایا:-

> **فیه اکرام اهل الفضل و تلقیهم بالقیام لهم اذا قبلوا هکذا احتج به جما هیر العلماء لاستحباب القیام قال القاضی و لیس هذا من القیام المنهی عنه و انما ذاک فیمن یقومون علیه و هو جالس و یمثلون قیاما طول جلوسه قلت القیام للقادم من اهل الفضل مستحب و قد جاء فیه احادیث و لم یصح فی النهی عنه شیء صریح۔** (نووی شرح مسلم جلد دوم ص ۹۵)

اس حدیث شریف سے بزرگوں کی تعظیم اور ان کے آنے پر کھڑے ہو کر ان سے

ملنا ثابت ہے اور قیام تعظیمی کے مستحب ہونے پر جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ قیام، ممنوع قیاموں میں سے نہیں ہے۔ منع اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کے پاس لوگ کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں (امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بزرگوں کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس کے بارے میں احادیث ہیں لیکن ممانعت میں صراحتاً کوئی حدیث نہیں آئی۔

قیام مکروہ بعینہ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام ست از کسیکہ قیام کردہ شدہ است برائے وے۔ واگر وے محبت قیام نہ دارد قیام برائے وے مکروہ نبود۔ قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی عنہ در حق کسے ست کہ نشستہ باشد وایستادہ باشند پیش وے مردم تا نشستن وے۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۲۸)

کھڑا ہونا مکروہ نہیں بلکہ کھڑا ہونے کو چاہنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہونے کو نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کھڑا ہونا اس شخص کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔

یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم۔ درمختار

آنے والے کی تعظیم کو کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہونا جائز ہے۔

قیام قارئ القران لمن یجیء تعظیما لا یکرہ اذا کان ممن یستحق التعظیم۔ (ردالمختار)

قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں جب کہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔

حاصل کلام یہ کہ پہلے دو درجے تعظیم کے (سجدہ اور رکوع) حرام اور دوسرے دو درجے (باادب بیٹھنا اور تعظیماً کھڑے ہونا) جائز بلکہ مستحب ہیں۔

الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ۔ (فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد پنجم ص ۳۲۱)

بادشاہ ہو یا کوئی اور اس کے لئے جھکنا مکروہ ہے۔

یکرہ الانحناء للسلطان و غیرہ۔ (ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۴۶)

بادشاہ ہو یا کوئی دوسرا اس کے لئے جھکنا منع ہے۔

بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک بھی جاتے ہیں یہ جھکنا اگر حد رکوع تک ہو (یعنی اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں) تو حرام ہے اور اس سے کم ہو تو مکروہ ہے۔ (بہار شریعت جلد دوم حصہ ۱۶ ص ۶۷ سلام کا بیان)

باادب بیٹھنا

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:-

اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ حولہ کانما علی رء وسھم الطیر۔ (شفا شریف جلد۲ ص ۳۱)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم (کو دیکھا کہ وہ) گھیرا ڈالے ہوئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح ادب سے) بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

اپنے ماحول پر نظر دوڑائیں تو آپ دیکھیں کہ مساجد و مدارس میں طلباء اپنے اساتذہ کے سامنے باادب بیٹھے ہوتے ہیں اسی طرح مریدین اپنے مرشد کے آگے باادب بیٹھتے ہیں یونہی اولاد کو والدین کے سامنے باادب بیٹھنے کا حکم ہے۔

؎ شرک ٹھہرے جس میں تعظیم رسول
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

* * *

﴿۹۵﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَغْیَرُ مِنْہُ وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ

میں اس (حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے

(صحیح مسلم ج اص ۴۹۱ کتاب اللعان)

حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ بمطابق فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی غیرت والے صحابی ہیں جب حضور علیہ السلام نے زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کرنے کا حکم سُنایا تو انہوں نے عرض کیا حضور کیا کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو (حالت غیر میں) پائے تو اب وہ گواہ تلاش کرتا پھرے (یقیناً ایسے موقع پر بندہ آؤٹ آف کنٹرول ہو جائے گا اور چاہے گنہ گار ہی ہو جائے مگر برداشت نہ کرتے ہوئے اس کا کام تمام کر دے گا اور اگر میرے ساتھ یہ صورت حال پیش آ جائے) میں تو تلوار کے ساتھ اس کا کام تمام کر دوں گا۔

فرمایا ہاں وہ گواہ لائے عرض کیا **بلی والذی اکرمک بالحق** جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ عزت دی میں تو اپنے جذبات پہ قابو نہ پا سکوں گا اور ایسا کر گذروں گا اس پر حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا **اسمعوا الی ما یقول سید کم** سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں حضرت سعد نے حضور علیہ السلام کی بات کو معاذ اللہ رد نہیں فرمایا بلکہ انسانی فطرت کے تقاضے کی بات کی۔

اور ابن انبازی فرماتے ہیں کیوں کہ حضرت سعد اپنی قوم کے سردار تھے اور عرب کے ماحول کے مطابق انہوں نے ایسا عرض کیا اور حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ تم کو اپنے سردار کی بات پہ تعجب ہو رہا ہوگا۔ **انہ لغیور و انا اغیر منہ واللہ اغیر منی۔**

اور اللہ نے غیرت ہی کی وجہ سے ظاہری و باطنی بے حیائی کو حرام فرمایا ہے تو جب اللہ علی کل شئی قدیر ہو کر اسی وقت نہیں پکڑتا بلکہ گواہ لانے کا حکم دیتا ہے تو بندے کو بھی حدود میں رہ کر کارروائی کرنا ہوگی۔ حالانکہ اگر اللہ اسی وقت بدکار کو پکڑ لے تو یہ اس کا عدل ہی ہو گا۔ فکذا لا ینبغی للعبد ان یبادر بالقتل اسی طرح بندے کو بھی قتل کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔

غیرت نبوی

حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر غیرت دینی اور حمیت اسلامی سے نوازا کہ احکامات الٰہیہ میں آپ صبر و استقامت کے کوہِ وقار نظر آتے ہیں کہ اللہ کے فرشتے بھی منظر دیکھ کر عش عش کر اٹھتے ہیں سفر طائف میں بیان ہو چکا کہ طائف والوں کی حضور علیہ السلام سے بد سلوکی پر ملک الجبال (پہاڑوں کا فرشتہ) حاضر ہوا اور عرض کیا آپ حکم دیں تو پہاڑوں کو اٹھا کر طائف شہر پر پھینکوں اور ان کا نام و نشان مٹا دوں فرمایا نہیں مجھے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے (میں راہ حق میں اس سے زیادہ بھی برداشت کر سکتا ہوں)۔

اور ادھر جب مکہ کے کافر اکٹھے ہو کر جناب ابو طالب کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو روکو ہمارے بتوں کو کچھ نہ کہا کرے تو میرے آقا نے ڈنکے کی چوٹ پر بانگ دہل اور علی الاعلان فرمایا چچا! اگر تو بھی میرا ساتھ چھوڑنا چاہتا ہے تو چھوڑ دے میرا اللہ میرے ساتھ ہے باقی اگر تیرا یہ خیال ہے کہ میں اپنا مشن کسی خوف یا لالچ میں آ کر چھوڑ دوں گا تو

ے ایں خیال است و محال است و جنون۔

لو وضعت الشمس فی یمینی و القمر فی یساری ما ترکت هذا الامر حتی یظهره الله تعالیٰ او اهلک فی طلبه.

اگر میرے دائیں ہاتھ پہ سورج اور بائیں پہ چاند بھی رکھ دیں تو میں اپنا مشن جاری رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا پھر میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج۲ص۱۸۷)

اس غیرت کے مظاہرے پر چچا کو بھی سرکار ہی کی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا کوئی

راستہ نظر نہ آیا۔ اور کہا "جو چاہے کر میں تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا"۔

ہم لوگ سیرت طیبہ کا یہ رُخ تو بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دشمن کے قدموں میں چادر بچھادی، کوڑا پھینکنے والوں کو دعائیں دیں لیکن یہ تصویر کا ایک رُخ ہے دوسرا رُخ یہ ہے کہ میرے آقا نے میدان بدر میں ابو جہل کی ٹھکائی بھی فرمائی ہے اس کے بغیر سیرت مکمل نہیں ہوتی۔ کیوں کہ جس اللہ نے حضور علیہ السلام کو رحمۃ للعلمین بنایا اور **انک لعلی خلق عظیم** کا تاج عطا فرمایا۔ اسی نے یہ بھی فرمایا جب ایک بار ابو جہل نے کہا کہ میں نے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (حرم میں) نماز پڑھتے دیکھ لیا تو **لاطئن علی رقبتہ ولا عفرن وجھہ فی التراب** اس کی گردن کچل دوں گا اور چہرے کو مٹی سے لتھڑ دوں گا (العیاذ باللہ) چنانچہ ایک مرتبہ جب حضور علیہ السلام نماز ادا فرما رہے تھے تو اپنے مذموم ارادے کو پورا کرنے کے لئے ابو جہل آگے بڑھا تو **ینکص علی عقبیہ و یتقی بیدیہ**۔ پچھلے پاؤں دوڑا اور ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچا رہا تھا **فقیل لہ مالک**۔ اس سے پوچھا گیا کیا ہوا؟ تو بولا **ان بینی و بینہ لخندقا من النار و ھولا و اجنحۃ**۔ میرے اور ان کے (حضور علیہ السلام) کے درمیان آگ کی خندق تھی اور خوف اور پَر۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا **لو دنا منی لا ختطفتہ الملائکۃ عضوا عضوا**۔ اگر میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے اس موقع پر اللہ نے فرمایا

کلا ان الانسان لیطغی...... ......فلیدع نادیہ سندع الزبانیۃ۔ (العلق)

ہاں ہاں بے شک آدمی (ابو جہل) سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو مالدار سمجھ لیا بے شک تمہارے رب کی طرف پھرنا ہے بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب وہ نماز پڑھے۔ بھلا دیکھو تو اگر وہ (ابو جہل) ہدایت پر ہوتا یا نیکی کا حکم دیتا (تو کیا خوب تھا)۔ بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا تو کیا حال ہو گا۔ کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں ہاں اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے کیسی پیشانی جھوٹی مکار۔ اب پکارے اپنی مجلس کو ابھی ہم اپنے سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص مکہ میں آیا اور ابوجہل نے اس سے اونٹ خریدا لیکن قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا وہ شخص مجبور ہو کر مسجد حرام میں کفار مکہ کی بھری مجلس میں جا کر دُہائی دینے لگا **یا معشر قریش من رجل یؤذینی** اے مکہ والو! ہے کوئی اس بندے (ابوجہل) کو سمجھانے والا جو (میری رقم نہ دے کر) مجھے ستا رہا ہے۔ اہل مجلس نے از راہِ مذاق (تماشہ دیکھنے کے لئے) کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ وہ تجھے رقم لے دے گا۔

چنانچہ وہ شخص حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں گیا۔ جا کر سارا معاملہ عرض کیا (یاد رہے کہ مکی زندگی میں ان دنوں حضور علیہ السلام کافروں کے ظلم وستم برداشت کر رہے تھے اور جواباً صبر کا مظاہرہ فرما رہے تھے مگر ایک مظلوم کی آواز پر اللہ کا نبی لبیک نہ کہے تو کون کہے) حضور علیہ السلام اس کے ساتھ چل پڑے۔ جب ابوجہل کے گھر کے دروازے پر تشریف لے گئے (ادھر بھیجنے والے سارا منظر دیکھ رہے ہیں کہ ابھی پردہ ہٹے گا تو ہم کِھل کِھلا کر ہنسیں گے) حضور علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا **فقال من ھذا؟** ابوجہل نے پوچھا کون ہے؟ فرمایا **محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)**۔

فاخرج الی (باہر آؤ) **فخرج الیه** (وہ باہر آیا) **(و ما فی وجهه بائحة) ای وما فی وجهه قطرة دم** (البدایہ) چہرے کا رنگ فق یعنی ایک قطرہ خون بھی چہرے پہ نہیں ہے اس حالت میں ابوجہل باہر آیا۔ فرمایا **اعط ھذا الرجل حقه**۔ اس بندے کی رقم ادا کرو۔ ابوجہل اندر گیا رقم لا کر اس کو دی وہ شخص پھر واپس اس مجلس میں گیا اور حضور علیہ السلام کو دعا دی **جزاہ اللہ خیرا فقد اخذ الذی لی**۔ اہل مجلس نے ابوجہل سے پوچھا۔ یہ تُو نے کیا کِیا (آج تو تیرے پاس خوب موقع تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے عزتی کرنے کا) اس نے کہا (کیا بات کرتے ہو مجھے تو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے) جب انہوں نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے ان کی آواز کو سُنا **فملئت رعبا** میں رُعب سے بھر گیا میں باہر نکلا تو دیکھا کہ ان کے سر کے اوپر ایک بہت بڑا اونٹ ہے میں نے کبھی کسی اونٹ کا نہ اتنا بڑا سر دیکھا نہ قد اور نہ دانت **فواللہ لو ابیت لا مکن** (دلائل النبوة للبیہقی۔ ذکرہ ابن اسحاق فی السیرة، ونقلہ ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ ۳/۴۵) اگر میں رقم دینے سے انکار کر دیتا تو وہ اُونٹ مجھے کھا جاتا۔

غضب سے اُن کے خدا بچائے   عتاب باری حجاب میں ہے

غیرت ایمانی اور صحابہ کرام

ایک مرتبہ کفار نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو، آپ کے والد یاسر کو اور آپ کی والدہ سمیّہ کو پکڑ لیا۔ انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں تاکہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں لیکن ان کی کوشش بے سُود رہی۔ آخر انھوں نے حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا کی ایک ٹانگ ایک اُونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ دی اور ابوجہل نے اُن کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں میں دَوڑا دِیا۔ یہاں تک کہ چِر کر آپ کے بدن کے دو حصے ہو گئے۔ یہ پہلی شہیدہ ہیں جنھوں نے اپنی جان راہِ خدا میں دی۔ پھر حضرت یاسر کو پکڑا اور ان کو بھی بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔ یہ تاریخ اسلام کے دوسرے شہید ہیں جن کے خونِ پاک سے زمین لالہ گوں ہوئی۔ اس کے بعد ان ظالموں نے حضرت عمار کو پکڑا اور انھیں مجبور کیا کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ آپ کی والدہ اور والد کے لاشے سامنے تڑپ رہے تھے۔ اُنھوں نے بادلِ نخواستہ زبان سے کلماتِ کفریہ کہہ دیے۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی کہ عمار تو کافر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلا! ان عمارًا ملئی ایمانا من قرنه الی قدمه واختلط الایمان بلحمه ودمه ہرگز نہیں عمار تو سر سے لے کر قدموں تک ایمان سے لبریز ہے۔ ایمان اس کے گوشت اور خون میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ وہاں سے چھٹکارا پا کر روتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا کیف وجدت قلبک اے عمار! اس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی عرض کی مطمئنًا بالایمان وہ تو ایمان سے مطمئن تھا۔ اس بندہ پرور آقا نے اپنے غلام کی اشک بار آنکھوں کو اپنے دستِ کرم سے پونچھا اور فرمایا ان عادوا فعد لھم لما قلت۔ اگر پھر کبھی ایسا موقع آئے تو ایسا ہی کرنا (مظہری) اس سے معلوم ہوا کہ اپنی جان بچانے کے لیے اگر کوئی شخص کفریہ کلمہ زبان پر لائے بشرطیکہ اس کے دل میں یقین اور ایمان موجود ہو تو اس کی اجازت ہے لیکن افضل اور عزیمت یہ ہے کہ جان دے دے اور کلمۂ کفر سے اپنی زبان کو آلودہ نہ کرے والافضل والاولیٰ ان شیبت علی دینه ولو افضی الی قدره (ابن کثیر)

جس طرح بیشتر صحابۂ کرام نے اپنی جان دے دی لیکن تختہ دار پر بھی اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہے۔ علامہ ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن حذیفہ کا ایک ایمان افروز

واقعہ لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیے اور غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جان بازی اور سر فروشی کی داد دیجیے۔

حضرت عبداللہ بن حذیفہؓ کو رومیوں نے قید کرلیا۔ اور اپنے سردار کے پاس لے آئے۔ اس نے آپ کو کہا کہ عیسائی بن جاؤ۔ میں تمھیں اپنی حکومت میں سے بھی حصہ دوں گا۔ اور اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دوں گا۔ آپ نے فرمایا **لو اعطیتنی جمیع ماتملک و جمیع ما تملکہ العرب علی ان ارجع عن دین محمد طرفۃ عین ما قبلت** یعنی تو مجھے اپنی ساری دولت اور جائداد اور سارے اہلِ عرب کی دولت اس شرط پر دے کہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے دست کش ہو جاؤں تو پھر بھی میں قبول نہیں کروں گا۔ اس نے دھمکی دی کہ میں تمہیں قتل کردوں گا آپ نے فرمایا بصد خوشی۔ اس نے آپ کو سُولی پر لٹکانے کا حکم دیا۔ اور تیر انداز کو کہا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں پر آہستہ آہستہ چوٹیں لگاؤ۔ انھوں نے ایسا کرنا شروع کیا۔ اور اس نے پھر عیسائیت قبول کرنے کی پیش کش کی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے سُولی سے اتارنے کا حکم دیا۔ پھر ایک تانبے کی دیگ کو آگ پر تپایا گیا۔ اور ایک مسلمان قیدی کو حضرت عبداللہ کے سامنے اس میں پھینک دیا گیا اور اس نے وہیں تڑپ کر جان دے دی۔ اس دھمکی کے بعد پھر اس نے کوشش کی کہ یہ عیسائیت کو قبول کریں۔ آپ انکار کرتے رہے۔ آخر انھیں دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب جلاد انھیں اُٹھا کر اس تپتی ہوئی دیگ کی طرف لے جا رہے تھے تو ثبات واستقامت کے اس پہاڑ میں اضطراب کی ہلکی سی جھلک بھی نہ تھی۔ جب دیگ کے کنارے تک پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید اب اسلام کو چھوڑ کر میرا مذہب قبول کرلیں گے۔ اس لیے واپس لانے کا حکم دیا۔ رونے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے رو پڑا تھا کہ میری ایک جان ہے جسے رضائے الٰہی کے لیے اس دیگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ کاش! میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں، اور میں سب کو اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس عذاب میں ڈال دیتا۔ بادشاہ نے آپ کو قید کر دیا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ کافی دن بھوکا اور پیاسا رکھنے کے بعد کچھ شراب اور کچھ خنزیر کا گوشت ان کی طرف بھیجا لیکن آپ نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ بادشاہ نے پھر اپنے دربار میں طلب کیا اور نہ کھانے کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا حالتِ اِضطرار میں اگرچہ اس کا استعمال حرام

نہیں۔ لیکن میں تجھے یہ موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ تو میرے ایمان کی کمزوری کے باعث اظہار خوشی کرے۔ بادشاہ نے کہا اس طرح کرو کہ میرے سر کو بوسہ دو اور میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ سارے مسلمان اسیروں کو آزاد کر دو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے اُس کے سر کو چُوما۔ اُس نے آپ کو اور تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب یہ سب حضرت فاروق اعظم کے پاس پہنچے اور آپ کو یہ ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا **حق علی کل مسلم ان یقبل راس عبد اللہ بن حذیفۃ و انا ابدأ فقام فقبل راسہ رضی اللہ عنہما۔** کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ عبداللہ کا سر چُومے اور ابتداء میں کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر اُن کے سر کو بوسہ دیا۔

جن سے مل کر زندگی سے پیار آ جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

* * *

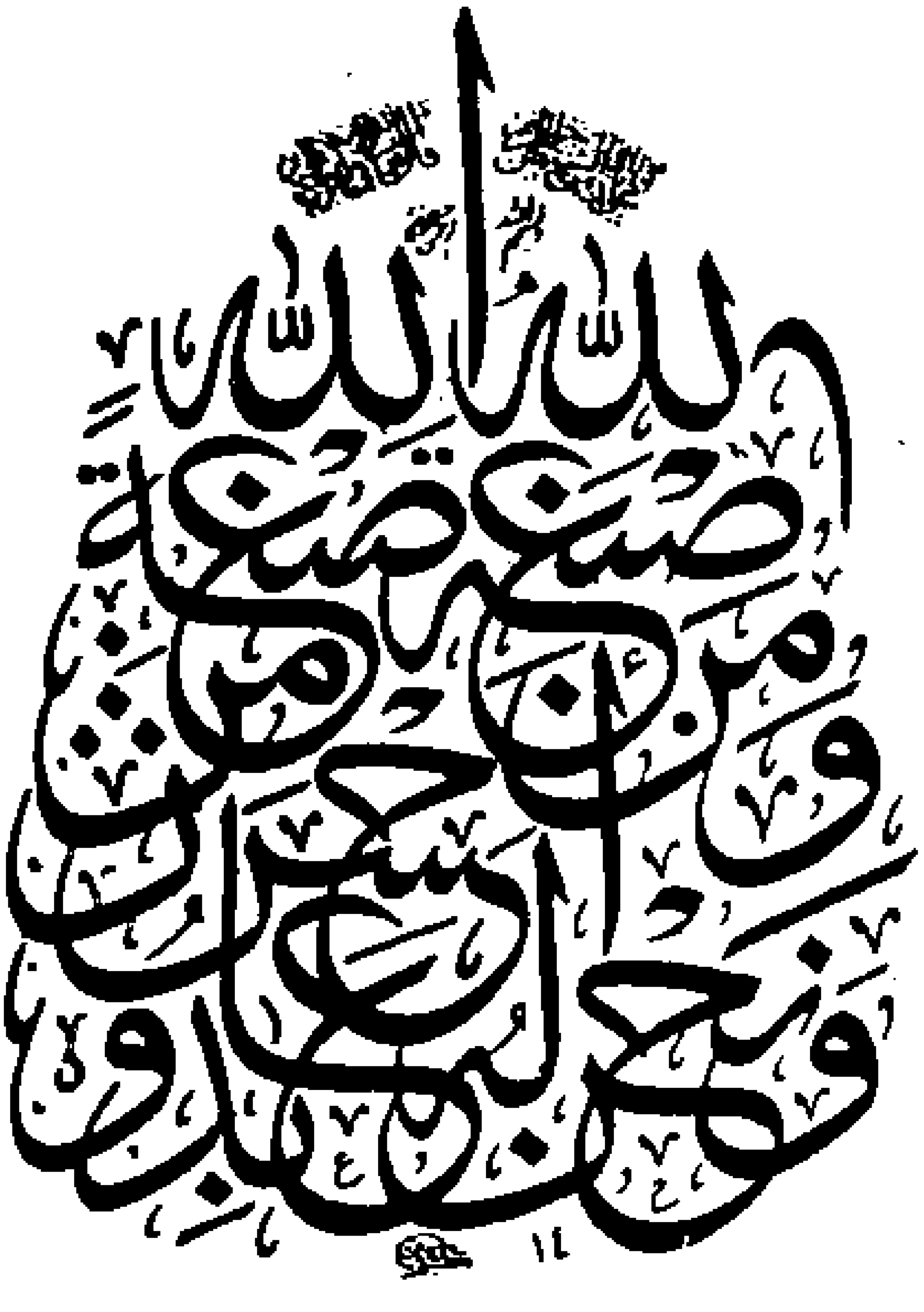
صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون

﴿۹۲﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا بَیْنَ خِیَرَ تَیْنِ

میں دونوں کاموں میں اختیار رکھتا ہوں

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین ابن ابی مرا تو اس کا بیٹا (جو کہ صاحب ایمان، صحابی رسول تھے) حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کناں ہوا **اعطنی قمیصک اکفنہ فیہ و صل علیہ و استغفر لہ.**

یا رسول اللہ! اپنی قمیص عطا فرمائیں تا کہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور نماز جنازہ آپ پڑھائیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت بھی فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے قمیص عطا فرمائی اور فرمایا کہ جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے مطلع کر دینا میں پڑھا دوں گا۔ جب حضور علیہ السلام جنازہ پڑھانے کے لئے بڑھے تو حضرت عمر فاروق نے سرکار کا دامن پکڑ کر عرض کیا **الیس اللہ نھاک ان تصلی علی المنافقین** کیا حضور کو اللہ نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تو سرکار نے فرمایا **انا بین خیر تین** کہ مجھے اللہ نے ہر دو کام کا اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے **استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم** ۔ کہ آپ ان (منافقین) کے لئے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اگر ستر بار بھی کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی تو اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی **ولا تصل علی احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ** ۔ اگر منافقین میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر (دعا کے لئے) کھڑے نہ ہوں۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام ابن ابی کے دفن ہونے

کے بعد تشریف لائے اس کو نکالا۔ اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور قمیص پہنائی۔

(بخاری شریف)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں غزوۂ بدر کے موقع پر جب قیدیوں کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لایا گیا تو حضرت عباس پر کپڑا نہیں تھا تو حضور علیہ السلام نے ابن ابی سے قمیص لے کر حضرت عباس کو پہنائی۔ ابن ابی کے مرنے پر حضور علیہ السلام نے بدلے کے طور پر اس کو قمیص پہنا دی۔ (بخاری شریف ج۱ص۴۲۲)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ابن ابی کا طریقہ یہ تھا کہ جب حضور علیہ السلام خطبہ ارشاد فرماتے تو کھڑا ہو جاتا اور حضور علیہ السلام کی خوشامد کرتے ہوئے کہتا **ھذا رسول اللہ و اکرمہ اللہ و اعزہ و نصرہ**۔ کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عزت و نصرت سے نوازے۔

اور جب احد کے بعد اس کی منافقت ظاہر ہو گئی تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جا اے دشمنِ خدا! تیرا کفر اب چھپ نہیں سکتا۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس کو ملامت کی چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا مسجد سے نکل گیا۔ راستے میں کسی نے اس کو کہا کدھر بھاگے جا رہے ہو، حضور کی بارگاہ میں جا کر اپنی بخشش کی دعا کراؤ۔ تو اس بدبخت نے کہا **ما ابالیٰ استغفرلی اولم یستغفر**۔ مجھے پرواہ نہیں چاہے وہ میرے لیے بخشش چاہیں یا نہ چاہیں تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **استغفرلھم اولا تستغفرلھم الخ**۔

منافقین نے غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کر کے جب اپنے آپ کو ظاہر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ اب آپ بھی ان سے پہلی سی نرمی کا معاملہ نہ فرمائیں بلکہ ان کو ننگا ہونے دیں تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا سبب بنیں۔ اسی لیے ان کو جہاد سے روک دیا گیا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا اور ان کی قبر پر تشریف لے جانے سے منع کر دیا گیا۔ ان کی گمراہی نے انہیں اس قابل ہی نہ چھوڑا کہ رحمت خداوندی ان کی طرف مائل ہو چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرض الموت میں مبتلا ہوا تو حضور علیہ السلام اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس نے التماس کی کہ جب وہ مر

جائے تو حضور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں۔ پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لیے اسے قمیص مرحمت فرمائی جائے۔ حضور نے اوپر والی قمیص بھیجی اس نے پھر گزارش کی کہ مجھے وہ قمیص چاہیے جو آپ کے جسدِ اطہر کو چھو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ پاس بیٹھے تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حقیقت سے نقاب اُٹھایا اور فرمایا اَے عُمر ! ان قمیصی لا یغنی عنه من الله شیئًا فلعل الله ان یدخل به الفافی الاسلام (کبیر) اَے عُمرؓ! اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی۔ بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا۔ منافقوں کا ایک انبوہِ کثیر ہر وقت عبداللہ کے پاس رہتا تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لیے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ اس رحمت عالمیاں کی بارگاہِ بے کس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں ان کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں اب ہی کیوں نہ ان پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حُسنِ خلق سے مشرف باسلام ہوا اسلم منھم یومئذ الف جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچا لیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر آؤ۔ اس نے عرض کی حضور خود کرم فرما دیں۔ اس پیکر عفو وعنایت نے نہ نہ کی۔ اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ نے پھر گزارش کی یا رسول اللہ، اللہ اور رسول کے اس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور جبریلؑ نے حضور کا دامن پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا ولا تصل علیٰ احد الخ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے قمیص کیوں عطا فرمائی۔ مفسرین نے اس کی کئی ایک وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں (حضرت) عباسؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے گرفتار کیے گئے تو ان کی اپنی قمیص پھٹ گئی

تھی۔ حضور علیہ السلام نے انھیں قمیص پہنانا چاہی کیوں کہ حضرت عباس دراز قامت تھے۔ عبداللہ بن اُبی کا قد بھی بڑا لمبا تھا اس لیے اس کی قمیص کے سوا اور کوئی قمیص انھیں پُوری نہ آئی۔ اللہ کے رسول نے چاہا کہ اس کا یہ احسان دُنیا میں ہی اُتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کو یہ تعلیم دی کہ **اما السائل فلا تنھر** کہ کسی سائل کو نہ جھڑکیے۔ اس لیے حضورؐ نے اس کے سوال کو رد نہ کیا اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور علیہ السلام نے خود بیان فرمائی کہ اس قمیص کی وجہ سے اللہ ایک ہزار منافقوں کو دولت ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے بڑی برکت اور کیا ہوسکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ بد نصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اس کے لیے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ لیکن صاحبِ ایمان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے لیے اگر اللہ کے محبوب کے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھ جائیں تو مغفرت یقینی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما.

مناسب ہوگا کہ اس مقام پر چند مشہور اعتراضات جو علم نبوت پر کیے جاتے ہیں ان کے اختصار کے ساتھ جواب بھی دے دیے جائیں کیوں کہ علم نبوت پر اعتراض کرنا بھی منافقین ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بارے میں سوالات وجوابات

سوال: منافقین نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کی تو نبی کریم علیہ السلام کئی دن تک اس معاملہ میں پریشان رہے تو اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو وہ اپنی بیوی کے معاملہ میں کیوں پریشان ہوتے؟

جواب: (بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت و پاک دامنی کے متعلق کملی والے آقا نے قرآن پاک کی آیات نازل ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا —— **فواللہ ما علمت علی اهلی الا خیرا** —— کہ خدا کی قسم میں اپنی بیوی کے متعلق سوائے اچھائی کے اور پاک دامنی کے اور کچھ نہیں

جانتا۔ دیکھو حضور علیہ السلام تو قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ میری بیوی ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ مگر تم لوگ نبی کریم علیہ السلام کی قسم پر بھی یقین نہیں کرتے۔ اور نبی کریم علیہ السلام چند دن اس لئے خاموش اور پریشان نہیں رہے تھے کہ آپؐ کو حضرتِ عائشہ کے معاملے کا علم نہیں تھا کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام نے تو آخر میں قسم کھا کر فرمایا کہ میری بیوی پاک دامن ہے۔ بلکہ خاموش اور پریشان رہنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ منافقین کتنے بد بخت اور ظالم ہیں کہ اپنی ماں پر بھی الزام لگانے سے نہیں ٹلے اور پھر بشری تقاضے کے ساتھ ایسا ہونا لازمی امر تھا۔ آخر وہ کون ایسا انسان ہے کہ جس کی بیوی کے متعلق اس قسم کی باتیں ہوں اور وہ پریشان نہ ہو۔ وہ تو ساری کائنات کا آقا تھا۔ اور وہ ساری کائنات کے مسلمانوں کی ماں تھی اور کملی والے آقا نے جب تک تمام صحابہ کرام کی اس معاملے کے متعلق رائے نہ لے لی اس وقت تک اپنا فیصلہ نہیں سنایا۔ اس لئے کہ اگر حضور علیہ السلام خود ہی پہلے حضرت عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی، کا اعلان کر دیتے تو بہت ممکن تھا کہ وہ لوگ یہ کہنے سے نہ رکتے کہ اپنے گھر کا معاملہ تھا اس لئے ایسا کہا جا رہا ہے، اسی لئے تو نبی کریم علیہ السلام نے صحابہ کرام کا باقاعدہ اجلاس بلایا اور سب کی رائے طلب کی۔

(تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۰۳) —— جب تمام لوگ جمع ہو گئے اور حضور علیہ السلام نے ہر ایک کی رائے پوچھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ——

"لان اللہ تعالیٰ عصمک من وقوع الذباب علے جلدک لانہ یقع علے النجاسۃ" ——

کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو آپؐ کے جسمِ مبارک پر بیٹھنے سے منع کر رکھا ہے۔ یعنی آپؐ کے بدنِ مبارک پر مکھی اس لئے نہیں بیٹھتی کہ وہ نجاست پر بیٹھتی ہے۔ تو نعوذ باللہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوئی برائی ہوتی تو خدا تعالیٰ ان کو آپؐ کے نکاح میں کیوں دیتا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا

ان اللہ ما اوقع ظلک علے الارض ان لا یضع انسان قدمیہ علے تلک ——

کہ جب خدا تعالیٰ نے آپؐ کا سایہ زمین پر اس لئے نہیں رکھا تا کہ کسی انسان کا قدم تیرے سائے پر نہ آجائے تو خدا یہ کیسے منظور کر سکتا تھا کہ ایسی عورت آپ کے نکاح میں دے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

ان جبریل اخبرک ان علی نعلیک قذرا و امرک باخراج النعل عن رجلک بسبب ما التفق به من القذر۔

کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپؐ کو نعلین مبارک پر نجاست لگنے کی خبر دی اور خدا نے فرمایا کہ اس نعلین کو اتار دو کیوں کہ اس میں نجاست لگ چکی ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں کوئی عیب ہوتا تو خدا تعالیٰ طلاق دینے کا حکم فرما دیتا۔

غور کرو کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی پر تمام صحابہ کرامؓ کی شہادتیں لینے کے بعد کملی والے نے بھی قسم کھا کر فرمایا کہ میری بیوی ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر کملی والا خاموش نہ رہتا تو حضرت عائشہ کی شان میں اور آپ کی عصمت و پاک دامنی کے لئے قرآنِ پاک کی آیات کیسے نازل ہوتیں۔ اور پھر غور کرو کہ یہودیوں نے جب حضرت مریم پر الزام لگایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کی عصمت کی گواہی دی اور حضرتِ یُوسف علیہ السلام پر جب زلیخا نے الزام لگایا تو ایک چھوٹے سے بچے نے حضرت یُوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی۔ مگر جب منافقین نے حضرتِ عائشہ کی عزت پر الزام لگایا تو آپ کی عصمت و پاک دامنی کی گواہی خُدا نے خود دی۔ اور قرآنِ پاک میں کئی آیات حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں نازل فرمائیں۔ اس لئے کہ یہ اس کے محبوب پاک علیہ السلام کی حرمِ پاک تھیں۔

سوال: فرشتے اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے —— **وما یعلم جنود ربک الا ھو** —— کہ اللہ کے لشکر کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جواب: **ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی** —— اس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتے اللہ کا لشکر ہے اور تمام فرشتے نبی کریم علیہ السلام پر ہر وقت درود شریف پڑھتے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے لشکر کا درود شریف تو آپ سنتے ہوں مگر درُود بھیجنے والے کا علم نہ ہو۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۶) حضرت کعب فرماتے ہیں — **ما من یوم یطلع الا نزل سبعون الفا من الملئکة** — کہ کوئی دن ایسا طلوع نہیں ہوتا مگر اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کملی والے آقا کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر درودِ پاک پڑھتے ہیں اور جو ایک دفعہ آ گیا قیامت تک پھر ان کی باری نہیں آئے گی۔

اک وار فرشتے روضے تے جو آون فیر نہ آوندے نیں
سرکار دے امتی نے جیہڑے مُڑ مُڑ کے بلائے جاندے نیں
گنبدِ خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

سوال: اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو خیبر والے دن زہر والا گوشت کیوں کھاتے؟ (جیسا کہ مشہور واقعہ ہے)

جواب: معترض جس حدیث پاک کو حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کی نفی کی دلیل پیش کر رہا ہے وہ حدیثِ پاک تو کملی والے آقا علیہ السلام کے علمِ غیب کی ایک روشن دلیل ہے۔

(بخاری شریف جلد اوّل صفحہ نمبر ۴۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں نے ایک عورت کے ذریعے نبی کریم علیہ السلام کو گوشت میں زہر ملا کر دینے کی کوشش کی تو کملی والے نے تمام یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ جو کچھ میں تم سے پوچھوں سچ سچ بتاؤ گے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا — **من ابوکم قالوا فلان فقال کذبتم بل ابوکم فلان** — کہ تمہارے باپ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ فلاں فلاں مگر کملی والے نے فرمایا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تمہارے باپ فلاں فلاں ہیں غور کرو کہ جس نبی کو یہودیوں کے باپوں کا علم تھا اسے یہ علم نہیں تھا کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے اور جب حضور علیہ السلام نے ان کے باپوں کے نام بتائے تو انہوں نے کہا کہ **صدقت** کہ تو نے سچ کہا ہے اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — **ھل جعلتم فی ھذا الشاة سما قالوا نعم** — کہ کیا تم نے اس گوشت کے ٹکڑے میں زہر ملایا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں — اس سے بڑی علمِ غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے ہی بتا دیا۔ مگر یہ بدعقیدہ لوگ اس کو علمِ غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں اور دوسری بات یہ

ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس گوشت کو کھا کر اپنی نبوت کی صداقت پیش کر دی۔ کیوں کہ یہودیوں نے زہر ملانے کی وجہ یہ بتائی۔

و ان کنت نبیا لم یضرک — کہ اگر تو سچا نبی ہوگا تو تمہیں یہ زہر کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ تو جب انہوں نے اس زہر والے گوشت کو کھانا نبوت کی صداقت کا معیار بنایا تھا تو کملی والا کھا کر اپنی نبوت کی دلیل کیوں نہ بناتا۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۱-۵۴۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی فتح کے بعد ایک یہودیہ عورت نے گوشت کے ایک ٹکڑے میں زہر ملا دیا اور نبی کریم علیہ السلام کو بھیج دیا۔ جب تمام کھانے لگے تو کملی والے آقا نے فرمایا **ارفعوا ایدیکم** — کہ اپنے ہاتھ اٹھالو۔ یعنی اس گوشت کو نہ کھاؤ۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے اس یہودیہ عورت کو بلایا اور فرمایا — **سممت هذه الشاة فقالت من اخبرک فقال اخبرتنی هذه فی یدی الذراع** — کہ کیا تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہوا ہے۔ تو اس عورت نے کہا کہ تجھے کس نے بتایا ہے تو حضورعایہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس گوشت کے ٹکڑے نے بتایا ہے۔ کملی والے نے پُوچھا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا **ان کان نبیا لن یضرک** کہ اگر تو سچا نبی ہے تو تجھے یہ زہر کوئی نقصان نہ دے گا۔ تو امام الانبیاء علیہ السلام نے وہ زہر آلود گوشت کا ٹکڑا اس لئے کھایا کہ مخالفین کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں۔

سوال: مشکواۃ شریف صفحہ ۴۸۳ اور مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن **ان ناسا من اصحابی یؤخذ بهم ذات الشمال فاقول أُصَیْحَابِیْ أُصَیْحَابِیْ فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک** — کچھ لوگ میرے صحابہ میں سے پکڑے جائیں گے اور فرشتے ان کو پکڑ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔ تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے محبوب علیہ السلام! آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد یہ لوگ کیا کرتے رہے؟ تو اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ **لا تدری** کہ تو نہیں جانتا۔

جواب: اعتراض کرنے والے جس حدیث پاک کو نبی کریم علیہ السلام کے علمِ غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں وہی حدیث پاک کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی ایک روشن دلیل ہے کیوں کہ اعتراض کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ یہ جو سب کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کیا یہ واقعہ گزر چکا ہے یا آئندہ قیامت کے دن ہونے والا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ قیامت کے دن ہونے والا ہے تو پھر نبی کریم علیہ السلام کے علمِ غیب کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ جو واقعہ ابھی قیامت کے دن ہونے والا ہے وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اب بتا رہے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم نہیں تھا جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں بیان کر دیا گیا ہے مثلاً

(تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۴۲۹) **و علمک مالم تکن تعلم** کے تحت کہ تمام علوم غیبیہ کے ساتھ ساتھ **و علمک احوال المنافقین و کیدھم** کہ تجھے خدا نے تمام منافقین اور ان کے مکر و فریب کا علم بھی عطا کر دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ وہ بخشش کے قابل کیوں نہیں تھے؟ تو یہ صرف اس لئے تھا کہ اگرچہ وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ بھی رہتے تھے اور کملی والے کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور خدا اور قیامت پر ایمان بھی رکھتے تھے مگر وہ امام الانبیاء علیہم السلام کے بے ادب اور گستاخ تھے اس لئے وہ لائق بخشش نہیں تھے۔

سوال: حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا علم نہیں تھا۔ اسی لئے وہ اپنے بیٹے کے فراق میں چالیس سال روتے رہے۔

جواب: (پارہ ۱۳ سورۂ یوسف آیت ۹۶) **قال انی اعلم من اللہ مالا تعلمون** حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے فرزندو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں بیان فرماتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۵۔ صفحہ ۱۶۸) **والمراد علمه بحیات یوسف** — کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کا علم رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ

بفرض محال ایک وقت کے لئے اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا علم نہیں تھا تو پھر یہ ٹھیک ہی سہی مگر حضرت یوسف علیہ السلام کو تو علم تھا کہ میرا باپ کنعان میں ہے۔ وہی کوئی خط لکھ دیتے یا کوئی قاصد ہی بھیج دیتے اور اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی دے دیتے مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے علم ہونے کے باوجود بھی اپنی خبر نہیں دی اس لئے کہ نہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اظہار کرنے کی اجازت تھی اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۰ **و غلقت** کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **عن ابن عباس انه تمثل له یعقوب فراها عا ضا اصابعه و یقول له انت مکتوب فی زمرة الانبیاء.**

کہ زلیخا کے محل کے ساتویں کمرے میں آدھی رات کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام پہنچ گئے اس حالت میں کہ انگلی منہ میں تھی اور (اشارہ) فرمایا کہ اے میرے بیٹے! تو تو انبیاء کے گروہ میں داخل ہو چکا ہے۔ اس لئے اگر زلیخا کی طرف دیکھا بھی تو نبوت جاتی رہے گی۔ اور اس کی تصدیق کرنے والے مندرجہ ذیل صحابۂ کرام اور مفسرینِ عظام ہیں۔

حضرتِ ابنِ عباس۔ حضرتِ عکرمہ۔ حضرتِ مجاہد۔ حضرتِ حسن۔ حضرت سعید بن جُبیر۔ حضرتِ قتادہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ تو اگر حضرتِ یعقوب علیہ السلام کو علم نہیں تھا تو پھر زلیخا کے محل میں کیسے پہنچ گئے۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۷) **و قال یا بنی لا تدخلوا من باب واحد** کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **انه علیه السلام کان عالما بان ملک مصر و هو ولده یوسف الا ان الله تعالٰی ما اذن له فی اظهار ذالک** —— کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ اس کا بیٹا حضرتِ یُوسفؑ مصر کا بادشاہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور پھر جب فرزندوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرتِ یُوسف علیہ السلام کو شکار کے بہانے ساتھ لے جانے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا تھا —— **و اخاف ان یاکله الذئب** —— کہ مجھے خوف ہے کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بھیڑیا کا لفظ اس لئے فرمایا کہ ان کو یہ علم تھا کہ بیٹوں نے شام کو آکر یہی کہنا ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے

چنانچہ قرآن پاک گواہ ہے کہ انہوں نے یہی کہا۔

قالوا یآبا نا انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متا عنا فا کله الذئب۔

کہ اے ابا! ہم شکار کے لئے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے دوڑے اور یوسف علیہ السلام کو چھوڑ گئے سامان کے پاس پس اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو وہ بات جو بیٹوں نے بعد میں کہی تھی وہ بات حضرتِ یعقوب علیہ السلام پہلے ہی بتا رہے ہیں۔ تو یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

سوال: بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام صحابۂ کرامؓ سے پوچھتے کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ یا کہاں گیا تھا۔ مثلاً

مشکواۃ شریف صفحہ ۴۹ اور بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۲ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنابت کی حالت میں تھا کہ نبی کریم علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی اور کملی والے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں حضور علیہ السلام کے ساتھ چلنے لگا اور پھر نبی کریم علیہ السلام بیٹھ گئے اور پس میں اٹھا اور غسل کر کے پھر واپس آ گیا تو حضور علیہ السلام نے پوچھا **این کنت یا ابا ھریرۃ** کہ اے ابو ہریرہ! تو کہاں گیا تھا۔ تو اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا تو پوچھتے کیوں کہ تو کہاں گیا تھا۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب تو بعد میں بتا دیا جائے گا پہلے میں اعتراض کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ تمہیں اس حدیث پاک سے کملی والے آقا کے علمِ غیب کی نفی تو نظر آ گئی مگر حضرتِ ابو ہریرہؓ کا ادب واحترام۔ توقیر۔ عقیدہ اور ایمان نظر نہ آیا جب حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! تو کہاں گیا تھا تو انہوں نے عرض کی کہ **کنت جنبا فکرھت ان اجالسک** —— کہ کملی والے آقا میں جنبی تھا اور ناپاکی کی حالت میں تھا اس لئے میں نے پسند نہ سمجھا کہ ایسی حالت میں آپ کو ملوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات کا پوچھنا اس بات کی دلیل نہیں کہ پوچھنے والے کو اس کا علم نہیں ہے مثلاً۔

(پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ۔ آیت ۱۷) خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا **و ما**

تلک بیمینک یا موسی کہ اے موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟

پارہ ۲۳ سورۃ ص۔ آیت ۷۵ **یا ابلیس ما منعک** —— خدا تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا کہ اے ابلیس! تجھے کس نے روکا ہے کہ تو نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔

(مشکواۃ شریف صفحہ ۱۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کسی اچھی مجلس سے خدا کے فرشتے واپس آسمانوں پر جاتے ہیں تو خدا اُن سے پوچھتا ہے کہ **من این جئتم** —— کہ اے فرشتو! تم کہاں سے آئے ہو۔ اور **کیف ترکتم عبادی** —— کہ میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑ آئے ہو۔

تو اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسی چیز کا پوچھنا عدم علم کی دلیل ہے تو پھر نعوذ باللہ اللہ کے علم کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن وحدیث میں اکثر خدا تعالیٰ کا پُوچھنا اور سوال کرنا ثابت ہے حالانکہ وہ علیم بذات الصدور ہے اور سمیع بصیر ہے۔

تو جس طرح اللہ تعالیٰ کے پوچھنے پر اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی شک وشُبہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا کسی چیز کے متعلق پوچھنا بھی آپ کے علم کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ کسی وقت ایسا ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام کی کسی بات پر توجہ نہیں ہوتی تھی۔ پاکستان کا مولوی تو انبیاء علیہم السلام کے علمِ غیب کو نہیں مانتا حالاں کہ علمِ غیب تو صحابۂ کرام۔ اولیائے عظام۔ صالحین اور دوسرے بزرگانِ دین کو بھی عطائے الٰہی کے طور پر حاصل تھا۔ مثلاً

(مستدرک شریف جلد ۳ صفحہ ۴۱۸) حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حُضور علیہ السلام سے ایک آدمی ملا۔ اس نے ہم سے پُوچھا —— **او فیکم رسول اللہ علیه السلام قالوا نعم** —— کہ کیا تم میں اللہ کا رسُول ہے۔ تو تمام نے کہا کہ ہاں تو اس اعرابی نے کہا —— **فان کنت رسول اللہ فاخبرنی ما فی بطن ناقتی هذه** —— کہ اگر تو اللہ کا رسُول ہے تو مجھے بتا کہ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ ابن سلامۃ جو کہ ابھی بچے تھے انہوں نے اس اعرابی سے کہا —— **لا تسئل رسول اللہ انا اخبرک. نزوت علیه ففی بطنها......** ......کہ تو حضور علیہ السلام ~~سے یہ~~ بات نہ پوچھ بلکہ میں بتاتا ہوں کہ تیری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ تو نے خود اس سے وطی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا ہی نطفہ ہے

؎ عالمِ علم دو عالم ہیں حضور
آپ سے کیا عرضِ حاجت کیجیے

(تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۵) **ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ صعد المنبر یوما فقال سلونی عما دون العرش"**

ایک دن حضرت علی منبرِ مبارک پر بیٹھ گئے اور آپؓ نے فرمایا کہ آج علی سے جو پُوچھنا ہو پُوچھو۔ یہ اعلان کرنے والا نہ خُدا ہے نہ نبی بلکہ یہ اعلان کرنے والا علی ہے اور پھر ولی ہے اور پھر ولیوں کا بھی ولی ہے۔ اور یہ اسی منبرِ پاک پر اپنے عُلومِ غیبیہ کا اعلان کر رہا ہے جس منبرِ پاک پر کھڑے ہو کر کملی والے آقا نے اعلان فرمایا تھا —— **سلونی عما شتم** کہ آج مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے پُوچھو۔ آخر کار ایک آدمی نے پُوچھا **ھل رایت ربک یا علی** —— کہ اے علی! کیا تُو نے کبھی اپنے رب کو دیکھا؟ تو حضرتِ علی نے جواب دیا کہ **ما کنت اعبد ربا لم اریٰ** —— کہ میں اس وقت تک نماز میں سجدہ نہیں کرتا جب تک کہ میں خدا کو دیکھ نہ لُوں۔ اگرچہ یہ روایت بصری تھی لیکن تھا تو غیب الغیب۔ آخر لوگوں کے پُوچھنے پر کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہیں ایسا علم کہاں سے حاصل ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا —— **ھذا لعاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فمی ھذا** —— کہ یہ میرے کملی والے آقا کے لعابِ دہن کا فیض ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ صفحہ ۳۳۱) حضرت شیخ عبدالحق محقق ومحدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ **پُرسیدہ شُد از علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، از سبب فہم و حفظ وے گفت چوں غُسل دادہ شد آنحضرت را جمع شد آب در پلکہائے وے پس داشتم من بزبان خود آں را فرو بردم پس میدانم قوت حفظ از دوے"۔**

کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا سبب پُوچھا گیا کہ آخر آپ میں اتنا علم کہاں سے آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں حضور علیہ السلام کو آخری غُسل دے رہا تھا تو پانی کے چند قطرے نبی کریم علیہ السلام کی پلکوں پر ٹھہر گئے اور میں نے ان قطروں کو چُوس لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ علم و ادراک کا سمندر میرے اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ تو جس نبی کے غُسل کے پانی کے چند قطروں میں یہ کمال تھا کہ ان کو چوس کر حضرت علی کے سینے میں علم و ادراک کا سمندر موجزن

ہو گیا اس نبی کے علومِ غیبیہ کی انتہا کون جانے۔

مثنوی میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر صباحے زید را
کیف اصبحت اے رفیقِ با صفا

کہ ایک صُبح کو نبی کریم علیہ السلام نے حضرتِ زید سے فرمایا کہ تو نے آج رات کیسے گزاری تو حضرتِ زید رضی اللہ نے جواب دیا۔

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا
شب نخفت استم ز عشق و سوز ہا

کہ سارا دن تو روزہ سے رہا اور ساری رات آپ کے عشق کی آگ میں جلتا رہا تو حضُور علیہ السلام نے فرمایا اس کے صلے میں جو تجھے انعام ملا ہے وہ بیان کر تو حضرتِ زید نے عرض کی

گفت خلقاں چوں بہ بیند آسماں
من بہ بینم عرش را با عرشیاں

کہ میں نے تمام مخلوقات کو ایسے دیکھا جیسے کہ آسمان کو بے حجاب دیکھا جاتا ہے اور میں نے عرش اور عرش والوں کو بھی دیکھا۔ اور

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے است

آٹھوں جنت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے۔ اور

میں نے جان لیا کہ دوزخی کون ہے اور جنتی کون ہے؟ اور **یا رسول اللہ بگوئم سر حشر**" کہ اے کملی والے آقا؟ اگر اجازت دو تو میں قیامت کے تمام راز کھول دوں۔ اگر اجازت دو تو حوضِ کوثر کے تمام پردے ہٹا دوں۔

"لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس"

لیکن کملی والے آقا نے حضرت زید کو منع فرما دیا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زیدؓ کی زبان سے یہ سب کچھ کہلوایا کہ میرے علم غیب پر اعتراض کرنے والے لوگوں کو یہ پتہ چل

جائے کہ جس نبی کے غلاموں میں اتنا کمال ہے اس نبی کے علومِ غیبیہ کے کمال کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور مندرجہ بالا حقائق کو مولانا اشرف علی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

امداد المشتاق صفحہ ۱۱۹ —— کہ عارف جنتی اور دوزخی کو اس عالم میں جان لیتا ہے۔

امداد المشتاق صفحہ ۷۶ —— لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب پر اعتراض کرنے والوں سے پُوچھا جائے کہ کیا حضور علیہ السلام کے زمانۂ پاک میں کسی صحابی نے بھی آپؐ کے علم پر اعتراض کیا تھا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ جواب نفی میں ہوگا۔ اور وہ اعتراض کر ہی کیسے سکتے تھے کیوں کہ ان کا ایمان تھا کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے نکلی ہوئی ہر بات وحیٔ الٰہی ہوتی ہے اور واجب الاطاعت ہے اور آپ کی زبان مبارک سے کبھی جھوٹی بات نہیں نکلتی۔ اب اس عقیدے اور ایمان کے ہوتے ہوئے جب نبی کریم علیہ السلام نے فرمادیا —— **علمت ما فی السموت و الارض** —— اور —— **سلونی عما شئتم** —— کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مجھے علم ہے اور مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھو تو پھر وہ کملی والے آقا کے وفادار امتی اور جانثار ساتھی آپ کے علم غیب پر کیسے شک کر سکتے تھے۔ اعتراض یا شک کرنا تو درکنار صحابۂ کرامؓ کی تو عادت یہ تھی کہ حضور علیہ السلام جب بھی کبھی ان سے کسی بات کے متعلق دریافت فرماتے تو وہ عرض کرتے **اللہ و رسولہ اعلم** کہ اللہ اور اس کا رسُول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کے علم غیب پر اعتراض کرتے ہیں وہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پہ اعتبار نہیں کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی بات کو سچی ہی نہیں مانتے۔

وہ دھن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

* * *

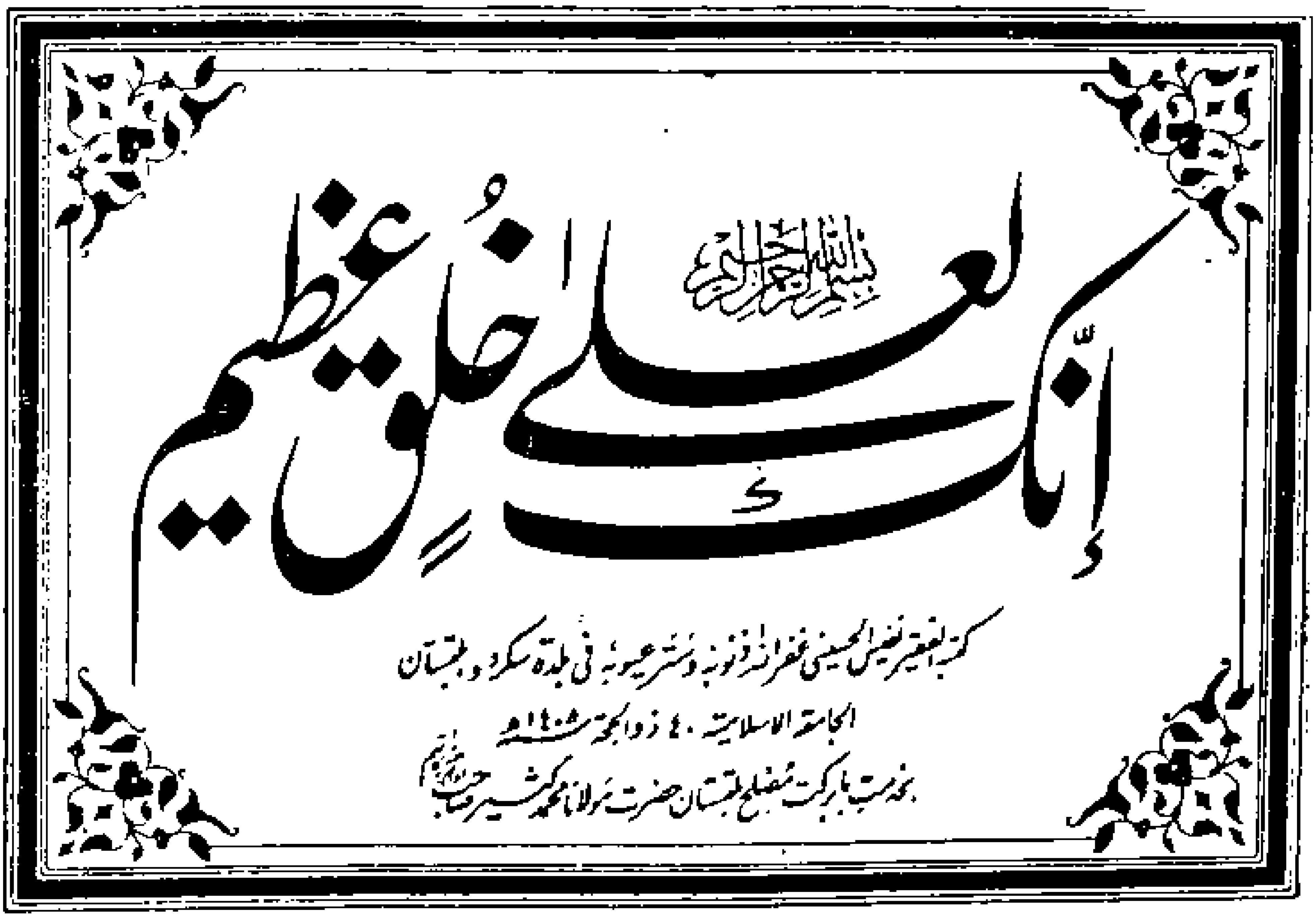
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
إنك لعلى خلق عظيم
کتبہ العبد الفقیر نفیس الحسینی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ فی بلدۃ سکردو بلتستان
الجامعۃ الاسلامیۃ ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ
بخدمت بابرکت مصلح بلتستان حضرت مولانا محمد بشیر صاحب دامت برکاتہم

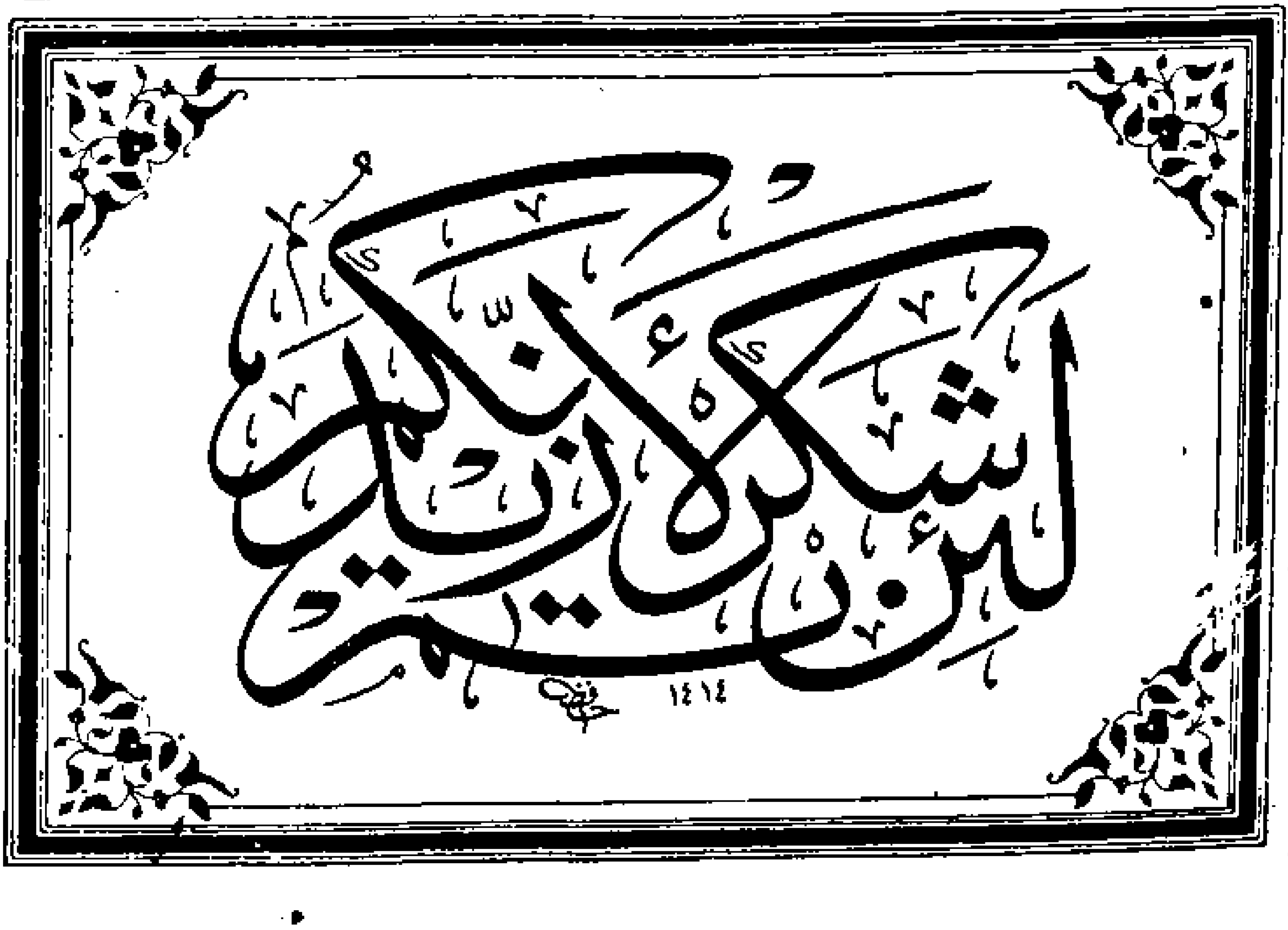
لئن شكرتم لأزيدنكم
١٤١٤

﴿۹۷﴾

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا اَمِیْنُ مَنْ فِی السَّمَآءِ یَاتِیْنِیْ خَبْرُ السَّمَآءِ صَبَاحًا وَّ مَسَآءً

میں اس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے، میرے پاس صبح وشام آسمانی خبریں آتی ہیں

(مسلم شریف ج ا ص ۳۴۱)

حضرت قتیبہ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی نعیم نے حدیث بیان کی اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں یمن سے ایک رنگے ہوئے چمڑے میں سونا بھیجا جس سے ابھی تک مٹی الگ نہیں کی گئی تھی۔ آپ نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا۔ عینیہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ تھے یا عامر بن طفیل۔ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ ان لوگوں کی بہ نسبت اس مال کے ہم زیادہ حق دار تھے، حضور علیہ السلام تک یہ بات پہنچ گئی آپ نے فرمایا الا تامنونی کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے حالانکہ میں تو اُس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے اور میرے پاس صبح وشام آسمانی خبریں آتی ہیں۔

فقال رجل غائر العینین مُشرف الوجنتین ناشر الجبهة کث اللحیة محلوق الراس مشمر الازار فقال یا رسول اللہ اتق اللہ فقال ویلک او لست احق اهل الارض بان یتقی اللہ قال ثم ولی الرجل فقال خالد بن الولید رضی اللہ عنہ یا

رسول الله الا اضرب عنقه فقال لا لعله ان یکون یصلی قال خالد و کم من مصل یقول بلسانه ما لیس فی قلبه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لم اومر ان انقب عن قلوب الناس ولا اشق بطونهم قال ثم نظر الیه و هو مقف فقال انه یخرج من ضئضئی هذا قوم یتلون کتاب الله رطبا ولا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیه قال اظنه قال لئن انا ادرکتهم لا قتلنهم قتل ثمود۔ (مسلم شریف کتاب الزکوۃ)

ایک آدمی کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور دونوں گال پھولے ہوئے تھے، پیشانی ابھری ہوئی تھی، داڑھی گھنی، سر منڈا ہوا تھا، اور تہہ بند پنڈلیوں سے اُونچا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈر! آپ نے فرمایا تجھے عذاب ہو کیا روئے زمین پر میں اللہ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ حق دار نہیں ہوں؟

پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس کی گردن نہ اڑادوں؟ آپ نے فرمایا شاید وہ نمازی ہو! عرض کیا حضور! کتنے ہی نمازی بھی ایسے ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی آپ نے فرمایا مجھے اس کا مکلف نہیں کیا گیا کہ میں لوگوں کے دل چیر کر دیکھتا پھروں، یا ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں، پھر آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا اور فرمایا اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی کتاب کو اچھی طرح پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گی اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں ان کو پالیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔

گستاخ رسول کو قتل نہ کرنے کی وجوہات

نبی اکرم علیہ السلام کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس کی توبہ کے قبول ہونے میں ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال ہیں خواہ توہین کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ، آپ کے دین کے ساتھ ہو یا آپ کی صفات کے ساتھ، اور یہ توہین خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً، تعریضاً ہو یا تلویحاً۔ اسی طرح کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعا دے، آپ پر لعنت کرے یا آپ کا برا چاہے، آپ کے عوارض بشریہ یا آپ سے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے۔ غرض جس شخص سے کوئی ایسا کلام صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے چنانچہ علامہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں۔

> قال محمد بن سحنون اجمع العلماء على ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب اللہ له و حکمه عند الامة القتل و من شک فی کفره و عذابه كفر۔ (الشفاء ج۲ ص۱۹۰)

محمد بن سحنون فرماتے ہیں علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام کی توہین کرنے والا اور آپ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس کے باوجود حضور علیہ السلام نے بعض گستاخوں کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا اس کی علماء نے متعدد وجوہات بیان فرمائیں مثلاً

نمبر۱۔ لوگ اس کے قتل کو اسلام میں طعن کا ذریعہ نہ بنالیں اور تبلیغ اسلام میں رکاوٹ اور دشواری پیدا نہ ہو۔

نمبر۲۔ امر تکوینی کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات تھی کہ اس گستاخ کی نسل سے کچھ لوگوں کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ مقدر فرما چکا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور علیہ السلام نے ان منافقین کو کیوں نہ قتل کیا جو عموماً آپ کو ایذاء پہنچاتے رہتے اور اسی طرح اس یہودی کو قتل نہ فرمایا جس نے آپ سے کہا تھا السام علیک (تم پر موت واقع ہو) حالانکہ یہ بددعا تھی اور اس شخص کو بھی قتل نہ کیا جس نے مال غنیمت کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ''اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا اور ایک موقع پر کہا ''اے محمد! عدل کر''۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اس وقت آپ لوگوں کے ایمان کی خاطر ان کی تالیف قلب فرماتے تھے اور اسلام کو ان کے دلوں میں حزین فرماتے اور اس وقت مسلمانوں کی کثرت کی ضرورت تھی تبھی آپ صحابہ کو فرماتے تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو مشکلات کے لئے نہیں، اور فرماتے کہ لوگوں کو مالوف کرو، متنفر نہ کرو اور اس وقت اللہ کا حکم بھی یہی تھا ادفع بالتی ھی احسن۔ احسن طریقے سے مدافعت کیجیے۔

اور آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ایذاء رسانیوں کو برداشت کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آگیا تو آپ جن گستاخوں پر قادر ہوئے ان کے قتل کا حکم دیا اور ان کے خون کو مباح کر دیا جیسے کعب بن زہیر اور ابن زبعری۔

منافقین کو قتل نہ کرنے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا شمار بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اور ان کی گستاخیاں حضور کی بارگاہ میں جب پہنچتی تھیں تو کوئی ایک صحابی گستاخی کے کلمات سرکار تک پہنچاتا جس پر وہ قسمیں کھا کر اپنی برأت ظاہر کر دیتے تھے۔ علاوہ ازیں حضور علیہ السلام ان کے ایمان قبول کرنے کے خواہش مند تھے اس لیے صبر فرماتے یہاں تک کہ ان میں سے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے دین کو تقویت پہنچی۔

یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی گستاخی کے کلمات کو نقل کرنے والے نصاب شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی پر پورا نہ اترتے تھے کبھی کسی بچے کسی غلام یا عورت نے آ کر بتا دیا کہ فلاں شخص ایسی بات کر رہا تھا اور اسلام میں دو مردوں کی گواہی کے بغیر خون بہانا جائز نہیں ہے اور حضور علیہ السلام نے علم نبوت سے اس کا فیصلہ اس لیے نہیں فرمایا کہ بظاہر وہ مسلمانوں میں شمار ہوتے تھے اس طرح مخالفین و معاندین کو آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل جاتا کہ

آپ جس کو چاہتے ہیں نفاق کی تہمت لگا کر قتل کر دیتے ہیں اس سے اسلام کی اشاعت و تبلیغ پر اثر پڑتا۔ اسی لیے آپ نے (اعدل۔ عدل کر) کہنے والے کو قتل کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے ان محمد ایقتل اصحابہ "کہ محمد تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے"۔

ابن معاذ اور ابن قصار کے مطابق کہ جب منافقین اپنا نفاق ظاہر کرتے تو حضور علیہ السلام ان کو قتل بھی کرتے باقی رہا (السام علیک) کہنے والے یہودی کو قتل نہ کرنا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت میں تھا اور اسلام کی ابتداء تھی اور یہ بھی کہ آپ کو اس وجہ سے کچھ لوگوں کے ایمان لانے کی توقع تھی۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۲ امام ابو عبد اللہ دستانی مالکی بحوالہ شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عموماً یہ بات مشہور ہے کہ جس کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے گا اور قائل کی تکفیر نہ کی جائے گی یہ اس وقت ہے کہ واقعی کلام میں متعدد احتمالات ہوں بعض کفریہ اور بعض غیر کفریہ ایسی صورت میں مفتی، قائل کے کلام کو غیر کفریہ معنی پر محمول کرے گا لیکن اگر متعدد احتمالات نہ ہوں بلکہ صرف ایک ہی معنی ہو اور وہ خدانخواستہ کفریہ ہے تو اب مفتی کے لئے قائل کی تکفیر کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

چنانچہ رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۹ پہ ہے۔

و فی الدرر و غیرھا اذا کان فی المسئلة وجوہ توجب الکفر و احد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم و الا لم ینفعہ حمل المفتی۔

درر و غیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کچھ وجوہ کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے، کہ اس کو منع عن الکفر پر محمول کرے بشرطیکہ قائل کی نیت بھی وہی ہو ورنہ مفتی کے منع عن الکفر پر محمول کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

اسی طرح جو شخص گستاخانہ لفظ بولتا ہے اور جب اس کی تکفیر کی جاتی ہے تو وہ اپنے دفاع کے لئے کہتا ہے کہ میری نیت اس سے توہین نہ تھی۔ اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ جس لفظ کے متعدد معانی ہوں اس کے متعلق قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ میری نیت میں فلاں گستاخانہ معنی نہ تھا بلکہ فلاں معنی تھا لیکن جس لفظ کا لغت، عرف یا شرع کے اعتبار سے ایک ہی معنی ہو اور وہ معنی گستاخانہ ہو تو اب قائل کی نیت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

مثلاً طلاق کا عرف و شرع میں ایک ہی معنی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو انت طالق کہہ دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اب اگر کوئی شخص بیوی کو یہ لفظ بول کر کہے کہ میری نیت اس کا لغوی معنی تھا کہ ”وہ کھلی ہوئی ہے یعنی بندھی ہوئی نہیں ہے“ یا یہ کہ میں نے یہ لفظ یونہی کہہ دیا ہے اس سے میری نیت طلاق نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ صریح لفظ میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دے تو یہ لفظ چونکہ طلاق کے لئے نہیں ہے لہٰذا اس کی نیت پوچھی جائے گی اگر طلاق کا ارادہ کرے گا تو طلاق ہو گی اور اگر عزت و حرمت کا ارادہ تھا تو اس معنی کا اعتبار ہو گا اسی طرح اگر کوئی کسی کو ولد الحرام یا حرام زادہ کہتا ہے تو پھر تاویل کرتا ہے کہ میری نیت مسجد حرام والے حرام یعنی حرمت و عزت کی تھی تو نیت کا اعتبار نہ ہو گا بلکہ اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔ کیوں کہ عرب میں یہ لفظ ناجائز اولاد کے لئے متعین ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے

> **ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر بہ و ان لم یقصد الاستخفاف۔** (ردالمحتار ج۳ ص۳۹۲)
>
> جو چیز توہین کی دلیل ہو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

اس سلسلہ میں آخری بات وہ ہے جو قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمائی اور پاک و ہند کے پانچ سو علماء نے فیصلہ فرمایا **من قال لشعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شعیرۃ یکفر۔** اگر کسی نے حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کو حقارت و تضحیک، استخفاف و اہانت کے انداز میں بطور تصغیر شعیرۃ (معمولی بال) کہہ دیا تو اس گستاخی کی وجہ سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ (الشفاء ۳/۱۰۶:۲۔ عالمگیری)۔

بہت سادہ سا ہے اپنا اصولِ زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

* * *

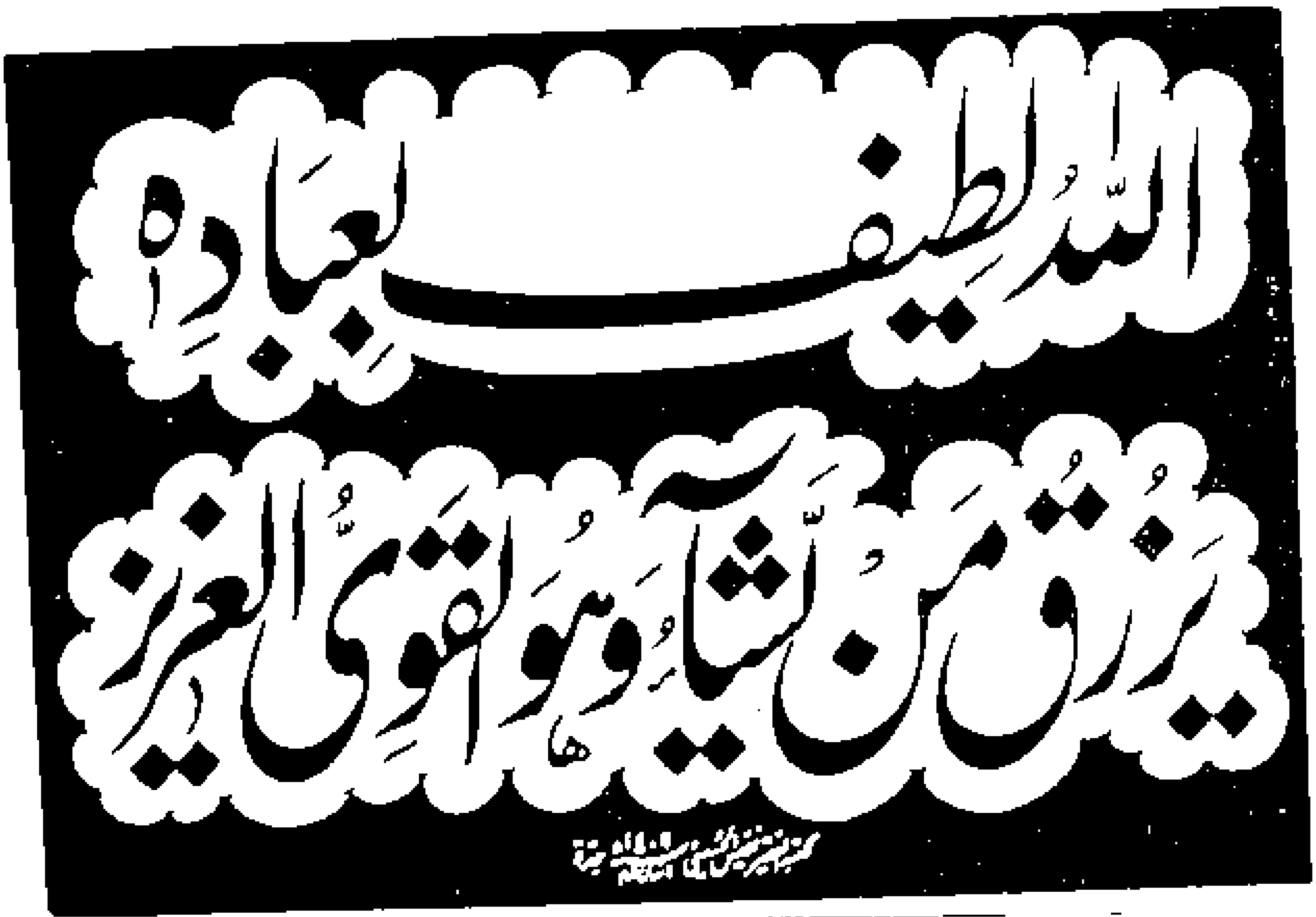
اللہ لطیف بعبادہ
یرزق من یشاء وھو القوی العزیز

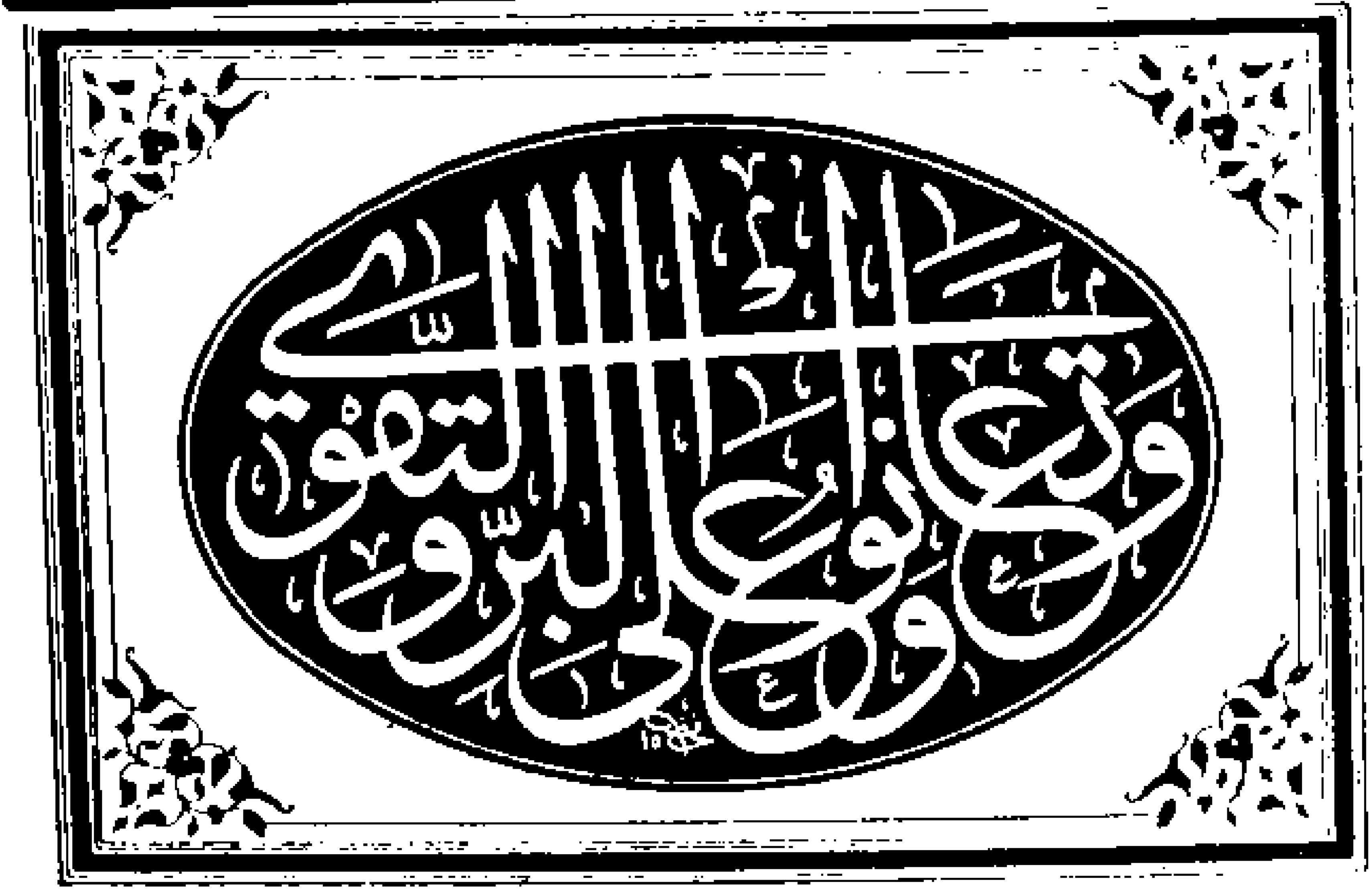
وتعاونوا علی البر والتقوی

﴿۹۸﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَنَا وَضَعْتُ الرُّکْنَ بِیَدِیْ

میں نے حجرِ اسود کو اپنے ہاتھ سے رکھا

(جب قریش اس کے رکھنے میں اختلاف کر رہے تھے)

(دلائل النبوۃ: امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی ج ۱ ص ۵۶)

کعبۃ اللہ

کعبۃ اللہ ساری زمین کا افضل ترین ٹکڑا ہے جسے ساری زمین کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والارض بعد ذلک دحھا۔ (النازعات)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان بنانے کے بعد زمین کو بچھایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان البیت قبل الارض بالفی سنة (و اذا الارض مدت) قال من تحته مدت۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ۲:۴۴)

بیت اللہ شریف زمین سے دو ہزار سال پہلے موجود تھا فرمایا (قیامت کے دن جب زمین کو پھیلایا جائے گا) اس کی ابتداء بھی اسی خطہ زمین کے نیچے سے ہوگی۔

یعنی یہ خطہ ابتداء ہی سے حج و زیارۃ کے لئے منتخب کر لیا گیا تاکہ انسانیت کو ایک مرکز نصیب ہو جس سے وہ فیوض و برکات پائیں۔ سورۂ بقرہ میں اس کی مرکزیت کو یوں بیان کیا گیا۔

و اذ جعلنا البیت مثابة للناس و امنا۔ (۲:۱۲۵)

ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کا گہوارہ بنایا۔

اس عظمت وشان والے گھر کی تعمیر کس شان سے ہوئی اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یوں ہے۔

بعث الله جبريل الى ادم و حواء فقال لهما ابنيا في بناء فخط لهما جبريل فجعل ادم يحفر و حواء تنقل حتى اجابه الماء نودى من تحته حسبک يا ادم فلما بنياه اوحى الله تعالىٰ اليه ان يطوف به و قيل له انت اول الناس و هذا اول بيت ثم تناسخت القرون حتى حجه نوح ثم تناسخت القرون حتى رفع ابراهيم القواعد منه.

(دلائل النبوۃ للبیہقی ۲:۴۵، البدایہ والنہایہ ۲:۲۹۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور مائی حوا علیہما السلام کی طرف جبریل امین کو بھیجا اور فرمایا کہ میرے لیے ایک گھر بناؤ چنانچہ حضرت جبریل امین نے حد بندی کر دی اور حضرت آدم علیہ السلام نے مٹی کھودنا شروع کر دی اور حضرت حواء مٹی کو دوسری جگہ منتقل کرنے لگیں، یہاں تک کہ وہ پانی کی سطح تک پہنچ گئے، نیچے سے آواز آئی اے آدم! اب بس کرو اتنی گہری کافی ہے۔ جب انہوں نے تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اب اس کا طواف کرو۔ انہیں بتایا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے۔ اس کے بعد صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ نوح علیہ السلام نے اس کا حج کیا پھر صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو بنیادوں سے اُٹھایا۔

پھر زمانہ گذرتا گیا اور یہ عمارت منہدم ہو گئی تو "قوم عمالقہ" نے اس کو تعمیر کیا اس کے بعد "بنو جرہم" نے تعمیر کیا پھر جب عمارت بوسیدہ ہوئی تو قریشِ مکہ نے اسے ازسرِ نو تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا اس وقت حضور علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً ۳۵ سال تھی۔

ہوا یوں کہ ایک عورت کی بے احتیاطی کی وجہ سے آگ بھڑک اُٹھی جس کی وجہ سے نئی تعمیر کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ پہلی عمارت کو ڈھانے کی کون جرأت کرے، ہو سکتا ہے اللہ کو یہی عمارت زیادہ پسند ہو جو اگرچہ مٹی کا تودہ ہے لیکن مرمر کی سلوں سے زیادہ پیارا

ہو، بقول اقبال ؎

میں ناخوش و بےزار ہوں مَرمَر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو

تمام سردار سر جوڑ کر بیٹھے اور مشورہ کرنے لگے ولید نے کہا ہماری نیت صحیح ہے لہٰذا کچھ نہیں ہوگا۔ ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر کا ہے نہ کہ شکست و تخریب کا، اس لیے کام شروع کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ کے اسباب یوں مہیا فرما دیے کہ روم کے ایک تاجر کا جہاز سمندر نے ساحل جدہ پر لا پھینکا اور وہ ٹوٹ پھوٹ گیا [illegible]یش مکہ نے کعبہ پر چھت ڈالنے کے لئے اس کے تختے حاصل کر لیے۔ جب انتظام مکمل ہو گئے تو وہ نازک لمحہ آ گیا جس سے سارے ڈر رہے تھے اور وہ یہ تھا کہ کہیں کعبہ کو گراتے ہوئے ہم پر عذاب نازل نہ ہو جائے آخر حضور علیہ السلام کے والد ماجد کے ماموں حضرت ابو وھب نے جرأت کی جو بڑے پاک باز اور شریف تھے۔

فتناول من الكعبة حجرا فوثب من يده حتى رجع الى موضعه۔ (الروض الانف، ۱: ۱۳۰)

آپ نے کعبہ کا ایک پتھر اُکھاڑا تو وہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر دوبارہ اپنی جگہ پہ جا لگا۔

سب کے رنگ فق ہو گئے، متوقع عذاب نے ان کے اوسان خطا کر دیے، کیوں کہ اسی بات کا انہیں ڈر تھا ابو وھب بڑے حقیقت شناس اور دور اندیش تھے انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا "اے قریشیو! وعدہ کرو کہ کعبہ کی تعمیر پر تم بالکل پاکیزہ اور حلال کمائی ہی خرچ کرو گے، سود، غصب، غارت گری کا مال نہیں لگاؤ گے"۔

سب نے وعدہ کر لیا اور کعبہ معظمہ کے ایک ایک حصے کی تعمیر ایک ایک قبیلے نے اپ ذمہ لے لی۔ اب جناب ابو وھب نے آگے بڑھ کر ایک پتھر اکھیڑا تو وہ آسانی سے اُکھڑ گیا او کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا، باقی قریش بھی بڑھے اور عمارت گرانے میں مصروف ہو گئے۔

جب ابراہیمی بنیادوں تک پہنچے تو انہیں بڑے بڑے پتھر نظر آئے جیسے اونٹوں ک کوہانیں ہوتی ہیں اور ایک دوسرے میں پھنسے ہوئے تھے، ایک نوجوان نے انہیں اپنی جگہ سے اُکھاڑنا چاہا تو ایک بجلی کوندی جس سے سب کی نظریں چندھا گئیں سب کو ایک زبردست جھٹکا

جیسے زلزلہ آ گیا ہو، وہ ڈر گئے اور مزید پتھر اُکھاڑنے کا ارادہ ترک کر کے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کا فیصلہ کر لیا۔

حضور علیہ السلام نے خود بھی بنفس نفیس اس کام میں حصہ لیا آپ پتھر لا لا کر دیتے رہے یہاں تک کہ قد آدم کے برابر دونوں دیواریں تعمیر ہو گئیں۔

اب وہ مرحلہ آ گیا کہ جب کعبہ کی دیوار کے کونے میں ''حجر اسود'' نصب کرنا تھا اچانک اندھی عصبیت کے سوئے ہوئے فتنے انگڑائی لینے لگے۔ اور پُر سکون فضا بادِ سموم کے تند و تیز جھکڑوں میں تبدیل ہو گئی۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسے حاصل ہو اور دوسرے قبائل اگر بخوشی یہ سعادت اس کے حوالے نہ کریں گے تو بزور شمشیر بھی وہ یہ اعزاز حاصل کر کے رہے گا۔ تلواریں نیاموں سے نکل آئیں ہر قبیلے کے اجلاس ہو گئے اور خون سے بھرے پیالوں میں ہاتھ ڈبو کر قسمیں کھانے لگے کہ کٹ مریں گے مگر یہ اعزاز کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہونے دیں گے

فمكثوا على ذلك ليالي ثم تشاوروا فقال ابو امية ابن المغيرة وهو راس قريش اجعلوا بينكم اول من يدخل من باب هذا المسجد يقضي بينكم فيه۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۱۴۶ السیرۃ النبویہ۔ ابن کثیر ج ا ص ۲۸۰)

چند روز تک یہی صورت حال رہی پھر انہوں نے باہم مشورہ کیا ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش کا سردار تھا، نے کہا تم لوگ آپس میں فیصلہ کر لو کہ اس مسجد میں جو سب سے پہلے داخل ہو گا اسے اپنا حاکم تسلیم کر لو گے اور وہ اس تنازعہ کے لئے جو بھی تجویز پیش کرے گا تم سب اس کو مانو گے۔

اگلی صبح سب سے پہلے حرم شریف کے اس دروازے سے جسے باب بنی شیبہ کہا جاتا تھا حضور علیہ السلام حرم مسجد میں داخل ہوئے، آپ کو دیکھ کر لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی ان میں جو بزرگ ترین تھا اس نے کہا۔

هذا الامين رضينا به حكما هذا محمد.

(السیرۃ النبویہ: ابن ہشام ج ا ص ۲۱۴)

یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ہم سب ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

جب حضور علیہ السلام وہاں پہنچے تو انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا آپ نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے فرمایا هلم الی ثوبا۔ میرے پاس ایک چادر لاؤ۔

وہ چادر لائے آپ نے چادر کو زمین پہ بچھایا، اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو چادر کے درمیان رکھا اور ہر قبیلہ کے سردار کو بلا کر ایک ایک کونہ پکڑا دیا اور فرمایا اس کو اُٹھا کر لے چلو جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں حجر اسود نصب ہونا تھا تو میرے آقا نے اپنے نورانی اور گورے گورے ہاتھوں سے اس بابرکت کالے کالے پتھر کو اس کے مقام پر رکھ دیا۔

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

اس طرح اس مقدس کام میں شرکت کا فخر بھی سب کو حاصل ہو گیا اور فتنہ و فساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے بھی اپنی موت آپ مر گئے اور سب کے دلوں میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ حسن تدبر کی ایسی مثال اور حکمت و بصیرت کا ایسا مظاہرہ تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں کو حیران کر دیا اور عدل و انصاف پر مبنی اس فیصلے سے سب خوش ہو گئے اور تسلیم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی قوم کو نئی زندگی عطا کر دی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی قلبہ الطاهر الذکی و یدہ الطاهرة الزکیة المیمونة و علی الہ و صحبہ و سلم۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا

انا وضعت الرکن بیدی.

میں نے حجرِ اسود اپنے ہاتھ سے رکھا۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

جناب ابوطالب نے اس موقع پر کہا

ان لنا اولہ واخرہ   فی الحکم والعدل الذی لاینکرہ
وقدجهدناجهدنالنعمرہ   وقدعمرناخیرہ واکثرہ

فان یکن حق ففینا اکثرہ

ہمارے پاس اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا کعبۃ اللہ) کا پہلا اور پچھلا زمانہ حکمت و عدل میں ایسا ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

ہم نے کعبہ کی تعمیر میں پوری کوشش کی اور اس کا بہتر اور اکثر حصہ ہم نے تعمیر کیا۔

اگر یہ بات حق ہے تو اس کا وافر حصہ ہم (بنو ہاشم) کو ملا ہے۔

(ترجمہ اشعار: استاذی المکرم قاری محمد طیب نقشبندی)

حضور علیہ السلام کی حکمت و بصیرت اور راہنمایان عالم

عموماً ناسمجھی کی وجہ سے کبھی دوسروں کی نقلی چیز اپنی اصلی سے زیادہ اچھی معلوم ہونے لگتی ہے یا یوں کہو کہ غیروں کی مٹی میں کشش محسوس ہونے لگتی ہے اور اپنا خالص سونا بھی دل کو نہیں بھاتا آج کل کا پڑھا لکھا، دین سے دور نوجوان بھی اسی مرض میں مبتلا ہے، اس کو دین اسلام کی یا پیغمبر اسلام کی بات سناؤ تو بدکتا ہے اور بغلیں جھانکتا ہے کہ کوئی مجھے بنیاد پرست نہ کہہ دے قرآن سننے سے کتراتا ہے اور انگریزوں سے نہ شرماتا ہے نہ گھبراتا ہے۔

ان کی بات اللہ رسول سے بھی زیادہ پسند کرتا ہے، وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے فوراً حوالہ دیتا ہے، اجی دیکھو انگریز تو چاند پہ پہنچ گیا وہاں سے خاک لایا ہے تم نے کیا کیا؟ ارے خدا کے بندے! جو خاک سے اٹھا اور چاند پہ جا کر بھی خاک ہی لایا وہ تجھے کیا خاک دے گا ذرا اپنا گھر بھی دیکھ تیرے نبی نے اسی چاند کو ٹکڑے کر کے قدموں میں لا کر بتا دیا ہے کہ چاند پہ جانا کمال نہیں چاند کو قدموں میں لانا کمال ہے۔

امریکہ و یورپ والے اگر آج ٹیلی فون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے دور دور بات کرنے اور سننے کے قابل ہوئے ہیں تو ہمارے آقا نے تو اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں رہ کر لوح محفوظ پر چلتے قلم کی آواز کو سنا ہے۔ دوسروں کے پیچھے تو وہ چلے جس کا اپنا ماضی تاریک و شرم ناک ہو، تیرا ماضی تو اتنا تابناک اور قابل رشک ہستیوں سے بھرپور ہے کہ دشمن بھی تیرے نبی کے قصیدے پڑھتے نظر آتے ہیں۔ پڑھ کے دیکھو انگریز کی کتاب "ہنڈرڈ اینڈ ون" "ایک سو ایک" اس میں پہلا نام ہمارے آقا کا ہے کہ انگریز ہو کر لکھتا ہے مجھے کائنات میں ان جیسا نظر ہی نہیں آیا

اس لیے میں نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو بعد میں رکھا اور پہلے نمبر پہ محمد رسول اللہ کو رکھا۔

''وال ٹیر'' کہتا ہے محمد سے بڑا انسانیت نواز انسان دنیا کبھی نہ پیدا کر سکے گی (صلی اللہ علیہ وسلم) ''آرنلڈ ٹوائن بی'' لکھتا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا سے رنگ اور نسل کا طبقاتی امتیاز یکسر ختم کر دیا اور کسی مذہب نے اتنی کامیابی حاصل نہ کی جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب نے حاصل کی آج کی دنیا جس ضرورت (مساوات، انصاف، جہالت وغربت کا خاتمہ وغیرہ) کے لئے رو رہی ہے اسے صرف اور صرف مساوات محمدی کے ذریعے ہی پورا کیا جا سکتا ہے۔

''ایچ پارٹین'' نے لکھا کہ انسانی دنیا میں ایک وسیع خلا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو عالمی برادری کو پیغام دیا اس نے اس خلا کو پُر کر دیا، انسان انسان کے قریب آ گیا، آج ہم عالمی برادری کی جو اصطلاح استعمال کرتے ہیں اس کا تصور پیغمبر اسلام کی عطا ہے۔

(رسول اکرم کا وسیلہ جلیلہ از جسٹس محمد اقبال)

ہم پاگل نہیں ہیں جو تمہیں بار بار اسلام وپیغمبر اسلام کی طرف بلاتے ہیں اگر کسی عالم کا انداز گفتگو پسند نہیں تو اس وجہ سے اسلام سے دور تو نہ بھاگو خود پڑھو اسلام کو اور سیرت مصطفیٰ کو، ہم نہیں کہتے تم ماز وے تنگ، چرچل، ہٹلر اور لینن کو نہ پڑھو، پڑھو اور ضرور پڑھو لیکن پھر آمنہ کے لعل کو اور عبداللہ کے در یتیم کو بھی پڑھو یقیناً کہو گے ۔

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میری سرکار ہیں ویسا نہیں کوئی

کیا یہ تھوڑا فرق ہے کہ ان سب کا استاد جتنا بھی بڑا ہو گا زمین پہ ہی ہو گا اور میرے مصطفیٰ کا استاد عرش والا ہے ''الرحمن علم القران''۔

❁ —— یہ مساوات کے دعوے دار بقول اقبال ۔ پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات صرف نعرے کی حد تک ہے بڑے سے بڑا سرمایہ دار سوشلزم کی بات کرنے لگے تو ایسی احمق قوم ہے اس کی جائیداد وعیش پرستی کو نظر انداز کر دیتی ہے اور کوئی مساوات کا دشمن نظر آتا ہے تو مسجد کا مولوی بے چارہ ساری زندگی مسجد کے حجرے میں گذار دینے والا کیوں کہ یہی لوگوں کو

مساوات محمدی کی باتیں سُنا کر نام نہاد مساوات کے دعوے داروں کو ننگا کرتا ہے۔ غریب کے حالات تو وہی جان سکتا ہے جو خود غربت کی چکی میں پسا ہو اور جس کے کتے بھی ریشمی کپڑے پہنتے ہوں اس کو کیا معلوم غریب بغیر بستر کے سردی کی رات سڑک پر کس طرح ٹھٹھر کر گذارتا ہے، مولوی تو تمہیں صرف یہی عرض کرتا ہے کہ مساوات دیکھنی ہے تو دیکھو آمنہ کا لعل کس طرح چند کھجوریں اپنے صحابہ کرام کو کھلا رہے ہیں اور خود پاس بھوکے کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہیں۔

یا وہ واقعہ پڑھو کہ دودھ کا ایک پیالا کس طرح ستر صحابہ کو پلایا جا رہا ہے اور اللہ کے نبی خود آخر میں نوش فرماتے ہیں۔

ایک جنگ کے موقع پر جب کسی کے پاس توشہ کم تھا کسی کے پاس زیادہ کسی کے پاس بالکل نہیں تھا آپ نے سب کو حکم دیا کہ جو کچھ کسی کے پاس ہے لے آؤ سارا ملا کر سب کو اکٹھا بٹھا کے سب کا پیٹ بھر دیا اسی نبی کے غلاموں کے متعلق سورۂ دھر کی آیت **و یطعمون الطعام علی حبه الخ** اور سورۂ حشر کی آیت **ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة** اتریں ان کا شان نزول پڑھو اور پھر فیصلہ خود ہی کر لو اگر فیصلہ انصاف سے کرو گے تو اس کے سوا کچھ نہ کہو گے

؎ یہ انتخاب ہمارا ہی انتخاب نہیں
خدا کے گھر میں بھی آقا ترا جواب نہیں

بدر کے سفر میں سواریاں کم ہونے کی وجہ سے ایک ایک سواری تین تین افراد کو ملی باری باری بیٹھتے ہمارے آقا نے اپنے آپ کو بھی اسی قانون کا پابند فرمایا آپ کے ساتھ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہما تھے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کی پیدل چلنے کی باری آئی تو دونوں ساتھیوں نے عرض کیا۔

یقولان له ارکب حتی نمشی فیقول انی لست باغنی عن الاجر منکما ولا انتما با قویٰ علی المشی منی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج۳ ص۳۹)

حضور آپ سوار ہو جائیں ہم پیدل چلتے جائیں گے فرمایا میں تم سے اجر و ثواب کا زیادہ طالب ہوں اور تم مجھ سے چلنے کی زیادہ طاقت نہیں رکھتے۔

یعنی نہ ان کو اپنی برتری کا احساس دلایا بلکہ ان کے ذہن میں جو احساس پیدا ہوا تو اس کی بھی توجہ دوسری طرف پھیر دی۔ یہی جلوہ آپ کے غلاموں میں بھی نظر آتا ہے عمر فاروق بیت المقدس فتح کرنے گئے تو زمانے نے دیکھا۔

دیکھئے کس شان سے امت کا امام آتا ہے
خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

یہی تو وجہ ہے کہ جو محمد عربی کے سچے غلام ہوئے آج شاہان وقت بھی ان کے قدموں میں حاضری دیتے ہیں کون نہیں جانتا کہ پاکستان کے ہر حکمران نے داتا گنج بخش کی چوکھٹ کو بوسہ دیا ہے یقیناً یہ کمال ان کا نہیں بلکہ مدینہ والے کی سچی غلامی کا کمال ہے۔

محبوب دو عالم ہیں ادھر آ کے تو دیکھو
مشتاق نگاہیں ہیں ادھر آ کے تو دیکھو

معمولی سی پذیرائی مل جائے تو اپنے خلاف بات سُننا گوارہ نہیں کیا جاتا لیکن ہمارے آقا پتھر کھا رہے ہیں گالیاں سن رہے ہیں اور اللہ کی پیش کش کے باوجود قوم کو تباہ کرانے کی بجائے دعاؤں سے نواز رہے ہیں **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون**۔ والیل کی زلفوں پہ کوڑا پھینکنے والی مائی بیمار ہوتی ہے تو بمع صحابہ اس کی بیمار پرسی فرمانے جا رہے ہیں۔ اگر خود کو تکلیف میں ڈال کر کسی کو آرام ملتا دیکھتے ہیں یا کسی کی تکلیف ختم ہوتی دیکھتے ہیں تو اس کو بھی قبول فرما لیتے ہیں ''میری خیر ہے تیرا کام ہو جائے'' اے دورِ حاضر کے مغربی تعلیم کے دلدادہ نوجوان! تجھے کہاں سے ملے گا اس لیے میری التجا ہے۔

تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اُڑو عرش پہ جھولو
اک بات بندۂ عاجز کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

دوسرے لیڈر تو غریب آدمی سے الیکشن کے لالچ میں ہاتھ ملا لیں تو صابن سے ہاتھ دھوتے ہیں ہمارے حضور کی عظمت یہ ہے۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا استقبله الرجل فصافحه لا ينزع يده من يده حتى يكون الرجل ينزع ولا يصرف وجهه عن وجهه حتى يكون الرجل هو يصرفه.

کہ جب حضور علیہ السلام کے سامنے کوئی شخص آتا تو آپ خود اس سے مصافحہ فرماتے اور پھر ہاتھ نہ کھینچتے جب تک کہ وہ خود نہ کھینچتا اور چہرہ اس سے نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ خود چہرہ نہ پھیرتا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)۔ (ترمذی ج ا ص ۷۵)

مدینہ کی ایک پاگل بوڑھی مائی حضور علیہ السلام کو لے کر مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہی ہے (اور زمانہ مائی کے مقدر پہ گھوم رہا ہے) حضور علیہ السلام اس کو احساس کمتری سے بچانے کے لئے فرما رہے ہیں جہاں چاہے لے چل میں تیری باتوں سے تنگ دل نہیں ہوں گا (کہ اگر میں بھی تیری نہ سنوں گا تو پھر کون سنے گا)۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے؟

آپ مجھے بتائیں کسی کے پاس ایسا ہادی ہو سکتا ہے سوائے امت مسلمہ کے، ان کے قدموں کو چھوڑ کر ان کے دشمن کی غلامی پہ نازاں ہونا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ ہمارا نوجوان اپنی وضع قطع، اپنا لباس وحلیہ، اپنے طور طریقے، اپنی حرکات وسکنات انگریز کے مطابق بنا کر فخر محسوس کرتا ہے۔ ہماری حکومتوں کے قانون انگریز کے وضع کردہ ہیں جن میں نہ شرم وحیاء ہے اور نہ ادب و احترام ہے، ہماری عورتیں سیرت فاطمہ اپنانے کی بجائے مغربی عورتوں کی تقلید میں ہلکان ہو رہی ہیں یعنی پورا معاشرہ بجائے مکہ و مدینہ کی طرف جانے کے لندن و امریکہ کی جانب رواں دواں ہے جہاں سے ذلت ورسوائی کے علاوہ کچھ نہ ملے گا۔

دوستو! پیاسے شخص کے گھر کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو تو اس کا جنگل کو بھاگنا حماقت کے سوا کچھ نہیں، کلمہ اسلام کا پڑھ کر پروگرام سارا دشمنانِ اسلام کا اپنانا کہاں کی مسلمانی ہے؟ عزت چاہتے ہو، شہرت چاہتے ہو تو تمہیں امریکہ کی غلامی میں نہیں مدینہ کی خاک سے ملے

گی اور جس کو جو ملا ہے حضور کے قدموں ہی سے ملا ہے لہٰذا۔

درِ نبی پہ پڑے رہو تم "کیونکہ" پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا۔

ہر نعمت بار بار ملتی ہے دولت، تندرستی کبھی آتی ہے کبھی جاتی ہے لیکن زندگی صرف ایک بار ہی ملی ہے اور جو لمحہ گذر گیا قیامت تک نہ آئے گا اسی لیے اللہ نے زمانے کی قسم اُٹھائی ہے اور جب زندگی کے لمحات ختم ہو جاتے ہیں تو ایک لمحہ کی مہلت بھی نہیں ملتی ارشاد باری تعالیٰ ہے **لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون** ۔ نہ ایک لمحہ پیچھے ہو سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں بچپن تو والدین کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگر ضائع ہو جائے تو والدین پر ہی افسوس کرنا چاہیے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے نہیں نبھایا، اور بڑھاپا ویسے ہی دردِ سر اور بے کار ہوتا ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ آ جا کے ایک جوانی ہی رہ جاتی ہے اگر اس کو سنبھال لیا تو

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

لیکن افسوس! ان جوانوں پر جو اپنی حسین جوانی کو چوکوں اور تھڑوں کی نذر کر دیتے ہیں اور ایک روپیہ ضائع ہونے پر تو افسوس کرتے ہیں مگر اتنی قیمتی چیز ضائع ہونے پر ذرا ندامت نہیں ہوتی۔

جوانو! تم نے بڑے بڑے نشے کیے، سوائے ذلت کے کیا ملا، آؤ! محبت رسول کے نشہ کا ایک گھونٹ بھی پی کر دیکھو، دنیا کے غلیظ نشوں نے تمہیں قوم پر بوجھ بنا دیا ہے سرکار کی محبت کا نشہ تمہیں قوم کا امام بنا دے گا

طیبہ کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

تم نے بڑے بڑے رنگوں کو اپنایا اپنے آپ کو حسین بنانے کے لئے، ذرا سرکار کی سنت کا رنگ اپنے اوپر چڑھا کر دیکھو حُسن خود تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو جائے گا، وہ لذت دنیا کے کسی نشہ میں نہیں جو سرکار کی محبت میں ہے اور وہ حسن دنیا میں کہیں نظر نہ آئے گا جو سرکار کی اداؤں میں چھلکتا ہے اگر خبر ہو جائے تو کہتے پھرو

غلام مصطفیٰ بن کر میں بک جاؤں مدینے میں
محمد نام پہ سودا سرِ بازار ہو جائے

اپنی مجلسوں کو ہنسی مذاق، گالی گلوچ، بے ہودہ گوئیوں سے پاک کر کے ذکرِ الٰہی اور درود شریف سے سجاؤ تا کہ وہ مجلس وبالِ جان بننے کی بجائے باعثِ نجات بن جائے کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے جس مجلس میں ذکرِ الٰہی، نہ ہو قیامت کے دن وہ مجلس، بیٹھنے والوں پر مردار، بد بودار گدھے کی طرح (حسرت وندامت) ہوگی۔

یہی وہ نوجوان ہیں کہ جن کے ایک ہاتھ میں قرآن دوسرے میں تلوار ہوتی تھی اور محمد بن قاسم کا کردار ادا کرتے ہوئے ملکوں کے ملک فتح کرتے چلے جاتے، آج انہوں نے ایک ہاتھ میں گیند اور دوسرے میں بلا پکڑ رکھا ہے اور گھروں میں ڈیک پر فحش گانے چل رہے ہوتے ہیں ماں بھی سن رہی ہے اور بہن بھی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہمارے آقا کا ایک ایک فرمان بالخصوص نوجوان نسل کے لئے ایسا بابرکت اور نافع ہے کہ اس کے مقابلے میں ساری دنیا بھی ہیچ نظر آتی ہے، اگر ایک فرمان پر بھی کماحقہ عمل کر لیا جائے تو زندگی سنور سکتی ہے اور آخرت بھی بن سکتی ہے۔ فضولیات میں وقت ضائع کرتے رہنا اور اللہ کی عبادت کے لئے وقت نہ ملنے کے بہانے بناتے رہنا جیسی لعنتوں سے دامن بچایا جا سکتا ہے۔ سینما اور وی سی آر کے آگے گھنٹوں بیٹھے رہنا اور خدا کی عبادت کو چند منٹ نہ دینا، بازاروں اور چوکوں پہ دوستوں کے ساتھ وقت ضائع کرتے رہنا، کبھی فلاں ہوٹل میں کھانا کبھی فلاں جگہ کی سیر کبھی فلاں گیم کیا یہ پروگرام تیری زندگی کی قیمتی گھڑیوں کے لئے زہر قاتل نہیں ہیں کاش اے نوجواں! تیری زندگی کی یہ تمام فضول مصروفیات ختم ہو جائیں اور یہی وقت فرائض کی ادائیگی اور نبی علیہ السلام کی غلامی میں صرف ہونے لگے۔

حضور علیہ السلام نے چند لفظوں میں ہمیں کیا کچھ نہیں عطا کر دیا، ارشاد فرمایا

من حسن اسلام المرٔ ترکه مالا یعنیه

بندے کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ہر بے فائدہ کام چھوڑ دے۔

وقت ضائع کرنے سے صرف تیرا ایک فرد کا ہی نقصان نہ ہو گا بلکہ پوری ملت اور قوم کا نقصان ہو گا، ہزاروں نوجوان جو اپنا قیمتی وقت فضولیات میں ضائع کر رہے ہیں یہ پوری قوم کی

امانت ہے جو ضائع ہو رہی ہے افسوس کہ اتنی قیمتی متاع ضائع ہونے پر قوم ٹس سے مس نہیں ہو رہی، کیا دوسرے ملکوں کے نوجوان ہمارے ملک کے جوانوں سے زیادہ قابل ہیں یا ان کے دو دو دل و دماغ ہیں کہ نئی نئی ایجادات کر رہے ہیں، بات صرف یہ ہے کہ ان کی زندگیوں میں انجماد نہیں وہ ہر وقت متحرک رہتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ہمارا دین ہمیں نکما اور بے کار نہیں بناتا کہ ہڈ حرام بن کر گھروں میں پڑے رہیں بلکہ جہد مسلسل کا حکم دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جس کے دو دن یکساں ہوں (یعنی جہاں آج ہے کل بھی وہیں ہو اپنے اندر میں کوئی نیا کمال پیدا نہیں کیا یا اپنے علم میں اضافہ نہیں کیا) وہ سخت خسارے میں ہے۔ وہی ملک وقوم ترقی کرتے ہیں جس کے نوجوان اپنا قیمتی وقت ملک وقوم کی خدمت کے لئے لگائیں ان کو وقت ضائع ہونے پر اتنا ہی افسوس ہو جتنا کہ کسی کا جوان بیٹا مرنے پر افسوس ہوتا ہے

غافل یہ گھڑیال تجھے دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

حکمت ودانائی جہاں سے ملے حاصل کرلو

حدیث شریف میں ہے الکلمة الحكمة ضالة المؤمن دانائی کی بات مومن کی گم شدہ پونجی جہاں سے ملے لے کہ مؤمن ہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ لہٰذا علم حاصل کرنا تو کمال ہی کمال ہے لیکن غیروں کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لینا یہ بُری بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما جن کے لئے حضور علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی اللهم فقهه فی الدين. اللهم علمه الكتب یا اللہ! اس کو دین کی سمجھ دے، اے اللہ! اس کو کتاب کا علم دے۔

آپ نے لوگوں کو ایک مرتبہ فرمایا

یا معشر المسلمين كيف تسئلون اهل الكتب عن شئ و كتابكم الذى انزل الله على نبيكم احدث الاخبار محضا لم يشب و قد حدثكم الله ان اهل الكتب قد بدلوا من كتب

الله و غيروا فكتبوا بايديهم الكتب قالوا هو من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا اولا ينهاكم ما جاءكم من العلم عن مسألتهم ولا والله ما راينا رجلا منهم يسألكم عن الذى انزل عليكم۔ (بخاری شریف ج۲ص۱۲۲)

اے مسلمانو! تمہیں کیا ضرورت ہے یہود و نصاریٰ سے سوال کرنے کی حالانکہ تمہاری کتاب (قرآن مجید) جو اللہ نے تمہارے نبی پر نازل فرمائی جس کی باتیں سچی ہیں (اہل کتاب کی طرح) اس میں خلط ملط نہیں ہوا اور اللہ نے تمہیں فرمایا بھی ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتابیں بدل ڈالیں اور اپنے ہاتھوں سے لکھ کر پیسہ کمانے کے لئے کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تمہیں ان سے سوال کرنے سے کیوں نہیں روکتا؟ حالانکہ خدا کی قسم وہ تو تم سے نہیں پوچھتے اس کے بارے جو تمہارے اوپر نازل کیا گیا۔

اس فرمان پہ غور کرو کہ ہم نے اپنے ہر کام میں یہود و نصاریٰ کو شامل کیا ہوا ہے وہ لوگ تو ہمارے نبی پر ایمان نہ لائیں اور ہم مکمل طور پر ان کی ہر بات اپناتے جائیں کبھی کسی انگریز نے ہمارے نبی کا طریقہ نہیں اپنایا اور ہم ان کی تقلید میں داڑھیاں منڈا رہے ہیں پنٹیں پہن رہے ہیں ٹائیاں لگا رہے ہیں۔ اللہ رسول کو ناراض کر لیں تو پرواہ نہیں مگر ان دین کے دشمنوں کی ناراضگی برداشت نہیں ہے۔ اقبال کہتے ہیں ۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو

حضور علیہ السلام نے فرمایا خالفوا الیہود و النصریٰ یہود و نصاریٰ کی (موافقت نہیں) مخالفت کرو اور خود آپ نے عمل کر کے دکھا دیا **کان رسول اللہ ﷺ اذا تبع**

الجنازة لم يقعد حتى توضع في اللحد فعرض له حبر فقال هكذا نصنع يا محمد فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال خالفوهم (ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸) حضور علیہ السلام کا طریقہ تھا کہ جب جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تو لحد میں میت رکھنے تک بیٹھتے نہیں تھے ایک دفعہ ایک اہل کتاب کے عالم نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، سرکار فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا ان کی مخالفت کیا کرو۔

چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرنگ
کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

امام ترمذی فرماتے ہیں **فيه اشارة الى ان كل سنة (اى طريقة) تكون شعار اهل البدعة فتركها اولىٰ۔**

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف ہے، کہ ہر وہ طریقہ جو اہل بدعت کی علامت ہو اس کا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

ہر قوم کا کوئی نہ کوئی شعار اور علامت ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے جیسے سکھوں کا کنگا، کیس، کرپان، کڑا جو یہ نہ رکھے وہ اس کو سکھوں سے نکال دیتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا اہل کتاب داڑھی منڈاتے ہیں مونچھیں بڑھاتے ہیں تم ان کا الٹ کرو اور اپنا شعار یہ بناؤ داڑھی بڑھاؤ مونچھیں پست کراؤ۔ افسوس کہ سکھوں۔ یہودیوں عیسائیوں نے اپنے شعار نہ چھوڑے مگر پچانوے فیصد مسلمان اپنے نبی کا عطا کیا ہوا شعار چھوڑ چکے ہیں کیا بوڑھے اور کیا جوان۔ پانچ پانچ عیسائی، یہودی کھڑے کر دو ساتھ پانچ مسلمان بھی کھڑے کر دو بتا نہیں سکو گے کہ مسلمان کون کون ہے اور عیسائی یہودی کون ہیں۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات

ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لتتبعن سنن من قبلکم باعا بباع و زراعا بذراع و شبرا بشبر حتی لو دخلوا حجر ضب لدخلتم فیہ قالوا یا رسول اللہ الیہود و النصریٰ قال فمن اذا۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۷)

تم ضرور ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی من وعن پیروی کرو گے ایک بالشت بھی آگے پیچھے نہ ہو گے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی (بے سوچے سمجھے ان کی تقلید میں) بل میں گھس جاؤ گے عرض کیا گیا حضور! آپ کی مراد ہے یہودیوں عیسائیوں کی پیروی؟

فرمایا اور کون؟ یعنی انہی کی کہہ رہا ہوں۔

افسوس کہ مسلمان آج کہہ رہے ہیں کہ داڑھی کا کیا ہے یہ تو سکھ بھی رکھتے ہیں، ارے عقل کے اندھو! پھر کلمہ پڑھنا بھی چھوڑ دو کہ کلمہ تو یزید بھی پڑھتا تھا، نماز بھی چھوڑ دو کہ یہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے تو نے ضرور داڑھی سکھوں جیسی رکھنی ہے؟ تو نے ضرور نماز یزید جیسی پڑھنی ہے تجھے تلواروں کے سائے میں امام حسین کی نماز نظر نہ آئی۔ ایک عمل نہ کرنا دوسرا اس طرح کی بات کر کے خدا کے غضب کو دعوت دینا انہی باتوں کی سزائیں تو اس دور کا مسلمان بھگت رہا ہے۔

جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ!

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ان الرجل لیتکلم بالکلمہ لا یریٰ بہ باسا فیھوی فی نار جھنم سبعین خریفا۔ (مشکوٰۃ)

بندہ کبھی ایسی بات کر دیتا ہے کہ جس میں اس کو کوئی حرج نہیں دکھائی دیتا مگر اس بات کی وجہ سے ستر سال جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

من کان یومن باللہ و الیوم الاخر فلیقل خیرا او لیسکت ھل یکب الناس علی وجوھھم فی النار الا حصائد السنتھم۔

(مشکوٰۃ)

جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے لوگوں کو فضول باتوں کی وجہ سے ہی جہنم کی آگ میں اوندھے منہ گرایا جائے گا۔

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

(اقبال)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی نے عرض کیا

یا رسول الله حدثني بامر اعتصم به قال قل ربي الله ثم استقم قلت یا رسول الله ما اکثر ما تخاف علي فاخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم بلسان نفسه ثم قال هذا.

(مشکوٰۃ)

حضور! مجھے ایسی بات بتائیں کہ اس کو لازم پکڑ لوں (نجات کے لئے ایک بات ہی کافی ہو) فرمایا تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم ہو جا عرض کیا آپ میرے لیے زیادہ کس بات کا خطرہ محسوس کرتے ہیں (کیا عمل یا چیز میرے لیے زیادہ نقصان دہ ہے؟) آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا ''اس کا''۔

اس کی تشریح ہے جس میں فرمایا تمام اعضاء زبان کے سامنے التجا کرتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک رہنا اچھا لفظ بولے گی تو لوگ ہماری عزت کریں گے اور نا جائز بولے گی تو تو بول کے چھپ جائے گی پٹائی ہماری ہوتی رہے گی۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے
(اقبال)

حضور علیہ السلام ہی معیارِ حق ہیں

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دیے سائے ہم نے

حجر اسود کے نصب کرنے پر سردارانِ قریش کا نبی اکرم علیہ السلام کی ذات بابرکات پر متفق ہونا کتنی بڑی دلیل ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے سردارانِ قریش بھی ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیارِ حق و صداقت قرار دیتے تھے اور جب اعلان نبوت کے بعد قرآن مجید نے اسی قیقت کو بیان فرمایا تو قریش حسد کی آگ میں جل گئے اور انکار کرنے لگے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔** جس نے رسول کی طاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اس پر کوئی اگر یہ کہے کہ رسول بنے یعنی جب اعلان ت فرمایا تو اس کے بعد معیارِ حق بنے نہ کہ پہلے، تو حضور علیہ السلام نے اس کا خود ہی جواب طا فرما دیا۔

من اطاع محمد افقد اطاع اللہ و من عصا محمد افقد عصی اللہ و محمد فرق بین الناس۔ (بخاری شریف)

جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں میں (حق اور باطل کا) فرق کرنے والے ہیں۔

لہٰذا جب سے محمد ہیں تب سے ہی معیارِ حق ہیں۔ نہ صرف پیدائش سے بلکہ اس سے بھی آپ محمد ہیں اور ''محمد حق'' ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور علیہ السلام کو سیرت ہی وہ عطا ئی جو ہر دور کے لئے حق کا معیار ٹھہری، اسی لیے تو جب اللہ کی وحدانیت کا آپ نے کوہ صفا پہ ن فرمایا تو دلیل کے طور پر اللہ نے نہ چاند کے ٹکڑے ہونے کا اس وقت حکم دیا نہ ہی ڈوبا سورج

واپس کرنے کا حالانکہ یہ معجزات بعد میں جب دکھائے جاسکتے ہیں تو اس وقت بھی دکھائے جاسکتے تھے لیکن دلیل کے طور پر اپنی سیرت ما قبل اعلان نبوت پیش کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون۔

گویا اللہ کے ایک ہونے پر میرے آقا نے اپنی یکتائی اور بے مثالی کو دلیل کے طور پر پیش کر دیا۔

فرمایا لاؤ میری زندگی کی سی کوئی زندگی اگر پیدا ہونے سے لے کر آج تک میری زندگی میں تمہیں کوئی عیب یا نقص نظر آئے تو نہ مانو میری بات، یہ بہت بڑی بات تھی اور اس طرح کی بات کرتے ہوئے بڑے بڑے پاکباز بھی لرز جاتے ہیں، ہر کسی کو معلوم ہوتا ہے کہ بچپن اور جوانی میں وہ کن کن حالات سے گذرتا ہے لیکن جو حریم قدس کے سائے میں پلا بڑھا ہوا ہو وہ ایک ایک لمحہ کی ضمانت دے سکتا ہے۔

ماہرین نفسیات تو کہہ دیں گے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے ایک بچہ ایسے ماحول میں پیدا ہو جہاں شراب کا دور دورا ہو، کھانے کے دوران شراب ہر محفل میں شراب اور وہ شراب کی بو بھی نہ سونگھے۔ بچیوں کو زندہ در گور کرنے والے معاشرے میں بچیوں کے حقوق کی بات کرے۔ بازار عکاظ اس کے دور میں ہر سال سجے اور یہ اس کی تابانیوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے۔ بے جان خربوزہ بھی کہتے ہیں خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑ لیتا ہے مگر انسان ہو کر اس پر معاشرے کا رنگ نہ چڑھ سکا بلکہ پورے معاشرے کو اپنے ہی رنگ میں رنگ دیا، شرابی صحابی بن رہے ہیں، راہزن راہنما بن رہے ہیں، تو ایسے ماہرین کی خدمت میں عرض ہے کہ جس نے معیار حق بننا ہو وہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے اس کی جوانی اور بچپنا شیشے کی طرح صاف و شفاف ہوتا ہے۔

پھر یہ تو وہ زندگی ہے جو اعلان نبوت سے پہلے کی ہے ابھی آپ نے چاند توڑا نہ ڈوبا ہوا سورج موڑا، پتھروں کو کلمہ پڑھایا نہ درختوں کو چلایا، جب یہ زندگی اتنی پاکیزہ ہے تو عرش معلیٰ سے واپس آکر جو زندگی گذاری اس کی لطافتوں اور پاکیزگیوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

اندھیرا مٹتا جاتا ہے اجالا ہوتا جاتا ہے
محمد مصطفیٰ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

محمد جانِ عالم، فخرِ آدم، ہادیٔ اکرم
امام الانبیاء خیر البشر پیغمبرِ اعظم
(حفیظ)

دین اسلام کسی کا مرہون منت نہیں ہے

اسلام سے بڑھ کر انسانیت کا ہمدرد کون ہو سکتا ہے کہ دس لاکھ مربع میل یعنی پورے یورپ کے آدھے حصے کے برابر یا یوں کہہ لیں کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور پورے ہندوستان کے برابر علاقے کو اہل اسلام نے فتح کیا اور صرف دو سو مسلمان شہید اور سوا دو سو کافر مارے گئے، یہ سرکار کی مدنی زندگی کے دس سالوں کی بات ہے، اسلام کی ترقی اور اس کے خلاف غیر مسلموں کی سازشوں اور پھر پیغمبر اسلام کے عفو و کرم کا مطالعہ کرو تو معلوم ہو گا کہ آج احترام انسانیت کے دعوے دار اور حقوق انسانی کے نام نہاد محافظ ایک ہی بم سے لاکھوں انسانوں کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں اسلام کا پیغام یہ ہے کہ کسی بچے، بوڑھے، عورت، مریض پر ہاتھ نہ اُٹھاؤ اور دشمن ہونے کے باوجود جو تمہارے مقابلے میں نہیں آتا اس کو کچھ نہ کہو بلکہ درختوں کو بھی بلا ضرورت نہ کاٹو حضور علیہ السلام سے لے کر ماضی قریب تک آنے والے تمام نیک سیرت حکمرانوں نے انہی زریں اصولوں کو اپنایا تبھی تو آج ہر جگہ اسلام کے گلشن کھلے ہوئے ہیں وگرنہ بزعم خویش نام نہاد مسلمان حکمرانوں نے اسلام کو مٹانے کی کون سی کسر باقی چھوڑی۔

کون نہیں جانتا کہ کمال پاشا نے ترکی کے مسلمانوں پر دین میں مداخلت کرتے ہوئے بلا جواز پابندیاں لگائیں کہ اذان، نماز، قرآن عربی میں نہ پڑھا جائے لیکن اسلام کوئی نوالہ نہیں ہے کہ اس کو ہڑپ کر لیا جائے گا یہ اپنے بدخواہوں کے لئے لوہے کے چنے بن جاتا ہے اس کو نگلنا اتنا آسان نہیں جتنا آج امریکہ اور برطانیہ نے سمجھ رکھا ہے اس کو مٹاتے مٹاتے کئی خود مٹ گئے اور آئندہ بھی مٹتے رہیں گے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

دیکھ قرآن، اذان، نماز آج بھی عربی میں ہے بلکہ اس کو ختم کرنے والے کی قبر کے سرہانے بھی آج عربی میں ہی قرآن پڑھا جاتا ہے اور اس کی روح کو جھنجھوڑ کر کہا جاتا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

دین اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے اور اس کو کوڑوں، سزاؤں اور ہاتھ کاٹنے کا مذہب قرار دینے والے اسلام کے نظام عفو و درگذر سے ناواقف ہیں، دین اسلام کی سزائیں بھی برائی کے خاتمے کے لئے ہیں ڈاکٹر اگر مریض کا اپریشن کرے تو اس کو ظالم کہنا ناانصافی ہے وہی تو اصل میں اس کا سچا خیر خواہ ہے۔ ایک چور، ڈاکو یا زانی کو قرآنی حکم کے مطابق مجمع عام میں سزا دی جائے تو ہزاروں مجرم موقع پر توبہ کر جاتے ہیں پھر سزاؤں سے تو وہ ڈریں جو خود چور ڈاکو ہیں کہ ان کو خطرہ ہوتا ہے ہم چوری کریں گے تو ہاتھ کٹ جائیں گے جو شریف ہے وہ کیوں ڈرے گا کیوں کہ اس نے چوری کرنی ہی نہیں۔

بڑے بڑے پاپی اس شمع کو بجھانے کی کوشش کرتے رہے، ہلاکو جیسا ظالم اسلام کے لئے پیغام موت بن کر آیا بغداد کی سرزمین پہ تین لاکھ پچاس ہزار مسلمان شہید کر دیے گئے۔ دجلہ کا دریا خون کا دریا بن گیا اور اس نے ظالمانہ حکم نافذ کیا کہ کہیں بھی قرآن کا نسخہ ملے تو میرے پاس لے آؤ ورنہ خیر نہیں ہوگی لاکھوں نسخے اکٹھے کر کے آگ لگا کر خاک دجلہ میں بہا دی اور متکبرانہ انداز میں کہنے لگا اب میں دیکھوں گا کون قرآن پڑھتا ہے اور کون اسلام کا نام لیتا ہے؟ تاریخ بغداد میں ہے کہ ابھی یہ بات کر ہی رہا تھا کہ انہی شہیدوں کی لاشوں میں سے ایک چھ سال کا زخمی بچہ اُٹھا اور اس نے زبانی قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور کہا تو کاغذوں سے قرآن مٹا سکتا ہے دلوں سے کیسے نکالے گا۔ جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

ہلاکو ہلاک ہو گیا اسلام اب بھی زندہ ہے اور خدا کی شان کہ ذرا یہ بھی دیکھیں کہ اللہ اپنے دین کی حفاظت کس کس انداز سے فرماتا ہے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد کسے کو تف زند ریشش بسوزد

تاتاریوں کا قبولِ اسلام

تاتاریوں کے قبول اسلام کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں، کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ تاتاریوں کے غلبے کے بعد سلسلۂ عالیہ قادریہ کے ایک خراسانی بزرگ اشارۂ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس پہنچے۔ وہ شکار سے واپس آ رہا تھا اور اپنے محل کے دروازے پر

اس درویش کو دیکھ کر باندازِ تمسخر و حقارت کہنے لگا کہ "اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کُتے کی دُم"؟ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ "میں بھی اپنے مالک کا کُتا ہوں۔ اگر میں اپنی جاں نثاری و وفاداری سے اُسے خُوش کر پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ آپ کے کُتے کی دُم اچھی ہے جو آپ کی فرمان برداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے"۔ تگودار خان پر اس اندازِ گفتگو کا بہت اثر ہوا اور اس نے آپؒ کو اپنا مہمان رکھ کر آپؒ کی تعلیم و تبلیغ کے زیر اثر در پردہ اسلام قبول کرلیا۔ مگر اسے اس خیال سے ظاہر نہ کیا کہ ناسازگار حالات کے پیش نظر کہیں اپنی قوم کی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے بعد ازاں اُنکو یہ کہہ کر رُخصت کر دیا کہ کُچھ عرصہ بعد تشریف لایئے گا تا کہ میں اس دوران اپنی قوم کو ذہنی طور پر یہ نیا مذہب قبُول کرنے کے لیے تیار کرسکوں۔ وہ درویش واپس وطن تشریف لے گئے، مگر چونکہ وقت پُورا ہو گیا تھا۔ اس لیے بقضائے الٰہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بمصداق ہر چہ پدر نتوانست، پسر تمام کند" کچھ عرصے بعد اُن کے صاحب زادے باپ کی جگہ حسب وصیت تگودار خان کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ باقی سردارانِ قوم تو قریباً مائل ہو گئے ہیں، مگر ایک سردار جس کے پیچھے کافی جمعیت ہے، آمادہ نہیں ہو رہا ہے۔ حضرتؒ نے تگودار خان کے مشورے سے اُسے بُلوایا اور تبلیغ فرمائی، مگر اُس نے کہا، میں ایک سپاہی ہوں، جس کی ساری عُمر جنگ میں گُزری ہے۔ میں صرف طاقت پہ ایمان رکھتا ہوں، اگر آپ میرے پہلوان کو کُشتی میں پچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ یہ بات سُن کر آپؒ نے تگودار خان کے منع کرنے کے باوجود اس سردار کا چیلنج منظور کرلیا اور مقابلے کے لیے تاریخ و وقت کا تعین کر کے اجتماع ناظرین کے خیال سے اعلان عام کرا دیا۔ تگودار خان نے بہتیرا کہا کہ ایک تاتاری نوجوان پہلوان سے ایک سن رسیدہ و کمزور جسم درویش کا مقابلہ ناانصافی اور قتل عمد کے مترادف ہے، مگر مخالف سردار نے کہا کہ یہ مقابلہ ہو کر رہے گا۔ اول تو اس لیے کہ اس درویش کے قتل سے اس قسم کے دوسرے دخل در معقولات کرنے والوں کو عبرت ہوگی اور دوم اس لیے کہ خانِ اعظم یعنی تگودار خان آئندہ اس قسم کے چلتے پھرتے لوگوں کی باتوں کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا کریں گے۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

چنانچہ مقررہ دن ہزار ہا مخلوق کی موجودگی میں مقابلہ ہوا۔ حضرتؒ نے جاتے ہی ایک

طمانچہ اس زور کا اُس تاتاری پہلوان کے مُنہ پر رسید کیا کہ اُس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی اور لوگوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ منحنی قسم کا درویش کس کا پہلوان تھا۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدریؓ

چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ نہ صرف اُس سردار نے حسب وعدہ میدان میں نکل کر آپؒ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا، بلکہ اکثر حاضرین بھی اسلام لے آئے اور تگودار خان نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنا نام 'احمد' رکھا۔ تاریخ میں اس کا یہی نام (۱۲۸۱ء تا ۱۲۸۴ء) تحریر ہے۔ اپنے دورِ اقتدار میں اس نے سلاطین مصر سے بھی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تاتاری جرنیلوں نے بالعموم اُس کے اسلام لانے کو پسند نہ کیا اور بغاوت کی۔ احمد باوجود مقابلہ کے کامیاب نہ ہو سکا اور شہید ہوا۔ مورخین نے اس واقعہ کو قدرت کی ایک عجیب ستم ظریفی قرار دیا کہ باپ، یعنی ہلاکو خان تو اسلام اور عرب تہذیب کو تباہ کرے اور بیٹا احمد (یعنی تگودار خان) اُسی تہذیب اور اسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کر دے۔

اگرچہ اس واقعہ سے تاتاریوں میں اشاعت اسلام کی رفتار قدرے سُست پڑ گئی، مگر چونکہ دوسری طرف ہلاکو خان کا ایک چچازاد بھائی ''برکہ'' (۱۲۵۶ء تا ۱۲۶۶ء) بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوریؒ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر چکا تھا اور پھر احمد (یعنی تگودار خان) کے بھتیجے کے بیٹے غزن محمود (۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۴ء) نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس لیے وسط ایشیا کی تاتاری حکومت، تاتاری اسلامی حکومت میں بدل گئی۔ اس غزن محمود کے خلاف بھی اس کے جرنیلوں نے تبدیل مذہب کے باعث بغاوت کی، مگر وہ سب کو شکست دے کر غالب آنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً تمام تاتاری قبائل اسلام لے آئے۔

ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند اول آں بنیاد را ویراں کنند

ایک وہ وقت تھا کہ تاتاری کفار کے ابتدائی حملے کے وقت سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ نے بقول مشہور یہ کہہ کر اپنا گھوڑا لوٹا لیا تھا کہ اسے ملائکہ اور اولیاء اللہ کی ارواح

نگیزی لشکر کے سروں پر سایہ فگن یہ کہتی نظر آئی ہیں ایہا الکفرۃ اقتلوا الفجرۃ (اے کافرو! ن فاجروں کو قتل کرو) جس کے نتیجے میں لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ اور ایک قت یہ آیا کہ ایک تنہا درویش نے اپنی قوت یداللٰہی کا مظاہرہ کر کے لاتعداد تاتاریوں کو حلقہ بگوش سلام کیا۔ گویا ہر دو صورتوں میں بمشیت ایزدی، حسب تقاضائے وقت و احوال اسی تجلی کی شان ذبیر کارفرما تھی۔ سچ ہے ؎ 'از ماست کہ بر ماست'۔ آیاتِ ذیل:-

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ (رعد:١١)

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

وما کان ربک لیھلک القری بظلم و اھلھا مصلحون.

(ہود:١١٧)

اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں ہے جو بستیوں کو زبردستی ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔

اولم یھد للذین یرثون الارض من بعد اھلھا ان لو نشآء اصبنھم بذنوبھم۔ (الاعراف:١٠٠)

کیا اُن لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں، وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں، تو انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیں۔

و کذلک اخذ ربک اذا اخذ القری و ھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ (ہود:١٠٢)

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے۔

اس کو ثابت کرتی ہیں کہ جب کوئی قوم بد اعمالیوں کے باعث صراط مستقیم سے ہٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک کر کے اس کی جگہ کوئی دوسری قوم دین کی خدمت کے لیے لا

کھڑی کرتے ہیں۔

جب احیائے دین کے ظہور کامل کا وقت آتا ہے تو غلاموں سے سلاطین تک پاکیزہ زندگی کے نمونے بن جاتے ہیں۔ سلطان قطب الدین ایبکؒ ارکان دین کی پابندی کے ساتھ ساتھ غریب پروری و مسکین نوازی کے سبب ''لکھ داتا'' مشہور ہوتا ہے۔ سلطان شمس الدین التمشؒ جناب قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حسب وصیت اُن کی نماز جنازہ پڑھا کر عصر کی سُنتوں اور تہجد کے نوافل کا ہمیشہ ادا کرنے والا اور جنسی پاکیزگی کا مرقع ثابت ہوتا ہے اور سلطان ناصر الدین محمودؒ سرکاری خزانے کو پبلک کی امانت سمجھتے ہوئے کتابت قرآن کو اپناتا ہے اور اپنے اہل خانہ کا ذریعۂ معاش بناتا ہے۔ اُمراء و سلاطین تبلیغ اسلام میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ، خواجہ غریب نوازؒ، حضرت گنج شکرؒ اور غوث بہاؤ الحقؒ کے احکام کی خُدامِ خانہ زاد کی طرح تعمیل کرتے ہیں اور ان خدمات کے صلے میں ہندوچین جیسے کُفرستانوں کے تخت و تاج سات سات اور آٹھ آٹھ سو سال کے لیے اپنے خاندانوں کے لیے وقف کرا لیتے ہیں۔ (مہر منیر)

انہی کی اولاد سے شاہ جہاں اور اورنگزیب آئے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے کلام الٰہی لکھا، کوئی جلا رہا ہے، کوئی لکھ رہا ہے۔ ولید بن مغیرہ دشمن اسلام اور گستاخ رسول ہے اور اس کا بیٹا خالد بن ولید **سیف من سیوف اللہ** ہے۔ ابوجہل، **فرعون ھذہ الامۃ** ہے اور اس کا بیٹا عکرمہ صحابی رسول بن رہا ہے، ادھر جلال الدین اکبر کو دیکھ لیں ابتداء اچھی تھی مگر بعد میں ایسا بگڑا کہ ہلاکو کی پوری تصویر بن گیا مجدد الف ثانی کی نظر اس پر بجلی بن کر گری فرمایا اگر تو ہلاکو کی اولاد ہے تو میری رگوں میں بھی فاروق اعظم کا خون ہے تیرا علاج میں کروں گا، خدا ہی جانتا ہے اگر فاروقی کی شان یہ ہے تو فاروق اعظم کا جلال کیا ہوگا اور اسی کا بیٹا جہانگیر اس کی ابتداء اچھی نہ تھی کہ اکبر کے دین الٰہی کا اثر ہوگیا مگر انتہا اچھی ہوگئی کہ مجدد پاک کا دامن مل گیا۔ نظر ایک ہے باپ پہ بجلی بن کر پڑ رہی ہے اور بیٹے کے لئے رحمت کا جھونکا بن رہی ہے

؎ نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اُٹھے تو بجلی پناہ مانگے، گرے تو خانہ خراب کر دے

انگریز نے دی گریٹ اکبر کو کہا ہے شاہ جہاںؒ، اورنگزیب کو نہ کہا کہ وہ انہی کا نمائندہ تھا اور یہ کفر کے لئے پیغام موت تھے۔

اسلام کے دشمن کا حشر دیکھنا ہے تو یزید کو دیکھ لو اور اسلام کے حامی کا انجام دیکھنا ہے تو حسین کا روضہ دیکھ لو، فرق صاف ظاہر ہے۔ اسلام کا دامن رحمت چھوڑ کر جن کی طرف ہم للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں وہاں تو والدین کو اولاد کا پتہ نہیں اور اولاد کو والدین کا علم نہیں، بیوی بیٹی اور بہن کی تمیز اُٹھ چکی ہے ان سب رشتوں کو تقدس دیتا ہے تو اسلام، اور ان کے تقدس کی حفاظت کرتا ہے تو اسلام۔

چند مسلمان بادشاہ

- اورنگزیب عالمگیر نماز عید میں دیر سے آیا۔ جگہ جوتیوں میں ملی، لوگ ہٹنے لگے تو کہا میں یہیں پہ نماز پڑھوں گا کہ یہ کسی دنیا کے بادشاہ کا دربار نہیں دربارِ خداوندی ہے جہاں گدا و بادشاہ ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔
- دہلی کی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنا تھا اعلان کیا گیا وہ آگے آئے جس کی عصر و عشاء کی سنتیں نہ قضا ہوئی ہوں اور نماز تہجد نہ قضا ہوئی ہو کوئی آگے نہ بڑھا آخر کار خود شاہ جہاں آنسو پونچھتا ہوا آگے آیا اور سنگ بنیاد رکھا اور کہا مجبوری تھی ورنہ قیامت تک یہ راز فاش نہ کرتا۔
- خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے جس کی عصر و عشاء، کی سنتیں اور نماز تہجد قضا نہ ہوئی ہو کوئی آگے نہ ہوا، شمس الدین التمش جو آپ کا ہی مرید تھا تیسری مرتبہ اعلان کے بعد اُٹھا اور پیر کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا حضرت آپ نے تو راز فاش کر دیا ہے اور پیر کا جنازہ پڑھایا۔ ان کے نیک ہونے کی وجہ کیا تھی کہ نیکوں سے تعلق و نسبت رکھتے۔ شمس الدین التمش، خواجہ قطب الدین کا مرید اور اورنگزیب پہ میاں میر کی نگاہ تھی۔ کسی کے سر پہ مجدد الف ثانی کا سایہ اور اللہ کو اپنے محبوبوں کی نسبت کا بڑا لحاظ ہوتا ہے۔ گرچہ من ناپاک ہستم دل بہ پاکاں بستہ ام۔ اسی شمس الدین التمش کو حضرت خواجہ معین الدین نے دیکھ کر شہاب الدین غوری سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا غلام زادہ ہے، حمید الدین غوری نے کہا قطب الدین ایبک کی فوج کا سپاہی ہے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میری نظر دیکھ رہی ہے یہ پورے ہندوستان کا بادشاہ بننے والا ہے،

جس کے غلاموں کی نگاہ یہ ہے ان کے آقا کی نگاہ کا عالم کیا ہوگا۔

❁—— شاہ جہاں نے تخت طاؤس بنایا سترہ کروڑ کا خرچہ آیا افتتاحی تقریب میں بڑے بڑے شاہانِ وقت آئے، سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ شاہ جہاں تخت کے اوپر وضو کر رہا ہے اور وضو کا پانی سیڑھیوں سے بہہ رہا ہے انجینئر پریشان ہو گئے کہ ہماری محنت پہ پانی بہہ رہا ہے آپ نے تسلی دی کہ تمہارا کام بنانا تھا تم نے بنا دیا گھبراؤ نہیں وضو کر کے نماز شروع کر دی۔ سلام پھیرا اور کہا مجھے یہ تخت دیکھ کر فرعون و نمرود کا تخت یاد آ گیا کہ انہوں نے تخت کے نشے میں کہا تھا **انا ربکم الاعلی** میں نے سجدے میں عرض کیا ہے **سبحان ربی الاعلی**۔ یہ شاہ جہاں میاں میر کے حجرے میں آ کر بیٹھتا اور کہتا کہ جتنا سکون مجھے اس ٹوٹی چھت والے حجرے کی ٹوٹی صفوں پہ آتا ہے سترہ کروڑ کے تخت پر نہیں آتا

؎ شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود   خاص بود و خاصۂ اللہ بود
؎ تخت کو تھا نازان پہ مفتخران پہ سریر
تخت پہ شاہ تھے مصلائے عبادت پہ فقیر

❁—— ہمایوں بادشاہ محل سے اتر رہا ہے اذان کی آواز آئی اور ادبا ہیں بیٹھنے لگا کہ چھڑی پھسل گئی اور گر کر شہید ہو گیا۔ خدا رحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

❁—— خاندان مغلیہ کا درویش صفت شہزادہ اورنگزیب عالمگیر تاریخ میں راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ کے نام سے جانا جاتا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ شہزادے کو بچپن میں جو اتالیق ملا وہ ایک نہایت دین دار اور پاکیزہ صفات درویش تھا جب شہزادے کی عمر چار سال، چار ماہ، چار دن ہوئی تو شاہ جہاں نے بعد از تلاشِ بسیار جناب ملا عبداللطیف سلطان پوری (ریاست کپورتھلہ) کو دہلی طلب کیا تا کہ ان کو شہزادہ کا اتالیق مقرر کیا جائے۔ جناب ملا نے جواب دیا کہ "تشنہ بنزد چاہ می رود نہ چاہ بنزد تشنہ" (پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں پیاسے کے پاس) شاہ جہاں استاد کا مقام پہچان گیا اور شہزادہ کو سلطان پور بھجوا دیا۔ شہزادے کے لئے تعلیم کا کوئی علیحدہ انتظام نہ تھا۔ ایک دن سبق نہ سنا سکا تو ملا صاحب نے زور سے طمانچہ جڑا تو شہزادے کی نکسیر پھوٹ پڑی، ڈاڑی

نویس نے خون آلود اوراق شاہی محلات میں پہنچا دیے، بیگمات اور ہمشیر گان تڑپ اُٹھیں اور مُلا کو سزا دینے کے لیے شاہ جہاں پر زور دیا بادشاہ نے سزا کا حکم نامہ یوں لکھا ''بعوض طمانچہ زدن ہزار بیگھہ زمین از رقبہ سلطان پور بنام ملا عبداللطیف تفویض نمودیم'' ہزار بیگھہ زمین موضع سلطان پور کے رقبہ سے ایک طمانچے کے عوض ملا عبداللطیف کے نام ہم نے لگا دی جناب ملا صاحب کی بے نیازی ملاحظہ ہو کہ اسی حکم نامہ پر یہ شعر لکھ کر واپس لوٹا دیا

شاہ مارا دِہِہ مِنّت نہد　رازق ما رزق بے مِنّت دھد

بادشاہ مجھے جاگیر دے کر احسان جتا رہا ہے حالانکہ میرا رب مجھے بے طلب اور بے احسان جتائے رزق دے رہا ہے، بالآخر بادشاہ کو وہ اراضی درس کے نام لگانی پڑی۔

❁ —— ایک حکایت مشہور ہے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شہزادہ آیا اور چند اشرفیوں کی تھیلیاں نذر گذاریں کہ یا حضرتؒ میں نے دُنیا ترک کر دی ہے۔ اور میری دُنیا کی یہ سب پُونجی آپؒ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اِسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ اور مجھے اپنا طالب بنا کر اللہ تعالےٰ کا راستہ دکھائیں اور اس محبوب حقیقی تک پہنچائیں۔ شیخ صاحبؒ نے وہ تھیلیاں اس شہزادہ کے سر پر لاد کر ایک اپنا درویش ساتھ کر کے فرمایا کہ جاؤ اسے دریائے دجلہ میں ڈال آؤ۔ جب وہ تھیلیاں دریا میں ڈال کر شیخ صاحبؒ کے پاس واپس آئے اور عرض کیا کہ حضرتؒ وہ اشرفیاں ہم دریا میں ڈال آئے ہیں۔ اب مجھے حضور حلقۂ ارادت میں داخل فرمائیں اور اپنی غلامی میں منظور فرمائیں۔ شیخ صاحبؒ نے اپنے درویش سے دریافت فرمایا کہ شہزادہ نے اشرفیاں کس طرح اور کیوں کر دریا میں ڈالیں۔ درویش نے عرض کیا کہ جناب شہزادہ ایک ایک تھیلی کا منہ کھولتا جاتا اور مٹھیاں بھر بھر کر دریا میں ڈالتا جاتا تھا۔ اس طرح سب دریا میں ڈال دیں۔ آپؒ نے شہزادے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر بجائے اشرفیوں کے ان تھیلیوں میں گندگی بھری ہوتی تو اُنہیں کس طرح دریا میں ڈالتا۔ شہزادے نے کہا کہ جنابؒ سب کو تھیلیوں سمیت یک دم دریا میں پھینک دیتا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ تیرے دل میں ابھی تک دُنیا کی محبت جاگزیں ہے۔ اس لیے تو نہیں چاہتا تھا کہ وہ

ایک دم تجھ سے جدا ہو۔ تو مٹھیاں بھر بھر کر اس واسطے انہیں دریا میں ڈالتا تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے تیرے پاس اور بھی رہے۔ اور جب وہ تجھ سے جدا ہوتی جائے۔ تیرا ہاتھ آخری بار محبوبہٴ دنیا سے چھوتا جائے تیرے لئے یہ سزا مقرر کرتا ہوں کہ ایک سال تک بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگتا پھر۔ چنانچہ شہزادہ زنبیل لے کر بغداد میں گداگری کرتا رہا۔ تقریباً ایک سال گذرا ہوگا کہ شہزادہ ایک روز خالی زنبیل لے کر شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جناب آج سارا بغداد پھرا ہوں۔ کسی نے ایک ٹکڑا انہیں ڈالا۔ سب یہی کہتے رہے کہ تو بڑا بے حیا اور کم چور ہے ہٹا کٹا موچھ ڈنڈا ہے۔ کام نہیں کرتا۔ ہر روز دروازے پر آدھمکتا ہے۔ سارے شہر کو گندہ کر رکھا ہے۔ شیخ صاحبؒ نے فرمایا کہ بس اب تیرا امتحان پورا ہوگیا ہے۔ اب تجھے دنیا والوں کی بے مروتی بھی معلوم ہوگئی ہے۔ کہ اللہ کے نام پر روٹی کا ایک ٹکڑا بھی دینا گوارا نہیں کرتے۔ اب امید ہے کہ اگر تیرے پاس اللہ کے نام کی دولت آگئی تو تو اس کی قیمت جانے گا۔ اور اس دُرِ گراں مایہ کو آوارہ کتوں کے منہ میں نہ ڈالے گا۔ اس کے بعد شیخ صاحبؒ نے اس شہزادہ کو حلقہٴ ارادت میں داخل کرلیا۔ اور واصلانِ حق میں سے ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت میاں میر صاحبؒ ایک دن اپنے درویشوں کے ساتھ اپنے حُجرے کی چھت پر صبح کے وقت رونق افروز تھے۔ اُس وقت آپ ایک درویش کی ران پر سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ اور باقی درویش اپنی گودڑیوں میں سے جوئیں نکالنے میں مصروف تھے کہ اتنے میں آپؒ کے ایک درویش نے شہنشاہِ ہندوستان یعنی شاہ جہان بادشاہ کو مع اُن کے بڑے فرزند دارا شکوہ کے حضرت میاں میر صاحبؒ کی زیارت کے لئے آتے دیکھا تو ہنس دیا۔ آپؒ نے اس درویش سے ہنسی اور خوشی کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے عرض کیا۔ کہ جناب بادشاہ شاہجہان اور دارا شکوہ آپؒ کی زیارت کے لئے آرہے ہیں۔ اس پر آپؒ نے فرمایا کہ ارے نادان! میں تو یہ سمجھا کہ تجھے اپنی گودڑی میں کوئی بڑی موٹی جوں مل گئی ہے۔ جس سے تو خوش ہو رہا ہے۔ بے وقوف تو بادشاہ کے آنے سے دانت دکھا رہا ہے۔ غرض ان لوگوں کی نظروں میں بادشاہِ دُنیا کی حقیقت جُوں اور پسّو سے بھی کم تھی۔ پھر اللہ تعالےٰ کے نام کی ہیبت اور حشمت اور

عزت وعظمت اُن کے وجودِ مسعود میں اس قدر تھی کہ بادشاہ ان کے رُعب وجلال سے تھرتھر کانپتے تھے اور اُن کی کفش برداری کو اپنے لیے سعادت اور فخر سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت میاں میر صاحبؒ کی قدم بوسی سے فارغ ہو کر جب شاہجہان اور دارا شکوہ ایک طرف کونے میں مسکینوں کے ساتھ بیٹھ گئے تو حضرت میاں میر صاحب اس وقت الائچی خورد منہ میں چبا رہے تھے۔ اور اس کا فضلہ اپنے مُنہ سے نکال کر تھوکتے جاتے تھے اور شاہ جہان بادشاہ اُسے بطور تبرک اپنی شاہی چادر کے ایک کونے میں ہیروں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی سمجھ کر جمع کرتے جاتے تھے۔

قدم بروں مگذر از سرائے درویشی
کہ مارِ گنج بود بوریائے درویشی
اگر زسیلِ حوادث جہاں شود ویراں
خلل پذیر نگردد بنائے درویشی
زباں درازیٔ تیغ و سناں بود چنداں
کہ از نیام نیاید عصائے درویشی
بکار ہر کہ فتد عقدۂ دریں عالم
شود کشادہ زدستِ دُعائے درویشی
بہشت اگرچہ مقاماتِ دلنشیں دارد
نمے رسد بمقامِ رضائے درویشی
ہمائے فقر بہر کس نمے کند اقبال
وگرنہ نیست سرے ہوائے درویشی
دو عالم از نظرش چوں دو قطرہ اشک فتد
بدیدہ ہر کہ کشد توتیائے درویشی

منہ چوں مرکز ازیں حلقہ پا بروں صائبؔ
کہ دل بوجد در آرد نوائے درویشی

(عرفان)

❁ —— کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک رات خلیفہ ہارُون الرشید نے فضل برمکی سے کہا کہ آج ہمیں کسی مردِ خدا کے پاس لے چلو۔ کیوں کہ اس دنیوی طمطراق اور سلطنت کی سردردی سے دل بےزار ہوگیا ہے۔ شاید قلب کو ذکر اللہ تعالےٰ کے ساتھ کچھ سکون اور اطمینان حاصل ہو۔ فضل اُنہیں سفیانؒ بن عینیہ کے دروازے پر لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو سفیانؒ نے پوچھا کون ہے؟ کہا! امیر المومنین دروازے پر تشریف لے آئے ہیں۔ سفیانؒ نے کہا۔ مجھے کیوں نہ پہلے اطلاع دی۔ کہ میں خود حاضر ہو جاتا۔ جب ہارون الرشید نے یہ سنا تو کہا یہ وہ مرد نہیں ہے جسے میں طلب کرتا ہوں۔ سفیان نے یہ سن کر کہا کہ اگر مرد خدا کی طلب ہے تو انہیں فضیل بن عیاضؒ کے پاس لے چلو۔ چنانچہ ہر دو وہاں سے شیخ فضیل بن عیاضؒ کی کٹیا پر گئے۔ شیخ صاحبؒ اُس وقت یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا ۔ ہارُون نے کہا! کہ اگر میں پند چاہتا تو یہی آیت میرے لئے کافی تھی۔ اس آیت کے معنی ہیں۔ ”جن لوگوں نے بدکاری کو اپنا شیوہ بنالیا ہے۔ کیا انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں نیکوکار مومنوں کے برابر کر دیں گے“ اس آیت نے ہارُون کے دل پر تازیانہ عبرت کا کام کیا۔ پھر دروازے پر دستک دی تو شیخ صاحب نے پُوچھا کون ہے! کہا امیر المومنین! جواب دیا۔ امیر المومنین کا میرے پاس کیا کام اور مجھے اس سے کیا مطلب؟ مجھے اپنے کام سے نہ نکالو۔ اور میرا وقت ضائع نہ کرو۔ اس پر فضل برمکی نے کہا کہ بادشاہ اسلام کا بھی لوگوں پر کچھ حق ہوا کرتا ہے۔ فرمایا مجھے پریشان نہ کرو۔ فضل برمکی نے کہا اور اصرار کیا کہ اجازت سے اندر آئیں یا حکم سے۔ فرمایا! اجازت نہیں ہے حکم سے آؤ تو تم جانو۔ ہارُون اندر آئے تو شیخ صاحبؒ نے اپنا چراغ گُل کر دیا تا کہ ہارون کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔ ہارُون اندھیرے میں آگے بڑھے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شیخ

صاحبؒ کے ہاتھ پر جا پڑا۔ تو آپؒ نے فرمایا ما الین ھذا الکف لو نجا من النار ۔ "یعنی یہ ہاتھ کس قدر نرم ہے۔ کاش دوزخ کی آگ سے بچ جائے"۔ یہ فرما کر نماز کی نیت باندھ لی اور نماز پڑھنے لگ گئے۔ ہارون رونے لگ گیا۔ اور عرض کی کہ آخر کچھ تو ارشاد فرمایئے۔ شیخ صاحب نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ تمہارے دادا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی علاقے کی امارت طلب کی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کو اپنے نفس پر حاکم اور امیر بننے کی تلقین کرتا ہوں۔ یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا امر کرتا رہ، یہ ہزار سال تک خلقت کی امارت اور عدالت سے تیرے لئے بہتر ہے۔ ان الا مارۃ ندامۃ یوم القیامۃ یعنی امیری اور حکومت قیامت کے روز جملہ حاکموں اور امیروں کے حق میں موجب ندامت اور باعث شرمندگی ثابت ہوگی۔ ہارون نے کہا کہ کچھ مزید ارشاد فرمایئے۔ فرمایا۔ جب عُمر بن عبدالعزیز تخت پر بٹھائے گئے۔ تو اُنہوں نے سالم بن عبداللہ اور احیاء بن حیواۃ اور محمد بن کعب وغیرہ کو بُلا کر کہا کہ میں ایک سخت آزمائش اور بڑے امتحان کے معاملے میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پاتا ہوں۔ مجھے نجات کا کوئی مختصر سا راستہ اور اس پر چلنے کی آسان ترین تدبیر بتاؤ۔ ان میں سے بوڑھے بزرگ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! تدبیر یہ ہے کہ اپنی رعیت کے بُوڑھوں کو اپنے باپ اور جوانوں کو مثل بھائیوں کے اور چھوٹوں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھو۔ ہارون زار زار رونے لگا اور کہا کہ کچھ مزید ارشاد فرمایئے۔ فرمایا! میں تیرے اس خوب صورت چہرہ پر ڈرتا ہوں کہ قیامت کے روز بُرے اعمال کے سبب بدنما اور خراب نہ ہو جائے۔ کیوں کہ بہت سارے امیر وہاں اسیر ہو جائیں گے ہارون چلاّ چلاّ کر رونے لگا۔ اور پھر عرض کیا۔ کہ کچھ مزید ارشاد فرمایئے۔ فرمایا۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور روزِ قیامت کے حساب کے لئے مستعد اور تیار رہو۔ کیوں کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ تم سے ایک ایک مسلمان کی باز پُرس کرے گا۔ اور ہر ایک کا انصاف طلب کرے گا۔ اگر رات کو تیری اس طویل اور عریض سلطنت کے اندر ایک بوڑھی عورت بھی بھوکی سوئے گی۔ تو کل تیرا دامن پکڑے گی۔ ہارون روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ اس پر فضل برمکی نے عرض کیا کہ

اے شیخ! بس کرو۔ آپؒ نے امیر المومنین کو مار ڈالا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اے ہامان! خاموش رہ۔ کہ تُو نے اور تیرے ہم نواؤں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ ہارُون کا گریہ ان الفاظ سے اور زیادہ ہو گیا۔ بعدہٗ کہا کہ سچ ہے۔ اے فضل! تُو ہامان ہے اور میں فرعون۔ پھر ہارُون نے پُوچھا۔ کہ میں نے سُنا ہے آپ پر کچھ قرضہ ہے۔ جواب دیا کہ ہاں! اپنے مالک کا میں بڑا مقروض ہوں۔ اگر اس قرضے سے میں زندگی میں سبکدوش نہ ہوا تو مجھ پر افسوس ہے۔ ہارُون نے کہا۔ میں مخلوق کے قرضے کی بابت پُوچھتا ہوں۔ آپؒ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اس کی نعمت اور دولت میرے پاس بہت ہے۔ ہارُون نے ہزار دینار کی تھیلی سامنے رکھ کر عرض کی کہ یہ چیز مجھے بطور میراث ماں سے ملی ہے۔ یہ حلال طیب ہے۔ اگر آپؒ اسے اپنے اخراجات میں استعمال فرمائیں تو حرج نہ ہو گا۔ شیخ نے آہِ سرد کھینچ کر فرمایا کہ افسوس! میری اتنی نصیحت اکارت گئی اور تجھ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ یہاں بھی تم نے ظلم شروع کر دیا ہے اور بے دادگری کرنے لگ گئے ہو۔ میں تجھے نجات اور مغفرت کی طرف لاتا ہُوں۔ اور تُو میری ہلاکت اور تباہی کے سامان تیار کر رہا ہے۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو تم رکھتے ہو وہ اپنے حق داروں کو دے دو۔ اور تم پرایا مال ایسے آدمی کو دے رہے ہو جس کے لینے کا وہ کسی طرح حق دار نہیں ہے۔ اے ہارُون! کچھ شرم کر! اور خدا سے ڈر۔ یہ کہہ کر شیخ صاحبؒ ہارُون کے سامنے سے اُٹھے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ ہارُون روتے ہوئے روانہ ہوئے اور فضل برمکی سے کہا۔ کہ مردانِ خُدا اس طرح ہوا کرتے ہیں جس طرح فضل بن عیاض ہیں۔ ابیات جمالیؒ

لنگئی زیر و لنگئی بالا   نے غم رزق و نے غم کالا
گز کے بوریا و پوستکے   دِلکے پُر ز درد دوستکے
این قدر بس بود جمالی را   عاشق رندِ لا اُبالی را

ترجمہ:- درویش کے لئے احرام کی صُورت میں صرف ایک چادر اُوپر اور ایک چادر نیچے چاہیے۔ اس کا دل روزی اور کپڑوں کے غم اور فکر سے فارغ ہو۔ بچھونے کے لئے ایک چٹائی یا چمڑے کا ٹکڑا کافی ہے۔ اور اس کا دل دوست کے درد سے پُر ہو۔ یعنی

خانہ ویران اور دل معمور ہو۔ جمائیُ کے لئے اور ہر عاشق رندِ لا اُبالی کے لیے دُنیا میں اسی قدر سرمایہ اور ساز و سامان کافی ہے۔

اسلام کا دامنِ رحمت ہی ہمارا آخری سہارا ہے

ہم نے جب سے اسلام کو اپنے کردار سے جدا کیا ہے نقصان ہی ہوا ہے مصر والوں نے اسلام کو چھوڑ کر اور ''ازم'' اپنایا ان کے ہاتھوں سے صحرائے سینا گیا ہزاروں عورتوں کی عصمت لوٹی گئی، مصر کی ناک کٹ گئی شام والوں نے اسلام کا جنازہ نکالا ان کا اپنا نکل گیا۔ اردن والوں نے اسلام کا مذاق اڑایا ان کے ہاتھوں بیت المقدس گیا۔ **1971**ء میں پاکستان میں اسلام مردہ باد کے نعرے لگائے گئے، قرآن جلائے گئے، علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں، آدھا پاکستان ہاتھوں سے نکل گیا، ہماری ستر ہزار بہنوں کا کلکتہ کے بازاروں میں نیلام ہوا اور ہندو ڈھول پہ رقص کر کے اعلان کرتے کہ مسلمانوں کی بہنیں ستر ستر روپے میں خرید لو، چار لاکھ بچے یتیم ہو گئے، اگر باقی آدھے پاکستان میں بھی اسلام کا مذاق اڑایا جائے گا تو یہاں بھی ہماری عزتیں محفوظ نہیں رہیں گی۔

یہ اسلام ہی ہے جس کے دامن میں سب کی عزتیں محفوظ ہیں، مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بادشاہ تک اپنی حکومتوں کو بچانے کے لئے پیغمبر اسلام کے قدموں کا سہارا لیتے رہے۔

صحیح بخاری کے شروع میں ہے، ہرقل شاہ روم کے پاس جب حضور علیہ السلام کا خط پہنچا تو اس نے تمام ارکان سلطنت کو بلا کر کہا! اگر فلاح و ملک کی بقا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی راستہ ہے فبعایعوہ اس خط والے کی غلامی کرلو۔ (اگر عیسائیوں کا ملک بھی حضور کا غلام بنے بغیر نہیں بچ سکتا تو ہم عیسائیوں کی غلامی کر کے اپنا ملک کیسے بچا سکتے ہیں)۔

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

اسلام کو بُرا کہنے والو! تمہیں کیا معلوم کہ تیرا دادا یا پردادا اسلام کی عظمت کو بچانے کے لئے ہندوؤں سکھوں کے ساتھ ٹکراتا رہا ہو اور تو جب اسلام کے خلاف زبان کھولتا ہے اس کی قبر کانپ جاتی ہوگی۔

جو حکمران آتا ہے اس کے چاہنے والے شور مچا دیتے ہیں اسلام آ گیا اسلام آ گیا۔ اسلام آئے گا تو سینمے اور ہیرا منڈیاں یوں آباد اور مسجدیں اور مدرسے یوں برباد نہ ہوں گے، یہ اسلام محمد مصطفیٰ والا نہیں ہے کیوں کہ محمد رسول اللہ کے اسلام سے چور، ڈاکو، شرابی یوں بھاگتے ہیں جیسے سورج کی شعاعوں سے اندھیرا بھاگتا ہے اسلام صرف یہ نہیں کہ بس نماز پڑھ لی اور ساتھ یزید کی طرح ظلم بھی جاری رہے اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے مسلمانوں کو دیکھنے سے پتہ چل جائے کہ یہ مصطفیٰ کا غلام آ رہا ہے غیر مسلم تیرے کردار کو دیکھ کر کلمہ پڑھتے نظر آئیں۔ جو حکمران اپنے چہرے پر سنت مصطفیٰ کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ پورے اسلام کا کبھی تحفظ نہیں کر سکتا ایسا حکمران ملک کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا پھر وہ کبھی عیسائیوں کے آگے کاسۂ گدائی پھیلاتا ہے تو کبھی یہودیوں کے قرضوں پہ خوش ہوتا رہتا ہے۔ کسی عربی شاعر کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں جو ہماری غیرت ایمانی کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہوں گے۔

کن غنی القلب واقنع بالقلیل
مُت ولا تطلب معاشا من لئیم
لا تکن للعیش مجروح الفؤاد
انما الرزق علی اللہ الکریم

"دل کا غنی ہو جا اور تھوڑے پر قناعت کر
مر جانا گوارا کر لے مگر کسی کمینے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا
زندگی کی آسائش کے لئے اپنی عزت نفس کو مجروح نہ کر
رزق کا ذمہ تو اللہ کریم نے لیا ہوا ہے"۔

❁—— آخر مرنا ہے جو رات قبر میں آنی ہے باہر نہیں آئے گی تو کیوں یزید کی موت مرا جائے حسین کے غلام بن کر مرو۔ موت کا پیالہ ہر ایک نے پینا ہے ہر سفر ملتوی ہو سکتا ہے، سیٹ ریزرو کی ریز رو رہ سکتی ہے لیکن موت کے پُل کو ہر ایک نے عبور کرنا ہے، اللہ کے ہاں ظالم کا انجام بہت بُرا ہے اور ظلم و بغاوت کا آغاز دولت و حکومت سے ہی عموماً ہوتا ہے نمرود خلیل اللہ کے مقابلے میں کیوں آیا؟ کہ ان اتٰہ اللہ الملک۔ کہ

اس کو حکومت مل گئی تھی۔ قارون خدا کا باغی کیوں ہوا؟ کہ **و اتینہ من الکنوز** کہ اس کو خزانے مل گئے تھے یزید نے نواسۂ رسول کے خون سے ہاتھ کیوں رنگے؟ کہ حکومت ہاتھ آ گئی تھی۔ اس لیے غریب پھر خوش نصیب ہے کہ ان کے پاس غریبی تو ہے لیکن نبی کا دامن بھی ہاتھ میں ہے حدیث میں ہے **بدا الاسلام غریبا و سیعود غریبا و طوبی للغرباء (او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)** اسلام غریبوں سے نکلا غریبوں میں رہے گا اور غریبوں کو مبارک ہو۔ بادشاہ نے بھی مرنے کے بعد زمین کا لقمہ بننا ہے غریب نے بھی، ہم اپنی خوراک زمین سے لیتے ہیں زمین ہمیں اپنا لقمہ بناتی ہے، ہم اپنی غذا کی فکر میں ہیں زمین ہمیں ہضم کرنے کی فکر میں، حقیقی امیر وہ ہے جس کا جسم قبر کے کیڑوں مکوڑوں سے محفوظ رہے گا اگرچہ دنیا میں غریب ہی رہا ہو اور جو بادشاہ ہو کر قبر کے کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن جائے اس سے بڑا غریب کون ہو سکتا ہے حدیث میں ہے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے پوچھا مفلس کون ہے عرض کیا ہم تو مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس نہ درہم ہو نہ دینار فرمایا نہیں بلکہ قیامت کے دن اللہ کے پاس نیک اعمال کے انبار لے کر جانے والا جب دنیا میں دوسروں پر ظلم کرتا رہا ہو گا تو اس کے نیک اعمال مظلوموں میں بانٹ دیے جائیں گے اور جب نیک اعمال نہ رہیں گے تو پھر جن کے دنیا میں حقوق مارے تھے وہ اللہ کی بارگاہ میں درخواست گزار ہوں گے یا اللہ! ہمارا حق بھی ملنا چاہیے تو اللہ فرمائے گا حق داروں کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈالتے جاؤ تو نیکیوں کے انبار لے کر آنے والا اب گناہوں کے پہاڑ میں دب گیا ہے اور کوئی پُرسان حال نہیں ہے۔

حضور نے فرمایا یہ ہے درحقیقت ''مفلس'' **ثم طرح فی النار** پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۴۳۵)

اے غم گساران شب، خدا حافظ - دن نکل آیا اب، خدا حافظ
فرصت کے یہ لحات غنیمت ہیں - کون کہہ جائے کب؟ خدا حافظ

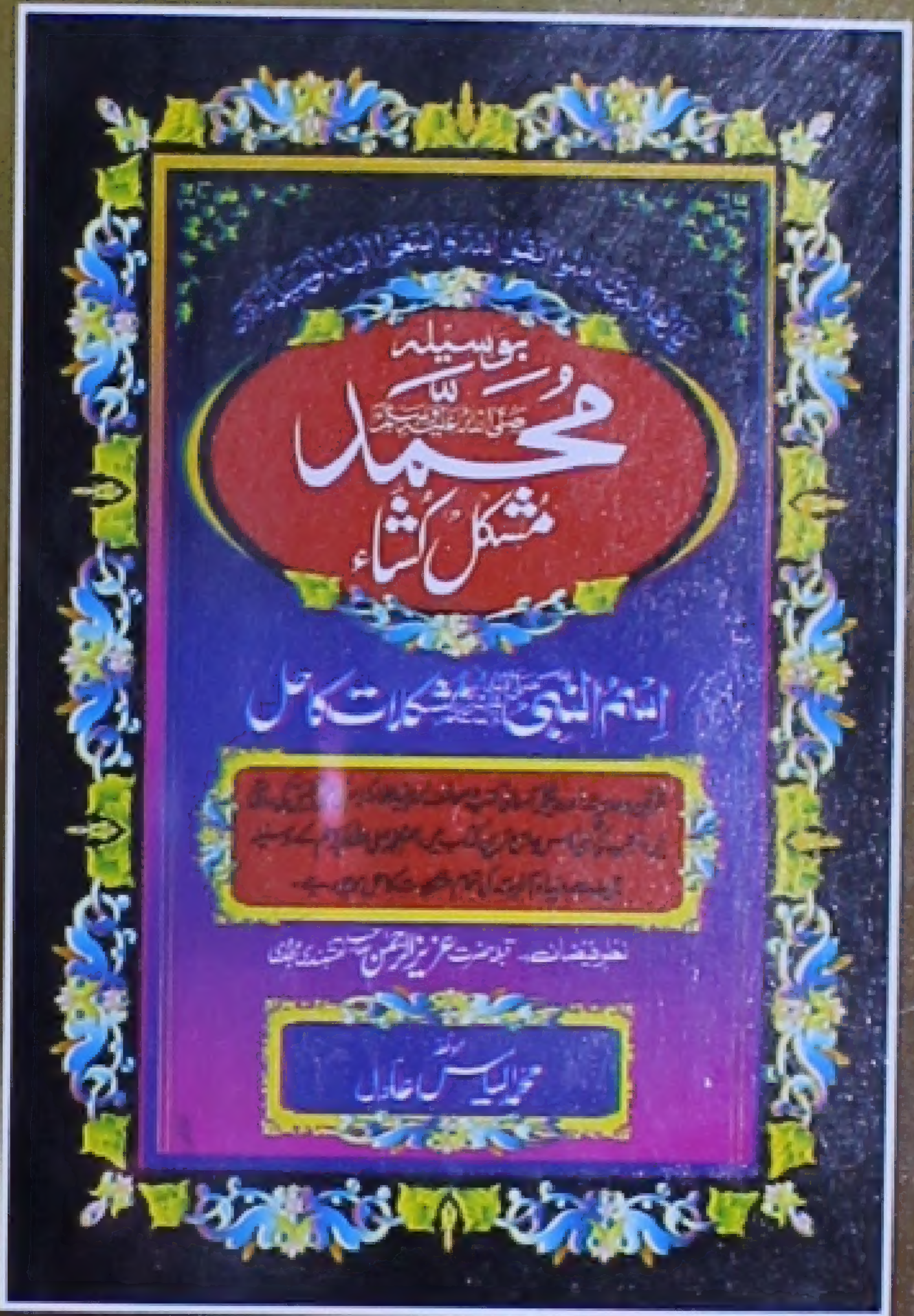

بوسیلہ

محمد ﷺ

مشکل کشاء

اسم النبی ﷺ مشکلات کا حل

محمد الیاس عادل

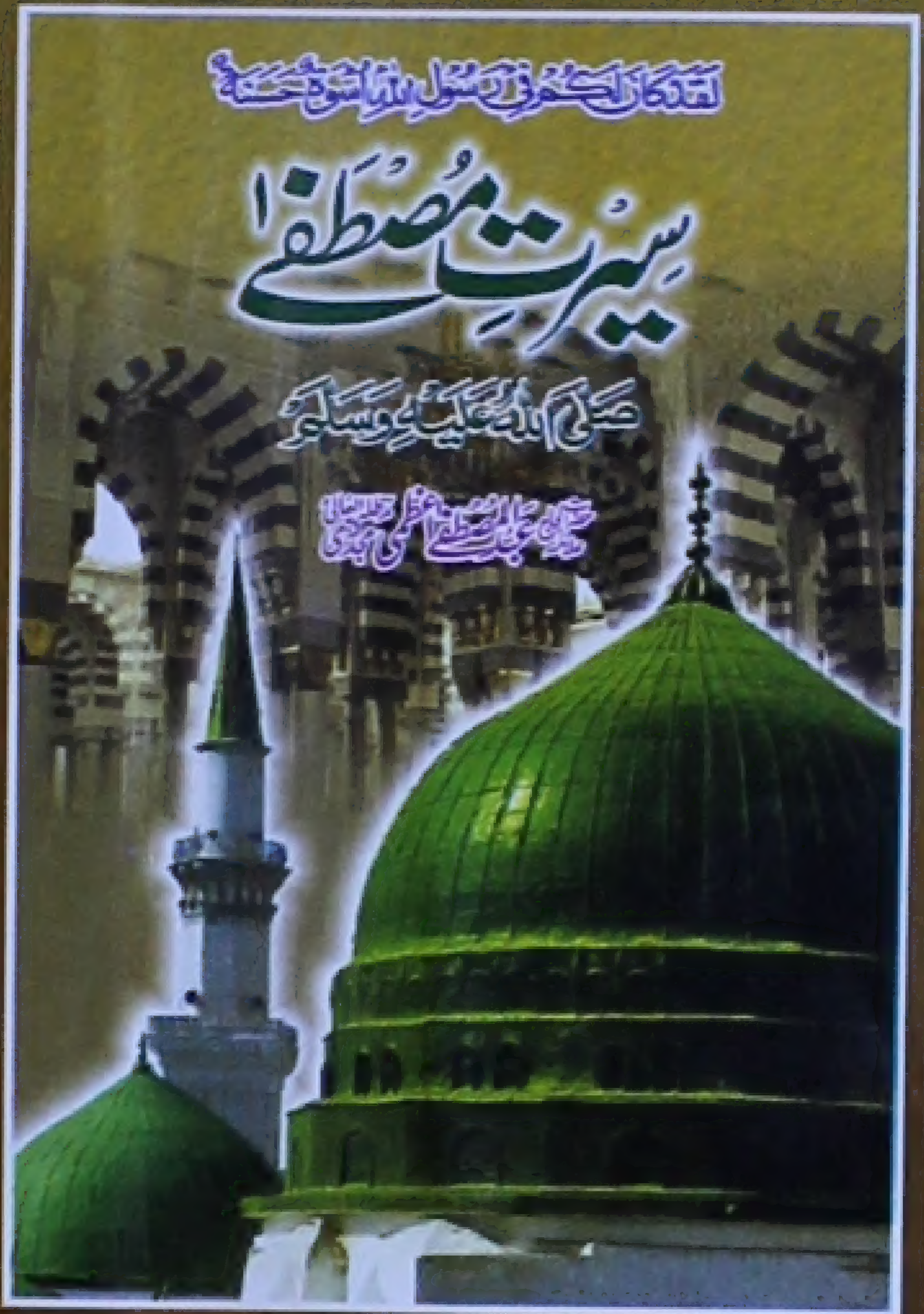

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

سیرتِ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

جامع سنی فضائلِ اعمال

محمد الیاس عادل

کلمہ طیبہ
نماز
روزہ
زکوٰۃ
حج
درود شریف
ذکر و وظائف
سنت مطہرہ
امر بالمعروف
حقوق العباد
رزقِ حلال
اخلاص و ایثار

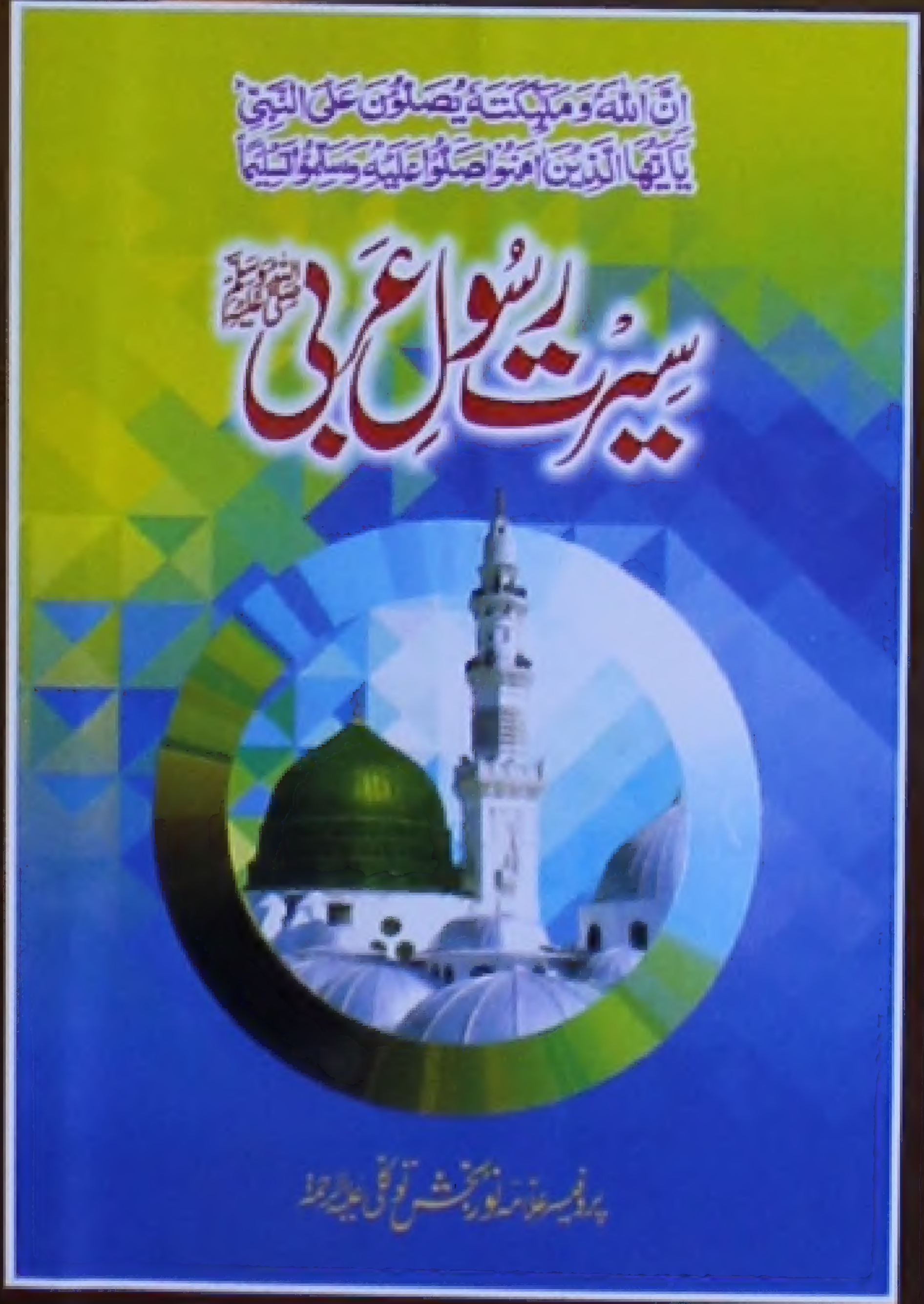

اِنَّ اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی
یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

سیرتِ رسولِ عربی ﷺ

پروفیسر علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور